DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226377
UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلۂ تاریخ عالم

نمبر ۲

Checked 1973

تاریخ اسلام

جلد دوم

(خلاصۃ الکلام فی تاریخ خیر الانام)

اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی مفصل و مکمل سوانح عمری زمانہ پیدائش سے وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت ہجرت۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ خندق۔ جنگ خیبر۔ صلح حدیبیہ۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ ایام مرض۔ تجہیز جیش اسامہ۔ پیشنمازی حضرت ابو بکر۔ وفات و تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیہ فدک کے حالات خصوصاً زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

از

ایس۔ ذاکر حسین جعفر۔ بروپرائیٹر دفتر اتالیق انگریزی دہلی

مصنف

سیزدہ ۱۳ مجلدات اتالیق انگریزی۔ پاکٹ بک آف ہسٹری۔ مختصر تاریخ اسلام۔ تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب وغیرہ

سنہ ۱۳۳۱ھ
۱۹۱۳ع

مقبول پریس دہلی میں منشی سید ظفریاب علی جوہر کے اہتمام سے چھپی

جس کتاب پر مؤلف کے قلمی دستخط یا مہر نہ ہوگی مسروقہ سمجھی جائے گی۔

بہت کاغذ رسمی المکدونیہ۔ کاغذ اعلیٰ ریہ (رجسٹری شدہ) محصول ڈاک وغیرہ نمبر

CHECKED 1998

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۳۵۱ھ

الحمد لمسبب الاسباب ومفتح الابواب۔ مقدر الامور ومدبر الدہور۔ واجب الوجود وخالق الاخلاق والجود بفیض العقل وواہب الکل۔ اقرانا لمالک الوجود مملوکا لعظمتہ واشہد انہ الفاطر وان الغیب غیر مستور لحکمتہ۔ واعوذ بجلال عزہ من ذل الحجاب وبفضل جودہ من نقاش الحساب وبخافی علمہ مما فی الکتاب من العذاب۔ واصلی علی النفوس العلویہ المطہرۃ من الاوناس وعلی الاجسام الارضیۃ المنزہۃ عن الارجاس۔ واخص من بینہم بافضل الصلوات الزاکیات واکمل التحیات النامیات من نادی والاسن حداد وارشد۔ والاکباد غلاظ والقلوب جلاد۔ محمد النبی الامی ذا التائیدات الالہیہ والتاکیدات الجلالیہ۔ وآلہ الطیبین واصحابہ الصالحین۔ الذین کانوا صدقوہ وقد ابزل ونصرہ وقد خذل۔ ما سمح جواد وورزنا

امابعد۔ مینے اپنی تاریخ اسلام کی پہلی جلد شایع کرنے کے بعد ہی دوسری جلد لکھنی شروع کر دی تہی۔ مگر اس زمانہ کی تاریخ جس سے ہماری جلد دوم وسوم کو تعلق ہے اسقدر سخت اور دشوار ہے کہ مضامین کے اخذ اور تحقیق کرنیمیں ۹ سال کا طولانی زمانہ گذر گیا۔ اگرچہ اس عرصہ میں مینے دیگر جلدوں کے واسطے بہی بہت کچھ لازمہ جمع کرلیا ہے ٭

جس زمانہ سے ہماری تاریخ کی جلد دوم وسوم کو تعلق ہے اُسکے راوی وسورخ وہی لوگ ہیں جو آخر عہد بنی اُمیہ اور عہد حکومت بنی عباس میں ہوئے ہیں۔ ابن ہشام۔ اعثم کوفی۔ طبری۔ واقدی۔ ابن قتیبہ۔ بلاذری۔ مسعودی۔ ابن اثیر۔ ابن خلکان وغیرہ تمام مشہور مورخین عباسیوں کے ہی عہد حکومت میں ہوئے ہیں۔ یافعی۔ ابوالفدا۔ ابن خلدون۔ ذہبی وغیرہ جو بعد میں ہوئے انہیں کے خوشہ چین ہیں ٭ الناس علی دین ملوکہم۔ رعایا عموماً اپنے بادشاہوں کے رنگ پر ہوا کرتی ہے بعض دیندار خدا پرست ہی ایسے ہوتے ہیں جو اس رنگ میں نہ رنگے جاتے ہوں۔ اور چھینٹوں سے تو سوائے ایسے شخص کے جیسے خدا ہی بچائے کوئی بچ نہیں سکتا ٭ دنیا بڑی بلا ہے۔ بنی اُمیہ اور بنی عباس کو دنیا طلبی نے حق سے کوسوں دور کر دیا تہا یہ اپنے اپنے زمانہ میں تمام دنیائے اسلام کو مٹھی میں لئے ہوئے تھے انکا اثر اپنی رعایا پر اتنا بڑھا ہوا تھا کہ معاویہ نے بدہ کے روز جمعہ کی نماز پڑھادی اور اُنہوں نے پڑھلی۔ منصور عباسی نے اپنی استحکام حکومت کی غرض سے اجماع کو نص ربانی کا حکم دیا اور ایسے بادشاہ کو جو لوگوں کے اجماع سے بنایا گیا ہو خلیفہ منصوص من اللہ منوا دیا ٭

جب معمولی بادشاہوں کے رنگ میں رعایا رنگی جاتی ہے تو ایسے بادشاہونکا جو سچ مچ خلیفہ رسول ہی بنائے جاتے ہوں کیا کچھ اثر نہ پڑتا ہوگا خصوصاً ایسی صورت میں کہ ایک طرف تلوار بہی میان سے نکلی ہو اور دوسری طرف خزانوں کے منہ بہی کھلے ہوں ٭ چونکہ اس زمانہ کی تاریخ سے مذہب کو بہت کچھ تعلق ہے اور مورخ ہیں ایسے زمانیکے جس کا ہمنے ذکر کیا۔ اس سبب سے اس زمانہ کے اکثر واقعات گڑبڑ اور اکثر مخالف رنگ میں بادشاہوں کے اعتقاد کے موافق دکھائے گئے ہیں تاہم تاریخ کی ہر کتاب میں کہیں کہیں حق کی بہی جھلک دکھائی دیجاتی ہے ٭ اُس زمانہ کے مورخ مجبور ہونے کی حیثیت سے معذور ہیں۔ مگر یہ عہد ہے سرکار انگلشیہ کا جہاں بہت کچھ مذہبی آزادی حاصل ہے۔ تحقیق حق کیلئے اس سے بہتر زمانہ ہو نہیں سکتا۔ پس اس زمانہ کے مورخ کا فرض ہے کہ تعصب اور ہٹ دہرمی کو بنی اُمیہ اور بنی عباس کے گورستان میں دفن کرکے روایت کو اصول درایت سے مقابلہ کرکے صحیح صحیح واقعات کو کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد درج کرے ٭ مینے اپنی تاریخ میں اسی اصول پر چلنے کی کوشش کی ہے۔ اس امر کا اندازہ کہ ہم کہانتک کامیاب ہوئے ہیں ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں ٭ ہاں مجھے دو شخصوں کا شکریہ بہی ادا کرنا ہے ایک منشی شہاب الدین صاحب اہنالوی کا خدا انکی عمر دراز اور خاتمہ سچے ایمان پر کرے کہ مرد نیک اور تاریخ کے کمال شوقین ہیں۔ دوسری تاریخ کی پہلی جلد۔ دیکھتے ہی برابر ۹ سال سے ہر مہینہ جوابی پوسٹ کارڈ سے آگے کی جلدوں کی تکمیل کا تقاضا کرتے رہے ہیں اور مجھکو جگاتے اور ہشیار

ہماری تاریخ اسلام کیا چیز ہے؟

Checked 1965

یہ اسلام کی ایک تاریخ ہے جو ڈیڑھ سو سے زیادہ عربی۔ فارسی۔ اُردو اور انگریزی کتب تاریخ و سیر کا لب لباب ہے۔ تاریخی مادہ کی کوئی معتبر اور متداول کتاب ایسی نہیں ہے جس سے اسکی تیاری میں مدد نہ لی گئی ہو۔ کتب تفاسیر و احادیث سے بھی بہت کچھ لیا گیا ہے برخلاف تمام دیگر تاریخوں کے اس تاریخ میں اسلام کی ہر شاخ و شعبہ سے بحث کیگئی ہے۔ سہولت کی نظر سے ہمنے اسکو سات جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) تاریخ اسلام جلد اول۔ اسمیں عرب کے زمانہ جاہلیت۔ رسول اللہ صلعم۔ خلفاء راشدین۔ خلفاء بنی اُمیہ و بنی عباس سلاطین آل سلجوق و سلاطین مغول کے حالات لکھنے کے بعد تمام ممالک اسلام ہندوستان۔ افغانستان۔ ترکستان۔ ایران۔ روم۔ عرب۔ طرابلس۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ اندلس (سپین) اور اُن تمام مسلمان خاندانوں کی تاریخ جو ان ممالک میں ابتدائے اسلام سے زمانہ حال تک حکمران ہوئے ہیں درج کی گئی ہے۔ ۳۵ انبیائے کرام۔ سو مشائخ صوفیہ عظام۔ سو اسات سو علمائے اسلام اور دو سو کے قریب عربی۔ فارسی اور اُردو شعراء کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں قیمت عہ، محصول ڈاک وغیرہ ۳ر

(۲) تاریخ اسلام جلد دوم۔ اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی پوری سوانح عمری زمان پیدائش سے وقت وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت ہجرت جنگ بدر جنگ احد جنگ خندق جنگ خیبر۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ تجہیز جیش اسامہ۔ ایام مرض پیش نمازی حضرت ابوبکر تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیۂ فدک کے حالات خصوصاً زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

قیمت کاغذ رسمی عہ کاغذ اعلیٰ عہ محصول ڈاک وغیرہ ۳ر

(۳) تاریخ اسلام جلد سوم۔ اسمیں خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ اور حضرت علی کی پوری سوانح عمریاں قلمبند کی گئی ہیں۔ واقعات سقیفہ۔ معاملہ خلافت فتوحات مصر و شام و ایران۔ جنگ جمل۔ جنگ صفین اور جنگ نہروان کے تفصیلی حالات نہایت تحقیق کے ساتھ درج کئے گئے ہیں قیمت کاغذ رسمی عہ کاغذ اعلیٰ عہ

(۴) جلد چہارم تاریخ بنی امیہ و بنی ہاشم (۵) جلد پنجم میں دو ہزار سے زیادہ مشاہیر اسلام۔ اصحاب۔ تابعین۔ علماء۔ فقہاء۔ محدثین۔ مفسرین۔ مورخین۔ ادباء۔ شعراء۔ حکماء۔ اطباء اور ہر علم و فن کے کاملین کے حالات لکھے گئے ہیں (۶) جلد ششم۔ تمدن اسلام کی ہر شاخ سے بحث کیگئی ہے (۷) جلد ہفتم میں تمام اسلامی ملکوں کے تاریخی مقامات اور مشہور شہروں کے حالات بہ ترتیب حروف تہجی مع نقشہ جات

اسلامی تاریخ کا وہ حصہ جس سے جلد دوم و جلد سوم میں بحث کیگئی ہے سب سے زیادہ مشکل اور دقیق مگر ساتھ ہی سب سے زیادہ دلچسپ و مفید بھی ہے اس زمانہ سے وہ واقعات متعلق ہیں جنکی تحقیق کی نظر سے اب تک تحقیق و علمائے اسلام مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی مشقت اُٹھاتے ہیں اور پھر بھی عموماً بسبب کمیابی کتب تحقیق حق سے محروم رہتے ہیں ایسے واقعات خصوصاً معتبر اور مستند کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد مع حوالہ کتب لکھے گئے اور بہت سے عقدے حل کر دیئے گئے ہیں۔ اس مادہ میں دنیا بھر کی اسلامی تاریخوں میں یہ دونو جلدیں منفرد ہیں۔ چونکہ بہت سا حصہ اس زمانہ کے واقعات کا مذہب سے تعلق رکھتا ہے مورخین اکثر واقعات دیدہ و دانستہ نظر انداز کر گئے ہیں اور بعض بہت سے واقعات کو برخلاف رنگ میں دکھا گئے ہیں ایسے واقعات کو مختلف کتابوں سے تحقیق کرنیمیں جو کچھ کاہش اُٹھانی پڑی ہے اُسے مؤلف ہی کا دل جانتا ہے کیسے کیسے گہرے سمندروں میں غوطہ لگا کر جواہر آبدار نکالے ہیں زیادہ تر مصیبت یہ ہوئی کہ مؤلف نے کسی خاص فرقے کی جنبہ داری نہیں کی سنی شیعہ کے تفرقہ کو بالائے طاق رکھکر تعصب اور ہٹ دھرمی کو شیطان کے حوالے کرکے اصلی اور حقیقی واقعات کا کھوج نکالنے کی کوشش کی ہے۔

جلد چہارم کے ہفتم تک بعض تو قریب الاختتام ہیں اور بعض لکھی جا رہی ہیں اگر پبلک جلد اول و دوم و سوم کی مقبولیت کریگی تو وہ بھی طبع کرادی جائینگی۔

ہماری جانفشانی کا اندازہ اُن سینکڑوں روپے کی بڑی بڑی کتابوں کی فہرست سے ہو گا جن سے ہزارہا ورقہ دیکھکر مضامین اخذ کئے گئے ہیں چنانچہ علاوہ ۱۴۷ کتب تاریخ و سیر جن کے نام درج ہیں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ موطائے امام مالک سنن۔ دار قطنی۔ مشکوٰۃ۔ کنز العمال۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر در المنثور تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر طبری۔ تفسیر نیشاپوری تفسیر مدارک۔ تفسیر خازن۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ فوائد الانصار ینابیع المودۃ نزہۃ المجالس سیل کا ترجمہ قرآن انڈین پورٹ کے رسالہ طلافت اور پولوی اور بہت سی اور کتابوں سے بھی مضامین لئے گئے ہیں ✦

ضمیمہ جلد سوم (تاریخ الائمہ من کتب اہل السنہ) دوازدہ امام علیہ السلام کے حالات

فہرست اُن کتابوں کی جنسے ہم نے اپنی تاریخ اسلام کے مضامین اخذ کئے ہین

عربی کتب تاریخ وسیر ورجال

(۱) تاریخ طبری
(۲) تاریخ ابن اثیر
(۳) تاریخ مروج الذہب مسعودی
(۴) تاریخ روضۃ المناظر ابن شحنہ
(۵) تاریخ ابوالفدا
(۶) تاریخ ابن خلدون
(۷) تاریخ الخمیس
(۸) تاریخ الخلفا سیوطی
(۹) اخبار الدول وآثار الاول
(۱۰) تاریخ مختصر الدول ابن العبری
(۱۱) فتوح البلدان بلاذری
(۱۲) الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ
(۱۳) تمدن اسلام جرجی زیدان
(۱۴) بدایع الزہور
(۱۵) حسن المحاضرہ
(۱۶) کتاب الفخری
(۱۷) عجایب المقدور
(۱۸) اعلام الناس
(۱۹) عرائس المجالس
(۲۰) مطالب السئول
(۲۱) اقوم المسالک
(۲۲) سیرۃ ابن ہشام
(۲۳) زاد المعاد ابن قیم
(۲۴) سیرۃ الحلبیہ انسان العیون
(۲۵) سیرۃ المحمدیہ (مولوی کرامت علی)
(۲۶) سیرۃ النبویہ (دحلان)
(۲۷) کشف الغمہ
(۲۸) اعلام الوری
(۲۹) تحفۃ الناظرین
(۳۰) اخبار الاول فی آثار الدول
(۳۱) تاریخ الحقی
(۳۲) فتوحات الاسلامیہ (دحلان)
(۳۳) معجل الاسلامیہ (دحلان)

(۳۴) حقایق الاخبار (اسمٰعیل آفندی)
(۳۵) نفح الطیب (مقری)
(۳۶) فریدۃ العجایب
(۳۷) معجم البلدان (یاقوت حموی)
(۳۸) نجم القرآن
(۳۹) رحلہ ابن بطوطہ
(۴۰) استیعاب (ابن عبدالبر)
(۴۱) اصابہ (ابن حجر)
(۴۲) میزان الاعتدال (ذہبی)
(۴۳) طبقات الحفاظ (ذہبی)
(۴۴) تقریب التہذیب (ابن حجر)
(۴۵) خلاصہ تذہیب التہذیب
(۴۶) طبقات الکبریٰ (شعرانی)
(۴۷) طبقات الشافعیہ (سبکی)
(۴۸) فواہد البہیہ
(۴۹) منہج المقال
(۵۰) روضات الجنات
(۵۱) عیون الانباء
(۵۲) صحاح الاخبار
(۵۳) کتاب الاذکیاء
(۵۴) اسماء رجال مشکوۃ
(۵۵) کشف الظنون
(۵۶) مفتاح السعادہ
(۵۷) اکتفاء القنوع
(۵۸) محاضرۃ الاوائل والاواخر
(۵۹) عمدۃ الطالب
(۶۰) عقد الفرید ابن عبدربہ
(۶۱) سبائک الذہب
(۶۲) عمدۃ الطالب
(۶۳) وفیات الاعیان ابن خلکان
(۶۴) فوات الوفیات
(۶۵) ملل ونحل شہرستانی
(۶۶) حیوٰۃ الحیوان (دمیری)

فارسی کتب تاریخ وسیر وغیرہ

(۶۷) روضۃ الصفاء
(۶۸) حبیب السیر
(۶۹) روضۃ الاحباب
(۷۰) تاریخ طبری فارسی
(۷۱) تاریخ مستنصر ناصری
(۷۲) جامع التواریخ
(۷۳) مفتاح التواریخ
(۷۴) حدیقۃ الاقالیم
(۷۵) انوار المنہر
(۷۶) ناسخ التواریخ
(۷۷) حیات القلوب
(۷۸) تحفۃ العالم
(۷۹) تاریخ فرشتہ
(۸۰) سیر المتاخرین
(۸۱) نامہ خسروان
(۸۲) تاریخ ملکم
(۸۳) تاریخ نگارستان
(۸۴) طبقات اکبری
(۸۵) منتخب التواریخ
(۸۶) سلطان نامہ
(۸۷) قصص الانبیاء
(۸۸) نامہ دانشوران
(۸۹) مجالس المومنین
(۹۰) اکسیر التواریخ
(۹۱) معارج النبوۃ
(۹۲) مدارج النبوۃ
(۹۳) شواہد النبوۃ
(۹۴) روایح المصطفے
(۹۵) حیات القلوب
(۹۶) سفرنامہ ناصر خسرو
(۹۷) نجوم السماء
(۹۸) بستان المحدثین
(۹۹) دبستان المذاہب
(۱۰۰) کشف القناع

(۱۰۱) قلائد الجواہر
(۱۰۲) خزانۂ عامرہ
(۱۰۳) تذکرہ حسینی
(۱۰۴) تذکرہ مراۃ الخیال
(۱۰۵) تذکرہ دولت شاہ سمرقندی
(۱۰۶) گلشن بیخار
(۱۰۷) آتش کدہ آذر
(۱۰۸) خزینۃ الاصفیاء
(۱۰۹) تاریخ آل انجاد

کتب تاریخ وسیر اردو

(۱۱۰) تمدن عرب
(۱۱۱) تاریخ اسلام (علامہ عباسی)
(۱۱۲) تذکرۃ الکرام
(۱۱۳) بہارستان تاریخ
(۱۱۴) منہاج النبوۃ
(۱۱۵) سنین الاسلام
(۱۱۶) مذاہب الاسلام
(۱۱۷) تاریخ جدولیہ
(۱۱۸) تاریخ عرب
(۱۱۹) کارنامہ ترک
(۱۲۰) فتوحات اسلام
(۱۲۱) تفریح الاذکیاء
(۱۲۲) ترجمہ اعثم کوفی
(۱۲۳) ترجمہ جذب القلوب
(۱۲۴) تاریخ مکہ معظمہ
(۱۲۵) اقتصاص مغرب
(۱۲۶) تہذیب المتین
(۱۲۷) الکرار
(۱۲۸) ارجح المطالب
(۱۲۹) المرتضی
(۱۳۰) سوانح عمری حضرت علی
(۱۳۱) سوانح عمری رسول کریم
(۱۳۲) تاریخ خورشید جاہی
(۱۳۳) گلزار آصفیہ

(۱۳۴) ترجمہ مارق ابن قتیبہ
(۱۳۵) تذکرہ گلشن ہند
(۱۳۶) تاریخ طرابلس وتونس
(۱۳۷) تاریخ الجزایر
(۱۳۸) تاریخ مراکش
(۱۳۹) دنیا سے اسلام
(۱۴۰) تاریخ ایران (انجمن)
(۱۴۱) تاریخ آسیین
(۱۴۲) مشاہیر نسواں
(۱۴۳) تذکرہ آب حیات
(۱۴۴) تاریخ القرآن (سلیم)
(۱۴۵) تذکرۃ المصنفین
(۱۴۶) ازالۃ الخفاء (ترجمہ)
(۱۴۷) تاج الاقبال
(۱۴۸) تذکرہ علماء ہند (فارسی)
(۱۴۹) تذکرہ علماء کمال
(۱۵۰) قصار الارب
(۱۵۱) قصص الانبیاء
(۱۵۲) تاریخ عالم
(۱۵۳) احیاء العلوم
(۱۵۴) تذکرہ فرید الدہر
(۱۵۵) تاریخ شعرا اردو

کتب تاریخ وسیر (انگریزی)

(۱۵۶) پرچیز آف اسلام
(۱۵۷) اسپرٹ آف اسلام
(۱۵۸) اوکلی ہسٹری آف سیرسینز
(۱۵۹) انیس پول محمدن ڈائی نیسٹیز
(۱۶۰) پیرونگ لائف آف محمد
(۱۶۱) سکسہ سرز آف محمد
(۱۶۲) دی سیرسینز (گلبن)
(۱۶۳) گبن فال آف رومن ایمپائر
(۱۶۴) کانیڈی ہسٹری آف سپین
(۱۶۵) کارلائل ہیرو ورشپ
(۱۶۶) تاریخ خاندان عثمانیہ (اردو)

ایڈیٹر: ڈاکٹر حسین جعفر - پروپرائٹر دفتر تالیق انگریزی دہلی

غلط نامہ جلد دوم تاریخ اسلام

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۲/۲۷	نصاریہ	نصاریٰ
۴/۱	ویسا ہی	پھر ویسا ہی
۴/۲	گاہ سے	کی نگاہ سے
۴/۳	ستان	عربستان
۶/۱۲	کی	کو
۸/۲	ہے کہ فوج	ہے فوج
۹/۲۵	حجر	ہجر
۱۰/۲	عقرباء	عقرباء
۱۱/۲۶	حجاز	حجاز
۱۲/۳۰	سبل	سیل
″	رعاں	راعیان
۱۳/۳۳	دسہ فوج	دستہ فوج
۱۵/۱۳	جزاہم	جرہم
۱۵/۲۵	کو سے	سے
۱۶/۱۷	بعض اہ والیں	بعض والیں
۱۸/۲۳	″	یہ
۲۶/۳۰	بلیوں	پلیوں
۲۷/۲	جھلی	جھلی
۲۷/۶	نایت	نابت
۲۷/۸	بنونان	بنوعدنان
″	لے	کے
۲۷/۱۹	وعہدہ	عہدہ
۲۸/۱۱	شنبہ	شیبہ
۲۸/۱۷	بہی	ہی
۳۳/۲۸	ص	صہ
۳۴/۴	رکتے تھے	رہتے تھے
۳۴/۸	انکو	وہ
۳۵/۳	تخیر	تیر
″	دیتے رکھے	دیتے

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۳۵/۲۱	بہت سی منافع	دو چند منافع
۳۵/۱۲	تا تھا	تاجر تھا
۳۵/۱۹	بحیر	بحیرا
۳۵/۲۰	بتادیا	بتایا
۳۵/۳۱	کی حالت	کی مالی حالت
۳۶/۵	خولیدزہ	خویلد زندہ
۳۶/۸	زندہ رہیں	زندہ نہ رہیں
۳۶/۱۲	حین وحیات	حین حیات
۳۶/۱۹	ہوئی تھی	ہوا تھا
۳۷/۲۳	معاہدہ میں	معاہدہ کیا ہیں
۳۶/۲۴	کوجو	کو جو
۳۸/۲۶	درگزرے	درگزریے
۴۱/۲	اسلام علیک	السلام علیک
۴۳/۲۳	الخمیص	الخمیس
۴۵/۳	سرو	پیرو
۴۰/۹	بن احسن	بن حسن
۶۰/۱۷	ادیان	ادیان
۶۱/۱۷	غیر الطائش	غیر طائش
۶۳/۱۷	نعیل	طفیل
۶۶/۲۹	روایت	بروایت
۶۶/۱۷	طالف	طائف
۶۷/۴	پر کے	کے
۶۷/۲۱	نتیہ	نبیہ
۶۸/۲۹	گی میں	کہتی ہیں
۶۹/۲۰	تیرے	تیسرے
۶۹/۲۳	لون الورس	لون الورس رنگ
۶۹/۳۱	دانوناء	رانوناء
۷۲/۱۷	کے آئیں	لے آئیں
۷۲/۲۲	″	۵۳

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۷۶/۲۸	رہیں	رہیں عہ
۷۷/۲۸	مشکیزہ آب	مشکیزہ آب
۷۹/۳۱	سرپہ	سر پہ
۸۱/۱۰	مطابعت	متابعت
۸۱/۲۳	نظر نہ تھا	مدنظر نہ تھا
۹۳/۱۳	قوت	فوت
۹۵/۱۹	درد	درہ
۹۷/۱۵	النہرین	المنہرین
۱۰۱/۳	ساتھیوں نے جو عہد	ساتھی معبد
۱۰۳/۳۱	خطمہ	حطمہ
۱۰۵/۶	توریت پڑھا تھا	توریت پڑھیں
۱۰۵/۷	واقفا	واقعات
۱۰۹/۴	نسب	نصب
۱۰۸/۱۲	اور تھی	اور بھی تھی
۱۱۰/۳۱	حدیث انس	حدیث الحسن
۱۱۱/۱۰	یوم السنت	یوم السبت
۱۱۲/۱۱	حیوٰۃ الحیوان	صاحب حیوٰۃ الحیوان
۱۱۳/۷	ریحانہ بنت عمر	ریحانہ بنت زید
	طفیل	بن عمرو
۱۱۳/۹	شریک	شہید
۱۱۳/۱۲	کیا اسی	کہ اسی
۱۱۳/۱۴	اسی	اتنی
۱۱۵/۱۸	کہ میں	مکہ میں
۱۱۵/۲۸	عردہ	عروہ
۱۱۵/۲۸	اعانت	اہانت
۱۱۶/۳۱	انتال	امتثال
۱۲۱/۲	دانوناء	رانوناء
۱۲۲/۲۷	رج	مدارج
۱۲۴/۱۹	رہی	وہی

صفحہ و سطر	غلط	صحیح
۱۲۷/۱۴	زین	زینہ
۱۲۹/۹	بہانے	بھاگے
۱۳۱/۲	امر النظہران	مرالظہران
۱۳۹/۷	مسلمان	سلمان
۱۳۹/۲۸	۱۱ اوقیہ ۴۰ درہم	۱۱ اوقیہ ۴۰ درہم
۱۴۰/۶	لیگیا ہے	لیا گیا ہے
۱۴۳/۷	رکیکر	لکھکر
۱۴۴/۱۰	ناتفاقی	نا اتفاقی
۱۴۶/۲۲	نو	تو
۱۴۶/۲۶	ابر	اور
۱۵۲/۳۱	مہمام	مہام
۱۵۹/۲۶	زیاد بن لبید	زیاد بن لبید
″	حضرت موت	حضر موت
۱۶۲/۹	اوافتاد	اوقتاد
۱۶۵/۲	جو مدینہ	مدینہ
۱۶۷/۱۰	پاس تر	پاس کے تر
۱۷۲/۱۵	حلق	قلق
۱۸۰/۱۸	حدے	حد کے
۱۸۱/۲۵	شوہ	شرح
۱۸۲/۱۵	رم پٹی	دم پٹی
۱۸۳/۳	حذیفہ یا سہل	یا بن ابی حذیفہ
۱۸۳/۵	اورام سلمہ	اور ابو سلمہ
۱۸۳/۹	سلمہ ۶۱	سلمہ ۶۱ یا ۶۳
۱۸۵/۳۰	دوسری لڑکی کیونکو	دوسری لڑکیونکو
۱۸۶/۱۷	واہنی ہے	لکھی ہے
۱۸۶/۲۷	بنے	جنے
۱۸۸/۱۱	سے	نے
″	فاصہ	فاطمہ
۱۸۸/۲۹	ہند	ہذہ

۱۹۰/۳۰	۴ ہزار	۱۹۲/۳۱	۴۰ ہزار	ووصیت	۱۹۳/۳۰	توصیت	ہم منازعت	ہم سی منازعت	۱۹۴/۱۰	عن	ان	۱۹۵/۳۱	ضبط کر	ضبط کرلیا

۲۵/۲۶ خیال میں (کے آگے) بھی بات چیت اور وہ حدیث اسکی
تائید کرتی ہے جسمیں حضرت علی ذاپنے کو باپ اللہ کا تصفیہ فرمایا ہے
۳۰/۱۱ بالہ (کے بدلے) بالہ
ابوالعاص بن ربیع
۳۰/۳۲ عتبہ (کے بدلے) عتبہ
ولید ولید (عامل مدینہ)
۳۵/۱۳ من کی خانگی امور (تا) درکار ہوا (کے بدلہ) تو وہ
کارندہ کی معرفت اپنی طرز پر تجارت کرتی لیکن کچھ
نفع ہوتا اسمیں سے ایک معینہ حصہ اُسے دیدیا کرتیں بموجب
عشر رسول اللہ کو
۳۵/۱۵ اور دس دگنا مشاہرہ دینا منظور کرکے (کے بدلہ)
نفع میں حصہ مقرر کرکے مال تجارت لیجانیکے لئے
۳۵/۲۲ دگنی تنخواہ (کے بدلہ) اُس سے دگنا یا چند اور سرکار کو دیا
کرتی تھیں۔
۳۵/۲۳ ایڈنگ ص ۲۷ (کے آگے) روضۃ الاحباب کامل ابن اثیر
۳۶/۲۳ جدید معاہدہ (کے بدلہ) جدید معاہدہ کیا اس
۳۶/۲۸ اوقیہ (اوقیہ پونٹ) اوقیہ چالیس تولہ ہوتا ہے
۴۶/۱۱ معالم التنزیل (کے آگے) بمصری جلد ۵ ص ۱۰۵
۵۴/۹ خمیس ابن ہشام (کے بدلہ) خمیس جلد اول ص ۳۳۴۔
ابن ہشام۔ تاریخ الخلفاء ص ۴۳
۵۴/۳۱ عوف نہیں پاتا (کے آگے) ولید بن مغیرہ کے حق میں یہ
آیہ نازل ہوئی (سورہ ن والقلم میں) ولا تطع کل
حلاف مھین الخ اسکی تفسیر میں تفسیر مدارک صفحہ ۱۹۶
میں تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ولید قبیلہ قریش سے تھا
بلکہ اسکا باپ مغیرہ عنین تھا اسلئے ولید کی ماں نے ایک
چرواہے سے ناکیا اس سے ولید پیدا ہوا (حاشیہ
سیف اللہ کا والد تھا)
۵۳/۲۸ موطا امام مالک (کے بدلہ) ترجمہ موطا امام مالک ص ۴۷
۱۰۵/۹ کہ لوگوں کو توریت پڑھائیں (تا) پڑھاتے رہے (کے بدلہ)
کہ وہ توریت پڑھیں چنانچہ زید نے بروایت اوکلی
۱۵ دن میں عبرانی سیکھ لی اور توریت سمجھنے لگے (اہل
نے ۱۸ دن میں فارسی بھی سیکھ لی تھی اور حبشہ یونانی اور
قبطی بھی جانتے تھے)

۱۰۵/۱۸ عبداللہ بن مسعود نے پڑھا (کے بدلہ) بروایت
عبداللہ بن مسعود یہ آیہ نازل ہوئی
۱۱۶/۱ درخت کے نیچے (درخت پر یہ نوٹ بنالو) حضرت
عمر نے اپنے عہد خلافت میں اس درخت کو کٹوا ڈالا۔
ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۷۲ تفسیر درمنثور
جلد ۶ سورہ فتح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
جلد ۱۲ ص ۶۵
۱۱۷/۱۱ پیدا ہوا (اسکے آگے) اور تفسیر عمدۃ البیان میں مفتاح
سے نقل کیا ہے کہ فرمایا
۱۲۱/۱۲ سیرۃ محمدیہ (کے آگے) وازالۃ الخفاء
۱۵۹/۳ کل مومن و مومنۃ (اسپر یہ نوٹ بنالو)
اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۶۲۹۔ ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۹
۱۵۹/۱۴ مبارک بادی (اسپر یہ نوٹ بناؤ) روضۃ الصفا
ج ۲ ص ۲۶۳ حبیب السیر جلد ۱ جزو ۳ ص ۷۳
۱۶۳/۲۸ ایک صاع پیسکر ۵ روٹیاں پکائیں (اسپر یہ نوٹ
بناؤ) صاع فقہ شیعہ کے موافق ۳ سیر تبریزی کے
زائد ہوتا ہے پس ایک صاع کی پانچ روٹیاں پکانا کچھ
میں نہیں آتا کیونکہ بزرگوار اتنا کھانا ہو ابھی
حالانکہ انہیں میں سے کمسن بچے حسن و حسین بھی
اگر فتے الاربعہ کے موافق صاع کو متوسط ہاتھ
کی چار لپوں کی برابر سمجھا جائے تو ممکن ہے جسکا اندازہ
تقریباً پونے دو سیر لکھا ہے۔
۱۶۴/۴ ۹ ہجری کا واقعہ ہوگا (اسکے آگے) اگر جنابہ
کی پانچ روٹیاں پکانا صحیح ہوں جیسا کہ حدیث میں ہے تو
۹ ھ سے بھی پہلے کا واقعہ ہوگا جبتک جناب زینب و
ام کلثوم روٹی کھانیکے قابل نہ ہوئی تھیں ۷ یا ۸
روٹیوں کا ذکر ہوتا۔
۱۷۱/۵ مدارج (کے بدلہ) ترجمہ مدارج جلد ۲ ص ۷۹۸
۱۷۲/۱۹ بخاری (کے بدلہ) بخاری مع فتح الباری جلد ۶ ص
۱۷۷/۱۶ حکم دیا ہے (اسکے آگے) اور مکیہ کی تفسیر سکاکی
نے اپنی کتاب "عروض عزیز" میں لکھا ہے اگرچہ یہ

مقصد تخلیق کا سکھانا۔ بدی کا گھٹانا انسان کی ترقی
کا بڑھانا اور عقل انسان کا نشوونما دینا ہو اور اگر ایک
کام اس بڑی سے بڑی کسی کام آسکے جب بنی نوع انسان کی
آخری قسمت کا فیصلہ کیا جائیگا تو پھر اس بات کا
اقرار کرنا خلاف شعائر مذہب یا خلاف مقتضیات
عقل سلیم نہیں ہے کہ محمد حقیقت میں خدا کے رسول تھے۔
(منقول از ستارہ صبح بابت ۲۰ صفر ۱۳۵۰ھ)
۱۸۰/۷ ایک لڑکا اور ایک لڑکی (کے بدلہ) ایک لڑکا عبداللہ اور
ایک لڑکی ہند
۱۸۰/۸ ہالہ اور ہند (کے بدلہ) ہالہ اور ام ہند زینب اور ایک
لڑکا ہند (تاریخ الخمیس جلد اول ص ۲۹۷
۱۸۱/۲۶ شرح صحیح بخاری (اسکے آگے) جزو ۳ ص ۳۷۲
۱۸۲/۹ اُس مقام پر پہنچیں (اسکے آگے) اور کہنے لگیں کہ
گھر میرا ہے میں دفن نہیں ہونے دیتی، دفن السائم
ج ۱ ص ۱۳۳ ابوالفداج ۱ ص ۱۸۳ اکمال ص ۳۵۴
ایڈنگ ص ۱۹۷ طبری تاریخ ص ۶۰۵ روضۃ الصفا ج ۲
حبیب السیر جلد ۲ جزو اول ص ۱۹
۱۸۵/۱۳۱ حالانکہ نہیں ہیں (اسکے آگے) اسقدر میں مالک کیونکا
سال ولادت بھی لکھا گیا ہے درست نہیں ہے کیونکہ جناب
رسول اللہ سے خدیجہ کا نکاح ہونے سے پہلے کی پیدائش ہیں
۱۸۸/۳ راضی ہونے سے (اسکے آگے) جیسا کہ مواعق محرقہ صفحہ
مدارج النبوۃ اور کنز العمال وغیرہ میں ہے۔
۱۸۹/۵ تطہیر (کے آگے) ۹ مہینے اور بروایتے ۹ ماہ تک حضرت ایسا ہی
کرتے رہے (ارجح المطالب ص ۳۳ اور درمنثور وغیر
۱۹۰/۱۰ حبیب السیر (کے آگے) جلد اول جزو ۳ ص ۹۔ معارج النبوۃ
رکن ۴ ص ۳۲
۱۹۰/۱۶ کنز العمال (کے آگے) جلد ۲ ص ۱۵۸
۱۹۰/۱۹ درمنثور (کے آگے) جلد ۴ ص ۱۲۲
۱۹۰/۲۰ زینۃ المجالس (کے آگے) جلد ۲ ص ۳۰ ملل و نحل جلد ۱ ص ۱۵۹
۱۹۰/۳۲ معلوم نہیں (کے آگے) تفسیر کبیر فخر رازی جلد ۸ ص ۱۵۹
" انسان العیون (کے آگے) جلد ۳ صفحہ ۴۰
۱۹۱/۱ ابوداؤد (کے آگے) جلد ۲ ص ۵
۱۹۲/۱ کلمی لمسلم (کے آگے) مشارق الانوار ص ۱۲۰ حدیث
۶۶۸ بحوالہ مسلم و بخاری، بہشتی زیور جلد ۶ ص ۱۲۰
۱۹۲/۲۵ بروایت ابوالفدا (کے آگے) جلد اول ص ۱۶۹
اشعۃ اللمعات ص ۶۲۸ فتح الباری جلد ۱۲ ص ۱۲۱

ع حاشیہ ابوداؤد جلد ۲ ص ۵ از مرقاۃ ✦ ۱۹۲/۱ شرح مشکوٰۃ (کے آگے) جلد ۳ ص ۱۸۰ ع

۷۸۶

مقدمہ

پہلی فصل ملک عرب کا جغرافیہ

(۱) حدود اربعہ عربستان گہوارہ مذہب اسلام اور مولد و موطن اُس عظیم الشان حکومت کا ہے جس کو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور اُن کے خلفائے راشدین نے قائم کیا تھا یہ عرب ایک بہت بڑا جزیرہ نما ہے جس کا ایک حصہ ریگستان ہے اور جس کے تین طرف تین سمندر واقع ہوئے ہیں۔ یعنے مغرب کی جانب نہر سویس بحیرۂ احمر جسے بحیرۂ قلزم بھی کہتے ہیں اور باب المندب جنوب کی طرف بحر ہند۔ مشرق کی طرف بحیرہ عمان اور خلیج فارس۔ عراق اور الجزیرہ حد شمالی وہ صحرائے شام ہے۔ اور فلسطین اور الجزیرہ۔ اس جزیرہ نما کی حد شمالی اس طرح پر ہے کہ غزہ سے جو فلسطین کا ایک شہر ہے اور بحیرۂ روم پر واقع ہے ایک خط جنوب سے بحیرہ لوط تک کھینچا جائے۔ اور وہاں سے دمشق اور دمشق سے دریائے فرات کے کنارہ کنارہ لاکر خلیج فارس سے ملایا جائے تو اس خط کو حد شمالی عربستان کی کہہ سکتے ہیں۔ مغرب کی طرف خاکنائے سویس نے اس ملک کو مصر سے ملا دیا ہے۔ مگر ۱۸۶۹ء میں بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ روم کو ملانے کی غرض سے انگریزوں فرانسیسوں اور خدیو مصر نے اتفاق کرکے اس خاکنائے میں ایک نہر کاٹ لی ہے جو ۸۰ میل لمبی اور پچاس سے سو گز تک چوڑی ہے اور نہر سویس کے نام سے مشہور ہے۔

(۲) وسعت اس جزیرہ نما کا زیادہ سے زیادہ طول اٹھارہ سو میل اور عرض چھ سو میل اور کل رقبہ بارہ لاکھ تیس ہزار مربع میل جو ملک فرانس سے دوگنا اور ہندوستان سے پونا ہے۔ اس رقبہ میں سے پانچویں حصہ سے کچھ کم سلطان روم کے زیر حکم ہے۔

(۳) آبادی آبادی کا تخمینہ پچاس لاکھ سے ایک کروڑ تک کیا گیا ہے۔ اور صاحب حقایق الاخبار نے ڈیڑھ کروڑ سے زائد لکھی ہے۔ جس میں سے پانچواں حصہ بدوی ہیں۔ جن کو عرب البادیہ بھی کہتے ہیں۔ اور باقی مستوطن عرب یا عرب الحضر بدوی خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں۔ صحراؤں میں جہاں کہیں کوئی نخلستان یا سرسبز مقام دیکھتے ہیں اپنے مویشی کو لئے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ صحرائی زندگی کو شہر کے رہنے پر ترجیح دیتے ہیں یہ ان کی ترجیح کچھ آج سے نہیں ہے بلکہ ہزاروں برس سے ہے اور اُن کے رسوم و رواج و لباس بلا تغیر کے اسوقت تک وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔ لوٹ مار اور جنگجوئی انکی جبلت میں داخل ہے۔ اسی لوٹنے اور لڑنے کی خاصیت کی بدولت بدوئیں عرب خلفائے راشدین کے وقت میں بڑے بہادر سپاہی بنگئے۔ اور انہوں نے نہایت سرعت کے ساتھ تمام عالم کو فتح کرلیا اگرچہ انکو جدید حالات و واقعات سے کام پڑا لیکن اُنکی جبلت نہیں بدلی۔ کیونکہ کوئی واقعہ کسی قوم کی جبلت نہیں بدل سکتا البتہ دو سرے رنگ میں ظاہر ہوسکتی ہے۔ لوٹنے کی خاصیت ملک گیری کے دلولہ سے مبدل ہوگئی۔ سخاوت کی عادت سے وہ سپاہیانہ بہادری کا برتاؤ پیدا ہوا جس کی یورپ کی تمام اقوام نے تقلید کی۔ خلفائے راشدین کے وقت میں اسلامی فوج کا بہت بڑا حصہ یہی بدوی تھے۔ بدوی فہم و ادراک میں بھی اور واقع ہوا ہے گلہ چرانے والی اقوام یہ فوقیت رکھتے ہیں۔ یعنے اُن سے بارہا گفتگو کی ہے اُنکے خیالات معیشت [illegible]

اہل یورپ سے بہتر پائے ہیں - عادات و رسوم میں نیم وحشی ہیں مگر خیالات میں وحشی نہیں ہیں - پس یہ لوگ نیم وحشی تو ہیں مگر فہمیدہ اور ذہین[۵] "

مستوطن عربوں اور بدوؤں میں[۶] انتہا فرق ہے یہ ہرگز اس قسم کے نیم وحشی نہیں ہیں جیسے سمجھ لئے گئے ہیں -

- پالگریو نہایت حیرت کے ساتھ باشندگان عمان کے علم کی تعریف کرتا ہے اور اسی کا قول ہے کہ نجد میں ایسے اشخاص بکثرت موجود ہیں جو مثل انگریزوں کے کلیں بنا سکتے ہیں - اور ریل کی پٹڑی بچھا سکتے ہیں - یمن میں دو دارالعلوم ہیں ایک **زبید** میں اور دوسرا **ذمار** میں جو اگرچہ قاہرہ کی جامع ازہر کے برابر تو مشہور نہیں لیکن اس ملک کے روشن خیال گروہ میں اشاعت علم کا بڑا ذریعہ[۷] ہیں "

پالگریو کہتا ہے میں نے بہت سفر کیا ہے اور مختلف اقوام کے ساتھ میرے روابط رہے ہیں - جن میں افریقی - ایشیائی - اہل یورپ سب ہیں لیکن کوئی قوم انمیں سے ایسی نہیں ہے جسے وسط عربستان کے عربوں پر ترجیح دی جا سکے - ان مستوطنین کی وہی زبان ہے جو صحرائے بدویوں کی اور وہی خون انکی رگوں میں بھی دوڑتا ہے لیکن شتان بینہما دونوں میں کس قدر بُعد عظیم ہے - پھر پالگریو کہتا ہے کہ وہابی بمقابل دوسرے عربوں کے بخیل اور مشکل مہموں میں شریک ہونے پر کم آمادہ ہیں اور نہ وہ مثل اور عربوں کے رنگیلے ہیں - اور نہ صاف دل اور کشادہ پیشانی - مگر اسکے ساتھ ہے وہ زیادہ ثابت قدم اور زیادہ عقلمند ہیں - انکی باتوں سے انکا اصلی خیال بہت کم ظاہر ہوتا ہے مگر وہ اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط ہیں - دشمنی میں سخت اور دوستی میں اُن لوگوں کے ساتھ جو انکے ہم قوم نہیں ہیں نہایت مشتبہ انکے خاموش اور خوش بلکہ عبوس صورتیں شمالی عربوں کے نیک اور ہنس مکھ چہروں کو یاد دلاتی ہیں - وہ ہرگز فوری اُمنگوں پر کام نہیں کر بیٹھتے بلکہ پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی چال پر چلتے ہیں اگرچہ انکی فہم اور ادراک محدود ہے لیکن انکے عزم قوی اور انکی ثابت قدمی نے انہیں اس لایق بنایا ہے کہ وہ اپنی تمدنی حالت کو نہایت مضبوط کر لیں اور اپنے ہمسایوں پر ظالمانہ حکومت کر سکیں - شدید اتحاد باہمی کی وجہ سے انکی کامیابی بمقابل ایسے دشمن کے یقینی ہے جسے آپس کی پھوٹ نے کمزور کر رکھا ہو - وہابیوں کی یہ خصائص انکی روزمرہ کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتی ہیں - اور اُن سے گفتگو کرتے وقت یہ امر ضرور ہے کہ اپنے الفاظ اور اشارات کا ویسا ہی خیال رکھے جیسا کہ کسی دشمن سے گفتگو کرتے وقت رکھا جاتا ہے + شام کے بدوی چار قسم کے ہیں[۸] -

(۱) **ورو** - یہ بدویوں سے بہت قریب ہیں یہ مسلمانوں کا ایک مغرور اور خود مختار فرقہ ہے، یہ لوگ نہایت جری ہیں انہیں اور لبنان کے موارنہ میں سخت عداوت ہے +

(۲) **موارنہ** یہ نصرانیوں کا ایک نہایت مغرور اور لافزن فرقہ ہے اگرچہ اصل مواقع پر ان سے کوئی کام بہادری کا سرزد نہیں ہوا

(۳) **متاولہ** کوہستانی عرب انکا مذہب امامیہ ہے سخت متعصب ہیں کبھی کسی اجنبی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے - بالکل علیحدہ رہتے ہیں +

(۴) **نصاریہ** - بالکل علیحدہ پہاڑی قوم ہے انکا مذہب اسلام کی ایک شاخ مگر نہایت مختلف ہے - تناسخ کے قائل ہیں اور سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں +

(۵) **آب و ہوا اور سرزمین کی حالت** یہ ملک مثل صحرائے افریقہ کے ایک عظیم الشان مسطح میدان ہے جس میں صحرائے

---

[۵] تمدن عرب کلیو لبنان ص۵۲ تمدن عرب گستولبان -

[۶] ایک انگریز سیاح تھا عربی خوب جانتا تھا ۱۸۶۲ء میں مصر میں بدلکر سیاحت کی ۱۸۲۶ء ولادت کا سال ہے ۱۸۸۳ء وفات کا ص۵۲ تمدن عرب -

افریقہ کی طرح سوکھے ساکھے ریتیلے پتھریلے خطے شاداب زرخیز خطوں کے ساتھ ملے جلے ہیں۔ اس میدان کا اُتار خلیج فارس کی طرف واقع ہوا ہے۔ سرزمین کی غیر متناہی صحراؤں کے بیچ میں وادی اور پہاڑی حصے ہیں جن میں سینکڑوں قریے اور شہر آباد ہیں۔ اور جن کے باشندے زراعت پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ ریگستان کے رہنے والے وہی خانہ بدوش بدوی ہیں۔ جو ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں +

عربستان کے وسطی حصے کا نام نجد یعنے سرد مین بلند[1] ہے۔ یہ مثل سرسبز شاداب جزیرہ کے ہے جس کے ارد گرد پانی کی حوض پہاڑ اور ریگستان واقع ہوئے ہیں۔ تخمیناً نصف ملک عرب زرخیز اور شاداب ہے اور نصف ملک خشک و غیر آباد۔ عربستان کے ملک میں کئی زنجیرے پہاڑوں کے واقع ہوئے ہیں جنمیں سے ایک زنجیرہ بحیرۂ قلزم کے ساحل کے قریب چلا گیا ہے مگر یہ پہاڑ کچھ بہت اونچے نہیں ہیں اُس خطہ میں جو بحیرۂ قلزم کے شمال میں واقع ہے۔ جبل سینا یا طور اور جبل حوریب واقع ہیں حوریب کے دامن میں صحرائے تیہ واقع ہے جہاں بنی اسرائیل نے مصر سے آتے ہوئے چھاونی ڈالی تھی۔ اسکے قریب مقام ایلہ ہے جسے اب عقبہ کہتے ہیں + اس ملک میں ایسی ندیاں اور رود خانے نہیں ہیں جنمیں ہمیشہ پانی رہتا ہو جو ندیاں ہیں وہ بھی اکثر سال کے مہینوں میں خشک رہتی ہیں۔ یہ خشک ندیاں عربکو وادی کہتے ہیں ملک کے ہر حصہ میں موجود ہیں۔ ایام بارش میں یہ ندیاں بہت بڑی بڑی نظر آتی ہیں۔ عربستان ہمیشہ سے خشکی گرمی اور کم خیزی میں مشہور رہا ہے اگر بارش کا موسم جو سال میں دو دفعہ ایک بہار میں اور دوسرا خزاں میں ہوا کرتا ہے اور اکثر کئی کئی مہینہ رہتا ہے نہوا کرتا تو عربستان کا ملک گویا بود و باش کے قابل ہی نہ ہوتا۔ اب بھی عرب کے جس حصہ میں کئی سال بارش نہیں ہوتی وہ تباہ ہو جاتا ہے + اُس ناقابل برداشت خشکی کے ساتھ وہ ظالم ہوا چلا کرتی ہے جسے بادسموم یا بادِ سمین کہتے ہیں۔ یہی سموم اور پانی کا نہ ملنا دو چیزیں ہیں جو عربستان میں قافلہ کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔

ایک عیسائی سیاح و مورخ موسیو دیورژی جسکا سال ولادت ۱۸۱۷ء اور سال وفات ۱۸۶۳ء ہے لکھتا ہے کہ بادِ سمین کی آمد کے آثار قافلہ پر فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آسمان پر جانب افق پہلے ایک سرخی نظر آتی ہے اسکے بعد تاریکی اور پھر زردی آفتاب شعاعوں سے مقرمثل ایک کرۂ خون کے نظر آنے لگتا ہے زمین و آسمان کے درمیان کا خلا ہر یک ریت سے بھر جاتا ہے جسے ہوا اُسیطرح پھیلاتی ہے جیسے طوفان سمندر کے جھاگ کو اُڑاتا ہے۔ یہی وقت سر پر پاؤں رکھکر بھاگنے کا ہے کیونکہ ایک دم میں زمین و آسمان خمسین کی لپیٹ میں آنے والے ہیں۔ صحرا کی ریت ہوا کے زور سے اُڑ کر لہریں پیدا کر رہی ہے مسافر کا نفس تنگ ہو رہا ہے۔ آنکھیں سُرخ ہیں۔ ہونٹ خشک۔ اور شتعس اونٹوں کا یہ حال ہے کہ کبھی تو وہ گھبرا کر دوڑنے لگتے ہیں کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی لمبی لمبی گردنیں ریگ کے اندر چھپاتے ہیں اور جوں جوں طوفان بڑھتا جاتا ہے اپنی تھوتھنیوں کو زمین پر ٹیکتی ہیں اور جان بچانے کی ہزاروں کوششیں کرتے ہیں۔ اگر طوفان کی گرد و باد میں قافلہ نے راہ گم نہ کی تو وہ کسی پتھر کے نیچے یا کسی غار میں چھپ جاتا ہے اور طوفان کے گزر جانے تک انتظار کرتا ہے۔ لیکن اگر اس بادیہ غیر متناہی میں ملجا و مامن سے دور قافلہ راہ بھول گیا یا طوفان بڑھتا گیا تو پھر انسان چارپائے دونوں کے حواس گم ہو جاتے ہیں طاقت سلب ہو جاتی ہے جان بچانے کی عقل جو ہر ذی روح میں نظر آتی ہے زائل ہو جاتی ہے۔ اُسوقت گرمی کی شدت سے خستہ و پریشان دوران سر میں گرفتار ہاتھ پاؤں جواب دیدیتے ہیں۔ اور قافلہ کا قافلہ ریت میں بیٹھ جاتا ہے تھوڑی دیر میں ریت کی موجیں ہوا سے اُڑ اُڑ کر اُسکو تہ خاک کر دیتی ہیں اُنکا نشان بھی باقی نہیں رہتا یہاں تک کہ سالہا سال دراز میں کسی سیاح

---

[1] یہ ایک بلند سطح مرتفع ہے جو کوہستان حجاز کے مشرق سے صحرائے الاحسا اور بحرین تک پھیلی ہوئی ہے انمیں ریگستان اور گھاٹیاں بہت ہیں اسلئے جا بجا نخلستان ہیں جو صحرا میں بہت بڑی جائے پناہ ہوا کرتے ہیں۔ اس وسیع خطہ میں کوئی بڑا دریا نہیں ہے کہیں کہیں ندیاں ہیں جو زمین کو سیراب کرتی ہیں۔ جنہ کم بیشتر ہی اکثر علاقہ جو ہے مگر جہاں کہیں پانی ہے وہاں کی زرخیزی کا ٹھکانا نہیں۔ ساحلی مقامات میں سے اکثر سرسبز اور پرمحصول ہیں +

ویسا ہی طوفان اُٹھے اور ریت کو اُٹھا کر اُنکی سفید سفید ہڈیوں کی داستان ہمارے سامنے کھولکر رکھدی کہ اسے عبرت گاہ سے دیکھو یہ باد سموم کے کارنامے ہیں +

عربستان کے اندرونی حصہ میں گرمی ہمیشہ زیادہ رہتی ہے صحراؤں میں آلۂ مقیاس الحرارت کا پارہ ۱۰۹ درجہ سے اور رات کو سو درجہ سے کم نہیں ہوتا۔ لیکن پہاڑی حصوں میں اور سواحل پر زیادہ گرمی نہیں ہوتی۔ نیبور کا بیان ہے کہ یمن[1] میں وا خر جولائی تک کبھی پارہ ۸۴ درجہ سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اور صنعا میں تو جاڑوں میں برف پڑتی ہے۔ جس شدید گرمی و خشکی کا ذکر ہوا عربستان کے ہر خطہ میں نہیں پائی جاتی[2]۔ بعض خطے جو قریبہ میں یورپ کے بڑے اور معتبر ممالک سے کم نہیں ایسے موجود ہیں جنکی زمین نہایت سیر حاصل ہے مثلاً خطۂ یمن اور خطۂ نجد جسکی آب و ہوا بقول پالگریو تمام دنیا کی ہوا سے بہتر ہے اور گھوڑے تو خاص اس مقام کے تمام دنیا میں لاجواب مانے گئے ہیں +

عربستان کے صحرا بالکل ریگستان ہیں اور اُن میں جا بجا چشمے اور وادی واقع ہوئے ہیں۔ جہاں کہیں کھجور کے درخت اور جانوروں کا چارہ پیدا ہوتا ہے اُن صحراؤں میں اقوام بدوی رہا کرتی ہیں +

(۵) پیداوار بُن اور کھجور اس ملک کی مخصوص پیداوار ہے کہ دنیا میں کہیں اس سے بہتر نہیں ہوتی۔ کھجور اہل عرب کی خاص خوراک ہے ناریل۔ لوبان۔ تیزپات۔ سنائے مکی[3]۔ مختلف قسم کے گوند۔ عود۔ مُر۔ بلسان بھی اس ملک سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ عربستان کے شاداب خطوں میں انار۔ خوبانی۔ شفتالو۔ سیب۔ بیر۔ انجیر۔ بادام۔ پستہ۔ انگور۔ لیموں۔ گیہوں جوار۔ جو۔ باجرا۔ گنّا۔ سیم۔ مٹر۔ تماکو۔ خربزہ۔ بیج۔ مرچ سیاہ۔ خوشبوئیں۔ مہندی۔ ادرک۔ جھاؤ۔ گلاب۔ نرگس۔ بنفشہ نیل کریوں کی مختلف قسمیں وغیرہ بھی پیدا ہوتی ہیں کاشتکاروں کو مینہ کا پانی کنوؤں اور تالابوں میں جمع رکھنا پڑتا ہے +

(۶) حیوانات خچر۔ گدھا۔ بیل۔ بھینس۔ نیل گائے۔ بھیڑ۔ بکرا۔ ہرن وغیرہ پلاو جانوروں میں اور شیر ببر۔ چیتے۔ تیندوے چیتے۔ بجیرے۔ لومڑی۔ گیدڑ وغیرہ درندے بھی ہوتے ہیں۔ ٹڈیاں اگرچہ بعض وقت نقصان عظیم پہنچاتی ہیں مگر اکثر اوقات صحراؤں میں مدتوں مسافر اور اُسکے دواب کی غذا یہی ٹڈیاں ہوا کرتی ہیں۔ کل جانوروں میں گھوڑا اور اونٹ نہایت اعلے درجہ کے اور مفید ہوتے ہیں۔ اونٹ تو گویا خاص الخاص عربستان کا جانور ہے اور صحرا میں بالکل ایسا ہی کام دیتا ہے جیسا سمندر میں جہاز۔ عرب کے یہ دونو جانور تمام عالم میں مشہور ہیں۔ عرب اپنے گھوڑوں کو مثل اپنے فرزندوں کے پالتے اور عزیز رکھتے ہیں۔ اور اُنکے نسل کو ہرگز بگڑنے نہیں دیتے۔ بلکہ آدمیوں کی طرح اُنکے نسب نامے رکھتے ہیں۔ پرندوں میں مرغ۔ شترمرغ۔ بٹیر و باز۔ شکرا۔ کبوتر۔ فاختہ۔ گدھ۔ کوا۔ عقاب۔ چیل۔ ہدہد۔ حبارا۔ آبی پرندے +

(۷) معدنیات تانبے اور لوہے کی کانیں تو جا بجا ہیں۔ یمن میں لعل بھی ہوتا ہے اور عقیق یمنی تو قدیم سے مشہور چلا آتا ہے۔ فیروزہ اور جزع یمانی بھی ہوتا ہے +

(۸) تجارت عرب کی تجارت روم۔ افریقہ۔ ایران۔ ہندوستان اور یورپ سے عرصۂ دراز سے جاری ہے[4] مگر یہ تجارت بذریعہ قافلوں کے ہوتی ہے۔ عربستان میں سڑکیں بالکل نہیں ہیں۔ کارواں کے راستے اکثر وادیوں میں سے ہو کر نکلے ہیں۔ اسوقت تک متداولہ راہیں وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلی آتی ہیں۔ اور انمیں سے زیادہ معروف وہ ہیں جو دمشق سے بغداد اور ریاض سے مکہ معظمہ کو اور مسقط سے بغداد و دمشق کو جاتی ہیں +

---

[1] یمن کے بلند مقامات جنکو جبال الیمن کہتے ہیں[2] نہایت ہی وسیع اور زرخیز وادیاں ہیں جہاں قہوہ نیل۔ کھجور سب قسم کی ترکاریاں اور پھل پیدا ہوتے ہیں آب و ہوا معتدل ہے جاڑے میں اکثر پالا پڑتا ہے۔ خزاں اور بہار میں دو دفعہ برسات کا موسم ہوتا ہے۔ قدیم الایام سے انکی تجارت مصر۔ ہند۔ ایران وغیرہ سے جاری ہے۔ یہاں کے اکثر باشندے زیدیہ مذہب کے ہیں۔ جن میں کچھ تو تجارت پیشہ ہیں اور کچھ کاشتکار[3] سنا۔ کا علاقہ بیشتر دنیا کے گرم ترین علاقوں میں سے ہے۔

[4] اس ملک کی تجارت قدیم زمانہ میں بہت وسیع تھی یہانتک کہ پچھلے دونوں یعنی ہر سویز کے تیار ہونے سے قبل مکہ بھی اہل عرب تجارت میں تمام قوموں پر سبقت لے گئے تھے

(۹) ملکی تقسیم | عرب ۷ حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) جزیرہ نمائے طور جس میں وادی تیہ شامل ہے خلیج عقبہ اور خلیج سویس کے درمیان خدیو مصر کے تحت میں ہے۔

(۲) حجاز کا علاقہ عقبہ سے یمن کی شمالی حد تک۔ سلطان روم کے زیر فرمان ہے۔

(۳) یمن۔ اسکی شمالی حد حجاز۔ غربی بحیرہ قلزم شرقی۔ حضرموت جنوبی خلیج عدن ہے سلطان روم کے زیر حکم ہے۔ تمام عرب میں سب علاقوں سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ قدیم زمانہ میں حضرموت مع مہرہ اور شحر کے اور علاقہ عمان یمن ہی میں شامل تھے

(۴) حضرموت جس میں مہرہ مع شحر کے شامل ہے۔ مختلف قبیلوں میں جدا جدا شیخ حکمرانی کرتے ہیں۔ ایک حصہ انگریزوں کے قبضہ میں ہے +

(۵) عمان۔ اسکی شمالی اور مشرقی حد خلیج فارس جنوبی بحر ہند اور غربی حد حضرموت ہے۔ عرب کی آزاد ریاستوں میں یہ سب سے بڑی ہے۔ یہاں ایک خارجی سلطان کی حکومت ہے جو اب انگریزوں کا ماتحت ہو گیا ہے۔

(۶) الاحسا یا علاقہ بحرین جسکی شمال میں عراق عرب مشرق میں خلیج فارس جنوب میں عمان اور مغرب میں نجد ہے۔ یہ سلطان روم کے ماتحت ہے +

(۷) نجد جسکی شمال میں صحرائے شام مشرق میں عراق عرب اور بحرین جنوب میں ربع الخالی اور مغرب میں حجاز ہے۔ یہ ایک وہابی سلطان کی حکومت میں ہے۔ جو برائے نام سلطان روم کا باجگزار ہے۔ اسکے شمالی حصہ میں جبل الشمر کی مشہور ریاست ہے جو سلطان روم کو اپنا سردار مانتی ہے اور اس سبب سے شریف مکہ کو سالانہ خراج بھیجتی رہتی ہے۔

نوٹ (۱) حضرموت کے شمال میں ایک صحرا ہے جو ربع الخالی کے نام سے موسوم ہے اس صحرا کی شمال میں علاقہ یامہ سلطنت نجد تک چلا گیا ہے۔ پس یامہ کے شمال میں نجد جنوب میں ربع الخالی مشرق میں بحرین اور مغرب میں حجاز ہے۔ یامہ بھی نجد ہی میں شامل ہے +

(۲) بحیرہ قلزم کے ساحل سے کچھ فاصلہ پر ایک پہاڑی سلسلہ چلا گیا ہے۔ پس وہ میدان جو ساحل بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان جدہ اور مکہ سے لیکر یمن کے شہر مخا تک چلا گیا ہے تہامہ کے نام سے مشہور ہے اسکو غور بھی کہتے ہیں +

(۳) علاقہ یامہ اور بحرین اور اسکے توابع کو ملا کر عروض کے نام سے موسوم کرتے تھے اسکا دارالحکومت یامہ تھا جسے پہلے جو کہتے تھے یاقوت معجم البلدان میں لکھتا ہے عروض صرف یامہ سے مراد ہے۔

(۴) حجاز اور یمن کے درمیان ایک خطہ ہے اُسے دیار اشیر کہتے ہیں +

(۵) حجاز کے شمالی حصہ میں وہ پہاڑی علاقہ ہے جس میں قدیم زمانہ میں بنی ادوم اور بنی مدین رہتے تھے۔

مشہور شہر (۱) حجاز میں۔ مکہ (آبادی ساٹھ ہزار) جو بکہ اور بطحا کے نام سے بھی مشہور تھا۔ ایک تنگ ریتلی وادی میں واقع ہے چاروں طرف سے چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ مکہ کے اردگرد کے پہاڑ جبال فاران کہلاتے ہیں۔ جدہ سے ۶۵ میل مشرق میں واقع ہے۔ اسی میں خانہ کعبہ ہے جہاں تمام دنیا کے مسلمان حج کو جاتے ہیں۔ صفا۔ مروہ۔ عرفات اسکے قریب مشہور پہاڑ اور وادی منیٰ اور مزدلفہ مشہور مقامات ہیں۔ منیٰ اور مزدلفہ کے پاس ہی کوہ ثبیر ہے۔ مکہ کے جنوب مشرق میں قریب ہی کوہ ثور واقع ہے جس کے غار میں رسول اللہ صلعم نے شب ہجرت پناہ لی تھی۔ اسی پہاڑ میں منیٰ کے راستہ میں آبادی مکہ سے مشرق میں ۳ میل کے فاصلہ پر غار حرا واقع ہے جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے حرم شریف سے مشرق کی طرف کوہ ابوقبیس واقع

لہ حجاز شمال سے جنوب کو بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان واقع ہے جو خاکناے سویز سے شروع ہو کر ہند تک چلا گیا ہے۔ حجاز کا خصوصاً علاقہ جو مکہ کے گرد ہے بنجر ہے پہاڑ اور وادیاں ہو پڑی ہیں جنگل بھی کہیں کہیں سبزہ نظر آتا ہے جس پر بدوی گذارہ کرتے ہیں مگر مشرق میں طائف کا علاقہ سبزی اور سایہ دار درختوں سے مستور ہے اور یہاں سیب انجیر انگور آڑو۔ اور شفتالو بکثرت پیدا ہوتے ہیں +

ہے مکہ کو عرب کا صدر مقام سمجھنا چاہیئے۔ شریف مکہ کو جو کعبہ کا متولی اور محافظ ہوتا ہے بہت بڑا رتبہ اور اقتدار حاصل ہے اُسکو سلطان روم کی طرف سے بہت بڑا وظیفہ ملتا ہے۔ مکہ کے شمال مغرب میں ایک منزل پر قریہ حدیبیہ ہے۔ یہاں سے مدینہ ۹ منزل ہے۔

حرم شریف یعنے خانہ کعبہ وسط شہر میں واقع ہے پہلی مرتبہ اسکو دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا پھر اسکی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بامداد حضرت اسمٰعیلؑ بعد طوفان نوحؑ تعمیر کیا پھر عمالقہ نے اُسکی مرمت کی اسکے بعد قصی بن کلاب نے کچھ مکانات جدید اصلی تعمیر کئے اور گرد اگرد بنائے آنحضرت صلعم کی ولادت کے پینتیسویں سال اکابر قریش نے حرم شریف کی دیواریں اور کرسی بلند کرکے چھت بنائی اور آنحضرت صلعم نے حجر اسود کو اُسکی جگہ پر نصب کیا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھ مکانات توڑ دیے گئے۔ حضرت عثمان نے بھی اپنے عہد خلافت میں تعمیر میں کچھ اضافہ کیا ۶۴ھ و ۶۵ھ میں عبد اللہ بن زبیر نے حطیم بذریعہ تعمیر جدید داخل حرم شریف کیا۔ ۷۷ھ میں بزمانہ حکومت عبد الملک حجاج بن یوسف نے شرارتاً حطیم حرم شریف سے خارج کر دیا بعدہ ولید نے کچھ ترمیم کی۔ ابو جعفر منصور نے کچھ مکانات جدید گرد اگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے معتضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیارہ تک پشت کعبہ کی طرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کرکے احاطہ حرم شریف کو بڑھایا۔ ۹۸۹ھ میں سلیمان خاں بادشاہ قسطنطنیہ نے عمارت حرم شریف کی از سر نو بکمال پختگی و خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے سلطان مراد خاں کے عہد حکومت میں ختم ہوئی۔ یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے

خانہ کعبہ کے چار زاویہ ہیں اور قریب قریب مربع شکل ہے۔ خانہ کعبہ کی خدمت خاندان بنی شیبہ کے سپرد ہے یہ مکان مقدس باب الصفا کے سامنے حجر اسود سے رکن یمانی تک ۱۹ ہاتھ اور باقی سمتوں سے ۱۸ ہاتھ بلند ہے۔ پہلا وہ کونا ہے جسمیں حجر اسود نصب ہے اسی کونہ سے طواف شروع کرتے ہیں اسکا رخ مشرق کو ہے اسکو رکن اسود کہتے ہیں۔ اسکے بعد رکن عراقی ہے جسکا رخ شمال کو ہے پھر رکن شامی جسکا رخ مغرب کو ہے پھر رکن یمانی جسکا رخ جنوب کو ہے۔ بیت اللہ شریف کا دروازہ رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان حجر اسود سے دس بالشت کے فاصلہ پر ہے۔ اسی فاصلہ کا نام ملتزم ہے۔ دروازہ زمین سے آدھا بالشت اونچا ہے چوکھٹ چاندی کی ہے اُسپر سونا چڑھا ہوا ہے۔ دروازہ کے اوپر دو بالشت چوڑی سونے کی تختی نصب ہے۔ دروازہ میں چاندی کے دو کنڈے ہیں اُنمیں قفل پڑتے ہیں۔ دروازہ کا رخ مشرق کو ہے اسکا طول ۱۳ بالشت اور عرض ۸ بالشت ہے۔ مکان مقدس کے اندر دور تک پتھر کا فرش ہے اوپر کی جانب آدھی آدھی دیواروں پر چاندی کی تہ دیکر موٹا سونا چڑھایا ہے۔ دیکھنے میں ساری سطح سونے کی معلوم ہوتی ہے۔ چھت ساگوں کی لکڑی کے تین ستونوں پر قایم ہے جو عمارت کی لمبائی میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر ستون کے درمیان میں ۴ قدم کا فاصلہ ہے۔ چھت بالکل رنگین ہے اور ریشمی کپڑے کی چھت گیری لگی ہوئی ہے۔ باہر کا رخ چاروں طرف سے سبز حریر کے پردوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ پردوں کا تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہے اور اُسپر ریشم سے یہ آیت کڑھی ہوئی ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ +

اور غلاف کے بانی خلیفہ ناصر لدین اللہ عباسی کا نام بھی تین ہاتھ چوڑی جگہ میں ریشم سے لکھا ہوا ہے۔ اسکے علاوہ پردوں میں طرح طرح کے نقش و نگار اور دعائیں بنی ہوئی ہیں۔ کل پردے تعداد میں ۴۴ ہیں مگر اُنکو آپس میں اسطرح ملا دیا ہے کہ ایک ہی پردہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ پردے سال میں ایک بار بدلے جاتے ہیں۔ پانچ روشندان ہیں چار چاروں گوشوں میں اور ایک وسط سقف میں اُنپر منقش عراقی شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ستونوں کے درمیان میں ۱۳ قندیلیں آویزاں ہیں ایک سونے کی باقی چاندی کی۔ رکن عراقی میں ایک دروازہ ہے جسکو باب الرحمۃ کہتے ہیں۔ اس دروازہ سے چھت پر جانیکا راستہ ہے۔ اس دروازہ میں گھستے ہی ایک چھوٹا سا گھر مقام کریم کے رہنے کا بنا ہوا ہے۔ مقام کریم حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے یہ ایک پتھر ہے تین بالشت بلند اور دو بالشت چوڑا چاندی سے منڈھا ہوا حضرت ابراہیم کے دو نوقدموں

اور گلیوں کے اُسپر نشان ہیں۔ دروازہ مقدس کے بازو سے رکن عراقی کی طرف کو بارہ بالشت لمبا ساڑھے پانچ بالشت چوڑا اور بالشت بھر اونچا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں اِسی جگہ مقام کریم رکھا جاتا تھا۔ اب مقام کریم کی جگہ کعبہ شریف کے باہر دروازے اور رکن عراقی کی دیوار کے سامنے مصلے کے پاس ہے۔ مقام کریم پر لکڑی کا منقش قبہ قد آدم بلند لگا دیا ہے جسکا ہر ضلع چار بالشت کا ہے اس قبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان ۱۷ قدم کا فاصلہ ہے اور ہر قدم ۳ بالشت کا ہوتا ہے۔ مقام کریم کا ایک لوہے کا قبہ قبۂ زمزم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ایام حج میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے کاٹ کا قبہ ہٹا کر لوہے کا رکھ دیتے ہیں +

رکن اسود سے رکن عراقی تک چون بالشت کا فاصلہ ہے۔ حجر اسود زمین سے ۷ بالشت بلند لگا ہوا ہے۔ پستہ قد آدمی کو بوسہ لینے کے لئے اُچکنا پڑتا ہے ۔:

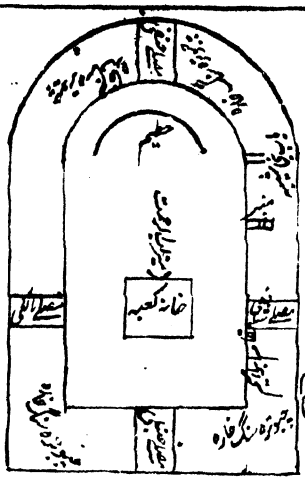
رکن عراقی سے رکن شامی تک ۸۴ بالشت کا فاصلہ ہے مگر اس سمت کا یہ فاصلہ داخل حجر ہے بیرون حجر کا فاصلہ چالیس قدم یعنے ۱۲۰ بالشت ہے طواف بیرون حجر کرتے ہیں۔ رکن شامی سے رکن یمانی کا فاصلہ رکن اسود اور رکن عراقی کے برابر اور رکن یمانی سے رکن اسود کا فاصلہ رکن عراقی اور رکن شامی داخل حجر کے برابر تصور کرنا چاہیئے۔ طواف کی زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کا فرش ہے طواف کے فرش کی زمین بیت اللہ شریف کی دیوار سے نو قدم تک چوڑی ہے۔ باقی حرم شریف کے کل صحن اور سب دالانوں میں سفید ریت بچھا ہوا ہے۔ عورتیں فرش سنگین کے باہر طواف کرتی ہیں رکن عراقی اور حجر کے درمیان میں حجر کے اندر داخل ہونے کا راستہ چار قدم یا چھ ہاتھ چوڑا ہے۔ رکن شامی کی طرف بھی اتنا ہی چوڑا راستہ ہے +

چاہ زمزم کا قبہ رکن اسود کے سامنے چوبیس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ اس قبہ کے دہنی طرف دس قدم کے فاصلہ پر مصلے کی جگہ ہے۔ قبہ کے اندر بالکل سفید پتھر کا فرش ہے اور رکن اسود کے مقابل کی دیوار کے قریب یہ کنواں ہے کنوئیں کی گہرائی گیارہ قامت اور پانی کا عمق سات قامت ہے۔ قبہ کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ اور کنوئیں کا من سنگ رخام کا نہایت مضبوط بنایا گیا ہے۔ پھر پتھر کے جوڑ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا ہے۔ گول کے اندر بھی سیسہ سے جوڑ لائے ہیں۔ سیسے کی بتیس سلاخیں گولے سے ملا کر پانی کے اندر تک لگائی ہیں۔ اور من کے اوپر اُنکے سر خوب اچھی طرح جما دیئے ہیں۔ من کا محیط چالیس بالشت اونچا ہے چار بالشت اور چوڑی ڈیڑھ بالشت ہے۔ قبہ کے اندر بالشت بھر چوڑا دو بالشت گہرا زمین سے پانچ بالشت اونچا حوض بنا ہوا ہے اسمیں وضو کے واسطے پانی بھرا رہتا ہے۔ سقایہ کے چاروں طرف چبوترہ ہے جسپر بیٹھکر لوگ وضو کرتے ہیں۔ حجر اسود سمت شرقی کے کونہ پر نصب ہے کہتے ہیں وہ پتھر کے قریب دیوار میں دبا ہوا ہے دو ثلث بالشت کے قدر چوڑا اور ایک بالشت اور ایک انگل لمبا ہے۔ چاروں ٹکڑے جنکو قرمطی نے توڑا تھا چاندی کے پتروں سے باہم جڑے ہوئے ہیں حجر اسود کے سالم ٹکڑے میں جو مقابل کھڑے ہونیوالے کے دہنی طرف ہوتا ہے ایک سفید چمکتا ہوا نقطہ ہے ہر شخص کو چاہیئے کہ اُس نقطہ کے چومنے میں کوشش کرے +

مسجد الحرام کی چار سمتوں میں چار دالان ایک دوسرے سے اس طرح ملا ہوا ہے گویا ایک ہی دالان ہے درمیان میں بہت بڑا صحن چار سو ہاتھ طویل اور تین سو ہاتھ عریض ہے۔ پتھر کے ستونوں کی تعداد ۴۷۱ ہے دار الندوہ کے چونے کے ستون اس شمار سے علیحدہ ہیں۔ دار الندوہ حرم شریف میں بڑھا لیا ہے ۔:

حنفیوں کا مصلے دو طرف دو منزلہ ہے۔ مالکیوں کا مصلے خانہ کعبہ کی پشت پر ہے۔ شافعیوں کا مصلے چاہ زمزم کے پاس ہے خانہ کعبہ کے دروازہ کی جانب۔ حنبلیوں کا مصلے چاہ زمزم کی دیوار کی طرف سامنے۔ مطاف کے گرداگرد ایک چبوترہ ہے۔ اس چبوترہ کا ایک گز کنارہ چھوڑ کر یہ چاروں مصلے خانہ کعبہ کے چاروں طرف بنائے گئے ہیں جیسا کہ نقشہ مندرجہ ذیل

چاروں مصلے



سے ظاہر ہے۔ یہ چاروں مصلے جیسا کہ کتاب مذاہب الاسلام میں تاج المکلل سے نقل کیا ہے اور امام شوکانی نے ارشاد السائل میں لکھا ہے کہ فرج بن برقوق چرکسی بادشاہ مصر نے جسکا لقب ناصر ہے جو ۷۹۱ھ میں پیدا ہوا اور ۸۰۱ھ سے ۸۱۵ھ تک بادشاہ رہا قایم کئے تھے مدینہ (آبادی بیس ہزار) جسکو ہجرت سے پہلے یثرب کہتے تھے شہر مدینہ ایک میدان میں پہاڑیوں کے ایک سلسلہ میں واقع ہوا ہے اور پہاڑیاں مغرب کی طرف سے ایک بڑی صحرا کی حدبندی کرتی ہیں۔ شہر پناہ چالیس فٹ اونچی ہے۔ تین بڑی پھاٹک ہیں جن میں سے جنوبی کا نام باب المصر ہے۔ شہر پناہ کے باہر بھی کسیقدر آبادی ہے آب و ہوا خوش آیندہ و معتدل زمین زرخیز و شاداب ہے۔ کنوؤں کا پانی بمقابلہ مکہ شریف کے اچھا ہے یہاں کے لوگ خوبصورت نیک سیرت نفیس مہمان نواز اور خوش پوشاک ہوتے ہیں مکہ سے گیارہ بارہ روز میں یہاں قافلہ پہنچتا ہے۔ قافلہ حجاج شہر پناہ کے باہر مقام مناخہ میں ٹھیرتا ہے۔ مناخہ کی چار دیواری مثل نصف دائرہ کے مدینہ کی شہر پناہ کے غربی دروازہ سے شروع ہوکر جنوبی دیوار سے جا ملی ہے۔ شہر کے تمام کوچہ و بازار میں پٹی ہوئی نہر ہے جسمیں جا بجا پیل کی پیپ پر ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ تاکہ جسکا جی چاہے بلا تکلف پانی پی لے۔ حرم شریف کے چاروں طرف نل لگے ہوئے ہیں۔ باب السلام کے قریب گھنٹہ گھر ہے۔ باب الشیبہ کی جانب ایک سنگین قلعہ بنا ہوا ہے۔ جس میں ترکی فوج رہتی ہے۔ گورنمنٹ ترکی کیطرف سے ایک پاشا (گورنر) یہاں بھی رہتا ہے ✤ (ماخوذ از خیر الکلام فی بلاد العرب والاسلام)

بقیع الغرقد مدینہ کے مشرق میں ہے اسکا راستہ مدینہ کے دروازہ باب البقیع سے ہے۔ یہ نہایت مشہور قبرستان ہے جسمیں اکثر افراد خاندان نبوت و بنی ہاشم و مہاجرین و انصار کے مقبرے ہیں حضرت فاطمہ۔ حضرت امام حسن۔ حضرت امام زین العابدین۔ حضرت امام محمد باقر۔ حضرت امام جعفر صادق۔ عقیل بن ابیطالب۔ عبداللہ بن جعفر طیار اور امہات المومنین اور حضرت عباس عم رسول کے مزار ہیں۔ حضرت عباس کے مقبرہ میں امام حسنؑ مدفون ہیں اسی قبہ کے برابر بیت الحزن ہے جہاں جناب فاطمہ بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے انکو رویا کرتی تھیں۔ بقیع سے ملا ہوا حش کوکب گورستان یہود ہے جس میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا تھا مگر معاویہ نے حضرت کی قبر کو بقیع میں شامل کر لیا۔ مقام قبا مدینہ سے قبلہ کیجانب دو میل کے فاصلہ پر ہے یہاں حضور صلعم نے مسجد تقوی بنائی تھی اسی کے قریب بیر اریس ہے جس میں حضرت عثمان کی انگوٹھی گری تھی قریب ہی دار الصفہ ہے یہاں عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے ✤

مدینہ کی دوہری چار دیواری اور چار دروازے ہیں باب الحدیدہ۔ باب الشریعہ۔ باب القبلہ۔ باب البقیع۔ مغرب میں ایک پرتاب تیر کے فاصلہ پر وہ خندق ہے جو مخالفین دین کے ہجوم کے وقت آنحضرت نے سلمان فارسی کی صلاح سے تیار کرائی تھی۔ اور جہاں لڑائی ہوئی تھی ✤ مدینہ میں رسولخدا صلعم کا روضہ اقدس ہے۔ مکہ سے ۲۴۰ میل شمال کی طرف واقع ہے۔ اسکے سو میل شمال میں کوہ احد ہے اور جنوب میں لوہ عیر۔ مدینہ کو طیبہ بھی کہتے ہیں۔ مدینہ سے چار منزل کی مسافت پر شمال مشرق کیطرف خیبر واقع ہے۔ جار جو مدینہ کی بندرگاہ ہے مدینہ سے ایک شب و روز کی مسافت پر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ جار کے جنوب میں اکاسی میل کی مسافت پر آب قریہ مدینہ واقع ہے۔ بدر کے جنوب مشرق میں جحفہ[1] ہے۔ جحفہ اور مکہ کے درمیان مکہ سے دو منزل یا ۶۱ میل عسفان ہے جسکو مدلج عثمان بھی کہتے ہیں۔ نواحی جحفہ میں جحفہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر بلکہ اور منہ

[1] جحفہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکہ سے تین یا چار منزل مدینہ سے ۴ منزل۔ جار سے تین منزل۔

کے درمیان غدیر خم واقع ہے۔ جہاں رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ۱۰ھ میں پالانہائے شتر کا منبر تیار کرا کے خطبہ فصیح بلیغ فرما کر حضرت علیؓ کی ولایت کے بارہ میں بہت کچھ وصیت کی تھی اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمایا تھا۔

ینبع مدینہ کے مغرب میں ساحل قلزم پر ایک مشہور بندرگاہ مدینہ سے ۱۰۰ میل یعنی ۷ منزل پر ہے۔ حنین مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے دس پندرہ میل پر۔ بلملم مکہ سے یمن کی طرف دو رات کی مسافت پر۔ قنفذہ حجاز کی بندرگاہ جدہ کی جنوب کی طرف۔

جدہ (آبادی تیس ہزار) مکہ کی بندرگاہ ہے۔ یہاں سلطان روم کا پاشا اور انگریزوں کا ایلچی رہتا ہے۔

طائف ۱۲ فرسخ مکہ کے مشرق میں واقع ہے۔ اور حجاز کے مقاموں میں سب سے زیادہ سرد ہے۔ اس میں طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں بنی ثقیف کا مسکن ہے۔ طائف سے ایک رات کی اور مکہ سے تین رات کی مسافت پر شکاظ ہے جہاں زمانہ جاہلیت میں ہر سال بڑا بھاری میلہ ہوا کرتا تھا +

تبوک ایلہ یعنے عقبہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے مدینہ سے ۱۲ منزل کی مسافت پر + مدینہ اور عقبہ کے درمیان برابر فاصلہ پر تبوک سے ۴ منزل جنوب میں حجر جو قوم ثمود کا مسکن تھا وادی القریٰ کے علاقہ میں۔ اسکے پاس ہی مغرب کی طرف بدین تبوک سے ۶ منزل پر +

(۲) یمن میں۔ صنعاء (آبادی پچاس ہزار) یمن کا دارالحکومت ہے اسے قدیم زمانہ میں اُوال کہتے تھے۔ تمام عرب میں سب سے عمدہ اور خوبصورت شہر ہے۔ عدن سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ایک زرخیز وادی میں واقع ہے۔ اسکی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہے۔ اسکے جنوب مشرق میں ۳ دن کی مسافت پر شہر مارب ہے جسکو سبا بھی کہتے ہیں۔ صنعاء کے شمال مغرب میں ۶۰ فرسخ پر مقدہ ہے یہاں کا کمایا ہوا چمڑہ دور دور ملکوں میں تجارت کو جاتا ہے۔ صنعا کے مغرب میں بحرہ تہامہ سے ایک منزل کی مسافت پر شہر زبید واقع ہے۔ جہاں سے قہوہ تجارت کے واسطے اطراف میں جاتا ہے زبید سے ۱ منزل پر صنعاء سے ۶ منزل پر بیت الفقیہ واقع ہے یہ بھی اراضی قہوہ میں ہے۔ زبید کے شمال مشرق میں شہر ہجم ہے صنعاء سے ۶ منزل کے فاصلہ پر۔ زبید کے جنوب میں قلعہ تعز ہے۔ صنعاء کے شمال میں دس منزل کی مسافت پر نجران ہے +

حدیدہ (آبادی تیس ہزار) صنعاء سے ۴۵ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے یہاں سے چمڑا اور قہوہ دسا ور کو جاتا ہے مشہور بندرگاہ ہے

مخا آبنائے باب المندب پر واقع ہے پہلے قہوہ کے واسطے مشہور تھا۔ جندہ صنعاء سے ۵۰ فرسخ پر۔ ذمار صنعاء سے دو منزل جنوب میں حصن المواہب صنعاء سے ۵ فرسخ شمال میں +

عدن اور اسکے ساتھ ایک علاقہ حضرموت کا ۱۸۳۹ء سے انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ گورنر بمبئی کی حکومت میں ہے۔ عدن کی آبادی ۴۶ ہزار ہے۔ یہاں نہر سویس سے گزرنے والے جہاز ٹھیرتے ہیں + دیگر امصار۔ زراعہ۔ خمیر۔ خیوان۔ لحیہ۔ توس۔ قُرمی۔ ثوران (نجران کے مغرب میں ہے) +

(۳) احسا یعنے بلاد بحرین میں جسکے جنوبی حصہ کو احسا اور شمالی کو حجر کہتے ہیں۔ جزیرہ بحرین جسمیں منامہ مشہور شہر ہے انگریزوں کی حمایت میں ہے۔ یہاں سے موتی بہت نکلتا ہے جو تمام دنیا میں بے نظیر ہوتا ہے۔ قطیف ایک بندرگاہ ہے۔ دیگر امصار تویت۔ مغریس۔ ہجر۔ خوف +

(۴) عمان میں۔ مسقط خارجی سلطان کا دارالحکومت ہے مشہور بندرگاہ اور موتیوں کی منڈی ہے۔ خشک مچھلی اور میوہ دسا ور جاتا ہے۔ آب و ہوا خراب ہے عرب کی بندرگاہوں میں بسقدر عمدہ جہازات ہیں سب مسقط ہی کی ساخت ہیں۔ سلطان مسقط عرب میں سب سے بڑھکر مالدار تاجر ہے ۵۰ تجارتی جہازوں کا مالک ہے + دیگر امصار۔ بخر۔ برکہ۔ رستاق۔ سوہار۔ مرباط۔ ظفار۔

---

[1] زبان یہودی میں جہاں کہیں باما وران کا نام آیا ہے بعض کہتے ہیں یمن سے مراد ہے بعض کہتے ہیں شام سے مراد ہے۔ ہمارے خیال میں یمن سے مراد ہے

(۵) نجد میں۔ ریاض (آبادی ۳۰ ہزار) وہابی سلطان کا دارالحکومت ہے مکہ سے چار سو پچاس میل کی مسافت پر شمال مشرق کی طرف واقع ہے۔ بڑا تجارتی مقام ہے۔ یمامہ یا عقربا، جو مسیلمہ کذاب کا صدر مقام تھا ریاض کے جنوب مشرق کی طرف قریب ہی واقع ہے۔ درعیہ وہابیوں کا پہلا صدر مقام ریاض کے پاس شمال مغرب میں ہے۔ دیگر امصار۔ بریدہ۔ خانقیہ اور اباآباد جہاں محمد بن عبدالوہاب مذہب وہابیہ کا سرغنہ پیدا ہوا تھا۔

جبل الشمر کا دارالحکومت شہر حائل ہے جسکو بطن الرمہ بھی کہتے ہیں اسکے قریب جبل سلمیٰ میں حاتم طائی کی قبر ہے۔ وادی جوف جسکا صدر مقام شہر جوف ہے۔ جبل الشمر کے سلطان کا باجگزار ہے۔ جوف کے شمال میں دومۃ الجندل واقع ہے تیماء حجر کے شمال مشرق میں۔ تیماء کے شمال مشرق میں ثعلبیہ ہے۔ ثعلبیہ کے شمال مشرق میں فید ہے جو مدینہ کے شمال مشرق میں دوسو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قریب ہی کوہ سلمیٰ اور اجا واقع ہیں۔

(۶) حضرموت میں۔ مکلا۔ شحر۔ ومقبوط۔ طریم۔ ساوہ۔ یا قع۔ ظفار (صوبہ شحر کا صدر مقام) ظفار کے شمال کیطرف احقاف کا ریگستان ہے جو قوم عاد کا ملک تھا۔

(۱۰) باشندوں کی حالت | عرب کے لوگ عموماً میانہ قد گندم گوں چھریرے ہوتے ہیں۔ وہ جو سمندر کے کنارہ یا قصبوں اور دیہات میں رہتے ہیں غالباً تجارت زراعت فلاحت اور کسب علوم میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ جو وسط میں رہتے ہیں اپنے گلے اور مویشی لئے ہوئے آب و گیاہ کی تلاش میں جابجا نقل مکان کرتے رہتے ہیں۔ اور راہزنی اور دزدی سے گزران کرتے ہیں اور اُن کی غذا ئے غالب اونٹ کا دودھ اور گوشت اور گوسفند ہے۔ ہر قبیلہ کا ایک شیخ ہوتا ہے جو اُسکا رئیس سردار سمجھا جاتا ہے۔

دوسری فصل۔ عرب کی قدیم تاریخ

عرب جو اس وسیع ملک پر نہایت قدیم زمانہ سے قابض ہیں دو قسموں پر منقسم ہیں۔ قدیم عرب (جو اب نیست و نابود ہو گئے ہیں) اور جدید عرب۔

(۱) قدیم عرب یعنی عرب بائدہ | قدیم عرب اُسی نسل سے تھے جس سے قدیم کلدانی تھے۔ اُنہوں نے تمدن و تہذیب میں بہت کچھ ترقی کی تھی جس کے آثار اب تک جنوبی عرب میں پائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مصر و جزیرہ تک میں اُنہوں نے اپنا اقتدار بڑھا لیا تھا۔ اُنہوں نے بڑے بڑے محل اور مندر بنائے تھے۔ اور وہ بڑے بڑے تالاب جو عدن کے قریب ہیں انہیں سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ شریف ادریسی اپنی کتاب نزہت المشتاق میں لکھتا ہے کہ قدیم عرب بیشمار تھے اور اُنکے کئی قبیلے تھے وہ یا تو ہلاک و برباد ہو گئے یا دوسرے قبیلوں میں مخلوط ہو گئے اُنکے حالات کی کوئی تحریر نہیں ہے۔ اگرچہ اُنکے بڑے بڑے واقعات کی روایتیں موجود ہیں جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے۔

پس عرب کی قدیم تاریخ کا حال ہمیں کچھ تو قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے جسمیں ملک کے پرانے قصص کا بھی تذکرہ ہے اور کچھ اُن روایتوں سے جو عربوں میں برابر سینہ بسینہ چلی آئی تھیں۔ اور جنکو آٹھویں صدی مسیحی اور اُسکے بعد کے عرب مورخوں نے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ جہانتک کہ وہ کتبے پڑھے گئے ہیں جو یمن کے جنوب میں دستیاب ہوئے ہیں اُنسے اُس عام واقفیت کی تصدیق ہوتی ہے جو قرآن اور روایتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اِن پرانے عربوں کے مشہور قبیلے یہ تھے۔ عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ جرہم اولیٰ اور عمالقہ۔

(۱) قبیلہ عاد جو ہود پیغمبر کی قوم تھی عوص بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھا جو احقاف الرمہ کے قریب حضرموت کے علاقہ احقاف میں

لہ اصل پیدائش ۲۴۸۸ سال قبل مسیح۔ تاریخ عرب کی قدیم روایات حضرت ابراہیم کے بیٹوں کی اولاد میں ہیں۔ ۱۲ مترجم

کہتے ہیں کہ عاد عمیق بن عام بن نوح کا بیٹا تھا۔

آبسا تھا۔ یہاں اُسکی نسل بہت پھیلی۔ انکا پہلا بڑا بادشاہ شدّاد بن عاد تھا۔ جس نے اُس شہر کی تعمیر کو پورا کیا جسکی بنیاد اُسکے باپ نے ڈالی تھی۔ اسمیں اُس نے نہایت خوبصورت محل بنایا تھا۔ جسمیں بڑے بڑے نادر باغ تھے اور اُسکو مثل جنت کے آراستہ کیا تھا۔ تاکہ اپنی رعیت سے اپنے کو خدا کہواسے۔ اِس باغ کا نام باغ اِرم تھا۔ اسکا قرآن میں بھی ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ شہر اب بھی صحرائے عدن میں واقع ہے مگر ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔ معاویہ کے زمانہ میں ایک شخص کولابہ نامی نے جو اپنا اونٹ ڈھونڈھنے آیا تھا اسکو بالکل ویرانی اور بربادی کی حالت میں دیکھا تھا۔ اور وہاں سے چند نادر پتھر لایا تھا جو اُس نے معاویہ کو دکھائے تھے۔ ابن خلدون لکھتا ہے یہ جنت اور باغ کا بنانا صرف ایک مصنوعی قصہ ہے۔ بلکہ قرآن میں جو ارم ذات العماد کا ذکر آیا ہے اُس سے قوی قوم عاد مراد ہے۔ جو ارم کی نسل سے تھے۔ کسی باغ یا شہر کا نام نہیں ہے۔ مسعودی اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ شداد نے ممالک ہند و شام و عراق کو بھی فتح کر لیا تھا +

علامہ بیضاوی اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قبیلۂ عاد جب خدا کی پرستش چھوڑ کر رفتہ رفتہ بت پرست ہو گئے تو خدا نے ہود پیغمبر کو اُنکی ہدایت کیواسطے بھیجا جب اُن لوگوں نے اُنکی رسالت کو نہ مانا تو خدا نے اُن کو ایک گرم اور دم گھونٹنے والی ہوا سے معذب کیا۔ یہ ہوا برابر ۷ رات اور ۸ دن چلتی رہی تھجنوں میں سے گھس کر جسم میں سے نکل جاتی تھی۔ سب کو ہلاک کر دیا۔ صرف تھوڑے سے آدمی جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے بچگئے اور ہود کے ساتھ کہیں اور چلے گئے۔ اور پھر ہود حضرموت میں آکر رہنے لگے۔ اور مقام سبق کے قریب دفن ہوئے جہاں ایک چھوٹا سا قصبہ قبر ہود کے نام سے آباد ہے۔ اس عذاب سخت میں مبتلا کرنے سے پہلے خدائے تعالیٰ نے قوم عاد میں عاجزی پیدا کرنے اور اپنے نبی کا کہا ماننے پر مائل کرنے کیلئے چار برس تک ایسا قحط بھیجا تھا کہ اُنکے تمام مویشی مر گئے تھے اور خود آپ بھی مرنے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ جب یہ نوبت پہنچی تو قوم عاد نے لقمان کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مکہ بھیجا کہ مینہ کے واسطے دعا کریں دعا قبول نہ ہوئی۔ لقمان اور اُن کے بعض ہمراہی مکہ ہی میں تھے کہ قوم عاد پر عذاب ہوا کا نازل ہوا اور یہ لوگ مکہ میں اس عذاب سے بچگئے۔ ان کی نسل کے لوگ عاد ثانی کہلاتے ہیں وہ معدیں اپنی بداعمالی سے بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے۔ جلال الدین سیوطی اور زمخشری نے اپنی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عاد اول بڑے قد آور تھے زیادہ سے زیادہ سو ہاتھ اور کم سے کم ساٹھ ہاتھ لمبے ہوتے تھے +

(۲) قبیلہ ثمود۔ ثمود بن کاثر یا جاثر (گیدر) بن ارم بن سام کی اولاد تھے۔ جب اُنہوں نے بت پرستی اختیار کی تو اُنکی ہدایت کے واسطے صالح پیغمبر بھیجے گئے۔ یہ پیغمبر حضرت ہود اور حضرت ابراہیم کے درمیانی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ تھوڑے لوگ صالح پر ایمان لائے۔ باقیوں نے کہا ہم اُسوقت ایمان لائیں گے جب آپ ہمارے سامنے اس پہاڑ میں سے ایک حاملہ اونٹنی نکالیں۔ پس خدا نے صالح کی دُعا سے اونٹنی نکالی اور وہ نکلتے ہی بچہ جنی۔ مگر بجائے ایمان لانے کے اُن لوگوں نے اُس اونٹنی کو پے کر کے مار ڈالا۔ اُنکے اس کفران پر خدا نے ناطفر ہو کر تین دن بعد زلزلہ اور گرج سے اُنکو ہلاک کر دیا۔ صالح اور وہ لوگ جو ایمان لائے تھے بچگئے۔ صالح پھر فلسطین کو چلے گئے پھر مکہ میں آکر انتقال کیا۔ یہ قبیلہ پہلے یمن میں رہتا تھا۔ مگر جب حمیر بن سبا نے اُنکو نکال دیا تو صوبہ حجاز کے علاقہ حجر اور وادی القریٰ میں رہنے لگے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ۱۵ میل مربع میں یہ خاندان آباد تھا۔ یہاں اُنکے پہاڑوں میں تراشے ہوئے مکان اب تک موجود ہیں۔ اور نیز اُس پہاڑ کا شگاف جسمیں سے اونٹنی نکلی تھی موجود ہے جسکو ابو موسیٰ اشعری نے دیکھکر کہا تھا کہ ساٹھ ہاتھ چوڑا ہے۔

---

۱ ہود بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام یا ہود بن عبد العزیٰ بن رباح بن خلود بن عاد۔ عمر ۴۶۵ سال ۲ یہ لقمان حکیم نہیں ہیں جو حضرت داؤد کے زمانہ میں تھے ۳ جو فاضل لوکمان کے نزدیک فالگ ہیں۔ ابن خلدون صالح بن عبیل بن اسف بن شالخ بن عبیل بن کاذبن ثمود لکھتا ہے ۴ ابن شجنہ ۵ یہ علاقہ مدین کے نام سے مشہور تھا ۶ ابن خلدون لکھتا ہے کہ یہ لوگ بھی اپنے معاصرین کیطرح طویل القامت کثیر الاعمار تھے +

عاد اور ثمود کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے کا ذکر کلام اللہ میں ہم لوگوں کی تنبیہ کے واسطے کئی جگہ آیا ہے +

(۳) قبیلہ طسم اور قبیلہ جدیس - طبری کہتا ہے کہ یہ دونو قبیلے لاوذ ابن سام کی نسل سے ہیں اور یہ دونو یامہ میں رہتے تھے - مگر کلبی کہتا ہے کہ جدیس ارم بن سام کا لڑکا کاثر کا بھائی تھا - ابو الفدا کہتا ہے کہ طسم لاوذ بن سام کی نسل سے تھا اور جدیس کاثر بن ارم بن سام کی نسل سے تھا - یہ دونو قبیلے آپس میں مختلف طور پر ملے جلے بحرین میں رہتے تھے - طسم اُنپر حکمرانی کرتا تھا یہانتک کہ بنی طسم کے بادشاہ عشوثامی نے جسکو عملوق بھی کہتے ہیں بنی جدیس کو ایسا ذلیل اور خوار کیا کہ بنی جدیس کی کوئی کواری اپنے شوہر کے پاس اُسوقت تک جا سکتی تھی جبتک وہ اُسکا ازالۂ بکارت نہ کر لیتا تھا - اسکے بنی جدیس متحمل نہ ہو سکے - پس اُنہوں نے عملوق اور اُسکے قوم کے لوگوں کو بلا کر ضیافت کی اور جب وہ شراب میں بیہوش ہو گئے تو حملہ کر کے بنی طسم کے بہت بڑے حصہ کو نیست و نابود کر دیا - تھوڑے سے بچکر بھاگے اُنہوں نے ذو جیشان[۵] بن اقرن بادشاہ یمن سے مدد لیکر بنی جدیس پر حملہ کیا اور اُنکو بالکل معدوم کر دیا - اُسوقت سے ان دونو قبیلوں کا کہیں ذکر بھی نہیں آتا +

(۴) جُرہم اولیٰ - جنکی بابت بعض نے لکھا ہے کہ اُن اسّی آدمیوں میں سے ایک کی اولاد میں سے تھے جو نوح کے ساتھ کشتی میں طوفان سے بچے تھے - بنی عاد کے معاصر تھے - ابن شحنہ کہتا ہے یہ سب بھی ہلاک ہو گئے - انکی سکونت ملک یمن میں تھی - عبرانی زبان بولتے تھے - یہ چاروں قومیں قریب قریب ایک دوسرے کی ہمعصر تھیں +

(۵) عمالقہ اولیٰ - عمالق بن الیفاذ بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم کی نسل سے تھے - ابن خلدون اور طبری عملیق بن لاوذ کی اولاد سے بتاتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ عمالق حام بن نوح کا بیٹا تھا اور ابن شحنہ کہتا ہے کہ ارزو بن سام کا بیٹا تھا - عمالق کی نسل بڑی زبردست ہوئی ہے اور حضرت عیسےٰ سے ۱۹ سو برس قبل حضرت یوسف کے زمانہ سے پہلے اُنکے بادشاہ ولید نے مصر زیریں (لوئر ایجپٹ) کو فتح کر لیا تھا یہ ولید پہلا شخص تھا جس نے فرعون کا لقب اختیار کیا[۵۱] لیکن جب کئی پشتوں تک مصر میں حکمرانی کر چکے تو مصر کے اصلی باشندوں نے اُن کو نکال دیا - اور آخر کو بنی اسرائیل نے اُن کو مار کر دیا - طبری کہتا ہے کہ عمالقہ اگرچہ مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے تھے چنانچہ اہالیان مشرق و عمان و بحرین و حجاز اور مصر میں فراعنہ اور شام میں جبابرہ جسکو کنعانین کہتے ہیں انہیں میں سے تھے مگر اُنکا ہیڈ کوارٹر ملک نجد تھا - عمالقہ بلند قامتی اور جسامت میں ضرب المثل ہیں +

تنبیہ - مصر پر عمالقہ اُسوقت سے قابض ہوئے جبکہ مصر کے کسی قبطی بادشاہ نے عمالقہ کے بادشاہ ولید بن دومع سے جو شام میں حکمرانی کرتا تھا مدد مانگی تھی - یہ مدد کو آیا تھا اور پھر قبطی بادشاہ سے ملک کو چھین کر خود مستولی ہو گیا تھا انہیں میں سے حضرت ابراہیم کے زمانہ کا فرعون سنان ابن اشل یعنے عملیق کے پوتے کا پوتا تھا اور حضرت یوسف کے زمانہ کا فرعون ریان ابن ولید اور جناب موسیٰ کے زمانہ کا فرعون ولید ابن مصعب تھا - مگر ولید ابن مصعب ایک بجار تھا[۵۲] جسنے خاندان سلطنت پر غالب آکر مصر میں خاندان عمالقہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - اور پھر جب اُسنے جناب موسیٰ کا تعاقب کیا اور نیل میں ڈوب گیا تو مصر پھر قبطیوں کے قبضہ میں آگیا (ابن خلدون)

(۲) جدید عرب جدید عرب دو نسل کے ہیں - ایک قحطان یا یقطان بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح کی نسل سے جو عرب عاربہ کہلاتے ہیں - اور دوسرے عدنان کی اولاد جو اسمعیل بن ابراہیم کی نسل سے تھا - یہ عرب مستعربہ کہلاتے ہیں +

(۱) **بنو قحطان یا عرب عاربہ** - عرب کئی صدی تک اولاد قحطان[۵۳] کے زیر حکومت رہے - انکے نامی قبائل

---

۵ ابن خلدون حسان بن تبع لکھتا ہے ۵۱ سبل لکھتا ہے کہ ان عمالقہ سے وہی لوگ سمجھے جاتے ہیں جنکو مصری تاریخوں میں ہنشین شہر ڈز (یا عمان فنقیہ یعنی گڈریے) لکھا ہے گیٹیو لبیان لکھتا ہے کہ مکساس مصر کے سلاطین راعیہ تھے انکی حکومت تقریباً ۵۱۸ سنہ قبل مسیح سے ۱۷۰۰ سنہ قبل مسیح تک رہی ۵۲ یہ لوگ سمیا طیقی نسل کے تھے یعنے سام کی اولاد عفرات کے مشرق کی طرف سے کسی ملک سے آئے تھے اور قدیم عربوں کو غارت کر کے یمن اور حضرموت کے صوبے آباد ہو گئے تھے (ایرعلی - تاریخ اسلام)

۵۳ خاندان شاہی سے نہ تھا - رفتہ رفتہ فرعون کے مصر کے دستہ فوج جان نثاران کا سردار ہو گیا تھا - بعد ازاں

یہ تھے۔ جرہم ثانیہ۔ حضور[1] حضرموت۔ سلف + قحطان اس خاندان کا اول بادشاہ ہے جس نے مسیح سے ۲۰۳۰ برس قبل تاج سر پر رکھا۔ قحطان کا ایک بیٹا یعرب تھا جس نے سلطنت یمن کی بنیاد ڈالی اور ملک عرب کا نام اُسکے نام پر عرب مشہور ہوا۔ اور جرہم بن قحطان بلاد حجاز کا والی مقرر کیا گیا۔ اسکی نسل عرصہ تک حجاز پر حکمراں رہی۔ حضرت اسمعیل بن ابراہیم علیہ السلام نے قبیلہ جرہم ہی میں نشو و نما پایا تھا اور انہیں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جرہم کی نویں پشت میں مضاض (یا مزداد) ہوا جسکی بیٹی سے آپکی شادی ہوئی تھی۔ یعرب کا ایک بیٹا یشجب تھا جسکو یمن بھی کہتے تھے۔ غالباً ملک یمن کا نام اُسی کے نام پر ہے یشجب کا بیٹا عبد شمس تھا جو سبا[2] کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس نے اپنے ناقم شہر سبا آباد کیا۔ سبا کے دس بیٹے تھے منجملہ اُنکے چھ یعنی مذحج۔ کندہ۔ ازد۔ اشعر۔ حمیر۔ کہلان۔ یمن میں سکونت پذیر رہے۔ اور چار یعنی لخم۔ جذام۔ عاملہ اور غسان شام میں مقیم ہوئے اُسکے بیٹوں میں حمیر اور کہلان زیادہ مشہور ہیں + یہ قحطانی بادشاہ بڑے فتاح[3] اور شہر بنانیوالے تھے۔ سب تبع کے لقب سے مشہور ہیں[4] انکا دارالحکومت شہر صنعا اور مارب (سبا) میں تھا انکا تسلط یمن اور عرب کے دیگر حصوں پر ساتویں صدی مسیحی تک رہا۔ ملکہ بلقیس اسی قوم و گروہ کی بادشاہ ہوئی۔ اسکا تخت نہایت قیمتی اور تیس گز کا مربع تھا جو حضرت سلیمان نے منگالیا تھا اور یمن فتح کرکے بلقیس سے نکاح کیا تھا + عبد شمس (سبا) نے (اور بقول بعض مورخین کے حمیر بن سبا نے اور بقول بعض کے ملکہ بلقیس نے) دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک دیوار بنوادی تھی جس سے چشموں اور تمام بارش کا پانی سمٹکر ایک ہی جگہ پر رُکا رہتا تھا موقع و محل سے کھڑکیاں رکھی تھیں بقدر احتیاج اُس سے وقتاً فوقتاً اہل شہر اپنی روزانہ ضروریات اور زراعت کے لئے پانی لیتے تھے یہ بادشاہ زیادہ پانی قبضہ میں ہونے پر اپنی عظمت اور فخر بھی سمجھتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہ بند عبد شمس نے شروع کیا تھا اور اُسکے جانشینوں نے اتمام و کمال کو پہنچایا۔ اسمیں بڑی صناعی صرف کی گئی تھی۔ یہ بند شہر سبا پر پہاڑ کی مانند کھڑا تھا اور ایسا مضبوط بنا ہوا تھا کہ اُسکی ٹوٹنے کا گمان بھی نہ تھا پانی کوئی چالیس گز اونچا تھا۔ دیواریں ایسی چوڑی تھیں کہ بعض باشندوں نے اُنکے اوپر مکان بنا رکھے تھے ہر کنبہ میں نالیوں کے ذریعہ سے پانی پہنچتا تھا لیکن آخر کار خدا کو اُنکا غرور اور تکبر بُرا معلوم ہوا اور اُنکو متواضع بنانے اور منتشر کرنے کے لئے طوفان برپا کر دیا[5] یعنے رات کو جب سب سوتے تھے بند ٹوٹ گیا جس سے تمام شہر اور قرب و جوار کے علاقے اور لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ بند عرم کے نام سے مشہور تھا۔ اور یہ طوفان سکندر اعظم کا زمانہ ختم ہوتے ہی ۳۰۰ سنہ قبل مسیح میں واقع ہوا تھا[6]۔ اس موقعہ پر آٹھ قبیلے اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ انمیں سے ایک قبیلہ نے دریائے فرات کے کنارہ مقام حیرہ میں اور ایک فرقہ نے شام کے جنوب میں غسان کی حکومت قایم کی شاید ان ہی نقل مکان کرنیوالوں میں سے ان کے تین سردار بکر۔ مضر۔ اور ربیعہ عراق کے علاقہ میں چلے گئے تھے جنکے نام پر تین علاقے دیار بکر۔ دیار مضر اور دیار ربیعہ ابتک مشہور ہیں۔ جو قومیں یمن میں رہ گئیں وہ پہلے ہی شاہی خاندان کے ماتحت رہیں۔ یہانتک کہ جب یمن کے حمیری متعصب یہودی بادشاہ ذونواس نے (جو ۵۲۳ء میں تخت پر بیٹھا تھا اور

---

[1] حضور دیار رس میں رہتے تھے اور اہل کفر و بت پرست تھے اُنکی طرف شعیب نبی مبعوث ہوئے مگر وہ ایمان نہ لائے اور آخر اور گرد ہونکی طرح ہلاک ہو گئے۔ شعیب کا اصل نام یثرون تھا جو حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کے پوتے کے پوتے تھے انکی والدہ لوط بن ہاران بن تارح کی بیٹی تھیں۔ حضرت شعیب اہل مدین اور اصحاب لایکہ اور اہل الرس کیطرف مبعوث ہوئے تھے انہیں سے اصحاب لایکہ کو لیبب اُنکی بت پرستی اور بددیانتی پر قایم رہنے کے اللہ تعالیٰ نے ابر سے آگ برسا کر ہلاک کر دیا سوا مومنین اور حضرت شعیب کے کوئی نہ بچا اسیطرح جناب شعیب نے اہل الرس کو جو کفر و بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے بدلوں سمجھایا جب وہ نہ مانے تو اُنکو بھی خدا نے اسیطرح ہلاک کیا (تر جمہ ابن خلدون) [2] اسی سبا سے اس خاندان کے بادشاہ سبائین بھی کہلاتے تھے مگر سبا کے بیٹے حمیر کے نام پر زیادہ تر حمیری مشہور ہیں یہانتک کہ حمیر کے بعد کہلان بادشاہ ہوا تو اس نے بھی اپنے لئے شاہ حمیر کا خطاب جاری رکھا۔ بنی حمیر اور بنی کہلان میں اکثر تخت کے لئے جنگ و جدل برپا رہتا تھا انہوں نے کئی صدی تک حکومت کی آخری میں قحطانی ہوا ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہی ذوالقرنین تھا (ابن خلدون) [3] حقایق الاخبار اور تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ کبھی یہ بادشاہ عراق اور ہند اور چین اور سرزمین مغرب قسطنطنیہ پر چڑھائی کرتے تھے اور کامیابی و فتح قیصر کا سکہ عالم میں جلا دیتے تھے۔ یمن کے بادشاہ افریقش نے سنہ ۹۰ قبل مسیح میں قبائل عرب کو افریقہ میں بھیجا کر آبادی بسائیں اور اُسی کے نام پر اس ملک کا نام افریقہ مشہور ہوا سنہ ۱۱۵ قبل مسیح میں ہمیار یمن کا بادشاہ فوت ہوا اور اُسکی بیٹی بلقیس جو حضرت سلیمان کی ہمعصر تھی اُسکی جگہ ۲۰ سال حکمراں رہی۔ یمن کا بادشاہ مرثد بڑا فتاح تھا سنہ ۲۰ قبل مسیح میں ہوا۔

[4] لاکھ سپاہ سے عراق و خراسان پر حملہ آور ہوا اور صغد یعنی سمرقند تک فتح کر لیا تھا (ابن خلدون) لکھتا ہے کہ ایک گروہ نسل سے اُسکی بیٹیاں کھیلا کرتی تھیں۔

[5] بند ٹوٹنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک بڑا چوہا بند کے نیچے سوراخ کر دیتا تھا اور اُسکی مادہ اوپر سوراخ کر دیتی تھی اسطرح بند کمزور ہو گیا تھا۔

[6] بند ٹوٹنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک بڑا چوہا بند کے نیچے سوراخ کر دیتا تھا اور اُسکی مادہ اوپر سوراخ کر دیتی تھی اسطرح بند کمزور ہو گیا تھا۔

جس نے بادشاہ ہوکر مذہب یہود اختیار کیا تھا) یمن کے عیسائیوں کو ستانا شروع کیا[۱] تو حبشہ کے بادشاہ[۲] نے جو عیسائی مذہب رکھتا تھا عیسائیوں کی مدد کے واسطے ۵۲۳ء میں (اور حقائق الاخبار کے موافق ۵۲۹ء میں) اپنے ایک نامی سردار ارباط اور نامور جرنیل ابرہتہ الاشرم کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی دونوں میں سخت لڑائی ہوئی یہانتک کہ ذونواس نے مجبور ہوکر سمندر میں گھوڑا ڈالدیا اور ڈوب کر مرگیا۔ اور یمن پر ارباط اور پھر تھوڑے ہی دنوں میں ارباط کو مارکر ابرہتہ الاشرم بادشاہ حبشہ کی طرف سے حکومت کرنے لگا[۳]۔ اس فتح کے بعد حبشہ والوں نے یمن میں عیسائی مذہب کو شایع کرنے کی کوشش کی بلکہ بہت سے قبائل کو عیسائی بنا بھی لیا۔ ابتدا سے حبشہ کے چار گورنر یمن پر حکمراں رہے یہانتک کہ ۵۹۷ء میں (اور بروایت حقائق الاخبار ۶۰۰ء میں) سیف بن ذویزن حمیری نے پہلے ہرقل بادشاہ روم سے مدد مانگی مگر جب اُس نے انکار کیا تو خسرو انوشیروان بادشاہ ایران سے مدد لیکر اپنے بزرگوں کا تخت حاصل کرلیا۔ اور حبشیوں کو نکالدیا مگر بعض حبشی جورہ گئے تھے اور ذویزن کے خواصوں میں سے تھے اُنہوں نے ذویزن کو مارڈالا۔ ذویزن کے قتل ہوجانے پر شاہ ایران نے یکے بعد دیگرے یمن میں آٹھ حاکم مقرر کئے جو مرزبان کہلاتے تھے۔ ایرانیوں کی حکومت یمن۔ حضرموت اور عمان میں عین زمانہ آنحضرت تک قائم رہی یہانتک کہ یمن مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور یہاں کا آخری حاکم باذان مسلمان ہوکر پیغمبر خدا کی طرف سے اپنے عہدے پر بحال رکھا گیا[۴]۔ ابوالفدا نے حمیری خاندان کی مدت حکومت دو ہزار بیس سال اور النجابی اور احمد بن یوسف نے اور گرٹیو لیبان نے تین ہزار سال لکھی ہے۔ لیبان یہ بھی لکھتا ہے کہ یمن کا تمدن زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اور اسکا چین و آرام ضرب المثل ہوگیا تھا +

(۲) بنو عدنان یا عرب تعربہ۔ حضرت اسمعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ ابراہیم بن آذر[۵] حضرت سام بن نوح کی دسویں یا گیارہویں پشت میں تھے اور حضرت نوح کی وفات کے وقت انکی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ حضرت ابراہیم نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے عہد حکومت میں علاقہ سواد کے شہر کوثا یا بابل یا حرّان میں پیدا ہوئے۔ عنفوان شباب میں نبوت حاصل ہوئی اپنے باپ (چچا سے مراد ہے جسکا نام آذر تھا چونکہ عرب میں چچا کو بھی باپ کہتے ہیں اس سبب سے بعض مورخین و مفسرین کو دھوکا ہوا ہے۔ مؤلف) کو توحید کیطرف بلایا اُس نے انکار کیا آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا اس جرم میں لوگ نمرود کے سامنے پکڑ کر لائے۔ اور اُسکے حکم سے آگ میں ڈالے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ایسا ٹھنڈا کردیا کہ جس سے اُنکو مطلق اذیت نہ پہنچی۔ اسکے بعد نمرود نے حضرت ابراہیم کو جلاوطن کردیا اور حضرت ابراہیم اپنے باپ تارخ اور ناحور بن تارخ اور اُنکی بیوی ملکا بنت ہاران (تارخ کے بھائی) اور لوط بن ہاران (برادر ابراہیم) اور سارہ[۶] (زوجہ ابراہیم) ارض کلدانیین سے ہجرت کرکے حرّان میں چلے آئے۔ پھر ۷۵ برس کی عمر میں ملک کنعان میں اُس جگہ آکر قیام کیا جہاں اب بیت المقدس ہے جہاں پر اُنکی نسل کی ترقی ہوئی۔ تھوڑے دنوں بعد جب کنعان میں قحط پڑا تو مع اپنی اہل بیت کے مصر چلے آئے۔ یہاں فرعون مصر حضرت سارہ پر عاشق ہوگیا انکی طرف ہاتھ بڑھایا دونوں ہاتھ خشک ہوگئے۔ فرعون نے توبہ کی سارہ کی دعا سے اچھے ہوگئے تین مرتبہ ایسا ہی ہوا آخر اُس نے معافی چاہی اور توبہ کی اور اپنی بیٹی یا کنیز ہاجرہ کو جناب سارہ کی نذر کیا۔ اور ابراہیم اپنی اہلبیت کو لیکر کنعان واپس آئے۔ وہاں مقام حبرون میں جسے اب خلیل کہتے ہیں قیام کیا۔ مصر سے مراجعت کرنے کے بعد دسویں برس سارہ نے

---

[۱] ذونواس یہودی تھا اور اسی سبب سے اُس نے عیسائیوں کو ستایا۔ [۲] حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا۔ [۳] ابرہتہ الاشرم نے ۵۲۳ء سے ۵۴۳ء تک حکومت کی۔ [۴] باذان ۶۲۸ء میں مسلمان ہوا۔ [۵] آذر کو تارخ کا چچا بتایا ہے۔ [۶] سارہ کی بابت بتایا ہے کہ حرّان میں پہنچکر ابراہیم نے

حضرت ابراہیم کو ہاجرہ سے نکاح کرنے کی اجازت دی۔ اس خیال سے کہ شاید اللہ جل شانہ انہیں سے کوئی لڑکا مرحمت فرمائے کیونکہ سارہ کی عمر زیادہ ہو گئی تھی وہ لڑکا ہونے سے ناامید ہو چکی تھیں۔ جب حضرت ابراہیم کی چھیاسی برس کی عمر ہوئی تو اسمعیل ذبیح اللہ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور جناب باری سے وحی نازل ہوئی کہ اس لڑکے کی بارہ اولادیں ہونگی اور بڑے سلسلہ کا رئیس ہوگا۔[1] اسپر سارہ نے رشک کر کے ان ماں بیٹوں کو نکالنے کا دباؤ ابراہیم پر ڈالا اور کہا کہ انکو کسی ایسے قریہ میں نہ ٹھیرانا اللہ جل شانہ نے مکہ کی طرف لیجانے کا حکم صادر فرمایا۔[2] چنانچہ حضرت ابراہیم تھوڑا سا زاد راہ (کھانا پانی) ہمراہ لیکر ہاجرہ اور اسمعیل کو ایک خچر یا اونٹ پر سوار کر کے جناب باری کے حکم سے سرزمین مکہ مقام زمزم میں ٹھیرا کر انکے واسطے خدا سے دعا کر کے واپس ہوئے۔ ہاجرہ اور اسمعیل اس بیابان میں تنہا رہ گئے جو پانی ساتھ تھا وہ بھی اُسی روز ختم ہو گیا اور اسمعیل غلبہ تشنگی سے بیتاب ہوئے۔ ہاجرہ پانی کی تلاش میں، مرتبہ کوہ صفا اور، مرتبہ کوہ مروہ کی چوٹیوں تک آئی گئیں آٹھواں بار شروع نہ ہونے پایا تھا کہ اپنے شیر خوار بچے کے رونے کی آواز سُنکر دوڑ آئیں۔ اسمعیل زمین پر پاؤں مار رہے تھے جس سے بعنایت الٰہی چشمہ زمزم اُبل پڑا۔ سدّی سے روایت کی جاتی ہے کہ اسمعیل کو ہاجرہ مقام حجر میں چھوڑ گئیں تھیں اور اُنکے لئے ایک عریش (چھپر) بنا دیا تھا اور جبرئیل نے آکر ہاجرہ کے بعد چشمہ کھول دیا تھا اور انہوں نے جا کر ہاجرہ کو اُس سے آگاہ کیا اور یہ بتلایا کہ اسی چشمہ سے اللہ کے مہمان (حاجی) سیراب ہونگے اور تھوڑے دنوں بعد اس لڑکے کا باپ آئے گا۔ اور دونو ملکر اللہ تعالیٰ کا گھر بنائیں گے۔ ورود کے پانچویں دن جرہم ثانیہ کا ایک گروہ اُس طرف سے گزرا وہ پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھکر تعجب سے کہنے لگے اس وادی میں تو پانی نہیں ہے۔ پرند کیوں اُڑ رہے ہیں قریب آئے تو ایک عورت ایک بچہ اور ایک چشمہ کو دیکھا اور وہیں اُن سبھوں نے قیام کیا۔ الغرض ہاجرہ نے دوڑ کر اپنے بچہ کو چپ کیا اور اُس اُبلتے ہوئے پانی کے چاروں طرف ایک مینڈھ سی باندھ دی۔ اسکے بعد بنی جرہم نے ہاجرہ کی اجازت سے اس مقام پر قیام اختیار کیا۔ (اسمعیل نے اسی گروہ میں پرورش پائی۔ انہیں لوگوں سے زبان عربی سیکھی اور بنی جرہم نے اپنے خاندان کی ایک عورت (رعلہ یا سعیدہ بنت مضاض) کے ساتھ آپکا عقد کر دیا) اسمعیل پندرہ برس کے نہ ہوئے تھے کہ ہاجرہ کا انتقال ہو گیا اور اسمعیل نے اُنکو مقام حجر میں دفن کر دیا۔

جب حضرت ابراہیم ہاجرہ اور اسمعیل کو مکہ میں پہنچا کر شام کو واپس چلے آئے اور بیت المقدس میں مقیم ہوئے اور اُنکی عمر سو سال کی اور سارہ کی نوے برس کی ہوئی تو سارہ سے اسحاق پیدا ہوئے۔ اسحاق کی ولادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ بنانیکا حکم دیا پس ابراہیم شام سے جبرئیل کے ساتھ مکہ میں آئے اور دونو باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کو اسطرح بنانا شروع کیا کہ ابراہیم تو چنائی کا کام کرتے تھے اور اسمعیل گارہ اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر دیتے تھے۔ جسوقت دیوار بقدر قد بلند ہوئی اور ابراہیم چنائی سے مجبور ہوئے تو ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنے لگے یہ وہی مقام ہے جسکو اب مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ پھیرا ابراہیم نے جبرئیل کی ہدایت اور پتہ کے موافق اسمعیل کو سے حجر اسود کو منگا کر مقام رکن پر رکھ دیا۔ بیت اللہ کی تیاری کے بعد ابراہیم حسب حکم باری تعالیٰ مکہ مکرمہ کے پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور باواز بلند فرمایا "اے لوگو بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھر بنا دیا ہے اور تمہیں اُسکی حج اور زیارت کو بلایا ہے پس تم لوگ آؤ"

---

[1] ابن خلدون [2] ابن اثیر ابن اثیر کی اس روایت سے کہ اسحاق اور اسمعیل جب کیساتھ رہتے ہوئے تو انہیں ایکدن بچھیڑ چھاڑ ہوئی اسپر سارہ نے ہاجرہ اور اسمعیل کے جلاوطن کرنیکا دباؤ ڈالنا ثابت ہوتا ہے کہ اسمعیل اسوقت شیر خوار نہ تھے جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے مگر ابن خلدون نے بچھیڑ چھاڑ کا قصہ ہی نہیں لکھا بلکہ ہاجرہ اور اسمعیل کی جلاوطنی کا باعث اُس رشک کو لکھا ہے جو سارہ کو اسمعیل کی نسبت بارہ اولادیں عطا کرنیکی وحی پر ہوا تھا۔ اور یہی ہماری مذہبی کتابوں میں بھی مذکور ہوا ہے تفسیر ابادی اور کسائی التواریخ اور بعضے اور کتب میں اسوقت حضرت اسمعیل کی عمر دو تین ہی سال کی لکھی ہے ابوالفدا نے کتب یہود کی لکھا ہے کہ اسوقت حضرت اسمعیل کی عمر ۱۷ سال کی اور حضرت ابراہیم کی سو سال کی تھی جسسے ابن اثیر کی روایت بھی تو بیت کی موافق

ہے کہ ۱۲ برس سے پہلے ہی ابراہیم سارہ کی [illegible] ہاجرہ اور اسمعیل سے ملنے آیا کرتے تھے۔

اسکے بعد یہ دونوں بزرگ مع اُن لوگوں کے جو آپ پر ایمان لا چکے تھے مقام منا اور عرفات کی طرف گئے۔ قربانی کی اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں ابراہیم شام کی طرف چلے گئے۔ اور تا حیات ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کو آتے رہے[۱] اسمٰعیل جیسا کہ قبل انتقال ابراہیمؑ مکہ میں رہتے تھے ویسا ہی بعد انتقال بھی مکہ میں رہے۔ وہ بنی جرہم اور مکہ کے گرد و نواح کی عمالقہ اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اُنمیں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض بدستور اپنے کفر و الحاد پر قائم رہے۔ وقت انتقال وہ اپنے ۱۲ لڑکے بنی جرہم میں چھوڑ گئے۔ توریت میں اُنکی عمر ۱۳۷ سال لکھی ہے اور ابن اسحٰق ۱۳۰ سال لکھتا ہے اپنی ماں کے پاس میزاب اور حجر کے درمیان میں دفن کئے گئے۔ بعد میں قبیلہ قریش آپ ہی کی نسل سے ہوا

(۳) عربوں کا مذہب زمانہ جاہلیت میں اسلام سے پہلے عرب میں سخت بت پرستی جاری تھی۔ اور تقریباً تمام قوم میں صابئی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ بہت سے عیسائی۔ یہودی اور آتش پرست بھی تھے۔

صابئین خدا پرست بھی ہیں اور اُسکی وحدانیت کی بڑی بڑی دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ستاروں کی یا فرشتوں اور ارواحوں کی جنکو وہ خیال کرتے ہیں کہ ستاروں میں رہتے ہیں پرستش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نیچے دنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ وہ چار عقلی خوبیوں میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ بدکار ۹ ہزار عمروں تک سزا دیے جائیں گے لیکن بعد میں نجات پائیں گے۔ دن میں تین نمازیں اُنپر فرض ہیں پہلی نماز سورج نکلنے سے آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ کم پہلے اسطرح کہ جب سورج نکلے تو وہ تین تین سجدوں کی آٹھ رکعتیں ختم کر چکے ہوں۔ دوسری نماز ٹھیک دوپہر کو ختم ہوتی ہے جب سورج کو زوال شروع ہوتا ہے۔ اسکی پانچ رکعتیں ہیں۔ تیسری نماز ٹھیک غروب آفتاب کے وقت پانچ رکعت۔ سال میں تین دفعہ روزے رکھتے ہیں اول دفعہ ۳۰ دن دوسری دفعہ ۹ دن اور تیسری دفعہ ۷ دن قربانیاں بھی کرتے ہیں مگر قربانی میں سے کچھ کھاتے نہیں سب کو جلا دیتے ہیں۔ اقسام لوبیا۔ لہسن اور بعض اور دالیں اور ترکاریاں نہیں کھاتے۔ اُنکے قبلہ میں مورخین کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں شمال کیطرف بعض جنوب کیطرف بعض مکہ کیطرف۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُس ستارہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ وہ الجزیرہ کے شہر حرّان میں حج کو جاتے ہیں۔ وہاں بہت سے صابئین رہتے ہیں۔ مسجد مکہ کی بھی بہت عزت کرتے ہیں۔ اور اہرام مصری کی بھی بہت تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ اُنکے خیال میں شیث پیغمبر اور اُن کے دو بیٹوں ادریس اور صابی کی قبریں ہیں۔ جنکو وہ اپنے مذہب کا موجد خیال کرتے ہیں۔ ان عمارتوں پر وہ ایک مرغ اور ایک کالا بچھڑا قربان کرتے ہیں اور لوبان جلاتے ہیں۔ علاوہ زبور کے جو خاص اُنکی مذہبی کتاب ہے اُنکی اور بھی کتابیں ہیں جنکو وہ ایسا ہی متبرک خیال کرتے ہیں۔ خصوصاً ایک کلدانی زبان کی کتاب جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے ہیں اور جسمیں بہت سی اخلاقی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس مذہب کا نام صابی بن شیث کے نام پر ہے۔ مگر فرنگی مورخوں کی رائے ہے کہ یہ لفظ سبا سے مشتق ہے جسکے معنی آسمانی فوج کے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ فرنگی سیاح اُنکو جان دی بپٹسٹ (یحییٰ) کے فرقہ کا عیسائی بتاتے ہیں کیونکہ صابئین اپنے کو اُنکا بھی مُرید اور مقلد کہتے ہیں انمیں عیسائیت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اُنمیں ایک قسم کا بپتسما (اصطباغ) بھی ہوتا ہے۔ پیغمبر خدا نے انکو بھی اہل کتاب میں شمار کیا ہے اور انکو بھی جزیہ دینے کے بعد

---

[۱] ٹیٹو لیبان نے اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھا ہے کہ کعبہ کل اقوام جزیرۃ العرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تھا یہ اصل میں عربستان کے دیوتاؤں کا مندر تھا کل اقوام عرب کعبہ کی آرائش کو اپنا فخر سمجھتی تھیں یہودیوں کے نزدیک بھی یہ مقام متبرک تھا۔ کعبہ کی حفاظت قبیلہ قریش کے سپرد تھی اور اس سبب سے اس قبیلہ کا مذہبی وقار تمام ملک میں مانا جاتا تھا۔ المرتضی میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلا گھر ہے جو عبادت الٰہی کے واسطے حضرت ابراہیم نے سنہ عبری ۲۷۷۳ برس پیشتر بنایا تھا[۲] دیکھو نمبر (۲) اسی فصل کا۔ [۳] قبیل اسلام سے پیشتر کے زمانہ کو مورخین کی اصطلاح میں زمانہ جاہلیت کہتے ہیں

اپنے مذہب پر قایم رہنے کی اجازت دی ہے ۔ عرب کے صابیئن کی بت پرستی یہ تھی کہ وہ ستاروں کو پوجتے تھے ثوابت اور سیاروں دونوں کو اور فرشتوں کو اور اُنکی مورتوں کو جن کو وہ گھٹیا درجہ کے دیوتا سمجھتے تھے اور جن کو وہ خدا کے ساتھ اپنا شفیع خیال کرتے تھے کیونکہ عرب لوگ ایک خدا کے قائل تھے جسے وہ اللہ تعالی کہتے تھے اور دوسرے دیوتاؤں کو جنہیں وہ اُس کا ماتحت سمجھتے تھے الٰہیات کہا کرتے تھے ۔ اِس بت پرستی کے دور کرنے اور کامل توحید پھیلانے کیلئے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تھے ۔ قدیم اہل عرب اور اہل ہندان دونو کو مذہب میں بڑی مناسبت تھی ان دونو میں سبعہ سیارات کے نام پر سات مشہور مندر تھے انسان کی قربانی کا بھی اکثر رواج تھا ۔ ان مندروں میں سے ایک خاص کر جو بیت عمدان کہلاتا تھا صنعا میں ضحاک نے زبرہ سے نامزد کیا تھا جسے خلیفہ عثمانؓ نے مسمار کرایا ۔ مکہ کا معبد زحل سے منسوب تھا ۔ اِن دیوتاؤں کو تو سب ہی عرب مانتے تھے انکے علاوہ ہر ایک قبیلہ کا جدا جدا دیوتا بھی ہوتا تھا ۔ مثلاً ستاروں میں سے بنی حمیر سورج کی پرستش کرتے تھے ۔ بنی شمیم دبران (یعنی سانڈ کی آنکھ) کی ۔ بنی لخم اور بنی جذام مشتری کی ۔ بنی طے سُہیل کی بنی قیس شعریٰ کی بنی اسد عطارد کی پرستش کیا کرتے تھے ۔ شعریٰ کی پرستش کرنیوالوں میں ایک شخص ابوکبشہ نامی بڑا مشہور تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت رسولخدا صلعم کا رشتہ کا نانا تھا ۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ وہ نبو خزاعہ سے تھا یہ قبیلہ قریش کو سمجھایا کرتا تھا کہ اپنے بتوں کو چھوڑ کر اس ستارہ کی پرستش کیا کرو اس سبب سے قریش پیغمبر خدا صلعم کو جو اُنہیں اُنکے بتوں کی پرستش سے روکتے تھے طنزاً ابن ابوکبشہ کہا کرتے تھے ۔ فرشتوں کی پرستش کی نسبت قرآن شریف میں صرف تین کا ذکر ہے جن کے نام مونث ہیں ۔ لات ۔ عزیٰ اور منات انکو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے تھے صرف فرشتوں ہی کو نہیں بلکہ اُنکی مورتوں کو بھی یہی کہتے تھے ان مورتوں کو یا تو وہ یہ خیال کرتے تھے کہ انمیں خدا جان ڈالدے گا یا فرشتے انمیں حلول کرینگے ۔ وہ ان مورتوں کی مثل خدا کے پرستش کرتے تھے اور اُن کو اپنا شفیع سمجھتے تھے ۔

اللات[1] بنی ثقیف کی دیوی تھی جو طائف میں رہتے تھے اور اُنہوں نے نخلہ میں اُسکا مندر بنا رکھا تھا ۔ بنی معتب اسکے متولی تھے اس بت کو مغیرہ نے پیغمبر خدا کے حکم سے برباد کیا جسکو سنہ ۹ ھ میں ابوسفیان کے ساتھ وہاں بھیجا گیا تھا ۔ بعض نے لکھا ہے کہ اللات عبداللہ کا[2] عزیٰ قریش اور کنانہ کا بت تھا ۔ بعض بنی سلیم ہی اسے مانتے تھے بنی شیبہ اسکے متولی تھے ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک ببول کا درخت تھا جسکی بنو غطفان پرستش کرتے تھے ۔ اور اُسکے اوپر مندر بنا ہوا تھا ۔ سنہ ۸ ھ میں خالد بن ولید نے خدا کے حکم سے وہاں جاکر اُسے مسمار کر ڈالا ۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ ظالم نامی نے یہ مندر اسغرض سے بنایا تھا کہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر اسکی طرف رجوع کریں ۔ منات[3] کی پرستش بنی ھذیل اور بنی خزاعہ کرتے تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیانی علاقہ میں رہتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اَوس اور خزرج اور ثقیف بھی اُسکی پرستش کرتے تھے یہ ایک بڑا سا پتھر تھا ایک مندر میں رکھا تھا اسے سنہ ۸ ھ میں رسولخدا صلعم کے حکم سے سعد نے مسمار کیا ۔ علاوہ ان تین بتوں کے قرآن میں پانچ کا اور ذکر ہے ۔ یعنے وَدّ ۔ سواع ۔ یغوث ۔ یعوق اور نسر[4] کہتے ہیں کہ یہ بت طوفان نوح سے پہلے کے ہیں حضرت نوح نے انہیں کی پرستش کے خلاف اپنی امت کو ہدایت کی تھی ۔ بعد میں عربوں نے انکو دیوتا مانا ۔ وہ انکو اپنے زمانہ کا بڑا تیک اور پارسا سمجھکر عزت کرتے تھے ۔ ان پارساؤں کے بتوں کی اول تو معمولی تعظیم ہوتی تھی پھر مثل خدا کے پرستش ہونے لگی ۔

وَدّ[5] آسمان کو سمجھا گیا تھا ۔ اور ایک مرد کی صورت میں پرستش کیا جاتا تھا ۔ دومۃ الجندل میں بنی کلب اسکی پرستش کرتے تھے سواع[6] کی ایک عورت کی صورت میں بنی ہمدان یا بنی ھذیل مقام رہط میں پرستش کرتے تھے ۔ بنی ھذیل اسکی زیارت کو آیا کرتے تھے ۔ یغوث[7] ایک شیر کی صورت کا بت تھا قبیلہ مذحج کا دیوتا تھا ۔ اور بعض[8] قبیلوں کا جو یمن میں رہتے تھے

---

[1] ہامیان علاقہ کابل میں بھی دو بت یغوث اور یعوق یا لات اور منات کے نام کے پجاری پجاسی ہاتھ اونچے تھے اور تیسرا ایک بڑا بھیا عورت کی صورت میں نسر نام یعنے نسر تھا

[2] سومنات میں ایک بت سوگر ملونچالات یا اللات نامی تھا ایک پتھر کا بنا ہوا ۔ یہ ایک مندر میں رکھا ہوا تھا جسکے چھپن ستون ٹھوس سونے کے تھے اس بت کو محمود غزنوی نے

یعوق (بقولے نبی) مراد کا اور یغوث بنی ہمدان کا دیوتا تھا یہ بت گھوڑے کی صورت تھا۔ کہتے ہیں ایام جاہلیت میں یہ بڑا مشہور بت تھا نسر گدھ یا عقاب کی صورت میں ایک بت تھا جسکی بنی حمیر پرستش کرتے تھے۔ قبیلہ ہذیل کی شاخ میں جو انکے علاقہ میں تھا۔

انکے علاوہ اور بھی بہت سے بت تھے جن کی عرب پرستش کرتے تھے اور جن کا ذکر کرنا فضول اور موجب طول ہے۔ کیونکہ علاوہ ہر گھر کے جدا جدا بت کے خانہ کعبہ میں اندر اور باہر ۳۶۰ بت متعدد ایام سال کے تھے۔ جن میں سب سے بڑا اور مشہور ہبل تھا جو شام کے علاقہ بلقار سے جہاں عمالقہ اسکی پرستش کرتے تھے عمرو بن لحی ابو خزاعہ اپنے سفر سے واپسی کے وقت لایا تھا کہتا تھا کہ جب ضرورت ہوگی یہ منہ پر آئیگا۔ یہ آدمی کی صورت کا بت سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا جسکا کسی حادثہ میں ایک ہاتھ ضائع ہو گیا تھا قریش نے اسمیں سونے کا ہاتھ لگا دیا تھا۔ اسکے ہاتھ میں سات تیر بے پیکان اور بے پر کے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ بت حضرت ابراہیم کی صورت پر بنا تھا۔ اسکو ہی پیغمبر خدا نے فتح مکہ کے وقت شکستہ ہی توڑا تھا۔ اسکے گرد بہت سے نشانوں اور نیزوں کی صورتیں تھیں جو اس سے گھٹیا دیوتا سمجھے جاتے تھے۔ انہیں اسمعیل کی بھی صورت تھی اور اسکے ہاتھ میں بھی تیر تھے + بنی حنیفہ نے ایک آٹے کے پیڑے کو دیوتا بنا رکھا تھا۔ ایک دفعہ جو قحط پڑا اسے کھا گئے۔ اساف اور نائلہ پہلا ایک مرد کی صورت اور دوسرا ایک عورت کی یہ بھی ہبل کے ساتھ شام سے لائے گئے تھے +

اساف کو کوہ صفا پر اور نائلہ کو کوہ مروہ پر رکھا گیا تھا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اساف بن عمرو اور نائلہ بنت سہال دونو قبیلہ جرہم سے تھے انہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا خدا نے اس سبب سے ان کو پتھر کا بنا دیا۔ بعد میں قریش ان کی پرستش کرنے لگے۔ ان بتوں میں سے بعض تو مثل منات کے صرف بڑے بڑے بے ڈھنگے پتھر تھے انکی پرستش جیسے اسمعیل کی اولاد نے شروع کی تھی۔ بات یہ ہے کہ جب بنی اسمعیل مکہ میں اسقدر پھیل گئے کہ علاقہ مکہ میں انکے رہنے کی گنجائش نہ رہی تو بہت سوں نے دوسرے مقاموں میں سکونت تلاش کی۔ وہ اپنی نقل مکان میں اس متبرک زمین (حرم) کے کچھ پتھر بھی لیجاتے تھے۔ اور جن مقاموں میں سکونت اختیار کرتے وہاں کعبہ کی یادگار میں انہیں جماتے تھے۔ اور مثل کعبہ کے اسکے گرد طواف کرتے تھے۔ بعد میں بنو اسمعیل اپنے آباؤ اجداد اسمعیل و ابراہیم کا مذہب تو بھول گئے اور ان پتھروں کی پرستش [illegible] کہیں کوئی خاص صورت پتھر ملتا اسے پوجنے لگتے + بعض کفار عرب دہریے تھے وہ دنیا کا آغاز و انجام کچھ نہ مانتے تھے۔ حشر و نشر قیامت کو نہ مانتے تھے چیزوں کی پیدائش کو نیچر سے منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ زمانہ ہی ہر بادی کا باعث ہوتا ہے +

بعض آغاز و انجام اور قیامت کے قائل تھے اور انمیں سے ایسے بھی تھے کہ مرنے کے بعد انکی قبر پر اونٹ باندھ دیا جاتا تھا جسے بے پانی کے رکھتے تھے۔ وہ وہاں مرجاتا تھا اسلئے کہا جاتا تھا کہ میدان حشر میں ہتوانی کو پیدل نہ جانا پڑے جو بڑے بے عزتی کی بات ہے بعض خالق کو مانتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے۔ یہ تو بت پرست عربوں کا حال تھا۔ اب اُن کا حال سنئے جنہوں نے زیادہ تر عقلی مذہب اختیار کیا ہوا تھا +

یہودی جو عرب سے قریب تھے اور اکثر عربوں سے انکا میل جول رہتا تھا پیغمبر خدا کی پیدائش سے بہت پہلے بعض قبیلہ نیں خصوصاً بنی نجم میں آتش پرستی پھیلا دی تھی۔ یہودی جن کے ظلم سخت نفرت اور رومنیوں کی خوفناک تباہی سے بھاگ کر عرب میں پناہ گزین ہو گئے تھے یہاں نہایت صاحب اقتدار ہو گئے تھے اور کئی علاقوں کے بادشاہوں اور رعایا نے انکا دین قبول کر لیا تھا جیسے حمیر و بنی کنانہ۔ بنی حرث۔ بنی کعب۔ بنی نجیر اور بنی کندہ + یہودیوں نے تھوڑے عرصہ میں بہت کچھ طاقت حاصل کر لی تھی اور عرب کے کئی شہروں اور قلعوں پر قابض ہو گئے تھے۔ مگر مذہب یہود اس سے پہلے سے عرب میں موجود تھا یعنی [illegible] جدا کے یہی لوگ تھے۔ تمام عمر [illegible] کو شاذ و نادر ہی [illegible] ان میں [illegible] اسقدر نفرت نہیں کرتے جیسے [illegible]

رومیوں کے شام کو تباہ کرنے سے سو برس پہلے سے ۔ پیغمبر خدا سے سات سو برس پہلے ابو کرب اسعد حمیری بادشاہ یمن نے یہ مذہب بنی حمیر کے بت پرستوں میں پھیلا دیا تھا ۔ اسکے بعض جانشین بھی اسی مذہب پر ہوئے ۔ انمیں سے ایک یوسف ذی جس کا لقب ذونواس تھا وہ اس مذہب میں ایسا سرگرم تھا کہ اُس نے حکم دیا تھا کہ جو کوئی مذہب یہود اختیار نہ کرے اُسے بڑی عقاب کے ساتھ قتل کیا جائے ۔ عموماً اُسکو دہکتی ہوئی آگ کے تنور میں ڈالدیا جاتا تھا ۔ اس سبب سے اس بادشاہ کو صاحب اخدود (یعنی گڈھے والا) کہا کرتے تھے ۔ عیسائی مذہب پیغمبر خدا کے ظہور سے پہلے عرب میں بہت کچھ پھیل گیا تھا ۔ یہ تو تحقیق نہیں کہ کبھی سینٹ پال نے عرب کے کسی حصہ میں انجیل کی تعلیم دی ہو مگر وہ ظلم اور بد انتظامی جو مشرقی کرجا میں تیسری صدی مسیحی شروع ہوتے ہی واقع ہوئی تھی اُسنے بہت سے عیسائیوں کو مجبور کیا تھا کہ اس آزادی کے ملک میں چلے آئیں ۔ چونکہ یہ عیسائی یعقوبی فرقہ کے تھے اس سبب سے عموماً یہی مذہب عرب میں جاری ہوگیا ۔ بڑے قبیلے جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا یہ تھے ۔ بنی حمیر غسان ۔ ربیعہ ۔ تغلب ۔ بحرہ ۔ تنوخ اور کسیقدر بنی طے اور بنی تمراعراہل نجران اور حیرہ کے عرب ۔ اہل نجران ذونواس کے عہد میں عیسائی ہوئے تھے ۔ ذونواس کی سختی سے تنگ آکر عیسائیوں کی کئی قبیلے بمقام حیرہ چلے گئے تھے جس سے حیرہ کے عیسائیوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوگیا تھا ۔

چونکہ عرب میں عیسائی مذہب نے ترقی بہت کی تھی اس سبب سے اُنکے گرجا کے باقاعدہ انتظام کے واسطے بشپ (اسقف) بھی مختلف حصوں میں مقرر تھے ۔ ایک بشپ نجران میں رہتا تھا ایک اتوا یعنے کوفہ میں اور ایک میفعہ میں ۔ کوفہ اور حیرہ کے بشپ شام کے بشپ کے ماتحت سمجھے جاتے تھے ۔

سٹر سیل لکھتے ہیں کہ تیسری صدی مسیحی سے عیسائی مذہب کی تمام خوبیاں معدوم ہوکر طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں پادری لوگ اپنی اپنی خیالی باتوں پر بہت کچھ بحث مباحثہ کرتے تھے اور اصلیت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی ۔ گویا عیسائیت کو بالکل دنیا سے معدوم کردیا تھا ۔ نوبت بہ پرستی پہنچگئی تھی ۔ اٹلی کے کلیسا میں اُس زمانہ ظلمت میں ایسے ایسے وہم و سواس اور خرابیاں پیدا بلکہ قایم ہوگئی تھیں کہ اگر اصلاح کی نظر سے چلے اور جانچیں بھی قایم کیجاتی تھیں تو انہیں اپنے مرضی اور خواہش کے موافق اصول قایم کرلیتے جاتے تھے ۔ بڑی بڑی پادری دنیاوی شان و شوکت اور فائدہ کی طرف نظر کرتے تھے ۔ بڑے شہروں کے بڑے بڑے پادری امیروں اور بادشاہوں کی طرح کھاتے پہنتے اور مخملوں و ریشموں میں نکلتے تھے ۔ صرف دیہات وغیرہ کے پادریوں میں کسیقدر پرہیزگاری اور حیا باقی رہ گئی تھی ۔ جب پادریوں یعنی علمائے دین کی یہ نوبت ہو تو پھر دنیاداران عوام کی حالت جسقدر خراب ہو کم ہے ۔ ہر طبقہ کے آدمی کا یہ کام تھا کہ جس طرح ہوسکے روپیہ حاصل کیجئے اور عیش و عیاشی میں اُڑائیے ۔ (ترجمہ قرآن ۔ مقدمہ صفحہ ۱۰)

عرب کے بعض عیسائیوں میں یہ اعتقاد پیدا ہوگیا تھا کہ جسم کے ساتھ روح بھی مرجاتی ہے قیامت کے دن جسم کے ساتھ روح بھی پیدا ہوجائیگی ۔ حضرت مریم کو بھی خدا سمجھنے لگے تھے ۔ فرانس کے شہر نیس میں ایک مجلس ہوئی تھی اُسمیں بھی یہی قرار پایا تھا کہ خدا کے علاوہ دو خدا اور ہیں حضرت عیسےٰ و حضرت مریم ۔ پس اسلام سے پہلے عرب کے مشہور مذہب یہ تھے جو بیان ہوئے ۔ مگر چونکہ ملک آزاد تھا اس سبب سے خیالات بھی آزاد تھے ۔ اور بعضوں کی رائے ان مذہبوں سے بھی خلاف تھی ۔ قریش اکثر زندیق تھے اور

لہ پورپ والے علم سے ایسے بے بہرہ ہوگئے تھے اور نویں اور دسویں صدی مسیحی تک ایسے بے بہرہ رہے کہ گستاولیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتے ہیں "نویں اور دسویں صدی عیسوی (یعنی تیسری اور چوتھی صدی ہجری) میں جسوقت مسلمانوں کا تمدن اندلس میں اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہنچا تھا تو مزا یہ ہے کہ یورپ وحشی حالت میں پڑا تھا اور سیر فرنگ کرتے تھے ۔ اس زمانہ میں یورپ میں آٹھ یا نو یونیورسٹیاں تھیں جسمیں زیادہ تر علم دو بیکار باتوں یعنی جادو اور رمل پر تھا جو اپنے وقت کو خالی ہوں گے کتب خانوں سے یونان اور روم کی پرانی تصنیفات کو نکالکر پڑھتے اور اُن کی جو غلط اور بیہودہ تفسیریں لکھتے ہیں صرف کرتے تھے ۔ گیارہویں اور بارہویں صدی میں چند بزرگ خیال کرنے لگے تھے کہ یونانی کتابوں کا پڑھنا بہتر ہے ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عربوں کیطرف جو اس زمانہ کے اساتذہ تھے رجوع کی ؟

اکثر ایک خدا کے ماننے والے بھی تھے۔ بت پرستی نہ کرتے تھے۔ مگر کسی مذہب ملکی کے بھی پیرو نہ تھے +

(۴) حکومت نور نبوت محمدی کی ظہور سے پیشتر زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ میں تین سلطنتیں بہت مشہور ہوئی ہیں (۱) یمن کا حمیری خاندان (۲) حیرہ کا خاندان منذر اور (۳) جنوبی شام میں خاندان غسان۔

یمن کی حمیری خاندان کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یہاں ہم یہ جتاتے ہیں کہ حیرہ میں ایرانی تمدن کا اور غسان میں رومی تمدن کا ضرور اثر ہوا ہوگا۔ مگر یمن کا تمدن خالصتاً عربی تمدن تھا۔ اور زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تمدن تھا۔

غسان کی بنیاد نبی ازدنے ڈالی تھی چونکہ یہ لوگ دمشق شام میں دریائے غسان کے کنارے جاکر بسے تھے اس سبب سے اس نام سے مشہور ہوئے۔ انکی حکومت جنوبی شام میں ۶۱۶ سال تک رہی انکا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا جو حضرت عمر کے عہد میں شام میں مسلمانوں کی کامیابی کے زمانہ میں مسلمان ہوگیا تھا مگر پھر حضرت عمر کی بے اعتنائی سے مرتد ہوکر قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ قبیلہ غسان عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ پچھلے زمانہ میں یہ بادشاہ شہنشاہ قسطنطنیہ کے باجگزار ہوگئے تھے۔ صاحب تمدن عرب نے لکھا ہے کہ یہ سلطنت بھی ایسی ہی واقعت تھی جیسی حیرہ کی اسکے بانی بھی یمن کے عرب تھے یہ سلطنت اوائل سنہ مسیحی میں قایم ہوئی تھی ۵ سو برس تک رہ کر یونانیوں کی باجگزار ہوگئی تھی۔ بصریٰ اسکا دارالسلطنت تھا + حیرہ کی سلطنت کا بانی کہلان کی نسل سے مالک نامی ہوا ہے مگر تین پشت کے بعد شاذی کے رشتہ سے تخت بنی لخمیین میں منتقل ہوگیا جنکو بنی منذر بھی کہتے ہیں جنہوں نے باوجود ایرانیوں کی مداخلت کے اپنے حکومت کو حضرت ابوبکر کی خلافت تک قایم رکھا انہوں نے بھی عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا۔ اسکا آخری بادشاہ المنذر المغرور خالد بن ولید کے ہاتھوں اپنی جان اور سلطنت گنوا بیٹھا یہ سلطنت ۶۲۲ سال ۸ ماہ قایم رہی۔ آخر میں بنی منذر عراق پر بطور گورنران ایران کے حکومت کرتے تھے۔ صاحب تمدن عرب لکھتے ہیں کہ جسوقت رومیوں کا دارالسلطنت قسطنطنیہ میں آیا اُسوقت عربوں نے دریائے فرات کی حکومت کے لئے ایرانیوں اور یونانیوں کا مقابلہ کیا یمن سے جو قبائل آئے تھے اُنہوں نے بہت زمانہ سے اُس ملک پر چڑھائی کی تھی اور ۹۰۳ء میں بابل کے جنوب میں دریائے فرات کے کنارہ پر کوفہ کے قریب حیرہ کا مشہور شہر بنایا تھا۔ یہاں کے بادشاہ تزک و احتشام میں شاہان ایران و قسطنطنیہ کا مقابلہ کرتے تھے ان سلاطین حیرہ کے قصروں میں زیادہ سے زیادہ قیمتی اسباب سجا ہوا تھا اور اُنکے باغات میں نادر سے نادر پھول اور پھل تھے۔ دریائے فرات میں بے انتہا خوبصورت کشتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ راتوں کو ان کشتیوں کے ہزارہا چراغ دریا کی لہروں میں چمکتے تھے اور یہ اُسوقت تمام مشرقی زمین میں سب سے پر تکلف اور خوش آب و ہوا مکانات تصور کئے جاتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حیرہ کی سلطنت چار سو برس تک قایم رہی ۶۰۲ء میں یہ ملک سلطنت ایران کا ایک صوبہ بنگیا تھا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں اس خاندان کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ انکے مشہور محل کا نام قصر خورنق تھا + حضرت اسمٰعیل کے زمانہ میں بنی جرہم[1] حجاز پر حکمرانی کرتے تھے یہاں تک کہ اُنکے رئیس[2] مضاض کی بیٹی سے اسمٰعیل نے شادی کی اور قیدار جو اسمٰعیل اور مضاض کی بیٹی سے پیدا ہوا تھا حکمراں ہوا۔ اُسوقت جرہمی جہینہ کیطرف چلے گئے ہوگئے بنی جرہم کے نکل جانیکے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاز کی حکومت کئی صدی تک ایک بادشاہ کے ماتحت نہیں رہی بلکہ کچھ عرصہ کے بعد قبیلوں کے سردار جدا جدا حکمرانی کرنے لگے جسطرح آجکل کے بدوؤں پر ہر قبیلہ کا شیخ جدا جدا حکمرانی کرتا ہے۔ مکہ میں حکومت امرار قایم ہوگئی تھی اور یہاں کا خاص انتظام پیغمبر خدا کے زمانہ تک قریش سے متعلق تھا۔ خصوصاً اُسوقت سے جب سے قصی نے بنو خزاعہ سے کعبہ کی تولیت حاصل کی تھی۔

---

[1] جرہم ثانیہ [2] جرہم کی نویں پشت میں تھا +

علاوہ اُن حکومتوں کے جن کا ذکر ہوا اور بھی قبیلے تھے جنکے بعد میں اپنے اپنے حکمراں ہوئے۔ مثلاً قبیلہ کندہ۔ مگر یہ حکومتیں کچھ زیادہ مشہور نہیں ہیں ؛

پیغمبر خدا کے وفات کے بعد کوئی تین صدی تک عرب خلفاء کی حکومت میں رہا۔ مگر ۳۱۷ھ میں عرب کا بہت سا حصہ قرمطیوں کے قبضہ میں آگیا۔ مکہ بھی اُنکے تصرف میں تھا اور خلفاء بغداد تک اُنکو اس سبب سے خراج دیتے تھے کہ وہ لوگوں کے حج کرنے میں مزاحم نہوں ؛

یمن میں بعد میں خاندان طباطبائیہ جو اولاد علی سے تھا حکمرانی کرتا تھا۔ مگر جو خاندان حال میں حکمراں ہے وہ غالباً بنی ایوب سے ہے جو تیرہویں صدی مسیحی میں وہاں حکمرانی کر چکے ہیں۔ یہاں کے حاکم امام کہلاتے ہیں مگر تمام ملک یمن پر قابض نہیں ہیں کیونکہ یمن میں اور بھی کئی آزاد حکومتیں ہیں خاصکر زیدی فرقہ کی حکومت۔ کچھ عرصہ سے یمن کا حکمراں (امام) سلطان روم کا باجگزار ہوگیا ہے ؛

مکہ اور مدینہ کے گورنر جو ہمیشہ پیغمبر خدا کی نسل سے ہوا کرتے ہیں خلفائے بغداد تک کو نہ گردانتے تھے۔ آزادانہ حکومت کرتے تھے اُسوقت سے چار بڑے خاندان حضرت امام حسن کی اولاد سے حکمراں رہے ہیں۔ یہ گورنر شریف مکہ کے نام سے ملقب ہوتے ہیں۔ ان خاندانوں کے نام یہ ہیں۔ بنو قادر۔ بنو موسیٰ ثانی۔ بنو ہاشم اور بنو قتادہ۔ بنو قتادہ کو سلیم کے زمانہ میں جو ۹۲۳ء میں مرا ہے مکہ میں حکومت کرتے ہوئے ۵ سو برس ہو چکے تھے[1] مدینہ میں بنو ہاشم حکمراں ہیں جو بنو قتادہ سے پہلے مکہ میں بھی حکمراں تھے۔ اب ترکوں کا اقتدار مکہ اور مدینہ میں بھی بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ سلطان روم کی طرف سے ایک پاشا حجاز کی نگرانی کے لئے مقرر ہے جو جدہ میں رہتا ہے۔

پس عرب زمانہ طوفان سے اب تک آزاد ہیں۔ اعصاری۔ رومی۔ ایرانی کوئی انکو مغلوب نہ کر سکا اور یہ لوگ ایسے زبردست تھے کہ کیمبسیز (لہراسپ) نے جب مصر پر حملہ کیا ہے تو اُس نے مجبوراً عربوں سے اُنکے ملک میں سے گزرنے کی اجازت مانگی ہے۔ سکندر نے ایران فتح کر لیا مگر عربوں نے اپنی سفارت تک اُسکے پاس نہ بھیجی۔ اور وہ عرب پر حملہ کرنے کی آرزو ہی میں مر گیا۔ اور اُسکے مصر یا ایشیا کے جانشینوں میں سے کسیکی ہمت نہ پڑی کہ عرب پر حملہ کرتا۔ رومیوں کی اتنی بڑی سلطنت تھی مگر اُن سے بھی عرب فتح نہ ہو سکا۔ بہت ہوا تو یہ ہوا کہ شام کے بعض قبیلوں کو اُنہوں نے باجگزار بنا لیا۔

قسطنطین کی وفات کے بعد سے سلطنت روم بہت جلد زوال پذیر ہوتی چلی جاتی تھی۔ اُسکے جانشین برابر بزدل اور بیرحم ہوتے چلے آئے۔ پیغمبر خدا کی پیدائش کے قریب ہی سلطنت روم کے مغربی حصہ کو قوم گوتھ پامال کر چکی تھی اور مشرقی روم کی سلطنت کو ایک طرف سے قوم ہن نے اور دوسری طرف سے ایرانیوں نے اس حالت کو پہنچا دیا تھا۔ کہ اُسمیں کسی زبردست حملہ آور کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ شہنشاہ موریس قوم ہن کے خاقان کا باجگزار ہوگیا تھا۔ بعد میں اگرچہ شہنشاہ ہرقل قابل تعریف بہادری اور جیلن کا بادشاہ ہوا اور اُس نے جو کچھ اُس سے ممکن ہو سکا فوج کی درستی اور انتظام میں کیا اور ایرانیوں کے مقابلہ میں ایسی کامیابی حاصل کیں کہ ٹکوا نے ہی علاقہ سے نہیں نکالدیا بلکہ بہت سا ملک بھی اُنکا لیلیا۔ تاہم سلطنت کی جڑ ہل چکی تھی۔ اور چونکہ عیسائی مذہب اپنی اصلیت پر نہ رہا تھا لوگ اس پاک مذہب پر نہ چلتے تھے اس حکم عدولی کی سزا میں خداوند کریم نے مسلمانوں کو عیسائی کلیسا پر مسلط کیا۔

ایرانی بھی پیغمبر خدا کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے سے بسبب اپنی آپس کی لڑائی جھگڑوں کے انحطاط کی حالت میں مبتلا تھے جو زیادہ تر مانی اور مزدک کی شیطانی تعلیم سے پیدا ہوئے تھے۔ نوشیرواں کا باپ قباد تو مزدک کا پیرو ہوگیا تھا۔ مگر جب نوشیرواں بادشاہ ہوا تو اسنے مزدک اور اُسکے پیروؤں کو مروا دیا۔ اور مانی کے پیرو بھی قدیم مذہب

[1] اور ابتک شریف مکہ اُسی خاندان سے ہوتا چلا آتا ہے (دول الاسلامیہ)

زبردست کے پیرو ہو گئے تھے۔ کہ ان جھگڑوں نے خاصکر سلطنت ایران کو بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ اسی نوشیروانِ عادل کے عہد حکومت کے چالیسویں سال ۵۷۹ء میں حضرت پیغمبر خدا پیدا ہوئے۔

ایران کی شاہنشاہی تو ۶۳۲ء میں نوشیرواں کی اولاد پر ختم ہو گئی۔ اسکے بعد ہمیشہ تخت پر جھگڑا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ عربوں نے آ لیا۔ نوشیرواں کا بیٹا ہرمز انتظام تھا کہ اسکی رعیت اس سے نفرت کرنے لگی تھی۔ اسکے سالوں اسکی آنکھیں نکال لیں وہ تخت چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور اسکا بیٹا خسرو پرویز بادشاہ ہوا۔ خسرو نے بہرام چوبین کی سازش سے ہرمز کو پھانسی دیدی۔ بہرام خسرو کو تخت بہرام کے حوالہ کرنا پڑا۔ مگر موریس شہنشاہ قسطنطنیہ کی مدد سے پھر اپنا تخت حاصل کر لیا۔ لیکن اپنے آخر زمانہ میں وہ ایسا ظالم ہو گیا کہ اسکی رعیت نے مخفی طور پر اہل عرب سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور اسکے بیٹے شیرویہ نے قید کر دیا اور پھر قتل کر ڈالا۔ شیرویہ ۶۲۸ء میں مارا گیا اسکے بعد ۶ برس تک ۶ بادشاہ تخت ایران پر متمکن ہوئے۔ ان خانہ جنگیوں نے ایران کی سطوت کا خاتمہ کر دیا۔ اور ایرانیوں کو ایسا کمزور کر دیا کہ اگرچہ انہوں نے خسرو پرویز کے زمانہ میں بادشاہ قسطنطنیہ کو کمزور پاکر نہ صرف اپنا ملک واپس لے لیا بلکہ اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر عرب میں شام تک تاخت کیا اور یروشلم مصر اور دمشق کو لوٹ لیا اور مصر پر قبضہ کر لیا اور جبکہ سب کا گرد و نواح علیہ السلام نے اپنی مٹھی میں کر لیا تھا ۶۲۲ء میں ہجرت کر کے حاصل کر لیا تھا اور چار حاکم کے بعد دیگرے پیغمبر خدا سے پہلے انہوں نے اپنی طرف سے عرب میں مقرر کئے تھے۔ لیکن جب ۶۲۳ء میں یوحنا نے قسطنطنیہ کے بادشاہ ہرقل کے ساتھ حملہ کیا انہوں نے اپنی مفتوحات عربیہ بھی کو نہیں رکھ دیا بلکہ خود اپنی سلطنت کا ایک حصہ کھو بیٹھے یعنی اسوقت سے دریائے فرات روم اور ایران کی سلطنتوں کا حد فاصل قرار پایا۔ اور جو ہیں پیغمبر خدا نے اہل عرب کو متحد کیا۔ عرب ان کو ہر لڑائی میں شکست دیتے رہے اور چند سال میں انکو مغلوب کر لیا۔[1]

جوں جوں ایران اور روم کی سلطنت میں ضعف آتا گیا محاذ اہل عرب کو ملا اقتدار اور اقبال بڑھتا گیا بلکہ شاہنشاہ روم کی رعایا اپنے ملک کی سلطنت کے جور و ستم سے ناراض ہو کر عرب میں دامن ڈھونڈھنے لگی اور اس طرح عرب کی آبادی بہت بڑھ گئی + ایران اور روم کے بادشاہ اور رعایا عموماً زرق برق کی پوشاک زندگی گذارتے تھے۔ عرب بالکل سیدھے سادے زندگی کے عادی تھے اور عیش و عشرت کی زندگانی سے ناواقف۔ تمام قسم کی سختیوں کے عادی اس سبب سے جب پیغمبر خدا نے ان کو اسلام کی جڑی میں منسلک کر کے ایک کر دیا تو ان کو ان عیاش قوموں پر غلبہ حاصل کرنے میں کچھ زیادہ دقت نہ ہوئی +

(۵) عربوں کی حالت اسلام سے پہلے ۔ علی العموم عرب کے زمانہ جاہلیت کی کل قومیں نہایت سادہ مزاج تھیں انکا طریقہ معاشرت بھی سادہ اور بے تکلف تھا۔ ایک گروہ انکا وہ تھا جو پانی اور چراگاہ کی جستجو میں ہمیشہ اکثر اتھا خیمہ بدوش رہتا

[1] اس زمانہ میں روم کی مشرقی سلطنت قسطنطنیہ سے جزیرہ کے یورپ اور ایشیا کو مصر اور افریقہ کے تمام شمالی حصہ پر جو مصر سے مراکو تک واقع ہے پھیلی ہوئی تھی اور ایران کی حکومت دریائے فرات سے مشرق میں ترکستان و سرحد چین تک پھیلی ہوئی تھی۔ یورپ کا شمالی اور غربی حصہ ان وحشی اقوام کی غارتگری میں گھرا ہوا تھا جو بلا انتظام کے رہتے تھے اور میوں کے بیچ بیچ ملک کا دھوی ایک دوسرے سے کرتے تھے۔ اندلس عیسائی وزی گوتھوں کے ہاتھ میں تھا انہیں فتح کر لینے کی وجہ سے تو نہیں مگر انتظام کی متعلق عدالت نہ تھی۔ اطالیہ میں روم کی عظمت و شان کا خاتمہ ہو چکا تھا شہر روم تک پر ان وحشیوں کی حکومت تھی جو یکے بعد دیگرے اسے فتح کرتے گئے۔ حجاز کی حکومت کا یہ حال تھا کہ مکہ معظمہ اور اسکے اطراف عرب قبائل میں تقسیم تھے اور ہر قبیلہ کا رئیس اپنے قبیلہ کا حاکم تھا مگر قریش کی برتری کو سب تسلیم کرتے تھے۔ اور گویا ملک مکہ قریش میں سے ہوتے تھے۔ تہامہ میں بنی مکبوا یمن کے شمال میں بنی کندہ کی حکومت مدینہ طیبہ میں آوس و خزرج قبیلوں کی حکومت تھی اور اسکے علاوہ خیبر یمامہ میں یہودی حکمران تھے۔ علاوہ ازیں شرقی و شمالی بادیۃ العرب میں قبائل

وحشت بدرشت کوہ بلوہ چرنا اُنکا کام تھا اُنکے معاشرت ایک چرواہے کی حیثیت سے کچھ بھی زیادہ نہ تھی۔ اور دوسرا گروہ اُنکا جو بہ نسبت اُنکے متمدن تھا وہ اپنی بستیوں کو باقاعدہ ترتیب و انتظام سے دیہات اور دیہات سے قصبات اور قصبات سے شہر بنا لیتا تھا۔ اُنکا دولت کا مشغلہ زراعت اور تجارت میں صرف ہوتا تھا اُنکی زندگانی نسبتاً بہت مہذب طریقہ سے بسر ہوتی تھی لیکن ان دونوں گروہوں کا قومی اور رواجی چال چلن ایک سا تھا۔ کھانے پینے میں کفایت شعاری تھی سبھی آمدنی پر قناعت اور معتدل انتظام رہنا علی الصباح اُٹھنا فیاضی اور مہمان نوازی اعلیٰ درجہ کی صفت اور قومی خاصہ شمار کیا جاتا تھا۔ اور اس صفت کی اسقدر عزت تھی کہ دنیا کی کسی قوم میں اسکی نظیر نہیں ملتی خصوصاً حاتم طائی اور معن زائدہ فیاضی میں کمال مشہور ہو گئے ہیں۔ طلوع اسلام کے بعد بھی فیاضی کا وصف اُنمیں قایم رہا۔ چنانچہ حسن بن سہل اور ابن زائدہ۔ فضل بن یحییٰ برمکی فیاضی میں شہرۂ آفاق ہوئے ہیں۔ بخل سے بدتر کوئی دوسرا عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔ مہمان سے کیسا حال پر مہربانی اور اُسکی خبر گیری مہمان اور خاندان و مال کی نگرانی۔ قیدیوں کو چھوڑانا۔ محتاجوں بیکسوں کی مدد کرنا۔ اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ میں شامل تھا۔ ہر عرب کو اپنی عزت اور وعدہ کا خیال ایسا ہی ضرور تھا جیسا کہ مذکورۂ بالا اوصاف ضروری سمجھے جاتے تھے۔ ہیروڈوٹس (ہیروڈوٹس) لکھتا ہے کہ عرب قول کے کمال سچے تھے۔ رشتہ داروں کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ نیز نہایت طبیعت کی حاضری۔ لطیفہ گوئی۔ بذلہ سنجی میں بہت مشہور تھے۔ بالوں کے سنگھارنے سے لیکر تا خوشنما چمڑوں کی جوتیاں پہننے شان اور ٹھاٹ میں داخل تھا۔ شہسواری اور تیر کمان کا شکار کرنا۔ بہادری اور مردانگی کا عمدہ ترین نمونہ تھا۔ چونکہ وہ آزاد تھے اور اُن میں آپس میں اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے ہتیاروں کے استعمال اور شہسواری میں بھی کمال رکھتے تھے۔ حواس کے ایسے تیز تھے کہ ایک مٹھی ریت کے سونگھ لینے سے رگستان کے فاصلہ و وسعت کا اندازہ کر لیتے تھے۔

ابوالفدا لکھتا ہے کہ عرب ایام جاہلیت میں ہی ماں اور بیٹی سے نکاح نہ کرتے تھے۔ ایک بہن کی حیات میں دوسری بہن سے نکاح کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ سوتیلی ماں سے نکاح کرنا بھی معیوب جانتے تھے۔ بچے کے تمام ارکان عمرہ احرام طواف سعی وغیرہ کل بجا لاتا تھا۔ غسل جنابت کرتے تھے۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ مسواک کرنا۔ استنجا کرنا۔ ناخن ترشوانا بغلوں اور زیر ناف بالوں کا صاف کرنا۔ مونچھ نکالنا اور ختنہ کرانا۔ چوتھے دن بائیں ہاتھ کاٹ ڈالنا۔ اُنمیں مداومت کے ساتھ جاری تھا جہاں اُنمیں یہ خوبیاں تھیں اسکے ساتھ ہی اُنمیں جہالت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جیسا کہ اور قوموں میں بھی نقص اور عیب ہوا کرتے ہیں۔ لوٹ مار۔ جنگجوئی۔ ہیرا پھیری۔ سرقہ اور غارتگری سے اُنکو قدرتی میلان تھا۔ کینہ ایسے کہ عمریں گذر جائیں اور کینہ قایم رہتا۔ اُنکی لیاقت حضرت کا قول ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ اونٹ بڑا کمینہ اور جانور ہوتا ہے۔ چھوٹے بچے دیوتاؤں پر چڑھائے جاتے۔ لڑکیاں پیدا ہوتے ہی اکثر گاڑ دیتے یا ایسے ہی مار دی جاتی تھیں۔ میت کا سوگ ایک برس تک رکھتے تھے۔ عورتیں کسی جانور کا دودھ نہیں دوہتی تھیں۔ مردہ جانوروں کا گوشت عمدہ اور لذیذ ترین غذا سے تھا۔ اونٹنی بھیڑ۔ بکری دس بچے جننے کے بعد چھوڑ دی جاتی تھی۔ اور جب وہ مر جاتی تھی تو اُسکا گوشت نہایت شوق سے صرف مرد کھایا کرتے تھے۔ الغرض اس قسم کی قبیح رسمیں اور عادتیں اس نیم وحشی لیکن عالی دماغ اور آزاد منش قوم میں بہتات سے رواج پذیر ہو گئی تھیں۔

لہ قبائل مضر بلکہ کل عرب بلا استثنا کسی قوم کے بت پرست تھے۔ قاضی الیمن اسکندر ذکرنین اعراض کر جانے۔ شرکے شکن لیتے رہے تھے اور تھے ہوں کے پوجنے والے تھے۔ گوہ۔ سانپ۔ گائے وہ جانوروں کو کھاتے تھے۔ قحط و خشک سالی میں اونٹ کو ذبح کر کے اُنکا خون پیا کرتے تھے اُنکی عمدہ غذاؤں میں اونٹ کا گوشت تھا اور بڑی عزت اُنکی نہیں تھی کہ وہ لوگ آل اسمٰعیل سے آل بھیجنے کے پاس سفیر ہو کر جاتے تھے

علم اِن لوگوں میں صرف یہ تھا کہ ہم جدیوں کے نسب نامے اور شجرے یاد رکھتے اُنکی تاریخ سے واقف رہتے خوابوں کی تعبیر جانوروں کی آواز اور پرواز سے شگون لیتے اور ازروئے تجربہ آثار نجوم وغیرہ سے حکم لگاتے تھے۔ بڑی بڑے سن رسیدہ بڈھے دنیا اور دنیا کی لذتوں سے تارک ہوکر جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں یا عبادت گاہوں میں بیٹھے غیب دانی اور پیشین گوئی کے دعوی باندھتے تھے۔ یہ لوگ راہب اور کاہن کہلاتے تھے + تمام قومیں آزادانہ گذارہ کرتی تھیں مگر آپس میں اُنکی ذرہ ذرہ سی بات پر خونریزیاں واقع ہوجاتی تھیں چنانچہ ایک فقہ بنی تغلب کی ایک عورت بسوس نامی کے ایک مہمان کی اونٹنی بنی بکر کے ایک شخص کی چراگاہ میں چلی گئی۔ کھیت والے نے اُس اونٹنی کے تھن کاٹ ڈالے اُس عورت نے اپنے بہانجے سے فریاد کی اُس نے چراگاہ والے کو جاکر مار ڈالا۔ اسپر اول بنی بکر اور بنی تغلب میں اور پھر رفتہ رفتہ ایک دوسری کی حمایت پر تمام قبیلوں میں چالیس برس ۳۹۴ء سے ۴۳۴ء تک لڑائی ہوتی رہی جو حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس میں اول سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ اسیطرح ۶۰۸ء میں داحس نام ایک گھوڑی کو گھوڑ دوڑ میں نکلتے ہوئے کسی شخص نے بڑھکر بدکا دیا اسپر چالیس برس ۶۰۸ء تک لڑائی رہی اور قبیلے کے قبیلے کٹ مرے بلکہ ۶۳۱ء میں جب بعض قبیلے مشرف باسلام ہوئے ہیں اُسوقت حرب داحس کا پورا پورا خاتمہ ہوا ہے +

آنحضرت کے ظہور کے وقت عربستان میں ایک اعلےٰ درجہ کی زبان اور اُس زبان میں تصنیفات موجود تھیں اور اعراب جاہلیت نے دو ہزار سال سے دنیا کی مہذب ترین اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرلئے تھے اور اقلاً سو برس سے تو اُنہوں نے ایسی ترقی کی تھی جسے منجملہ اُن ترقیوں کے شمار کرنا چاہیئے۔ جنکی یادگار ابتک دنیا میں موجود ہے۔ عربوں کی تجارت اقصائے ربع مسکون تک پہنچگئی تھی۔ اور یہ تجارت اُنکی اسقدر قدیم ہے کہ توراۃ میں اُسکا ذکر موجود ہے ۳ ہزار سال تک عرب تمام عالم کے مرکز تجارت بنے رہے۔ زمانہ قدیم میں عربوں ہی کی بدولت یورپ کے تعلقات اقصائے ممالک ایشیا کے ساتھ قایم رہے +

عربی زبان دنیا کی نہایت قدیم زبانوں میں سے ہے۔ اس زبان کی کئی قسمیں تھیں جن میں سے قریش اور بنی حمیر کی زبان سب سے اعلےٰ مانی جاتی تھی خاصکر قریش کی زبان خالص عربی سمجھی جاتی تھی۔ قرآن شریف اسی زبان میں نازل ہوا ہے +

لکھنا اہل عرب نہ جانتے تھے اگرچہ حضرت ایوب اور بنی حمیر کو لکھنا آتا تھا۔ بنی حمیر ایک عجیب پیچیدہ طرز تحریر رکھتے تھے اور اُنہیں بلا اجازت سرکار سکھانے کا بھی قاعدہ نہ تھا۔ عام لوگوں کو لکھنا نہیں سکھاتے تھے باقی عرب سوائے عیسائیوں اور یہودیوں کے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے +

مُرامر ابن مُرّہ انباری جو پیغمبر خدا سے بہت برس پہلے نہیں ہوا ہے۔ عربی حروف کا موجد ہے۔ بشر کندی انباری نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) قمار بازی اُنکا ہر دلعزیز کھیل تھا۔ بدکاری سے نفرت نہ تھی۔ شراب نوشی اور عرفیات منشی پینے کا ازحد شوق تھا۔
اعجاز القرآن (صفحہ ۹ و ۱۰) میں لکھا ہے کہ اُنکی حرامکاری بے حیائی اور بے شرمی کی یہ نوبت تھی کہ کوڑی اور بیاہی عورتیں زنا کو فخر سمجھتی تھیں اور جس طرح مرد کسی نامی عورت یا مشہور خاندان کی عورت سے زنا کرنا فخر کے طور پر بیان کرتا تھا اسیطرح عورتیں کسی نامی مرد یا مشہور خاندان کے مرد سے زنا کرنا فخر یہ بیان کرتی تھیں اکثر مفلس عورتیں اور مرد ماورزاد برہنہ کعبہ کا طواف کرتے تھے باپ بیٹے پر نیکے بعد بیٹا ورثہ کے طور پر اپنی سوتیلی ماؤں پر جبراً متصرف ہوجاتا اور گھر میں ڈال لیتا تھا۔ یتیم بچے کا مال کھالینے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے تھے حق ہمسائیگی کوئی چیز ہی نہ تھا جکا پاس و لحاظ کرتے تعلیم و تربیت کی پرواہ میں تک اُنپر نہ تھی مبدا و معاد کی خبر ہی نہ تھی انسان کی ہستی کا مآل صرف یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جنیا مرنا جو کچھ ہے دنیا میں ہے اسکے بعد کچھ نہیں حیوانات بورا ہوجاتا ہے مرجاتے ہیں مانے چلانیوالا کوئی نہیں ۱۲ منہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے ان عربوں میں ستر سو لڑائیاں ہوچکی تھیں اور یہ لڑائیاں بس قسم کی ہوتی تھیں اگر ایک قبیلہ کا آدمی دوسرے قبیلہ کے آدمی کو مار دیتا تھا تو اُسکا قصاص لینے کے لئے پچاس پچاس برس تک لڑائی قایم رہتی تھی +

سیکھکر آیا اور اہل مکہ کو سکھایا۔ یہ بات شیوع اسلام سے کچھ ہی پہلے کی ہے (سیل کا مقدمہ ترجمہ قرآن صفحہ ۲۰)

لہ سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ عربی تحریر کا فن قریش میں شیوع اسلام سے ذرا ہی پہلے رائج ہوا تھا۔ اول اسی مراد بن مرہ نے ایجاد کیا جو حیرہ کے قریب شہر انبار کا باشندہ تھا انبار سے فن تحریر حیرہ میں گیا ابوسفیان کے باپ حرب نے جب حیرہ میں گیا تو اسلم بن سدرہ نامی ایک شخص سے اس فن کو سیکھا اور اپنی اہل شہر یعنے اہل مکہ کو سکھایا۔ اسکے بعد آناً فاناً یہ فن قریش میں پھیلگیا۔ حمیریوں کا طرز تحریر اس سے مختلف تھا جسے بقول ابن خلکان المسند کہتے تھے اسکے سب حروف جدا جدا ہوتے تھے۔ وہ عوام الناس کو اس فن کے سیکھنے سے روکتے تھے اور بغیر اُن کی اجازت کے کوئی اُسکا استعمال نہیں کرسکتا تھا جب اسلام شایع ہوا تو یمن میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو۔ زوال خاندان بنی اُمیہ کے وقت متروک کوفی طرز تحریر نے کئی صورتیں اختیار کرلی تھیں۔ جن میں سے سب سے عام صورت کا نام نسخ تھا۔ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں کے شروع میں نسخ کو دو بڑے خوشنویسوں ابوالحسن ابن بوّاب اور ابوطالب المبارک نے اور بھی ترقی دی۔ صلاح الدین کے عہد حکومت میں ہم ایک بڑے گول خط کا ذکر سنتے ہیں اور یہ نسخ کی اور ترقی دی ہوئی صورت ہی اسے ثلث کہتے تھے اور ایران کے نستعلیق سے ملتا ہوا تھا + سیل اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن (صفحہ ۲۱) میں لکھتا ہے کہ مراد کے حروف خط کوفی سے بہت مشابہ تھے اور حمیری سے بالکل مختلف۔ اول قرآن بھی اسی خط میں لکھا گیا تھا یہ خوبصورت حرف جو اب دیکھے جاتے ہیں ابن مقلہ وزیر مقتدر عباسی نے پیغمبر خدا کی وفات کے تین سو برس بعد خط کوفی سے ایجاد کئے ہیں اسی خط کو چوتھی صدی میں علی بن بوّاب نے اور اصلاح دیکر درست کیا مگر جس نے حال کی صورت میں اسے تکمیل پر پہنچایا وہ یاقوت مستعصمی تھا یعنے خلیفہ مستعصم کا کاتب دیوان۔ اسی سبب سے وہ خطاط کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ابن خلکان کی تحریر ہے دوسروں نے علی بن بوّاب کے بدلہ ابن مقلہ کے بھائی عبداللہ الحسن کا نام لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ اُسکی تکمیل ابن عبید کاتب نے کی ہے بعد اس کے کہ عبدالحمید اُسکو بہت کچھ درست کرچکا تھا +

ابن خلکان (جلد اول صفحہ ۳۷) لکھتا ہے کہ لوگ حضرت عثمان کے مصحف میں کچھ اوپر چالیس برس عبدالملک بن مروان کے عہد تک پڑھتے رہے لیکن نقطے نہ ہونے کی وجہ سے عراق میں تصحیف بہت ہونے لگی (یعنے متشابہ حرف کچھ کے کچھ پڑھے جانے لگے) اسپر حجاج بن یوسف کے حکم سے اُسکے کاتب [illegible] نے نقطے ایجاد کئے۔ کسی حرف کے لئے ایک کسیکے لئے دو کسی کے لئے تین۔ کسیکے اوپر کسیکے نیچے کسیکے بیچمیں۔ اب حرف تو صحیح پڑھے جانے لگے مگر زیر۔ زبر۔ پیش کی غلطیاں باقی رہیں۔ اس لئے بعد میں اعراب یا حرکات کو وضع کیا گیا +

مفتاح السعادہ جلد اول صفحہ ۳۱۰ میں لکھا ہے کہ خط عربی بنی طے کے قبیلہ بولان سے تین شخصوں نے ایجاد کیا ہے جو شہر انبار میں گئے تھے۔ اول امیر ہے مراد ہے جس نے حرفوں کی شکلیں وضع کیں اور نقطے لگائے۔ دوسرا اسلم جس نے وصل و فصل قرار دیا۔ تیسرا عامر جس نے حرکتیں (زبر۔ زیر۔ پیش) لگائیں۔ ابوسفیان برادر حرب حیرہ سے سیکھکر مکہ میں آیا اور اپنے بیٹے ابوسفیان بن حرب کو سکھایا۔ ابوسفیان بن حرب سے عمر فاروق اور قریشیوں کی ایک جماعت نے سیکھا۔ لیکن اوس و خزرج نے یہودیوں سے سیکھا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو انمیں کچھ اوپر دس آدمی لکھنا جانتے تھے جیسے سعد بن زرارہ۔ منذر بن عمرو۔ اُبی بن کعب۔ زید بن ثابت (یہ چاروں عربی ہی لکھ سکتے تھے اور عبرانی بھی) رافع بن مالک۔ اُسید بن حضیر۔ معن بن عدی۔ ابوعبس بن کثیر۔ اوس بن خولی اور بشیر بن سعد۔ اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ میں لکھا ہے کہ نقطے اور اعراب حضرت علی کی تلقین سے ابوالاسود دؤلی نے وضع کئے ہیں۔ مگر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالاسود نے صرف اعراب وضع کئے ہیں کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اکثر حروف باوجود صورت میں مشابہ ہونیکے قرآن شریف پر نقطے دینے کے وقت تک نقطوں سے خالی رہے ہوں"۔ ہمارے خیال میں نقطے اور حرکتیں ایک ہی وقت میں ایجاد ہوئیں۔ مگر بعد میں اہل زبان نقطے اور حرکتیں لکھنے کو معیوب سمجھنے لگے۔ چنانچہ مفتاح السعادہ صفحہ ۸۱ میں لکھا ہے کہ وہ نقطے اور حرکتیں لکھنے کو مکتوب الیہ کی نالیاقتی پر محمول کرتے تھے۔ عبداللہ بن طاہر کو کسی نے کچھ لکھا ہوا دکھایا جو بہت خوشخط تھا جسمیں نقطے بھی دیئے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے دیکھکر کہا کیا ہی اچھا خط تھا اگر اسپر کلغی بھری ہوئی نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ حرفوں کے ساتھ ہی نقطے اور حرکتیں بھی وضع کی گئی ہوں تاہم اہل زبان ان کا استعمال نہ کرتے تھے۔ بعد میں جب غیر ملک والوں کو قرآن شریف کے پڑھنے میں دقت ہوئی اور غلطیاں کرنے لگے تو حضرت علی کی تلقین سے ابوالاسود نے یا باختلاف الروایات حجاج بن یوسف کے حکم سے (دیکھو صفحہ ۲۶)

لہ غالباً مراد ہوگا۔ کا [illegible] کیا ہوگا۔

عربوں نے فصاحت و بلاغت زبان کو درجہ کمال پر پہنچایا ہوا تھا۔ اسکو بہت بڑی فضیلت سمجھتے تھے اور اسپر انکو بہت بڑا فخر اور ناز تھا۔ زبان میں تقریریں اور نظمیں ترتیب دیکر مشق کیا کرتے تھے۔ اُنکی تقریریں دو قسم کی ہوا کرتی تھیں۔ منثور اور منظوم۔ اور دونوں میں وہ اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ اور جو لوگ اس فن میں کمال حاصل کرکے اس قابل ہوتے تھے کہ کسی جلسہ میں لوگوں کو کسی بڑی مہم پر آمادہ کریں یا کسی خطرناک کام سے باز رکھیں یا انمیں کوئی اور نیک صلاح دیں وہ خطیب کے نام سے ممتاز ہوتے تھے۔

شاعری میں یہ لوگ کمال رکھتے تھے۔ مقام عکاظ میں جو مکہ کے قریب ہے ہر انوار کو پندرہ تو لگتی ہی تھی برسویں دن ایک بڑا بہاری میلا بھی ہوا کرتا تھا جو ایک مہینہ تک ہوا کرتا تھا۔ اس میلہ میں صرف تجارت ہی نہ کرتے تھے بلکہ اپنے اشعار اور نظمیں بھی پڑھتے تھے اور انعام حاصل کرنے کی غرض سے انمیں مقابلہ ہوتا تھا۔ جو نظمیں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھیں وہ اُنکے بادشاہوں کے خزانوں میں رکھی جاتی تھیں۔ ان میں سے وہ سات نظمیں تھیں جو آجتک سبعہ معلقات کے نام سے مشہور ہیں اور خانہ کعبہ میں لٹکائی گئی تھیں۔ یہ چونکہ مصر کے ریشمی کپڑے پر سونے کے حرفوں سے لکھی ہوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵) نضر بن عاصم نے قرآن شریف پر نقطے اور اعراب لگائے۔ تاریخ القرآن (صفحہ ۷) میں لکھا ہے۔ چارلس ڈالمین صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ لوہا یا پیتل یا ہڈی کی سلائی سے لکڑی یا موم وغیرہ کی تختیوں پر لفظوں کے نقش کھود دیا کرتے تھے رہے پہلے مصر والوں نے پیپرس کے درخت کے پتے ان تختیوں کی بجائے استعمال کرنے شروع کئے (اسی پیپرس سے انگریزی لفظ پیپر کاغذ کے معنوں میں مستعمل ہے) آٹھویں صدی عیسوی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہوا۔ پہلے کتابیں ایک ہی طرف لکھی جاتی تھیں اور اُنکو لپیٹ کر رکھتے تھے کہ لپیٹنے کھولنے میں بڑی جگہ درکار ہوتی تھی اور بڑی دقت پیش آتی تھی۔ کتابوں کا لکھنا۔ ترجمہ کرنا پڑھنا اور حفاظت سے رکھنا اُس زمانہ میں ایک مشکل کام تھا۔ ان کتابوں میں بالارادہ یا کسی امر سے غیر متعلق کا ہو جانا بہت آسان تھا۔ علماء کا خیال کرتے ہوئے اس قسم کی خرابیوں کی بابت بہت ہی زیادہ قابلیت تھی۔

کاغذ کی ایجاد کی نسبت گبن لبیان اپنی کتاب قرون عرب میں لکھتا ہے کہ آٹھویں صدی متوسط کے اہل یورپ ایک مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے اور یہ اسقدر گراں تھا کہ کتابوں کی اشاعت بخوبی نہ ہو سکتی تھی چند روز میں یہ اسقدر نایاب ہو گیا کہ یونان و روم کے رہبان بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف بھلا کر انکی صفحوں پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے لگے اور اگر عربوں نے کاغذ ایجاد نہ کیا ہوتا تو یہ رہبان کل قدیم تصنیفات کو جنکے وہ حافظ سمجھے جاتے تھے ملفوظ کر دیتے (سکوریل اسپین) کے کتب خانہ میں جو سونے کا غذ پر مذہبی کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں سب سے قدیم نسخہ ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں ہی نے پہلے پہل چرم کے بدلہ کاغذ کا استعمال کیا ہے۔ بہت ہی قدیم زمانہ سے چینی ایک قسم کا کاغذ ریشمی کپڑے کے نول سے بناتے تھے یہ ایجاد اوائل سنین ہجری میں چین سے سمرقند میں آئی۔ جب عربوں نے سمرقند فتح کیا تو وہاں کا کاغذ کا کارخانہ پایا۔ اور اُنہوں نے ریشم کی جگہ روئی سے کام لیا۔ اُن کی پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے ریشمی کاغذ کے بنانے میں ترقی کی تھی۔ اور اُن سے بہتر کاغذ اسوقت تک نہیں بنا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ عربوں نے چیتھڑوں سے کاغذ بنانا ایجاد کیا جو نہایت مشکل اور متعدد کارکنوں کا محتاج ہے۔ یورپ کی سب سے پرانی تحریر جو کاغذ پر لکھی گئی ہو ٹرائن ویل کا خط ہے جو اس نے سینٹ لوئی کے نام ۱۲۹۱ء کی قریب لکھا تھا۔

ڈاکٹر ہوک پرشن ڈکشنری میں لکھا ہے کہ کاغذ کا کارخانہ ۷۵۱ء میں سمرقند میں اور ۷۹۴ء میں مکہ میں کھولا گیا۔ خاص ظہور اسلام کے وقت عرب میں کاغذ نہ تھا۔ لکھنے کا شوق تھا۔ جن لوگوں نے لکھنا سیکھ لیا تھا وہ بار بار چیڑے۔ جانوروں کے شانے۔ پتھروں۔ ٹھیکریوں۔ لکڑی کی [illegible] پر لکھا کرتے تھے۔ [illegible] کا کام صدیوں تک [illegible] ایک چمڑے کی [illegible] جنکے [illegible] [illegible]

(آخر نوٹ صفحہ ۲۶ [illegible])

تھیں اس سبب سے مذہبیات بھی کہلاتی تھیں۔ کعبہ کی دیوار پر قصیدہ کا آویزاں ہونا بڑی ہی فخر کی بات تھی۔ اس پر مصنف کے پاس سمارکند کے خط آتے تھے۔ یہ ہرن۔ بکری یا اونٹ کی جلی یا ریشمی کپڑی پر سنہری حرفوں میں نقش و نگار ہو کر کعبہ کے دیواروں پر ٹنکائے جاتے تھے (اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱)

لیکن اگرچہ عرب ایسے قدیم زمانہ سے نظم سے واقف تھے مگر انہیں عروض کے قواعد مقرر نہیں ہوئے تھے اور یہ حال آنحضرت صلعم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک رہا۔ یہ قواعد خلیل احمد الفراہیدی نے ہارون رشید کے زمانہ میں بنائے ہیں۔

(۱) قبیلہ قریش۔ اسمٰعیل بن ابراہیم کے بعد انکا بیٹا نابت بیت اللہ کا متولی ہوا اور مکہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مقیم رہا تا آنکہ انکی نسل کی اسدرجہ ترقی ہوئی کہ مکہ میں نہ سما سکی اور اطراف و جوانب میں چلی گئی پھیل گئی۔

قیذار[1] بن اسمٰعیل کی چالیسویں پشت میں عدنان اول ہوا ہے جو بنو نزار کا جد اعلیٰ ہے[2]۔ عدنان اول سے بنی معد اول کے اٹھیسویں پشت میں فہر بن مالک بن نضر ہوا ہے جسکو قریش بھی کہتے ہیں[3]۔ فہر تیسری صدی مسیحی میں ہوا ہے دوسرے قبائل کے مقابلہ میں قریش ہمیشہ اپنے حسب نسب پر فخر کرتے رہے ہیں اور وہ عرب کے تمام قبیلوں سے زیادہ شریف اور اعلےٰ سمجھے جاتے ہیں[4]۔ پانچویں صدی مسیحی میں فہر کی اولاد میں سے ایک شخص قصی[5] نے مکہ پر اقتدار حاصل کر کے بتدریج سارے حجاز کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسکے زمانہ تک مکہ صرف ایک گاؤں تھا وہ بھی بکھری ہوئی اور منتشر حالت میں اسمیں دور دور جھونپڑیاں اور ڈیرے پڑے ہوئے تھے۔ قصی نے کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا اور اپنے واسطے ایک محل بنایا جسمیں ایک بڑا کمرہ امور عامہ کی انجام دہی کے لیے لوگوں کی کونسل کے کام آتا تھا اور اس سبب سے دارالندوہ کہلاتا تھا۔ اور قریش کے مختلف قبائل کو جو بیاس ادب مکہ سے معقول فاصلہ پر رہا کرتے تھے کعبہ کے ارد گرد پتھر کے مکان بنانے اور انمیں سکونت رکھنے کی ترغیب دی + لوگوں سے مناسب طور سے حکومت کرنے ٹیکس اور رسوم کے وصول کرنے اور ان حاجیوں کے کھانے پینے کے انتظام کے لیے جو عرب کے بہت سے حصوں سے خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے تھے اس نے آئین و قوانین بھی بنائے۔ اور کعبہ کے متعلق بارہ بڑی خدمتیں حسب ذیل تجویز کیں +

(۱) سقایہ و رفادہ یعنے حاجیوں کو پانی اور کھانا دینے کا وعدہ اور اسکے ٹیکس وصول کرنا (۲) لواء و ندوہ یعنی لشکر کی سپہ سالاری کرنا (۳) لواء حربہ یعنی علمبرداری کا عہدہ (۴) حجابت یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کا عہدہ (۵) دارالندوہ (۶) دارالندوہ (مجلس شوریٰ) میں صدر انجمن ہونے کا استحقاق۔ قصی اس طرح تمام اعلےٰ مذہبی اور ملکی امور اپنی ذات میں جمع کر کے قریش کا بادشاہ جج اور مذہبی پیشوا بنگیا۔ قریش نے بھی اسکے زمانہ میں حضرت اسمٰعیل کی دیگر اولاد کی نسبت نمایاں سبقت حاصل کی +

قصی ۵۰۰ء کے قریب رحلت کر گیا اور اسکا بیٹا عبدالدار اسکا جانشین ہوا۔ اپنے باپ کے تمام اعزاز اس نے بھی حاصل کیے۔ جب عبدالدار مر گیا تو اسکی جگہ اسکے بیٹے مامور ہوتے رہے اور ایک زمانہ تک اس حالت پر رہی مکہ اور قریش کی حکومت

---

[1] اکثر نسابین کا اسپر اتفاق ہے کہ عدنان قیذار کی نسل سے ہے اگرچہ بعض نے نابت کی نسل سے لکھا ہے [2] اکثر اہل علم کا یہ خیال بھی ہے کہ قحطانی عرب بھی اسمٰعیل ہی کے کسی بیٹے کی نسل سے ہیں۔ بنابرایں اسمٰعیل کل عربوں کے جو انکے بعد ظہور میں آئے مورث اعلیٰ اور جد اکبر ہوئے یہ عدنان چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوا ہے اور اسکا بیٹا معد جسکی نسل سے محمد مصطفےٰ ہوئے ہیں ۵۰۰ء قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ اور اسمٰعیل بن ابراہیم ۱۹۰۰ء قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے (ترجمہ ابن خلدون) [3] قدیم عربی میں قریش کے معنے سوداگر کے ہیں [4] یہ بھی تھا کہ کعبہ کل اہل عرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تھا۔ زمانہ دراز سے وہاں حج ہوتا تھا۔ قریش اسکے متولی تھے۔ اس سے ہوئی عظمت اور اسکا وقار لوگوں کی نظروں میں بہت تھا [5] یعنی قصی بن کلاب بن کعب بن لوے بن غالب بن قریش +

وسرداری اُن سے متعلق رہی یہانتک کہ عبدالدار کے پوتوں اور اُسکے بھائی عبدمناف کے بیٹوں میں مکہ کی حکومت کی بابت جھگڑا ہوا اس تنازع کا فیصلہ تقسیم حکومت پر اس طرح ہوا کہ مکہ کی سقایہ اور رفادہ (یعنی حاجیوں کے واسطے ٹیکس وصول کرنے کا کام) بنی عبدمناف کو سپرد ہوا اور کعبہ اور دارالندوہ اور جنگی جھنڈے کی حفاظت بنی عبدالدار کے ہاتھ میں رہی۔ اس تنازع میں بنو عبدمناف کا سرکردہ عبدمناف کا سب سے بڑا بیٹا عبدالشمس تھا مگر چونکہ عبدالشمس کا تجارت کی وجہ سے مکہ میں کم قیام رہتا تھا اکثر اوقات شام کیطرف چلا جاتا تھا اس سبب سے بنو عبدمناف کی سرداری اور سقایہ اور رفادہ کا اہتمام ہاشم بن عبدمناف کے سپرد کیا گیا۔ جو قریش میں بہت مالدار اور ذی وجاہت و بااثر تھا اور پردیسیوں اور اجنبیوں کے ساتھ فیاضی کرنے میں مشہور تھا۔ اُس نے قریش کے وہ ٹیکس وصول کرنے شروع کئے جو قصی نے حاجیوں کی امداد کے واسطے اُن پر لگائے تھے۔ اور پھر حاجیوں کی خبرگیری کی خدمت کو بڑی فیاضی و سیرچشمی اور دریادلی سے ادا کیا۔ اور ہر سال تجارتی قافلے باہر کو روانہ کرنے تجویز کئے۔ ایک موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کی طرف۔ ہاشم ۵۰۰ء کے آخر میں انتقال کر گیا۔ اور اُسکی جگہ اُسکے بھائی مطلب کو جو فیاض کے نام سے مشہور ہے سقایہ اور رفادہ کی خدمت ملگئی۔ مطلب ۵۲۰ء کے آخر میں مر گیا اور اُسکا بھتیجا عبدالمطلب بن ہاشم جسکو شیبہ بھی کہتے تھے اُسکا جانشین ہوا اسی انتظام میں عبدالدار کے پوتے امیر ہوتے چلے جاتے تھے۔ لوگوں کی نظروں میں بنی ہاشم کی عزت و آبرو حرمت و وجاہت کو دیکھکر اُنکو حسد اور رشک پیدا ہوا اور چاہتے تھے کہ تمام اختیارات اپنے ہی قبضہ میں کرلیں اور مکہ کے حاکم بنجائیں۔ عبدالشمس کا حریص و طماع بیٹا اُمیہ بھی اُسے ملگیا۔ لیکن باایںہمہ اپنی خوش ارادی اور نیک چلنی کے باعث اور اس سبب سے کہ تمام قریش اُسکی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے عبدالمطلب ۵۹ برس تک مکہ پر حکومت کرتے رہے اور قریش کے دس بڑے قبیلوں کے سردار جو شیوخ کہلاتے تھے اُن سبکی حکومت میں اُنکے مدد و معاون رہے اور اُنکا ہاتھ بٹاتے رہے۔ عبدالمطلب ہی کے زمانہ میں ۵۴۳ء میں حبشہ کے ایک بڑی فوج نے ابرہہ کی ماتحتی میں جو یمن پر حملہ کیا تھا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ابرہہ الاشرم کو بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کی حکومت بالاستقلال ملگئی تو اُسنے شکریہ میں اُسنے شہر صنعا میں قلیس نام ایک کلیسا تعمیر کیا جسمیں قیمتی پتھروں کی سچیکاری کرائی اور سونے آلات سے خوب سجایا اور چاہا کہ عرب کو حج کعبہ سے روکے اور اُسکے طواف کی طرف مائل کرے۔ اسی خیال سے اطراف عرب میں آدمیوں کو روانہ کیا جسوقت یہ داعی بنی کنانہ (قریش) کے شہر مکہ میں پہنچا تو عروہ بن عباض نے اُسنے تیر سے ہلاک کردیا

عبدالمطلب کا ۵۷۸ء میں انتقال ہوگیا۔ زبیر بن عبدالمطلب نے اُنکی جگہ پائی مگر زبیر سے یہ کام نہ چل سکا تو اُنہوں نے اپنے بھائی ابوطالب کو یہ خدمت دیدی اُنہوں نے یہ کام مشکل سمجھکر حضرت عباس کے حوالہ کردیا (المرتضی) مگر ابن اثیر لکھتا ہے کہ ابوطالب مفلس ہوگئے تھے اُنہوں نے عباس بن عبدالمطلب سے کچھ قرض لیا تھا وہ ادا نہ کرسکے اور اُس قرضہ کی عوض سقایہ اور رفادہ کا منصب عباس کو دیدیا یہ منصب عباس کی نسل میں جاری رہا۔ ۱۲ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک شخص بنی کنانہ کے قبیلہ کا وہاں پہنچا اور اُس کلیسا کا جاروب کش اور فراش مقرر ہوا۔ جب آمد رفت اُسکی بخوبی اُسمیں ہوگئی تو ایک رات کو اُس نے حاجا اُس مصفا مکان میں پاخانہ پھرا اور صبح ہوتے بھاگ گیا۔ ابرہہ اس خبر کو سُنکر نہایت غضبناک ہوا اور چاہا کہ عرب کے رہنے والے لوگ جو کعبہ کے حج کے مائل ہیں اس مکان سے عداوت رکھتے ہیں اور جبتک کعبہ سمار نہ ہوگا اس مکان کی بزرگی شایع نہ ہوگی۔ ابرہہ اس ارادہ میں تھا کہ ناگاہ ایک قافلہ عرب کا کہ حرم کے رہنے والے لوگ اُس میں تھے رات کو اُس مکان کے پاس شب باش ہوا دو گھڑی رات رہے جو قافلہ والوں نے آگ روشن کی تیز ہوا چل رہی تھی تھا آگ اُڑکر اُس کلیسا کے اسباب سامان میں جا لگی اور کل سامان جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ یہ حال دیکھا وہ سب عرب بھاگے چونکہ سامان اس عرب کے سبب سے ہوا تھا ابرہہ نے یمن سے ہاتھیوں کا لشکر اور بیشمار فوج ایکر مکہ پر چڑھائی کی (مطلق الاخبار و گلزار

ابرہہ کو جب یہ خبر پہنچی تو نہایت برافروختہ ہوا اور اُسیوقت ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیوں کے مکہ کیطرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبہ کو منہدم کردے اور بنی کنانہ (قریش) کو قتل کرڈالے۔ اور مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام مغمس پر قیام کرکے ایک دستہ سواروں کا اسود بن مقصود کی ماتحتی میں بھیجا کہ اونٹ وغیرہ باربرداری کیلئے اور کچھ آدمی اسباب وغیرہ کے اُٹھانے اور لادنے کے لئے گرفتار کرلاوے۔ پس اسود اہل مکہ کے کچھ مویشی اور اونٹ جس میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے پکڑلایا عبدالمطلب ان دنوں قریش کے سردار مکہ کے سربرآوردہ آدمیوں میں تھے۔ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر خاموش ہورہے۔ دوسرے دن ابرہہ نے پیغام بھیجا کہ اگر اہل مکہ انہدام کعبہ سے کچھ چون وچرا کریں تو لڑائی پر آمادہ ہوجائیں۔ عبدالمطلب نے یہ سنکر کہا کہ خدا کی قسم ہے ہم اس سے لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے۔ یہ اللہ کا گھر ہے پس اگر خدا اُسکو روکے تو یہ اُسکا گھر ہے اور اگر وہ اُس سے کچھ تعرض نہ کرے تو ہم اُسکو دور نہیں کرسکتے۔ اور چند روسائے قریش کو ساتھ لیکر ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ بڑے تباک سے پیش آیا تخت سے اُتر کر انکے ساتھ فرش پر بیٹھا۔ اثنائے کلام میں عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کی سفارش کی ابرہہ نے متعجب ہوکر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ کعبہ کے بارے میں تمنے مجھ سے کچھ التجا نہ کی یہ تو تمہارے آباواجداد کا مذہبی مکان ہے اور اونٹوں کا سوال کیا۔

عبدالمطلب نے جواب دیا میں اونٹوں کا مالک ہوں اونٹوں کو مانگتا ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ غالباً روکیگا۔ ابرہہ نے یہ سنکر تھوڑی دیر تک سکوت کیا۔ اور بلا تامل عبدالمطلب کے اونٹ واپس کردیے +

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ ابرہہ سے یہ درخواست کی تھی کہ تہامہ کی ثلث آمدنی خراج میں دیجائیگی بشرطیکہ کعبہ منہدم نہ کیا جائے۔ لیکن جب ابرہہ نے اس سے انکار کیا تو عبدالمطلب مع اپنے ہمراہیوں کے واپس آئے اور قریش اور کل اہل مکہ کو ہدایت کی کہ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں اور خود وقت روانگی خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کھڑے ہوگئے اُسوقت اُنکے پاس قریش کے چند منتخب آدمی موجود تھے اور سب گڑگڑا کر دعائیں کررہے تھے۔ بعد اسکے عبدالمطلب معہ اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ کعبہ کو گرانے کی غرض سے مکہ کیطرف بڑھا۔ اللہ جل شانہ نے اُسپر پرندوں کا ایک جھنڈ دریا سے بھیجا جو اُس ناہنجار لشکر پر کنکریاں برسانے لگا۔ جسپر وہ کنکر پڑجاتا تھا وہ اُسی مقام پر رہجاتا تھا۔ اور مقام حجر میں اُنکے اجسام پر جیچک کے سے دانے بھی نکل آئے تھے۔ جس سے اکثر ہلاک ہوگئے ابرہہ کے بدن پر بھی چند دانے نکل آئے جسکی وجہ سے اُسکے کل اعضا ریزہ ریزہ ہوکر بعد دیگرے کٹ کٹ کر گرگئے۔ جب کنکر نوکا یہ حال ہوا تو ہاتھیوں کو آگے کیا جو ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا وہ بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا تھا۔ آخر الامر ہاتھیوں کے اجسام پر بھی چیچک کی طرح دانے نکل آئے اور وہ سب مرگئے۔ تب اللہ جل شانہ نے ایک سیل بھیجا جو ان سب کو دریا میں بہالیگیا[1]۔ یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے اور اسی واقعہ کی یادگار میں یہ سال عام الفیل کہلاتا ہے +

سید امیر علی لکھتے ہیں کہ چونکہ ابرہہ مکہ پر چڑھائی کرنے کے وقت ایک ہاتھی پر سوار تھا (جسکا نام محمود تھا) اور یہ جانور عربوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس سبب سے اس سال کا نام عام الفیل کہا گیا وہ لکھتے ہیں کہ یہ حملہ آور فوج کچھ تو وبا کے نمودار ہوجانے سے اور کچھ مینہ اور اولوں کے خوفناک طوفان سے تباہ و برباد ہوگئی۔ جسجگہ اُنکے خیمے ڈیرے لگے تھے وہاں پانی نے اپنا قیام کرکے اُنکا کوچ نقارہ بجا دیا۔

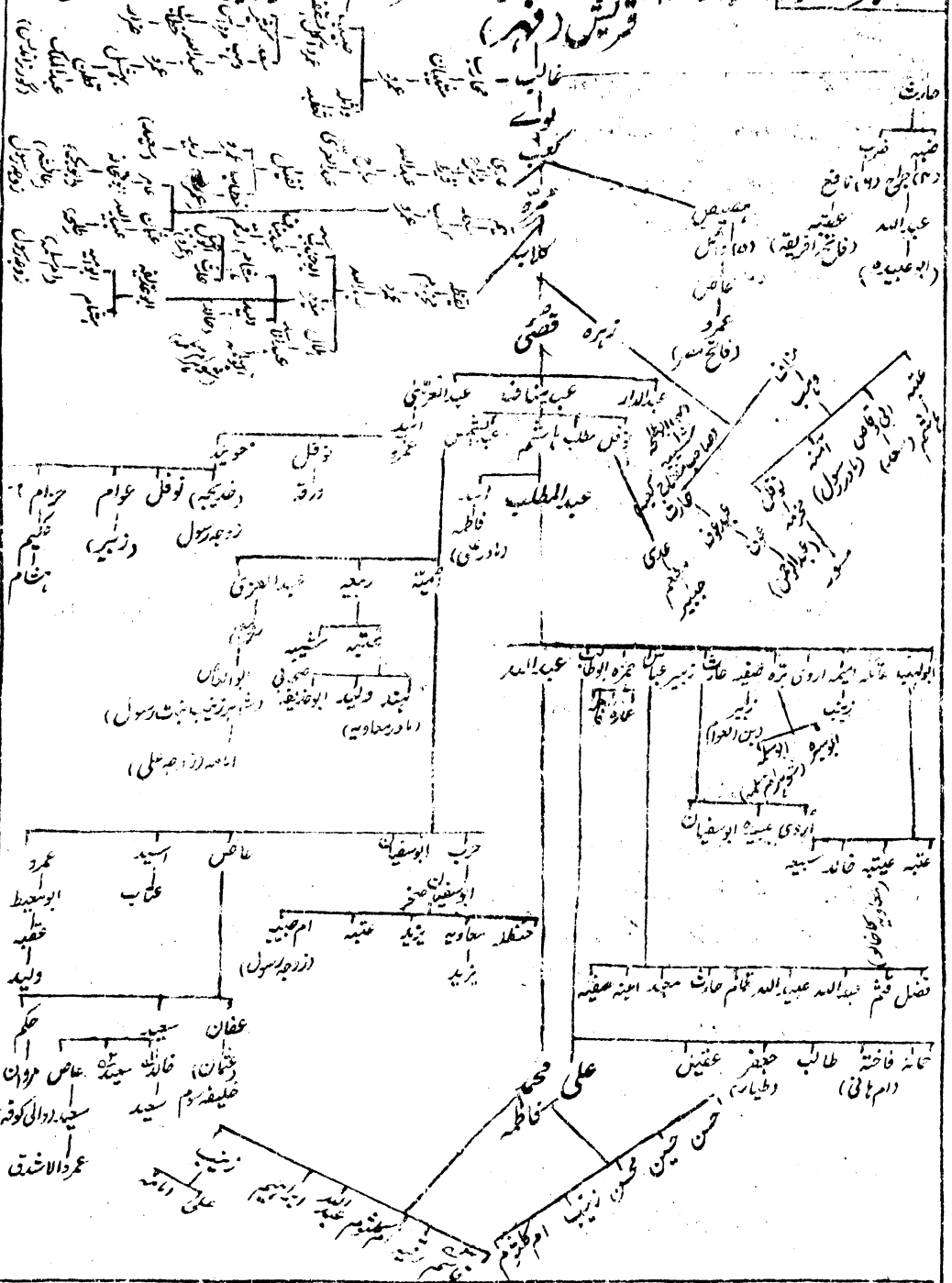
عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ تھے جن کی پشت سے اسی عام الفیل میں نور محمدی نے ظہور کیا یعنے محمد مصطفےٰ صلعم پیدا ہوئے

[1] ابرہہ کے بعد ۵۷۳ء میں اُسکا بیٹا یکسوم اور یکسوم کے بعد یکسوم کا بھائی مسروق یمن کا بادشاہ ہوا۔ ان دونوں نے حد سے زیادہ ظلم وستم رعایا پر کیا پس سیف بن ذی یزن حمیری نوشیروان کے پاس جاکر اپنے ساتھ مدد لایا اور مسروق کو قتل کرکے اپنے آبائی تخت پر بیٹھ گیا +

(۷) شجرہ نسب

ذیل میں ہم ایک شجرہ درج کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلعم و تمام مشاہیر قریش کے نسب کی کیفیت واضح ہوگی

قریش (فہر)


غالب
لوئے
کعب
مرہ
کلاب
زہرہ
قصی
عبد مناف
عبد الدار
عبد العزیٰ
عبد شمس
نوفل
مطلب
ہاشم
عبد المطلب
عبد اللہ
ابو طالب
زبیر
حارث
ضرار
عبید اللہ
عتبہ
ابو عبیدہ
ابو لہب
امیہ
ابو العاص
عمرو
عثمان
حکم
مروان
عفان
خالد
سعید
عاص
ابو سفیان
حرب
معاویہ
یزید
عتبہ
ولید
خالد
عبد اللہ
عبید اللہ
حمزہ
عباس
ابو طالب
جعفر
عقیل
علی
فاطمہ
حسن
حسین
زینب
ام کلثوم
خدیجہ
زوجہ رسول
ورقہ
عوام
زبیر
حکیم
حزام
ہشام
آمنہ
عبد اللہ
ابو قحافہ
ابو بکر
عائشہ
اسماء
عبد اللہ
محمد
عبد الرحمن
ابو سلمہ
عبد اللہ
عمر
حفصہ
زوجہ رسول
عبید اللہ
طلحہ
عبد الرحمن
سعد
سعید
عبد اللہ
زبیر
مصعب
عروہ
عبد اللہ
منذر
عاصم
عبد اللہ
عبید اللہ
عمر
ابو بکر
عبد اللہ
عبد الرحمن
عبد اللہ
عبد اللہ
عبد اللہ

باب اول حضرت محمد مصطفےٰ

فصل اول پیدائش سے بعثت تک

(۱) ولادت آنحضرت صلعم ۱۲ ربیع الاول عام الفیل سنہ ۵۳ جلوس نوشیروان عادل مطابق ۲۹ اگست سنہ ۵۷۰ء کو دنیا میں تشریف لائے

لہ یعنی جس سال ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا ہے ۲ ابن اثیر اور اکثر دیگر مورخین اسلام نے آپ کا سنہ ولادت سنہ ۵۳ جلوس نوشیروانی قرار دیا ہے۔ مگر کاسن ڈی پرسول فرنچی مورخ نے اپنی تاریخ میں قوی وجوہ سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا صحیح سنہ ولادت سنہ ۵۱ جلوس نوشیروانی ہے اور حساب لگا کر لکھا ہے کہ ۲۹ اگست سنہ ۵۷۰ء کو ۱۲ ربیع الاول عام الفیل تھا۔ صاحب حیات القلوب (ج ۲ ص ۴۴) لکھتے ہیں "مشہور ہے امامیہ کا اسپر اجماع اور اتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول یوم جمعہ کو بوقت شب یا بوقت صبح صادق شعب ابوطالب میں پیدا ہوئے۔ اُسوقت نوشیرواں کو ایران میں سلطنت کرتے ہوئے بیالیسواں سال تھا" رسول اللہ ابرہہ کے حملہ کے ۴۵ یا ۵۵ دن بعد اور بروایتی اُسی روز پیدا ہوئے ہیں (حیات القلوب ج ۲ ص ۴۵) روم میں قیصر جسٹینین نوشیروان کا ہمعصر تھا +

سہ مسلمان مورخ و اہلسیر لکھتے ہیں کہ آپکی پیدائش کے وقت اکثر امور تعجب انگیز ظہور میں آئے۔ آپکی والدہ ماجدہ کو بار حمل سے کسی قسم کی تکلیف جو عورتوں کو پیش آتی ہے نہیں ہوئی۔ پیدا ہوئے تو ایک نور ظاہر ہوا جس سے اطراف کے ملک روشن ہوگئے سر آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا اللہ اکبر لا الہ الا اللہ انا رسول اللہ۔ پیدائش کے وقت زمین آسمان کانپے۔ جہیل ساوہ جسکی پرستش ہوتی تھی اور کاشان کے قریب ہے خشک ہوگئی۔ وادی ساوہ میں جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑا تھا پانی جاری ہوگیا۔ دجلہ میں اسقدر طغیانی ہوئی کہ اسکا پانی نواح کے علاقوں میں اور محل کسریٰ میں پھیلگیا۔ کسریٰ کے ایوان میں ایسا زلزلہ آیا کہ ۱۴ کنگرے اُسکے گر پڑے۔ اور طاق کسریٰ بیچ میں سے دو ہوگیا۔ اسی رات کو فارس کے موبد موبدان نے خواب میں دیکھا کہ تند سرکش وحشی اونٹ اور عربی گھوڑوں کو دریائے دجلہ سے گذار کر جا دفارس میں متفرق کرتے ہیں۔ اُس نے یہ خواب بادشاہ سے ذکر کیا۔ نوشیرواں نے ایک قاصد نعمان ابن منذر کے پاس بھیجا جو اُس کی طرف سے حیرہ میں گورنری کرتا تھا۔ کہ کسی ایسے عقلمند کو ہمارے پاس بھیجو جو ہمارے بعض باتوں کا جواب دے۔ نعمان نے عبدالمسیح بن عمر الغسانی کو بھیجدیا۔ نوشیرواں نے اُس سے ان واقعات کو بیان کیا۔ عبدالمسیح نے کہا کہ شام میں میرا ماموں سطیح کاہن بڑا عالم ہے وہ ان باتوں کا جواب دیگا۔ یہ واقعہ روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۹۴ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۸۳ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۱ اور دیگر کتب سیر میں لکھا ہے کہ سطیح کے بدن میں مفاصل نہ تھے اور اس لئے اُٹھ بیٹھ نہ سکتا تھا۔ مگر غصہ کے وقت اُٹھ بیٹھتا تھا۔ اسکے بدن میں سوائے کہوپنی کے کوئی ہڈی نہ تھی۔ سر و گردن نہ تھے سینہ سمیت میں رہتا تھا۔ جب کہیں آنا جانا چاہتے تھے مثل گٹھڑی کے باندھ لیتے تھے۔ وہ کہانت و غیب کی خبریں (بیان) کرتا تو اُسے خوب پھینجوڑتے تھے وہ اونٹ رہا ہو جاتا اور غیب کی خبریں دیتا تھا۔ اُسوقت اُسکی عمر بروایت روضۃ الاحباب ۳۵۰ سال اور بروایت حیات القلوب ۹۵۰ سال کی تھی۔ غرض نوشیرواں نے عبدالمسیح کو سطیح کے پاس بھیجا۔ عبدالمسیح نے اُس سے آنکر ان باتوں کا جواب پوچھنا چاہا تو سطیح حالت احتضار میں تھا۔ تاہم بغیر عبدالمسیح کے کہے اُس نے تمام واقعات بیان کر دیئے۔ اور یہ کہکر کہ نوشیرواں کی نسل سے ۱۴ مرد و زن حکمرانی کرکے ملک دوسروں میں منتقل ہو جائیگا سطیح نے انتقال کیا۔

اسی رات کو آتش پرستوں کا آتشکدہ جو ہزار برس سے متواتر روشن تھا یکایک بجھ گیا۔ اور تمام دنیا کے بت سرنگوں ہوگئے۔ شیطان اور اُس کی اولاد کا آسمان پر جانا بند ہوگیا۔ حضرت عیسےٰ کی پیدائش کے وقت تین آسمانوں سے ممانعت ہوئی تھی۔ آنحضرت کی پیدائش کے وقت چار آسمانوں سے ممانعت ہوگئی (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۷۲ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۲ وغیرہ) +

لہ [illegible] سنہ ۵۳ جلوس [illegible] سنہ ۵۱ جلوس [illegible] ۵۳ جلوس [illegible]

آپ بخیب الطرفین اور قریش کے شجاع اور نامی قبیلہ سے تھے جسکی دو بھائیوں ہاشم اور عبد الشمس[1] سے دو شاخیں ہوگئی تھیں۔ ہاشم جو آنحضرت کے جد اعلے تھے شہر مکہ کے بڑے بہی خواہ تھے۔ یہ شہر بنجر اور پتھریلے علاقہ میں واقع ہے اور زمانہ سابق میں یہاں اکثر قحط پڑتا رہتا تھا۔ چھٹی صدی مسیحی کے شروع میں ہاشم نے سال میں دو قافلے قائم کئے ایک جاڑے کے موسم میں یمن کی طرف اور دوسرا ایام گرما میں شام کیطرف جاتا تھا۔ اس وسیلہ سے رسد وغیرہ کثرت سے مکہ میں لائی جانے لگی۔ علاوہ ازیں گوناگوں اسباب تجارت بھی آنے لگا۔ اور یہ شہر تجارت کا مرکز بنگیا۔ قوم قریش کے لوگ اس تجارت کے کام میں مصروف ہوکر مالدار اور صاحب اقتدار ہوگئے۔ ایک تو یہ امر اُنکے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا دوسرے موروثی طور پر کعبہ کے متولی ہونے کی حیثیت سے انکو بہت کچھ اعزاز ظاہری اور حقوق حاصل تھے۔ پس یہ شہر مکہ کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ ہاشم کے انتقال کے بعد اُنکے بیٹے عبد المطلب جانشین ہوئے اور وہی عزت و حقوق ورثہ میں پائے۔ عبد المطلب کے تیرہ[2] بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں اُنمیں سے سب سے چھوٹے عبد اللہ کی شادی آمنہ بنت وہب بن مناف سے ہوئی۔ اس مناکحت کے اکلوتے ثمر حضرت محمد مصطفے تھے۔ پیدائش کے ساتویں روز آپکے جد امجد حضرت عبد المطلب نے تمام سرداران قریش کی دعوت کی اور اُس بچہ کو سب کے سامنے لاکر کہا کہ یہ لڑکا فخر خاندان اور ممدوح خلائق ہوگا۔ اور اسلئے آپ کا نام محمد یعنی سراہا ہوا رکھا

(۲) ایام طفولیت

بروایتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اور بروایتے آپ دو ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپکے والد عبد اللہ کا انتقال ہوگیا[3]۔ اور سوائے پانچ اونٹ اور چند بھیڑوں اور ایک حبشی کنیز سماۃ ام ایمن (برکت) کے اور کچھ ورثہ نہ چھوڑا۔ حضرت آمنہ کو حضرت عبد اللہ کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دودھ خشک ہوگیا۔ چونکہ مکہ کی آب و ہوا بچوں کے واسطے چنداں موافق نہ تھی اسواسطے نواح کی بدو عورتوں میں سے دودھ پلانے کے واسطے تلاش کی گئی۔ انکے دستیاب ہوتے تک ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے آنحضرت کو تین چار مہینہ تک دودھ پلایا[4]۔ اقوام بدو کی عادت تھی کہ سال میں دو مرتبہ موسم بہار اور موسم خزاں میں دودھ پلانے اور بچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں مکہ میں آیا کرتی تھیں آخر حلیمہ سعدیہ[5] کے نصیبہ نے زور کیا اور وہ آپ کو اپنے گھر لیگئیں۔ اور آپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے[6]۔ آپ میں نمو کی قوت اپنے سن کے اعتبار سے بہت زیادہ تھی۔ جب تین مہینے کے ہوئے

---

[1] کارہائے نمایاں اور خدمات لائقہ کے سبب خانہ کعبہ کی خدمت بنی ہاشم میں موروثی ہوگئی تھی اس سبب سے بنی عبد شمس یعنی بنی اُمیہ میں بنی ہاشم کی طرف سے نہایت افسوسناک اور رشک پیدا ہوگیا تھا مورخین و اہل سیر نے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ میں دشمنی ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ ہاشم اور عبد شمس توام پیدا ہوئے تھے دونوں کی پیشانیاں جوڑی ہوئی تھیں۔ جو کسیطرح جدا نہ ہوسکیں۔ آخر تلوار سے جدا کی گئیں۔ عقلاً عرب میں سے کسیکو خبر ہوئی تو اُس نے کہا تلوار کے سوا کسی اور چیز سے جدا کرنا چاہیے تھا۔ اب ہمیشہ ان دونوں کی اولاد میں عداوت رہیگی اور تلوار چلتی رہیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۴۳ طبری جلد دوم صفحہ ۱۸۰ میں ہے کہ ایک دوسرے کی انگلیاں ایک دوسرے کی پیشانی سے چپکی ہوئی تھیں۔ [2] انکی وفات ۲۵ برس کی عمر میں بحالت سفر مدینہ میں ہوئی [3] اسی ثوبیہ نے حمزہ بن عبد المطلب۔ ابو سلمہ مخزومی اور عبد الاسد بن مخشی اسدی کو دودھ پلایا تھا۔ روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۵۸ حیاۃ القلوب صفحہ ۶۲ [5] قبیلہ بنی سعد قحطان کی نسل سے ہیں اُنکی سکونت اُن پہاڑوں کے دروں میں ہے جن کا سلسلہ طائف سے جنوب کی طرف چلا گیا ہے [6] مسلمان مورخ و اہل سیر لکھتے ہیں کہ جبتک آنحضرت حلیمہ کے گھر میں رہے حلیمہ کو برابر ترقی رہی اُنکے علاقہ کے کنوئیں اور چشمے کبھی خشک نہ ہوئے۔ چراگاہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی۔ اُن کے بکریوں کے گلہ میں بڑی افزایش ہوئی اُنکی زراعت میں خوب پیداوار ہوئی اور اُنکے مکان میں برابر امن و امان رہا۔

تو کھڑے ہونے لگے سات مہینے کے ہوئے تو چلنے لگے اور دس مہینہ کی عمر میں لڑکوں کے ساتھ تیر کمان لئے پھرتے تھے۔ آٹھویں مہینہ ایسا بولنے لگے کہ لوگوں کی سمجھ میں آنے لگا۔ اور نویں مہینے ایسی فصاحت سے کلام اور ایسی عقل کی باتیں کرنے لگے کہ سننے والوں کو تعجب ہوتا تھا۔ (ایرونگ)

تین برس کی عمر ایک دن اپنے رضاعی بھائی مسرور کے ساتھ میدان میں تھے کہ دو فرشتے براق لباس پہنے ہوئے نمودار ہوئے فرشتوں نے آپکو زمین پر لٹایا اور ایک نے جس کا نام جبرئیل تھا آپ کا سینہ چاک کیا[1]۔ مگر اس سے آپ کو تکلیف نہیں ہوئی آپ کا دل نکالکر صاف کیا اور اُس سے وہ سیاہ خون دور کیا جو اصل عصیان کی بنیاد ہے جب اُسکو صاف کر چکے تو اُس میں نور ایمان اور علم اور نور رسالت بھر کر سینہ میں رکھکر برابر کر دیا۔ اب آپکے چہرۂ مبارک سے وہ نور چمکنے لگا جو حضرت آدم کے وقت سے برابر حضرت اسمٰعیل تک چلا آیا تھا اور بعد اسمٰعیل کنز مخفیہ کے طور پر ودیعت چلا آتا تھا اور ظاہر نہوا تھا۔ وہی نور اب زیادہ چمک کے ساتھ نمودار ہوا[2]۔

جب اس واقعہ کی خبر حلیمہ اور اُنکے شوہر کو ملی اُنہوں نے پری یا جن کا سایہ سمجھکر اندیشہ کیا اور آپ کو آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچا دیا (ایرونگ صفحہ ۱۵ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۶۶)

حیات القلوب صفحہ ۶۲ اور اکثر کتب میں لکھا ہے کہ حلیمہ نے آنحضرت کو پانچ برس تک اپنے پاس رکھا دو برس کے بعد وہ آمنہ کے پاس لیگئی تھیں پھر کہہ سنکر آمنہ کو راضی کر لیا تھا۔ لیکن کبتک دوسرے کے بچے کو اپنے پاس رکھ سکتی تھی آخر مکہ میں پہنچا گئی۔ اور یہاں آپ کی حضانت عبدالمطلب کی کنیز ام ایمن کے متعلق ہوئی جو آپ کو ترکہ پدری میں ملی تھی تھوڑے دنوں کے بعد حضرت آمنہ کی اہل قرابت سے ملنے آپ کو لیکر مدینہ گئیں وہاں ایک مہینہ قیام کیا جب وہاں سے واپس ہوئیں تو راہ میں ابواء[3] کے مقام پر انتقال فرمایا۔ اور وہیں دفن ہوئیں آپکی خادمہ ام ایمن آپ کو لیکر مکہ میں آئیں اسوقت حضرت کی عمر کا چھٹا سال ختم نہوا تھا۔ (روضۃ الاحباب ص ۶۷)

آپکی حضانت بدستور ام ایمن سے متعلق رہے مگر حضرت کے دادا عبدالمطلب جو مکہ کے متولی تھے ہر طرح سے نگرانی رکھتے اور اپنی تمام اولاد سے زیادہ چاہتے تھے۔

ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ اسی وقت سے آنحضرت کی دانشمند اور متجسس طبیعت کا اظہار شروع ہوا وہ تنہائی اور مراقبہ کی حالت میں رہنا پسند کرتے تھے یہانتک کہ جب آپکے ہمجولی ساتھ کھیلنے کو کہتے تو فرماتے کہ انسان بیہودہ اور لغو مشغلوں کے لئے نہیں پیدا ہوا ہے جب آنحضرت کو آٹھواں سال شروع ہوا۔ تو عبدالمطلب بھی ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں رحلت کر گئے اور آنحضرت کے سب سے بڑے اور حقیقی چچا ابوطالب نے جو اپنے باپ کے بعد خانہ کعبہ کے محافظ و متولی ہوئے تھے۔ آنحضرت کی پرورش اختیار کی[4] اور پھر تا حیات ابوطالب آنحضرت انہیں کے ساتھ رہے۔ تاریخ الخمیس و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ اسی سال نوشیروان عادل اور حاتم طائی[5] کا انتقال ہوا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب وقت وفات عبدالمطلب کا قریب پہنچا تو اُنہوں نے آنحضرت کو سینہ سے لگایا اور گریاں ہوئے اور اپنے فرزند ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے ابوطالب یہ تیرے حقیقی بھائی کا بیٹا ہے۔ اس دریگانہ کی حفاظت

---

[1] اس روایت کو اکثر علمائے شیعہ نے غلط بتا دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابتدا ہی سے پاک پاکیزہ اور معصوم پیدا ہوئے تھے مگر علامہ مجلسی حیات القلوب ص ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے انکار میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری اگرچہ صریحاً احادیث معتبرۂ شیعہ میں وارد نہیں ہے۔ پس اس معاملہ کو احتمال پر چھوڑنا چاہیئے [2] اس موقعہ پر آپکے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت بھی لگائی گئی تھی جو کاہنوں کی نگاہ میں بھی کبوتر کے انڈے کی برابر شکل کے دوم ہوتے تھے اور جو بعد انتقال آنحضرت غائب ہو گئی (ایرونگ ص ۲۰) [3] مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے [4] ایرونگ [5] حاتم نبہانی شاعر فیاض میں ضرب المثل ہے اسکی کنیت ابسکی بیٹی کے نام پر ابوسفانہ تھی۔

کرنا اپنا لختِ جگر اور نورِ نظر سمجھنا اُسکے تفقد و خبر گیری میں کوتاہی نکرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اسکی اعانت کرتے رہنا"۔ پس ابو طالب رات دن صبح شام کسیوقت آنحضرت کو اپنے سے جدا نہونے دیتے تھے۔ اپنے بیہو میں آپ کو لٹاتے بہ نفس نفیس خدمات کے متکفل ہوتے کہانے پینے پہننے اور جملہ آسایش و آرام کے اسباب میں اپنے اور اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفار قریش اور اشرار یہود سے کہ درپے حضرت کی ایذا و آزار کے رکھتے تھے حراست و نگہبانی فرماتے اور اپنے مال و جاہ کو جو وہ قریش میں رکھتے تھے۔ آپ کی نصرت میں کام میں لاتے۔ غرض آپ حفظ و حمایت ابو طالب میں پرورش پاتے رہے اور فاطمہ بنت اسد مادر علی مرتضی کا بھی یہ حال تھا کہ ماں سے زیادہ حضرت کا خیال رکھتی تھیں۔ رسول اللہ بھی اُنکو مثل اپنی حقیقی ماں کے سمجھتے رہے[1] (تہذیب التہذیب۔ روضۃ الاحباب)

حضرت ابو طالب عبد المطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ دایرونگ صفحہ ۱۶ انکو علاوہ اُس بزرگی کے جو خانہ کعبہ کی حفاظت کے سبب اُنکو حاصل تھی قوم قریش کے تاجروں میں سے تھے اور اُس قافلہ کے ساتھ جو آپکے جد امجد ہاشم نے جاری کیا تھا اور جو ملک شام اور یمن میں تجارت کرتا تھا بڑی کوشاں رہی (ایرونگ صفحہ ۲۱)

آنحضرت کا سن مبارک بروایت طبری و ابن اثیر ۹ سال کا ہوا اور بروایت ابو الفدا و ابن خلدون تیرہواں سال ہوگا کہ ابو طالب نے سفر شام کا ارادہ کیا اور آنحضرت کو اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں چھوڑا۔ ابو طالب اونٹ پر سوار ہونے کو تھے کہ آپ آکر اُن سے چمٹ گئے اور چلائے کہ اے چچا مجھکو اپنے ہمراہ لیتے چلیئے۔ ابو طالب کا دل بھر آیا اور اپنے یتیم بھتیجے کو اپنے ہمراہ سفر تجارت میں لیتے گئے[2]۔ قافلہ قریہ کفر یکہ جہاں سے شہر بصریٰ[3] جو شام کی سرحد پر ہے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے پہنچکر نسطوری راہبوں کے معبد کے پاس قیام کیا۔ راہبوں نے آنحضرت اور ابو طالب کی بڑی خاطر داری کی اُنمیں سے ایک نے جسکا نام جرجیس کنیت ابو عدا س اور لقب بحیرا راہب تھا۔ آپکے چہرۂ مبارک سے آثار عظمت و جلالت اور اعلے درجہ کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق نمایاں دیکھکر اور اُن صفات سے موصوف پاکر جو اُس نے توریت اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں پڑھی تھیں پہچان لیا کہ یہی پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ خصوصاً جب اُس نے لکہ ابر سر پر سایہ کیئے ہوئے اور مہر نبوت شانوں کے درمیان دیکھی تو اُسکا گمان یقین سے مبدل ہوگیا۔ اور مہر نبوت پر بوسہ دیکر حضرت کی نبوت کی تصدیق کی۔ اور چلتے ہوئے ابو طالب سے کہا کہ اس لڑکا دین تمام عرب اور عجم میں پہلیگا اور دنیا کے بہت سے حصے کا مالک ہوگا۔ اپنی ملک کا آزاد کنندہ اور اپنے اہل وطن کا نجات دہندہ ہوگا۔ اسکی بڑی حفاظت رکھنا خوف و خطر اور شر اعدا سے بچانا کہیں یہودیوں کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔ اسلیئے شام کو جانا مناسب نہیں ہے۔ پس اُس راہب کے مشورہ سے ابو طالب نے تمام اسباب تجارت میں نفع کے ساتھ فروخت کیا اور مکہ واپس آئے[4]۔ (ابن اثیر۔ طبری۔ ابن خلدون ابو الفدا۔ روضۃ الاحباب ج ۱ صفحہ ۷۷ تفریح الاخبار کیا۔ زبدۃ الکلام صفحہ ۱۰ ابن ہشام۔ ایرونگ صفحہ ۲۴)

---

[1] نور الابصار وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آنحضرت نے اپنے قمیص کا کفن دیا خود قبر کھودنے میں شریک ہوئے اور مٹی نکالی۔ پہلے خود اُسمیں لیٹے اور اُنکے لئے دعائے مغفرت کی۔ جب اس تمام توجہ کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد مخلوق خدا میں سے کسنے میرے ساتھ اس سے زیادہ سلوک اور احسان نہیں کیا [2] اس سفر میں آپکے کئی معجزے دیکھے گئے ایک دفعہ جب دوپہر کی گرمی میں صحرا میں سے گذر رہے تھے ایک فرشتے نے آنحضرت پر اپنے پروں کا سایہ کیا اور بعد میں ایک ابر کا ٹکڑا آپکے سر پر ہمیشہ سایہ کرتا دکھائی دیتا تھا۔ اور ایک خشک درخت کے نیچے جو آپ کھڑے ہوئے تو وہ شاداب ہوگیا اور آپکے سر پر اُسکا سایہ ہوا [3] بصریٰ بڑی تجارت گاہ تھی ہر سال قافلے یہاں آتے تھے اس علاقہ میں نسطوری عیسائی رہتے تھے [4] اس کے بعد ایک دفعہ جب آپ کی عمر ۱۶ برس کی تھی ابو طالب کی اجازت سے اپنے چچا زبیر یا عباس کے ساتھ ایک قافلہ کے ہمراہ یمن کو گئے تھے۔ روضۃ الاحباب ج ۱ صفحہ ۷۳

(۳) حضرت کی نوجوانی تھوڑے عرصہ کے بعد فجار[1] کی لڑائیاں شروع ہوگئیں اور رُک رُک کر ۴ برس تک ہوتی رہیں یہ لڑائی بنی کنانہ اور بنی ہوازن میں ہوئی تھی اور قریش بنی کنانہ کے معاون تھے۔ اُنمیں سے دو لڑائیوں میں حضور صلعم اگرچہ اسوقت ۱۴ یا ۱۵ برس سے زیادہ نہ تھے اپنے چچا زبیر کو تیرہ وغیرہ دینے میں مدد دیتے رہتے اور دشمن کے تیروں سے بچاتے رہے یہ پہلا معرکہ تھا جس میں آپ نے ہتیار باندھے۔ مگر خود نہیں لڑے (ایرونگ ص ۲۶۔ ابن ہشام۔ ابوالفدا۔ طبری)

جب آنحضرت کی عمر اور زیادہ ہوگئی تو لوگ اُن تجارتی قافلوں میں جو شام و یمن کی تجارت کو جاتے تجارتی گماشتہ بنانے لگے۔ حضرت نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ آپکی استعداد و لیاقت بخوبی ظاہر ہونے لگی۔ اور آپ کے خلق اور محبت اور وفاشعاری اور دیانتداری اور راست گوئی اور بے عیب کردار و رفتار سے آپکے اہل وطن میں آپ کا لقب امین ہوگیا۔ اور چونکہ ان تمام اخلاق کے ساتھ تمام مکہ میں شہرت ہوگئی تھی کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی عورت کی طرف نظر بد سے نہیں دیکھا نہ کسیکی غیبت کی نہ کسی سے تر شرو ہوکر گفتگو کی۔ تمام مکہ آپ کا مداح تھا ہر شخص آپکے ساتھ ایک خاص عقیدت رکھنے لگا بڑے بوڑھے آپ کا لحاظ کرتے تھے (ابن ہشام)

(۴) حضرت کی تزویج جناب خدیجہؓ کے ساتھ۔ اس زمانہ میں شہر مکہ میں ایک شریف متمول عورت قبیلہ قریش سے تھیں جن کا نام خدیجہ بنت خوید تھا اُنکے دو نکاح ہوچکے تھے اُنکے آخری شوہر نے کہ بڑا مالدار تھا انتقال کیا تو اُنکے فائق اُمور کی انجام دہی کے واسطے کارندہ درکار ہوا۔ ابو طالب نے صلاح دی کہ آپ خدیجہ کا مال تجارت بجایا کریں اور خدیجہ کے ایک رشتہ دار خزیمہ بن حکیم کی سفارش سے جو آنحضرت کے بڑے دوست تھے خدیجہ نے خود اوروں سے دُگنا مشاہرہ دینا منظور کرکے اپنی طرف سے حضرت سے درخواست کی۔ حضرت نے منظور کرلیا اور خدیجہ کے مال کے مہتمم ہوکر شام کی طرف روانہ ہوئے یہ سفر بروایتے آپکی عمر کے پچیسویں (بروایتے پچیسویں) برس ہوا۔ حضرت کے ساتھ خدیجہ کا غلام میسرہ اور اُنکا رشتہ دار خزیمہ بن حکیم بھی تھا۔ اور ایک روایت سے حضرت ابوبکر کا بھی جو آنحضرت سے دو برس چھوٹے تھے اس قافلہ میں ہونا پایا جاتا ہے۔ اس سفر میں منظور اراہب سے ملاقات ہوئی جو بحیرا کے انتقال پر اُسکی جگہ مقرر ہوا تھا۔ اِسنے بھی بحیرا راہب کیطرح آنحضرت کو پیغمبر آخرالزماں بتا دیا۔ جس سے آنحضرت کی عظمت سب کے دلوں میں زیادہ ہوگئی۔ اور ابکی دفعہ بصری سے قافلہ مال تجارت بہت سے منافع پر فروخت کرکے واپس آیا۔ واپس آکر خزیمہ اور میسرہ نے بڑی تعریف کی خدیجہ نے خوش ہوکر دُگنی تنخواہ دی اور پھر آپ کو یمن کے علاقوں میں اسی کام پر بھیجا۔ وہاں بھی آپ نے تمام کام بڑی خوش اسلوبی اور سلیقہ سے انجام دیا (طبری۔ ایرونگ ص ۲۷)

خدیجہ بڑی فہمیدہ اور تجربہ کار تھیں آپکی دولت۔ حسن اور سلیقہ پر خیال کرکے تمام مکہ کے لوگ اُن سے نکاح کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن حضرت خدیجہ کسیکو پسند نہ کرتی تھیں۔ بلکہ دفعتہً اُنکے ذہن میں یہ بات آئی کہ محمدؐ سے نکاح کرنا چاہیئے۔ اور بروایتے ایک مساۃ نفیسہ بنت مُنیہ (یعلیٰ بن منیہ کی بہن) کی معرفت اور بروایتے اپنے غلام میسرہ کے ذریعہ سے آپکے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ کو سُنکر تعجب ہوا کہ ایسی مالدار عورت مجھ غریب سے خود درخواست کرتی ہے آخرش باتیں آپس میں طے ہوئیں اور ایک روز نکاح کا قرار پایا۔ آنحضرت کیطرف سے

[1] چونکہ یہ لڑائی اُس مہینہ میں شروع ہوئی تھی جس میں اہانت حرام تھا اس سبب سے اسے الفجار کہتے ہیں ۱۲ احسان اللہ عباسی لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب کا خاندان شریف مکہ سمجھا جاتا تھا ساتھ ہی گھر میں تمول بھی تھا لیکن کچھ منحوسات کچھ کثرت اولاد سب سے بڑی خدا کی مشیت۔ غرضکہ آنحضرت کی پیدائش سے پہلے ہی اس خاندان کی حالت خراب ہوچکی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اب آنحضرت اور اُن کے چچا لوگوں کی اُجرت پر مال تجارت فروخت کو لیجا یا کرتے تھے ۱۲

ابو طالب اور خدیجہ کی طرف سے خدیجہ کے عمزاد ورقہ بن نوفل نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہوگیا[۱]۔ اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی اور آنحضرت کی ۲۵ سال کی تھی۔ لیکن خدیجہ اپنے حسن اور درستی قوی کی وجہ سے کم سن معلوم ہوتی تھیں نکاح کے روز خدیجہ نے بڑی دعوت کی جسمیں اُنکے چچا عمرو بن اسد اور حضرت حمزہ اور حضرت ابو طالب اور دیگر قریش موجود تھے اور ابو طالب نے اسکے بعد اونٹ ذبح کراکے طعام ولیمہ کیا[۲]۔ ابن اثیر اور ابن ہشام و طبری۔ روضۃ الاحباب (ص۷۰) وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ اس نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خویلد زندہ نہ تھے بلکہ جنگ فجار سے پہلے مرچکے تھے۔ پس خدیجہ کے چچا عمرو نے رخصت کیا۔ ابن خلدون کے موافق یہ عقد شروع فجار کے ۱۵ برس بعد ہوا تھا اس عقد سے آنحضرت کی وقعت اپنے اہل وطن میں اور بھی زیادہ ہوگئی۔ آپ صلعم اس نکاح سے بہت خوش ہوئے مگر خدیجہ بہت عرصہ تک زندہ رہیں۔ تاہم آنحضرت نے اخیر وقت تک خدیجہ کی یاد دل میں رکھی اور عائشہ جیسی نوعمر کواری بی بی کے سامنے بھی خدیجہ کا ذکر تاسف سے کرتے رہتے[۳]۔ آنحضرت بکمال لطف و شفقت اُنکے حال کے نگراں رہتے تھے اور اُنکے معاملات کا انتظام اور اُنکے حقوق کا تحفظ دانشمندی اور دور اندیشی کے ساتھ فرماتے رہتے۔ جبتک خدیجہ زندہ رہیں حالانکہ عرب میں تعدد ازواج کی رسم رائج تھی حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا خدیجہ کے حین حیات میں جو محبت اُنکے ساتھ تھی اُس میں مدت العمر لغزش نہیں آئی۔ بعد اُنکی وفات کے جب وہ آپ کو یاد آتیں اُسوقت آپکو بڑی رقت طاری ہوتی۔ خدیجہ کا بھی یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپ صلعم کی دایہ حلیمہ نے آکر اپنے افلاس کی شکایت کی خدیجہ نے اُس زن پیر بدو یہ کو حضرت کی سفارش سے چالیس بھیڑوں کا گلہ دیدیا[۴]۔ جب خدیجہ کی شکر گذاری اور محبت کے سبب سے آپ نے افکار دنیا سے نجات پائی تو مراقبہ اور یاد الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہوگئے +

(۵) حلفُ الفضول۔ اسوقت تک آنحضرت دنیا کے حال سے ناواقف تھے اب آپنے اہل وطن میں اس طرح سے بھی ایک نام پیدا کرلیا کہ ایک قدیم معاہدہ کو جسے حلفُ الفضول کہتے ہیں اور جو زمانہ قدیم میں اسغرض سے ہوئی تھی کہ اندرون دیوار ہائے مکہ شرور اور بدعتیں نہونے پائیں دوبارہ قایم کرنے میں آپ نے بخوبی شرکت اور اعانت کی۔ ایسے ایسے ظلم اور بدعتیں روز روشن میں ہوتی تھیں کہ ہر شخص جسمیں ذرا بھی بو انسانیت کی پائی جاتی تھی حیران و پریشان اور انگشت بدندان ہوتا تھا ان بدعتوں کے انسداد کے لئے اہل مکہ کے پانچ چھ بڑی بڑی خاندانوں بنو ہاشم۔ بنو مطلب۔ بنو اسد۔ بنو عبد العزیٰ۔ بنو زہرہ۔ بنو تیم نے باہم متفق ہوکر ضعفاء اور مظلومین کی حفاظت کے واسطے ایک جدید معاہدہ میں آنحضرت بڑے محرک اور موید تھے اور آپ ہی کے حسن سعی سے حلفُ الفضول دوبارہ قایم ہوئی (تنقید الکلام ص ۳۳)

(۶) قریش کا کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنا۔ جب آنحضرت صلعم کی عمر کا پینتیسواں سال شروع ہوا تو قریش نے کعبہ کو جو بوجہ سیلاب آب یا بوجہ آتشزدگی قریب الانہدام ہوگیا تھا از سر نو تعمیر کرنا چاہا۔ باقوم نام ایک اعلے درجہ کا رومی معمار جدہ میں آیا ہوا تھا۔ قوم قریش نے اُسکو اُس کی تعمیر کے واسطے مقرر کیا اور اُسکے بنانے میں تمام قریش شریک ہوئے

---

[۱] خدیجہ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا یعنی بیس جوان اونٹنی کی قیمت ابو طالب نے اپنے پاس سے ادا کیا (ایرونگ) [۲] روضۃ الاحباب صفحہ ۷۰ [۳] اہل اسلام معترف ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں چار عورتیں سب سے اعلی درجہ کی ہوگئی ہیں اول حضرت عیسے کی ماں حضرت مریم دوسرے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ تیسری آنحضرت کی بیوی حضرت خدیجہ چوتھے آنحضرت کی دختر نیک اختر جناب فاطمہ (عباسی) [۴] ابو الفدا۔ اور بروایت ڈیون پورٹ ایک عمدہ اونٹ بھی دیا +

اُنہیں کی طرح آنحضرت صلعم بھی پتھر کندھے پر لاکر پہنچاتے تھے[۱]۔ پہلے خانہ کعبہ کی دیواریں قد آدم سے بلند نہ تھیں مکان اوپر سے کھلا ہوا تھا۔ چھت[۲] نہ تھی کعبہ سے متعلق جو نقد و جنس ہوتا تھا وہ اُسے خانہ کے اندر ایک گڈھے میں جو کنوئیں کی طرح کھدا ہوا تھا مدفون رہتا تھا۔ ایک دفعہ چوری ہو گئی اسلئے اس جدید تعمیر میں دیواریں بلند کر دی گئیں کرسی دیگئی اور اوپر چھت بنائی گئی +

[۱] اسوقت تک عرب کی یہ حالت تھی کہ بعضے پتھر لینے کے لئے اور بعضے اینٹ وانبا نیکے لئے اپنے لنگوٹے کھولدیتے تھے اور کچھ ننگے پن کی پروا نکرتے تھے مگر آنحضرت نے کبھی اپنا تہ بند نہیں کھولا (مدارج) مگر تاریخ الخمیس روضۃ الاحباب اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب رسول اللہ نے اپنا تہ بند کھولا تو زمین پر گر پڑے کسی نے حضرت کی شرمگاہ نہ دیکھی اور آواز آئی کہ اپنے ستر کی خبر لے پس یہ اول آواز ہے جو حضرت کو آسمان سے آئی۔ [۲] جب حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو اُس ریگستان میں چھوڑ کر چلے گئے جہاں اب مکہ آباد ہے اور اسمعیل پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچے۔ فرشتوں نے اُن کو چشمہ دکھایا جو چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ کچھ دنوں کے بعد قوم عمالقہ کے دو شخص اپنے اونٹ کی تلاش میں یہاں آئے اور کنوئیں کو دیکھکر اپنے ساتھیوں کو لائے اور شہر مکہ کی بنیاد ڈالی اور حضرت اسمعیل اور حضرت ہاجرہ کی خبر گیری اپنے متعلق کرلی۔ نبی جرہم نے عمالقہ کو نکالدیا اور نبی جرہم کی ایک شہزادی سے حضرت اسمعیل کی شادی ہوگئی اور آپ کی اولاد تمام عرب میں پھیل گئی۔ شادی کے وقت اسمعیل کی عمر بیس[۲] چھبیس[۲] یا تیس[۳] برس کی تھی۔ خانہ کعبہ کی اول تعمیر اس طرح ہوئی کہ حضرت ابراہیم بحکم خدا سو برس کی عمر میں کعبہ کی تعمیر پر مامور ہوئے۔ اور شام سے مکہ میں آئے۔ اور اپنے بیٹے اسمعیل کی مدد سے کعبہ کی بنیاد اُسی مقام پر ڈالی۔ جہاں فرشتوں نے حضرت آدم کے زمانہ میں مسجد اُتاری تھی۔ اور جس کے گرد آدم اور اولاد آدم طواف کرتے تھے اور طوفان نوح کے وقت آسمان پر منگالی گئی تھی۔ جب حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کی دیوار بناتے تھے معجزہ سے ایک پتھر اونچا نیچا ہو کر پاڑ کا کام دیتا تھا چنانچہ اب تک حضرت ابراہیم کے پاؤں کا نشان اُسپر موجود ہے۔ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل اس طرح کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے حضرت جبرئیل اُنکے پاس ایک پتھر لائے جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے +

بعض کہتے ہیں کہ یہ بہشت کے قیمتی پتھروں سے ہے جو حضرت آدم کے ساتھ بہشت سے اُتارا گیا تھا۔ اور بعد طوفان نوح اُسکا نشان نہ تھا اور اب جبرئیل اُسکو نکالکر لائے اور بعض کا قول جو زیادہ مستند ہے یہ ہے کہ ایک فرشتہ حضرت آدم کا محافظ تھا۔ لیکن جب حضرت آدم سے ترک اولی واقع ہوا اُسپر بھی بوجہ غفلت حفاظت اللہ تعالی کا عتاب ہوا اور وہ پتھر ہوگیا اور اُنکے ساتھ بہشت سے نکالا گیا۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل نے اُس پتھر کی عظمت کی اور خانہ کعبہ کے بیرونی گوشہ پر اُسکو نصب کیا + طواف کرنیوالے جتنی دفعہ طواف کرتے ہیں اُتنے ہی بوسے اُس پتھر کو دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جب یہ پتھر نصب کیا گیا تھا نہایت شفاف تھا۔ لیکن گنہگاروں کے بوسوں سے سیاہ ہوتا گیا۔ جنہوں نے نیک نیتی اور دیانتداری سے حج کئے ہیں (قیامت کے دن یہ پتھر اپنے اصلی فرشتہ کی صورت اختیار کریگا) اُنکا گواہ ہوگا۔ اسمعیل کے بعد نبی جرہم متولی ہوئے اور اسکی مرمت کرتے رہے پھر عمالقہ فانیہ نبی جرہم کو مغلوب کرکے کعبہ کے مختار ہوگئے اُنہوں نے بھی کعبہ کی مرمت کی یہ تعمیر غالبًا سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر واقع ہوئی تھی۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم سے تقریبًا دو برس پہلے قریش کی اولاد سے قصی بن کلاب نے کچھ مکانات کعبہ کے گرد تعمیر کئے اسکے بعد قریش نے بنائے ابراہیم کو منہدم کرکے وہ بناء کی جسمیں آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو نصب کیا۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھ مکانات توڑ دیئے گئے۔ حضرت عثمان نے بھی اپنے عہد میں تعمیر میں کچھ اضافہ کیا۔ سنہ ۶۳ و سنہ ۶۵ ھ میں عبداللہ بن زبیر نے (اس خیال سے کہ رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تیری قوم قریب العہد بکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اُس بناء پر بناتا جسپر ابراہیم نے بنایا تھا۔ اور اُس کا مشرقی اور مغربی دروازہ رکھتا اور یہ بنا جو قریش نے بنائی تھی) برخلاف بنائے ابراہیم کے تھی) بنائے قریش کو بالکل منہدم کرکے جیسا آنحضرت کا ارادہ تھا اُسکے

خانہ کعبہ جب بن چکا اور حجر اسود کے نصب کرنے کی نوبت آئی تو قریش کے مختلف قبیلوں کے سرداروں میں اس بات پر نزاع پیدا ہوئی کہ حجر اسود کو کون نصب کرے نوبت بقتال پہنچنے والی تھی کہ ولید بن مغیرہ نے سب لوگوں کو سمجھا کر یہ قرار دیا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے اول داخل حرم ہو وہی اس قضیہ میں حَکَم ہو اور اُسی کے حکم پر عمل کرو۔ اتفاقاً وہ شخص جو پہلے داخل ہوا وہ آنحضرت صلعم تھے۔ آپ نے اس امر میں یہ فیصلہ کیا۔ کہ لمبی چادر منگوائی اور اُسمیں حجر اسود کو رکھکر کہا کہ ہر قبیلہ کا ایک سردار چادر کا کنارہ پکڑ لے۔ اس طرح سب نے ملکر حجر اسود کو اُٹھایا اور جب وہ اپنی جگہ پر آیا تو یہ فرما کر کہ میں تم سب کی طرف سے وکیل ہوں دست مبارک سے حجر اسود کو اُسکے مقام پر نصب کر دیا۔ اس فیصلہ سے ہر شخص راضی ہو گیا[۱] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی پیدائش اسی سال ہوئی تھی (تفریج الاذکیاء۔ مدارج۔ روضۃ الاحباب)

(۷) زید بن حارثہ کو آزاد کرنا۔ قریب اُسی زمانہ کے آپ نے اپنے اہل وطن پر اپنی رحیمی اور کریمی ایسی ظاہر کر دی اور ایسی انسانیت و مروت کو کام فرمایا جسکا نظیر تاریخ عالم میں دکھائی نہیں دیتا۔ ایک نوجوان عرب زید بن حارثہ کو ایک قبیلہ مخالف نے اسیر کر کے حضرت خدیجہ کے ایک بھتیجے کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اُس نے خدیجہ کو نذر کر دیا۔ حضرت کو اُس کی غربتی پر ترس آیا اور خدیجہ سے کہا اسے مجھے دیڈالو۔ پس اُسکو لیکر اُسیوقت آزاد کر دیا۔ کچھ دنوں بعد زید کا باپ لینے آیا حضرت نے اختیار دیا خواہ میرے پاس رہو خواہ چلے جاؤ۔ زید نے اپنے محسن اور مربی کے پاس رہنا پسند کیا۔ حضرت نے اُسے اپنا متبنّیٰ کر لیا۔ مورخین نے اسوقت زید کی عمر ۸ سال کی لکھی ہے (سیرۃ الحلبیہ تنقید الکلام ص۳)

(۸) بعض اہل مکہ میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہونا۔ کعبہ کی تعمیر قریش سے کچھ عرصہ پیشتر جارکہ والوں میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ زید ابن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث اور عبید اللہ بن جحش ملکر قوم قریش کو بت پرستی پر لعن طعن کرنے لگے۔ اور چونکہ بت پرستی چھوڑ کر کوئی دین ہی اختیار نکیا تھا۔ دین قدیم ابراہیم کی طلب میں مکہ سے نکلے اور غیر شہروں میں متفرق ہوئے۔ چنانچہ زید ابن عمرو سے اطراف شام میں ایک عالم توریت ملا تھا۔ اُس سے زید نے طریقہ عبادت پوچھا اُس نے کہا جس شہر سے تو آیا ہے اُسی شہر میں خاتم المرسلین جلد تر مبعوث ہونیوالا ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں دین ابراہیم از سر نو عروج پکڑیگا۔ یہ سنکر زید

(بقایا صفحہ ۳۷) بنایا۔ اور حطیم کو تعمیر جدید کے ذریعہ سے داخل حرم شریف کیا۔ حجاج بن یوسف جب حجاز کا گورنر ہوا تو اُس نے عبد الملک بن مروان کے عہد میں ۷۳ھ میں شرارتاً حطیم کو حرم شریف سے خارج کر دیا اور بنا زبیر کو بدعت سمجھکر منہدم کر کے ویسا ہی بنایا جیسا رسول اللہ کے زمانہ میں تھا۔ پس اب یہ بنا وہی ہے جو حجاج بن یوسف نے یا حجاج کی درخواست پر عبد الملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو بھیجکر تعمیر کرائی ہے اور جسکی بعد میں وقتاً فوقتاً مرمت ہوتی رہی ہے۔ اسکے بعد ولید نے کچھ ترمیم کی۔ منصور دوانیقی نے کچھ مکانات جدید گرد اگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے۔ ہارون رشید نے چاہا تھا کہ بنی اُمیہ کے نشان کو مٹا کر خانہ کعبہ کو ویسا ہی بنا کے جیسا عبد اللہ بن زبیر کے وقت میں تھا لیکن امام مالک نے منع کیا اور کہا کہ اس سے درگذری اور خانہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھیل نہ ٹھہرائے۔ معتضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیارۃ تک پشت کعبہ کیطرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کر کے احاطہ حرم شریف کو بڑھایا ۹۸۰ھ میں سلیمان خان بادشاہ قسطنطنیہ نے از سر نو بکمال خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے مراد کے عہد میں ختم ہوئی۔ یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے (روضۃ الاحباب ج ۱ ص۵) سوائے عمری رسول کریم وغیرہ ۵ اسی سال رسول اللہ نے علی کو جنکی پانچ سال کی عمر تھی متبنّیٰ کر لیا اور اُنکی تعلیم و تربیت کے کفیل ہوئے۔ بات یہ ہوئی کہ قحط کا موسم تھا اور ابو طالب کثیر العیال تھے آنحضرت جو جناب خدیجہ سے نکاح کر کے متمول ہو گئے تھے اور عباس بن عبد المطلب یہ دو شخص سب اہل مکہ سے زیادہ مستغنی تھے آپ نے عباس کو سمجھایا کہ ابو طالب کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ

متبنّیٰ کر لیں اور ایک کو میں۔ پس عباس نے جعفر کو اور آپ نے علی کو فرزند بنایا (تنقیۃ الکلام ص۳۔ ابن ہشام۔ طبری۔ ابن اثیر ۱۰

بن عمرو اُسی مقام سے کہ شاید ارض بلقاء سے تھا پھرا مگر راستہ میں بلاد لخم میں دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مگر ابن خلدون نے بعد از بعثت اسکا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ ورقہ بن نوفل نصرانی ہوگیا۔ اُس نے ایک حصہ توریت زبور اور انجیل کا ترجمہ عربی میں کیا تھا۔ علم نجوم میں بھی ماہر تھا۔ بڑا عالم شخص تھا کتب سماوی کے مطالعہ سے صفات خاتم المرسلین سے بخوبی واقف ہوا اور جانا کہ یہ نبی جلد تر مکہ میں ظاہر ہوتا ہے اس انتظار میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا اور خدیجہ سے پوچھا کرتا تھا وہ حضرت کی صفات بیان کرتیں تو ورقہ جب حضرت کو دیکھتا بمطابقت معلومات چہرۂ مبارک پر بوسہ دیا کرتا اور کہتا کہ لاریب تم ہی پیغمبر آخر الزماں ہوگے۔ چنانچہ ابتدائے نبوت تک شخص زندہ رہا پھر مرگیا بعض اسکے ایمان کے قائل ہیں جیسا بحیرا راہب کے ایمان کے عبیداللہ بن جحش اول اسلام لایا پھر حبش میں جاکر نصرانی ہوگیا اور حالت ارتداد ہی میں فوت ہوگیا عثمان بن حویرث روم میں جاکر نصرانی ہوگیا۔ وہاں اسکی بڑی قدر و منزلت کیگئی ابن خلدون تفسیر الاذکیا

(۹) آپ کا مکہ کو رومیوں سے بچانا۔ مولوی سید امیر علی نے تنقید الکلام میں تاریخ کاسن ڈی پرسوں سے نقل کیا ہے۔ اور ابن خلدون نے بھی لکھا ہے کہ ہنوز کعبہ دوبارہ تعمیر نہ ہوچکا تھا کہ آپ نے مکہ معظمہ کو اُس خفیہ سازش سے بچالیا جو اُسکی خود سری اور آزادی مٹانے کے لئے کی گئی تھی۔ عثمان بن حویرث جس نے قسطنطنیہ کے دربار قیصری میں جاکر دین مسیحی قبول کرلیا تھا قیصر روم سے مال و زر لیکر حجاز میں آیا کہ مکہ میں یونانیوں کی عملداری کرادی اسکا راز ظاہر ہوگیا۔ اور وہ سازش ناکام رہی اور یہ خاص آنحضرت کی حسن سعی سے ہوا۔ اہل فرنگ اس امر میں آنحضرت کی از حد تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جو اپنے مولد و موطن کو قسطنطنیہ کے قیصران ظالم و خود سر کی زیر حکومت ہوجانے سے بچایا تو ایسا امر عظیم کیا کہ بنی آدم کی دائمی اور ابدی شکر گذاری کے مستحق ہوگئے (تنقیۃ الکلام صفحہ ۳۳)

(۱۰) ہمدردی۔ غرض آپ کا دل ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی اُمت کی اصلاح حال میں لگا رہتا تھا۔ حضرت نے دو سفر جو شام کے کئے تھے تو ایسے ایسے اخلاقی عیوب اور تمدنی خرابیاں مشاہدہ فرمائی تھیں جو قیاس سے باہر ہیں خود اپنے ہی ملک پر جو نظر کی تو جہالت و ضلالت کے دریا میں ڈوبا ہوا پایا۔ آپ کا دل بندگان خدا کو ایسے ذلیل حالت میں دیکھکر خون کے آنسو روتا تھا اور حضرت نے بطور ناصح ملہم کے چشم بصیرت سے دیکھ لیا کہ میری اُمت کی تمدنی اور ملکی ترقی کی سب اُمیدیں اسپر موقوف ہیں کہ اُسکے اخلاق میں اصلاح کیجائے۔ تنقیۃ الکلام ص۳۵ حضرت اپنے اوقات عزیز عبادت خدا اور غربا و مساکین کی خبر گیری اور تواضع میں گذارتے تھے اور ہر طرح کی جد و جہد اپنے اُمت کے قید بت پرستی سے آزاد کرنے میں کرتے تھے * ابن خلدون اور صاحب تفریح الاذکیا وغیرہ نے لکھا ہے

فصل دوم بعثت سے ہجرت تک

(۱) بعثت۔ آنحضرت صلعم کے دل میں ہمیشہ سے توحید کی بڑی عظمت تھی اور بت پرستی سے کمال نفرت

لہ ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب سیف بن ذی یزن حبشیوں کو نکالکر یمن کا بادشاہ ہوا عبدالمطلب اور اکثر رؤسائے مکہ سیف کو مبارکباد دینے گئے۔ سیف نے عرب میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی خبر دی اور بالخصوص عبدالمطلب کو یہ خوشخبری سنائی کہ وہ جلیل القدر نبی تمہاری اولاد سے ہوگا۔ یہ واقعہ سنکر اکثر رؤسائے عرب کو یہ شبہ ہوا کہ وہ عظیم الشان نبی اُنمیں سے ہوگا چنانچہ بعض بعض شرفاء عرب اہل کتاب کے بیان اور احبار کے پاس گئے اور دریافت کیا۔ مثلاً امیہ بن ابی صلت ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام کی طرف گیا تھا اور یہ خیال کرکے کہ وہ نبی شاید میں ہی ہوں کئی رہبانوں سے دریافت کیا تھا یا شاید اُسے یہ خیال گزرا ہو کہ عجب نہیں نبوت بنی عبد مناف میں ہو لیکن دونو کو خلاف اُمید جواب ملا

خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر روز کے واسطے ایک بت تھا اُنمیں سے سب سے بڑے کا نام ہُبل تھا جو ملک شام سے لایا گیا تھا۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ بارش برسانے کا کام اُسیکے اختیار میں ہے۔ انمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی بھی تصویریں تھیں اور اُنکے ہاتھوں میں تیر کمان اور پانسے تھے۔ آنحضرت نے چاہا کہ اپنے جد ابراہیم کے دین کو از سر نو پاک اور مستحکم کریں اور اسلئے فرمایا کرتے تھے کہ ہم دین ابراہیم کو پاک اور دوبارہ قایم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کوئی نیا مذہب قایم کرنے نہیں آئے ہیں +

جب حضرت ۳۸ برس کے ہوئے تو آپ کو نور نظر آنے لگا۔ اور غیب کی آوازیں سننے لگے۔ دل میں شوق گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کا پیدا ہوا کوہ حرا پر جسکو جبل نور بھی کہتے ہیں اور جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تشریف لیجاتے اور وہاں سے بیت اللہ کو دیکھا کرتے اور ذکر حق میں مشغول رہتے۔ اس پہاڑ میں ایک غار چار ہاتھ لمبا اور ڈیڑھ ہاتھ سے کم چوڑا ہے وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے حضرت اکثر وہاں بیٹھتے اور کئی کئی روز کا کھانا وہاں لیجاتے۔ دو دو چار چار شبانہ روز وہاں رہتے بلکہ بروایت اکثر مورخین ماہ رمضان اور بروایت طبری ماہ رجب تو وہیں گذارتے +

ایک دن اسی عالم تنہائی میں جب حضرت کی عمر چالیس سال ایک دن کی ہوئی حضور پر نور غسل کے لئے غار سے باہر نکلے دفعتہً حضرت جبرئیل نے ہوا میں آواز دی اُے محمدؐ حضرت نے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر دوبارہ آواز دی اُے محمدؐ حضور صلعم دائیں بائیں دیکھنے لگے اور ایک شخص نورانی مثل آفتاب روشن نظر آیا۔ اور وہ جبرئیل فرشتہ تھا نزدیک آیا اور ایک ٹکڑا حریر کا ہاتھ میں دیکر کہا "پڑھو"۔ حضرت نے فرمایا "میں پڑھنا نہیں جانتا" اُس نے اپنی بغل میں حضرت کو ایسا دبایا کہ پسینہ آگیا۔ اور کہا کہ پڑھو۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ "میں پڑھنا نہیں جانتا"۔ اُس فرشتہ نے پھر ایسا ہی کیا۔ غرضکہ تین مرتبہ بقدر طاقت آنجناب کو خوب دبوچا۔ اس سے آپ پر علم کا نور چمکا اور فرشتہ نے حضرت کو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقراء باسم ربک الذی خلق۔ مالم یعلم تک پڑھایا پھر جبرئیل نے زمین پر پانو مارا کہ ایک چشمہ نمودار ہوا اور حضرت کے سامنے وضو کیا اور ایک چلو پانی لیکر حضرت کے منہ پر پھینٹا دیا اور خود آگے بڑھکر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ نے اقتدا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل نے کہا کہ وضو کرنا اور نماز کا پڑھنا اسطرح ہوتا ہے +

اس روایت کی نسبت مورخوں میں اختلاف ہے اکثروں کا قول ہے کہ وضو اور نماز کا واقعہ سورۂ حمد نازل ہونیکے بعد کا ہے۔ اسمیں بھی اختلاف ہے کہ یہ اول نماز کس وقت ہوئی۔ اکثروں نے لکھا ہے کہ یہ نماز ظہر تھی اور اُسیدن عصر کی نماز آنحضرت نے خدیجہ کے ساتھ پڑھی[1] (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۸۳)

---

[1] اعلام الوریٰ و حیات القلوب میں لکھا ہے کہ جب جبرئیل ظاہر ہوئے اور حضرت کا بازو پکڑ کر حرکت دیکر کہا کہ یا محمدؐ پڑھو حضرت نے فرمایا کیا پڑھوں تب جبرئیل نے کہا اقراء باسم ربک الذی خلق الخ اور پھر انکی وحیاں حضرت کو پہنچائیں۔ پھر جب غار حرا سے اُتر کر خانۂ خدیجہ میں داخل ہوئے تو خدیجہ کا گھر نور سے جگمگ لگا خدیجہ نے پوچھا یا محمدؐ آپ میں یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا یہ نور پیغمبری کا ہے کہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خدیجہ نے کہا میں تو مدت سے تمہاری پیغمبری سے واقف ہوں (کیونکہ بحیرا اور نسطورا راہب کے حالات سُن چکی تھی اور شام سے واپسی کے وقت ملکہ ابر آپ پر سایہ فگن آنکھوں سے دیکھ چکی تھیں) بس فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور حضرت پر ایمان لائیں۔ پھر خدیجہ سے آپنے کہا مجھے کچھ اُڑھاؤ سردی معلوم ہوتی ہے اور حضرت اوڑھ کر سو گئے خدیجہ اپنے پسر عم ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایام جاہلیت میں دین نصرانی قبول کر چکے اور کتب آسمانی پڑھے ہوئے تھے اور مرد پیر تھے۔ اور کہا کہ محمدؐ کہتے ہیں کہ اُنکے پاس جبرئیل آیا ہے۔ ورقہ نے کہا سچ کہتے ہیں۔ میں اُنکا وصف کتب سماوی توریت و انجیل میں پڑھ چکا ہوں

طبری نے بھی بجائے "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" کے بھی لکھا ہے کہ "کیا پڑھوں"

بالجملہ حضرت جبرئیل تو بعد تعلیم آیات آسمان پر چلے گئے اور حضرت صلعم دولتسرا کو روانہ ہوئے راہ میں ہر درخت و پتھر سے آواز آتی تھی اسلام علیک یا رسول اللہ حضرت کا دل کانپتا تھا چہرہ زرد تھا اور پسینہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں داخل حرم سرا ہوئے۔ اور حضرت خدیجہ سے فرمایا مجھے چھپاؤ مجھے چھپاؤ حضرت خدیجہ نے بالاپوش اُڑھایا اور ٹھنڈا پانی چھڑکا۔ افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا خدائے تعالیٰ آپ کو ضائع نکریگا۔ آپ صلۂ رحم بجالاتے غربا و مساکین کی اعانت کرتے ہیں۔ مہماں نوازی اور راست گفتاری آپ کا شعار ہے۔ ایسے کاموں میں جنمیں حق کی تائید ہو اعانت کرتے ہیں اور اسیطرح کی حضرت کے صفات حمیدہ بیان کرکے کہنے لگیں کہ آپ رحمت الٰہی کے مستحق ہیں نہ غضب الٰہی کے۔ پھر آپکو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور اُن سے حال بیان کیا۔ چونکہ وہ کتب سابقہ سے بخوبی واقف تھے اُنہوں نے سب حال سنکر کہا یہ ناموس اکبر تھا جسکو جبرئیل کہتے ہیں۔ یہی فرشتہ حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا تم اس اُمت کے پیغمبر ہو۔ تم ہی وہ پیغمبر ہو جسکی خبر حضرت عیسیٰ نے بھی دی ہے۔ آپ اصلا خوف نفرمائیں بلکہ خوش ہوں آپ کو ورقہ کا کلام سنکر سکون حاصل ہوا اور پہلی کیفیت زائل ہوگئی۔ انہیں دنوں میں ورقہ کا انتقال ہوگیا۔
(روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۸۰) ابتدائی وحی کی نسبت متعدد روایتیں ہیں اُنمیں ایک جو زیادہ مشہور ہے بیان کی گئی ہے۔ اُسمیں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ پہلے کونسی آیت نازل ہوئی کسی نے سورۂ فاتحہ الحمد اور کسی نے اقرا باسم ربک الذی خلق۔ اور بعض نے یا ایہا المدثر کا ذکر کیا ہے مگر اکثر نے اقرا کو ترجیح دی ہے (روضۃ الاحباب)
نزول وحی کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آغاز نزول وحی ۱۷ یا ۱۸ یا ۱۹ ماہ رمضان لیلۃ القدر سے ہوا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ آغاز وحی ۱۲ ربیع الاول کو ہوا۔ حیات القلوب میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ احادیث ائمہ ہدیٰ اس مضمون پر واقع ہوئی ہیں اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ بعثت آنحضرت کی ۲۷ رجب کو ہوئی علماء اہل تسنن میں صاحب کتاب منتقی و مواہب اللدنیہ اور بعض دیگر علماء نے ماہ رجب ہی میں بعثت کا آغاز مانا ہے۔ مگر یوم بعثت میں اختلاف نہیں سب نے یوم دوشنبہ لکھا ہے۔ اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ وحی کی ابتدا خواب سے ہوئی یا بیداری سے۔ لیکن اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ پھر بعد میں خواب میں حالت بیداری میں چلتے پھرتے جب موقعہ اور محل ہوتا تھا وحی[1] نازل ہوتی تھی۔ وحیوں کا مجموعہ قرآن ہے۔ یہ کتاب ایک مرتبہ بہیئت مجموعی نہیں اُتری۔ وقتاً فوقتاً احکام الٰہی اُترتے تھے۔ آنحضرت اور پھر آپ سے

[1] روضۃ الاحباب وحیات القلوب وغیرہ میں لکھا ہے کہ وحی کئی طرح پر نازل ہوتی تھی کبھی رویا صالح و صادقہ دکھائی دیتی تھے لگتا ہے فرشتہ کسی آدمی کی شکل میں آتا تھا یعنی جبرئیل اکثر دحیۃ کلبی صحابی کی شکل میں آتے تھے کہ صحابہ بھی کبھی کبھی دیکھتے تھے کبھی جبرئیل اپنی صورت اصلی میں ظاہر ہوتے اور وحی سُناتے۔ کبھی جبرئیل آپکے دل میں القا کرتے اور دکھائی نہ دیتے۔ کبھی حضرت چادر یا کوئی اور چیز لپیٹ کر لپیٹ جاتے تھے اور وحی سلسلۂ جرس کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس پچھلی صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک آواز مثل جوش دیگ کے آپکے سینہ سے نکلتی اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہوجاتا۔ جاڑے کے دنوں میں پسینہ بیشمار بہہ ٹپکتا۔ اگر کسی جانور پر سوار ہوتے وہ وحی کے بوجھ سے بیٹھ جاتا۔ اور کوئی زانو پر سر مبارک رکھنے کی تاب نہ لاتا۔ سورۂ مائدہ کے نزول کے وقت قریب تھا کہ ناقۂ شریف کا بازو ٹوٹ جائے۔ تنقید الکلام میں پروفیسر میکس مُلر سے نقل کیا ہے کہ خداوند برحق اپنے پیغمبروں کو خود پسند کرلیتا ہے اور اُن سے ایسی آواز سے کلام کرتا ہے۔ جو صدائے رعد سے بھی زیادہ بلند و قوی ہے یہ وہی صدائے باطنی ہے جس سے خدا ہم سب سے کلام کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ صدا ایسی خفیف ہوجائے کہ اسی طرح سنائی بھی نہ دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسمیں سے بانیت اور حقانیت جاتی رہے اور انسانیت آجائے یعنی دنیا دار و نکی زبان ہوجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگان الٰہی کو اُس صدا میں اُسکی کیفیت اصلی یعنی حقانیت محسوس ہو۔ اور اُسکے گوش حق نیوش میں آواز ہاتف غیب کی معلوم ہو مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں لکھتے ہیں کہ آپکو اپنی بعثت کا حال ہوقت مکاشفہ ہوا جبکہ آپ کو عین مراقبہ اور دینی نوع انسان کی ہمدردی کے سبب کمال حزن و ملال کے عالم میں اسی ہاتف غیب کی صدا محسوس ہوئی جس نے انبیاء مرسلین کو جو آپ سے پیشتر گذرے تھے حکم رسالت سنایا تھا۔

آپکے اصحاب یاد کر لیتے تھے۔ آنحضرت کے عہد میں یہ احکام ایک کتاب کی صورت میں نہیں لائے گئے ہم آگے بیان کرینگے کہ خلفاء کے زمانہ میں ان احکام نے کتاب کی صورت کیونکر پائی +

(۲) سابقین اسلام | اس امر میں اختلاف نہیں کہ یوم دوشنبہ کو جناب رسالتمآب صلعم مبعوث ہوئے اور اُسی دن آخر وقت میں حضرت خدیجہ بنت خویلد نے نماز پڑھی اور دوسرے دن منگل کو حضرت علی نے نماز پڑھی۔ تفریح الاذکیاء میں بہجۃ المحافل سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اُسی روز آخر وقت یا دوسرے روز اول وقت مشرف باسلام ہوئے۔ ایسا ہی روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۳۸ میں ہے اور ابن عبدالبر صاحب استیعاب نے دعوی کیا ہے کہ بالاتفاق ثابت ہے کہ خدیجہ کے بعد اول علی بن ابیطالب ایمان لائے ہیں۔ اُسوقت حضرت علی کی عمر دس یا ساڑھے بارہ اور بعض نے ساڑھے چودہ سال کی لکھی ہے۔ اور یہ فرق سنہ بعثت کی اختلاف کی وجہ سے ہے کیونکہ بعض نے سنہ بعثت آپکو ۴۳ یا ۴۴ سال کی عمر میں لکھا ہے اور حضرت علی رسالتمآب صلعم سے تیس برس چھوٹے تھے۔ لیکن اس سے پہلے بھی جناب علی نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی[۱]۔ اور اسی سبب سے حضرت کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ (خدا اُنکے چہرہ کو مکرم کرے) کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام۔ ابوالفدا۔ ابن اثیر۔ طبری۔ صاحب روضۃ الاحباب۔ صاحب ریاض النضرہ۔ صاحب معجم البغوی۔ اور صاحب مدارک وغیرہ اور اکثر دیگر مورخین و اہلسیر اسی امر کے قائل ہیں کہ اول دن خدیجہ اور دوسرے دن علی نے نماز پڑھی۔ اسکے بعد اکثروں نے زید بن حارثہ کا اور اُسکے بعد حضرت ابوبکر کا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ اسوقت عمر حضرت ابوبکر کی ۳۸ سال کی تھی۔ شرح مقاصد اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے تو لوگوں کو اسلام کی ترغیب دیتے تھے۔ پس زبیر بن العوام اور عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف اُنکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر مسلمان ہوئے تو عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو لائے اور وہ مسلمان ہوئے اور دوسرے دن عثمان بن مظعون اور ابوعبیدہ بن جراح اور عبدالرحمن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابوالارقم کو لیکر آئے اور وہ مسلمان ہوئے صاحب روضۃ الاحباب نے ان ۹ ناموں کے بعد لکھا ہے کہ پھر بلال اور صہیب اور خباب بن الارت اور عمار بن یاسر اور اُنکی ماں سمیہ اور اسما بنت ابوبکر اور عبیدہ بن حارث اور عبداللہ بن مسعود اور خنیس بن حذافہ اور جعفر ابن ابیطالب ایک ایک کرکے مسلمان ہوئے مگر ابن خلدون نے ان ۹ ناموں کے بعد قدامہ بن مظعون اور سعید بن زید بن عمرو اور سعید کی زوجہ فاطمہ ہمشیرہ عمر خطاب اور سعید کے والد زید بن عمرو اور سعد بن ابی وقاص کا بھائی عمیر بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود اور جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسماء بنت عمیس اور سائب بن عثمان بن مظعون اور ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور عامر بن فہیرہ ازدی اور عمار یاسر اور صہیب بن سنان کا ترتیب وار اسلام لانا لکھا ہے۔ ابن خلدون نے ان بائیس اشخاص سے پہلے خدیجہ اور ابوبکر اور علی اور زید بن حارثہ بلال بن حمامہ۔ عمرو بن عبسہ اور خالد بن سعید بن عاص کا مسلمان ہونا لکھا ہے +۔ ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے علی ابن ابیطالب کی تکفیل آنحضرت صلعم اور جعفر کی کفالت عباس بن عبدالمطلب کر رہے تھے ابوطالب کے یہ دونوں بیٹے مسلمان ہوگئے تھے اور ابوطالب سے چھپکر آنحضرت کے ساتھ پہاڑوں کے دروں میں جاکر نماز پڑھتے تھے اتفاق سے ایک روز ابوطالب

[۱] سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ اور سیرۃ محمدیہ میں لکھا ہے کہ جب علی بطن مادر میں تھے تو اپنی والدہ کے پیٹ میں مثل قوس کے ہو جاتے تھے اور اُنہیں بیل کے سجدہ کے لئے جھکنے نہ دیتے تھے۔ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۴ اور ارجح المطالب ص ۴۵ میں لکھا ہے کہ عرصہ تک حضرت علی نے مرضعہ کا دودھ نہیں پیا۔ رسول اللہ صلعم کے لعاب دہن سے (زبان چوسکر) پرورش پائی اور علی نے کبھی شرک نہیں کیا۔ کیونکہ ابتدا سے رسول کی کفالت میں رہے

اُسطرف آنکلے آنحضرت نے اُنکو اسلام کی دعوت دی ابوطالب نے کہا میں اپنا اور اپنے آباو اجداد کا دین نہیں چھوڑ سکتا البتہ تمہاری وجہ سے یہ ہوگا کہ میں تمہاری مخالفت نہ کرونگا۔ اسکے بعد علی ابن ابیطالب کی طرف متوجہ ہوکر کہا دیکھو محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا یہ تمکو بھلائی کے سوا کچھ نہ سکھائینگے +

تنقید الکلام میں مولوی سید امیر علی لکھتے ہیں کہ اکثر آنحضرت قرب و جوار مکہ کی تنہائی میں اپنی زوجہ اور اپنے عمزاد علی کو لیجا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اثنار رکوع میں اُنکو ابوطالب نے دیکھ لیا اور پوچھا کہ اُے بھتیجے یہ کس دین کی پیروی تو کر رہا ہے" حضرت نے فرمایا یہ "دین خدا کا اور اُسکے ملائکہ کا اور انبیاء کا اور ہمارے جد امجد ابراہیم خلیل اللہ کا ہے خدا نے مجھکو بھیجا ہے کہ اُسکے بندوں کو راہ راست دکھاؤں اور آپ اے چچا جان سب سے برگزیدہ بندہ اُسکے ہیں پس مناسب ہے کہ میں آپ کو دین حق کی طرف دعوت کروں اور سزاوار ہے کہ آپ اس دین کو قبول فرما کر اُس کے شایع کرنے میں میری اعانت فرمائیں"۔ ابوطالب نے ایک جوالمرد کہن سال عرب کے طنطنہ سے کہا "اے پسر برادر میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو ترک نہیں کرسکتا مگر باللہ العظیم جبتک میں زندہ ہوں کیا مجال کسیکی کہ تیرا بال بیکا کرسکے"۔ تب اپنے فرزند ارجمند علی کی طرف مخاطب ہوکر اُس بزرگوار نے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے حضرت علی نے عرض کیا کہ میں ایمان لایا خدا کا اور اُسکے پیغمبر کا اور میں اُسی کا پیرو ہوں۔ ابوطالب نے فرمایا کہ اے فرزند اُسی کی پیروی کر کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ دیکھا ابوطالب نے حضور صلعم اور حضرت علی کو نماز پڑھتے ہوئے اور علی دائیں جانب تھے۔ پس ابوطالب نے جعفر سے کہا کہ جا تو بھی نماز میں شریک ہو اور جعفر بائیں پہلو میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ پس جعفر کا ایمان لانا حضرت علی کے تھوڑی ہی عرصہ بعد ہوا۔ (تاریخ طبری ابن ہشام اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ ہو)

صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھا ہے کہ ابوطالب کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں حق ہے اگر مجھے عورات قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے بھتیجے کی پیروی کرتا۔ استیعاب اور اسد الغابہ میں ہے کہ پوچھا گیا محمد بن کعب القرظی سے کہ اول علی اسلام لائے یا ابوبکر۔ اُس نے جواب دیا سبحان اللہ ان دونوں میں سے علی اول ایمان لائے ہیں اور لوگوں کو شبہ اس سبب سے ہوا ہے کہ ابتدا میں علی بوجہ خوف ابوطالب کے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور ابوبکر مسلمان ہوئے تو اُنہوں نے فوراً اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ بھی ملاحظہ ہو)

حضرت ابوبکر کے اسلام لانے کی کیفیت روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس اور سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۳۰۰ اور اسد الغابہ میں اس طرح لکھی ہے۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ جناب سالتماب صلعم کے مبعوث ہونیسے پہلے میرا یمن جانیکا اتفاق ہوا اور قوم ازد کے ایک بوڑھے سے ملاقات ہوئی جو بڑا عالم تھا بہت سی کتابیں پڑھا ہوا تھا اور آدمیوں کا علم بہت رکھتا تھا مجھے دیکھ کر کہنے لگا تو حرم کا باشندہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تو قریشی اور تیمی ہے میں نے کہا ہاں۔ وہ بولا تجھ سے ایک بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں علم صحیح اور صادق سے جانتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی ظاہر ہوگا اور اُسکے امر میں ایک جوان اور ایک دھیڑ اُسکی مدد کریگا۔ پس جب میں مکہ میں واپس آیا تو میں نے سُنا کہ آنحضرت مبعوث ہوئے ہیں میں در دولت پر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اے ابوبکر اسلام قبول کر میں نے حضرت سے دلیل اور حجت طلب کی حضرت نے فرمایا میری حجت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اُس سے ملاقات کی اور تمام قصہ بیان فرمایا اسکے بعد میں مشرف باسلام ہوا۔

صاحب تفریح الاذکیا نے سابقین اسلام کی ترتیب اسطرح قایم کی ہے۔ خدیجہؓ۔ علیؓ۔ زیدؓ بن حارثہ۔ ابوبکرؓ۔ سعیدؓ بن زید۔ فاطمہؓ زوجہ سعید بن زید۔ بلالؓ۔ خبابؓ بن الارت۔ صہیبؓ رومی۔ عمارؓ یاسر اور اُنکی والدہ سمیہؓ۔ ام سلمہؓ خولہؓ بنت حکیمؓ + کامل ابن اثیر میں ہے ابوذر کہتے ہیں کہ میں رابع الاسلام ہوں۔ واقدی کہتا ہے عمرو بن عبسہؓ اور زبیر کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے۔ خالد بن سعید کا پانچواں نمبر۔ مگر ابن اسحٰق کہتا ہے کہ خالد بن سعید اور اُنکی بیوی ہمینہ بنت خلف بہت آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ عبدالله بن مسعود کو بعض نے سادس الاسلام لکھا ہے +

طبری علیحدہ ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر سے پہلے پچاس آدمی سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ فرمایا جناب علی نے میں خدا کا بندہ ہوں۔ رسول اللہ کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد سوائے کاذب مفتری کے یہ لقب اختیار نہیں کریگا۔ مینے رسول اللہ صلعم کے ساتھ لوگوں سے سات[۵۲] برس پہلے نماز پڑھی ہے۔ نیز ابن اثیر عفیف کندی سے ناقل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم بذریعہ تجارت وارد مکہ ہوئے۔ زمانہ حج کا تھا۔ ہم حضرت عباس کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ ایک مرد مقابل کعبہ نماز پڑھنے لگا۔ اُسکے پیچھے ایک لڑکے اور ایک عورت نے بھی اقتدا کی۔ میں نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کیسا دین ہے تو عباس نے کہا یہ محمدؐ بن عبداللہ میرے بھتیجے ہیں جن کو گمان ہے کہ پیغمبر ہوئے ہیں اور قیصر و کسرا کے خزانے اُنکو ملیں گے۔ اُنکی زوجہ خدیجہ اور بھائی علی ابن طالب نے اُنکے دین کو قبول کیا ہے۔ قسم بخدا جہانتک میں جانتا ہوں اس دین میں اِن تینوں آدمیوں کا چوتھا شریک نہیں ہے۔ جریر طبری نے ان الفاظ کو اور زیادہ روایت کیا ہے کہ جب عفیف مسلمان ہوگئے اور اسلام اُنکے دل میں خوب راسخ ہوگیا تو وہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اُن تین شخصوں کے ساتھ چوتھا ہوتا۔ اور امام احمد بن حنبل نے عفیف کی زبان سے یہ الفاظ اور زیادہ کئے ہیں کہ اگر اُس روز خدا تعالیٰ مجھے اسلام نصیب کرتا تو میں جناب علی سے دوسرے نمبر پر ہوتا"۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ قصہ جسمیں حضرت عباس کی قسم مذکور ہے حج کے زمانہ یعنی ماہ ذیحجہ کی کسی تاریخ کا ہے اور بعثت رجب یا رمضان میں ہوئی ہے +۔ صاحب تفریح الاذکیا بروایت ابن سعد لکھتے ہیں کہ بعد حضرت خدیجہ (اور اُنکی لڑکیوں کے جو اب تک پیدا ہوئی تھیں) سب عورتوں سے پہلے ام الفضل زوجہ عباس اور اسماء بنت ابی بکر ایمان لائیں سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۲۹۵ میں ہے کہ زید کی بیوی اُمّ ایمن بھی زید کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئی تھیں +

یہاں یہ امر نہایت ہی قابل غور ہے جیسا کہ بعض مورخین فرنگ نے بھی مثل ڈیون پورٹ کے لکھا ہے کہ سب سے بڑی تصدیق آنحضرت کی صدق نیت اور حقیقت مذہب کی یہ ہے کہ سب سے زیادہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان اور سابق الاسلام حضرت کے گھر کے لوگ اور وہ لوگ ہوئے جو حضرت سے بہت گھرا تعلق رکھتے تھے! اور حضرت کے تمام حالات سے بخوبی واقف تھے۔ اگر حضرت کی صداقت میں ذرہ بھی کسی بات سے وہم یا شک پاتے تو ہرگز ایسے

---

[۵۱] صاحب اکبر التواریخ نے انہی لوگوں کے ساتھ ابوسلمہ مخزومی۔ عامر بن فہیرہ۔ حنیس بن حذافہ۔ خالد بن سعید بن عاص۔ عباس بن ربیعہ عبیداللہ بن جحش اور جعفر بن ابیطالب کا نام لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ شروع سال میں صرف ۱۰۰ آدمی کے قریب مسلمان ہوئے +

[۵۲] تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۱۵ ۵۲ یہ روایت مناقب احمد بن حنبل۔ خصائص نسائی۔ مسند ابن ابی شیبہ۔ مسند ابن ابی عاصم مستدرک حاکم اور حلیۃ ابونعیم میں بھی درج ہے اور عقیلی نے بھی لکھی ہے اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے۔ اور بھی روایت حبۃ العرنی سے استیعاب میں درج ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ ہمکو ثبوت کو پہنچا ہے کہ جناب علی نے فرمایا ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کے ساتھ لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے + + +

راسخ الاعتقاد نہوتے کہ دین کی خاطر اپنی جانوں کو معرض خطر و ہلاکت میں ڈالتے۔ یہ لوگ برابر حضرت کے ساتھ رہتے تھے اُنکی حرکات و سکنات کے نگراں رہتے تھے۔ خصوصاً اُنکی زوجہ خدیجہ اور اُنکا عزاد پیارا بھائی حضرت کی رسالت کا اعتقاد کامل اور یقین واثق رکھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ سچے اور وفادار یہ واُنکے تھے۔ اگر یہ لوگ ذراسی علامت بھی دنیا داری یا کمزوری و ریا عدم ایمان کی اپنے پیغمبر میں پاتے تو آنحضرت کو جو تہذیب اخلاق اور اصلاح بنی آدم کی اُمیدیں تھیں وہ سب دم بھر میں خاک میں ملجاتیں۔ اُنہوں نے آپ کی خاطر کیا کیا مصائب و صدمات اُٹھائے +

(۳) اعلان رسالت سنہ بعثت آنحضرت پہلے علانیہ دعوت اسلام نہ کرتے تھے بلکہ ازروئے عقل و تدبیر مدارا و نرمی ابتداءً نصیحت میں فرمائی خاص خاص احباب اور اُنکے متوسلین میں دعوت اسلام محدود تھی کیونکہ اگر ذرا بھی عقل کو کام میں نہ لاتے تو معرض ہلاکت میں پڑتے اور مقصد حاصل نہ ہوتا چنانچہ بمفاد آیۂ کریمہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) تین سال تک حضرت نے یہی طریقہ جاری رکھا۔ اور بیگانو پر راز ظاہر نہ کیا۔ تین برس یوہیں گذرے اور اس عرصہ میں بروایت اکثر مورخین کل ۳۹ آدمی مسلمان ہوئے انمیں اکثر کم سن مسافر اور غریب تھے اور اس تعداد میں جوان لڑکے بوڑھی عورتیں سب شامل تھے[۱] یہ لوگ اپنے نماز اپنے گھروں یا پہاڑوں کے دروں میں چھپکر پڑھتے تھے طبری وغیرہ میں ہے کہ ایکدن سعد بن ابی وقاص و بعض دیگر اصحاب آنحضرت ایک شعب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرک دھر آگئے وہ انکو نماز پڑھتا دیکھکر متعرض ہوئے اور برا بھلا کہنے لگے پس سعد بن ابی وقاص نے ایک مشرک کا سر اونٹ کی ہڈی سے پھوڑ دیا یہ اول خون ہے جو اسلام میں بہایا گیا + بعثت سے چوتھے برس کے شروع میں جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین (اور ڈر سنا اپنے قریب رشتہ داروں کو) نازل ہوئی تو آنحضرت نے حضرت علی کو حکم دیا کہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) گیہوں کی روٹی اور ایک ران گوسفند تیار کروا اور ایک کاسہ دودھ کا لے آؤ اور فرزندان عبد المطلب کی ابو طالب کے گھر میں ضیافت کرو۔ غرض چالیس آدمی جمع ہوئے اور یہ سب چیزیں اُنکے آگے رکھی گئیں انمیں ابو طالب۔ حمزہ۔ عباس اور ابو لہب بھی تھے۔ حضور صلعم نے بسم اللہ کہکر ہاتھ بڑھایا اور سب نے کھانا شروع کیا یہانتک کہ سب سیر ہو گئے مگر وہ کھانا کم نہوا اور سب نے دودھ پیا اور پھر اُسی طرح باقی رہا۔ ابو لہب اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ تمہارے صاحب نے عجب سحر کیا ہے۔ حضرت یہ سُنکر چلے گئے اور وہ چلیگئے۔ آنحضرت نے دوسرے دن اُسی سامان سے پھر اُنکی دعوت کی اور پھر وہی صورت پیش آئی۔ تب حضرت نے فرمایا اے فرزندان عبد المطلب میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کوئی شخص عرب سے اپنے قوم کے واسطے کوئی چیز اُس سے بہتر نہیں لایا ہے جو میں تم لوگوں کے واسطے لایا ہوں وہ چیز تمہارے واسطے دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ہے۔ یہ تبلاؤ کہ اگر میں تمکو خبر دوں کہ تمہارا دشمن صبح یا شام تمہارے فکر میں آیا چاہتا ہے تو تم یقین کروگے اُن سب نے کہا کہ البتہ ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا پس جانو کہ خدا نے مجھے پیغمبر کیا ہے اور تمام عالم کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیزوں قریبوں کو اس امر کی دعوت کروں اور عذاب آخرت سے خوف دلاؤں تم لوگ ہمارے عزیز و قریب ہو تم لوگوں نے اس معجزہ کو دیکھا جو شخص اس کھانیکے بعد ایمان نہ لاویگا خدا اُسکو عذاب میں مبتلا کریگا[۲] پس تم میں سے کون ایسا ہے جو پہلے میری بیعت کرے اور وہ میرا معین و مددگار ہو اور میں اُسکو اپنا بھائی وصی اور وزیر و خلیفہ قرار دوں[۳] یہ سُنکر

---

[۱] اکیلے انوار یحیٰ میں اسوقت تک سے آدمیوں کے قریب مسلمان ہونا لکھا ہے اور گبن نے صرف ۱۵ آدمی لکھے ہیں [۲] حیات القلوب میں اسکے بعد یہ لکھا ہے کہ اے فرزندان عبد المطلب خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اُسکے واسطے اُسکے اہل سے ایک بھائی وصی اور وارث مقرر کیا ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے پہلے مجھپر ایمان لائیگا وہ میرا بھائی اور وزیر اور وارث اور وصی اور خلیفہ میرا ہوگا میری اُمت میں۔ اور میرے ساتھ ایسا ہوگا جیسے ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے [۳] حیات القلوب میں اسکے آگے یہ عبارت اور زیادہ ہے کہ میرے بعد میرے تبلیغ رسالت کرو اور میرے بعد میرا قرض ادا کرو اور میرے وعدے پورے کرے +

سب چپ ہو رہے کسیسے کچھ جواب نہ دیا۔ پس حضرت علی جو اُسوقت چودہویں برس میں تھے تاب نہ لاسکے اُٹھکھڑے ہوئے اور نہایت جوانمردی سے بولے "یا رسول اللہ وہ شخص میں ہوں اگرچہ عمر میں ان سب سے کم ہوں۔ اور آنکھیں میری ان سب سے چھوٹی ہیں اور پیٹ میرا بڑا ہے اور پنڈلیاں سب سے پتلی ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کا وزیر ہونگا جو حکم آپ کرینگے میں اُسکی تعمیل کرونگا۔ اس مشکل خدمت کو میں بجا لاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا بیٹھ جاؤ جلدی مت کرو شاید جو لوگ تمسے بڑے ہیں وہ قبول کریں"۔ پھر حضرت نے مضمون سابق کا اعادہ کیا مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت علی نے اُسی طرح سے کلمات اطاعت و فرمانبرداری کے عرض کئے۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ اسوقت حضور صلعم نے حضرت علی کو اپنے پاس بلایا اور بیعت لی پھر ہاتھ پھیلا کر علی کو گلے سے لگالیا اور فرمایا دیکھو میرے بھائی میرے وزیر میرے وصی میرے خلیفہ کو سب اسکی بات کو ماننا اور اسکی اطاعت کرنا۔ قریش قہقہہ مار کر ہنسنے لگے[۱]۔ اور ابو طالب سے یہ کہکر کہ علی کو سلام کرو اور اُسکا حکم مانا کر سب چلے گئے (طبری ج ۲ ص ۲۱۷ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲ ابو الفداج ۱ ص ۱۱۱ حبیب السیر ج ۱ جزو ۳ ص ۱۶ گبن ج ۳ ص ۴۹۹ اوکلی ص ۱۵ کارلائل ص ۶۱ ایرونگ ص ۳۰ گلمن ص ۸۳ ڈیون پورٹ ص ۵ اور تفسیر لباب التاویل ج ۳ ص ۳۴۱ تفسیر معالم التنزیل و تفسیر ثعلبی وغیرہ)

اسکے بعد ہی جب آیہ فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین نازل ہوئی یعنے اللہ تعالی کا حکم ہوا کہ ظاہر کر اُس کام کو جسکا تجھے حکم دیا گیا ہے اور پھیر لے اپنا منہ مشرکوں سے۔ تو حضور صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دی "یا معشر قریش یا بنی فہر یا بنی غالب یا بنی لوے یا بنی عدی" مکہ کے لوگ چھوٹے بڑے آکر جمع ہو گئے کیونکہ دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام درپیش ہوتا تھا تو پہاڑ پر چڑھکر آواز دیجاتی تھی۔ اور لوگ آواز سُنکر جمع ہو جاتے تھے۔ دوڑتے وقت لوگوں نے سمجھا تھا کہ کوئی قومی مرحلہ پیش آیا ہوگا وہاں پہنچکر آنحضرت کی زبان سے جو تقریر سنی گئی وہ یہ تھی "لوگو اگر میں تم سے کہوں۔ کہ پہاڑ کے دوسری طرف ایک بڑا لشکر اسلئے چھپا ہے کہ دفعتہً تم پر حملہ کرے اور تمکو تباہ کرے تو کیا تم باور کروگے؟" لوگوں نے جواب دیا "بیشک اے محمد تم امین ہو اور ہم لوگوں نے تمسے کبھی جھوٹ نہیں سنا تمہاری بات ہم کیوں جھوٹ سمجھنے لگے" آنحضرت نے فرمایا "تمہارے پیچھے عذاب سخت آنے والا ہے جو بغیر توحید کے کبھی دفع نہیں ہو سکتا" یہ سنکر وہ سب اپنے دلمیں آں حضرت کو خفیف الحرکت سمجھنے لگے۔ ابولہب سے رہا نہ گیا اور بولا "تمہارے اوقات خراب ہو اسلئے بلایا تھا" یہ کہکر سب چلے گئے (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ[۲] و حیات القلوب)

(۴) قریش کی دشمنی سنہ ۴ بعثت ۔ آنحضرت کے ساتھ جو برتاؤ اہل مکہ کا تھا اُسکی نوعیت برابر بدلتی رہی۔ وہی محمد جو پہلے تمام اہل مکہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے قوم نے اُنہیں امین کا خطاب دیا تھا اب اس مذہب پھیلانے کی وجہ سے کانٹے کی طرح دل میں کھٹکنے لگے۔ اور امین کی جگہ اُنہیں مجنوں خطاب دیا گیا۔ جب آپ راہ سے گذرتے قریش مذاق

[۱] اوکلی اور گبن کے موافق حضرت علی نے اسطرح فرمایا کہ یا رسول اللہ جو کوئی آپ کا مقابلہ کریگا اُسکے دانت توڑ ڈالونگا۔ آنکھیں نکال ڈالونگا پیٹ پھاڑ ڈالونگا اور ٹانگیں توڑ ڈالونگا یا رسول اللہ میں آپکا وزیر ہونگا [۲] مسٹر کارلائل لکھتے ہیں کہ بعد میں ثابت ہو گیا کہ یہ ہنسی کے لائق بات نہ تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی۔ یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر شخص اسکو پسند کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اُسکے بعد اُس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ اور محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ جیسی تیز و تند جرأت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طور کی جوانمردی تھی شیر سا تو بہادر تھا مگر باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی رحم اور سچائی اور محبت تھی جیسی کہ ایک عیسائی دنیا دار جوانمرد کے شایان ہے اور لکھتا ہے کہ یہ نامور خلیفہ بلحاظ اپنی ہمت و جرأت اور طبیعت و خصلت اور پاک دامنی و عفت اور فہم و فراست کے نہایت عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھا جو اُمت اسلامیہ میں کبھی پیدا ہوا تھا [۳] ایرونگ لکھتا ہے کہ ابولہب نے ایک پتھر سی اُٹھا کر حضرت کو مارا تھا +

کرتے آپس میں کہتے یہ شخص بھلا چنگا تھا دفعۃً دماغ پھر گیا کہتا ہے کہ مجھ سے اہل آسمان باتیں کرتے ہیں اور آسمان کی خبر لاکر ہمکو سناتا ہے" یہانتک بھی خیریت تھی۔ لیکن جب ہادی نے بتوں کا باطل کہنا اور قریش کے آباو اجداد کو جو حالت کفر میں مرے تھے دوزخی بتانا شروع کیا۔ اُسوقت قریش کو ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ آنحضرت کی دشمنی پر تل گئے۔ تمام بنی اُمیہ اور بعض بنی ہاشم حضرت کے دشمن جانی ہوگئے +

بنی اُمیہ کا سردار اسوقت ابوسفیان بن حرب تھا۔ یہ شخص نہایت مالدار ذی اقتدار اور شجاع تھا۔ عرصہ دراز تک آنحضرت کا دشمن جانی رہا۔ بنی ہاشم میں سے حضرت کا چچا ابولہب اپکا بڑا مخالف تھا۔ یہ شخص بڑا مالدار اور مغرور اور بدمزاج تھا۔ اسکے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے آپ کی بیٹیوں ام کلثوم اور رقیہ[1] کی شادی کم سنی میں ہوئی تھی۔ ابولہب کی بیوی ابوسفیان کی بہن ام جمیل حضرت کی سخت دشمن تھی۔ ابولہب کی مخالفت زیادہ تر اپنے زوجہ ہی کی مخالفت کے سبب سے تھی کہ وہ اُسکا نہایت فرمانبردار تھا۔ ہادی کو اس مخالفت سے ام کلثوم اور رقیہ پر نہایت تاسف اور تردد ہوا۔ آخر ابولہب اور اُسکی زوجہ ام جمیل نے عتبہ اور عتیبہ سے آنحضرت کی صاحبزادیوں کو طلاق دلادی۔ اور اُن صاحبزادیوں کا نکاح کچھ عرصہ بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان سے کر دیا گیا۔ ابوسفیان کا خسر عتبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بھی آنحضرت کے سخت مخالفوں اور دشمنوں میں سے تھے +

کفار ہر طرح سے حضرت کی ایذا دہی میں کوشش کرتے تھے کبھی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط آنحضرت کی گذرگاہ میں گھر کے قریب گندگی ڈالدیتے کبھی کانٹے بچھا دیتے آنحضرت تحمل سے کام لیتے اور اتنا ہی فرماتے "کیا حق ہمسائگی یہی ہے" یا یہ کہ آہستہ آہستہ قریش کی طبیعتیں فساد اور عناد کی طرف بڑھتی گئیں۔ اُنکا یہ حال ہوگیا کہ جو شخص مکہ میں آتا اُس سے کہتے محمدؐ کی بات نہ ماننا۔ کبھی مجنون کہتے۔ کبھی شاعر کبھی ساحر اور کبھی کاہن۔ ایک مرتبہ اکابر قریش جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ موسم حج قریب ہے باہر کے لوگ آئیں گے تو محمدؐ اپنی سحر بیانی سے کام لیں گے۔ یہ سیدھے سادھے لوگ اُنکے دام فریب میں آتے جاتے ہیں اسکی روک تھام ضرور ہے۔ اس شریف خاندان حسین و وجیہ و فصیح البیان سے لوگوں کو کیونکر نفرت دلائیں۔ مجنون۔ شاعر۔ ساحر۔ کاہن کے لقب تو اسپر کھپ نہ سکیں گے۔ آخر ولید بن مغیرہ جو اُن سب میں قابل اور مدبر سمجھا جاتا تھا بولا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سحر بابل ہے ناگزیر کہا چاہتے ہو تو ساحر ہی کہو۔ اگرچہ یہ بھی مفید نہ ہوگا۔ پس موسم حج میں جو کوئی شخص آتا اُس سے یہی کہتے کہ یہ شخص ساحر ہے اسکی بات نہ سننا (روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس و طبری میں ہے ایک دفعہ کفار مکہ خانہ کعبہ میں بیٹھے آنحضرت کا ذکر کر رہے تھے کہ یہ شخص کھلے خزانے ہمکو اور ہماری بزرگوں کو بُرا کہتا ہے۔ کوئی بندوبست ضرور کرنا چاہیئے اتنے میں آنحضرت آپہنچے اور طواف کعبہ میں مشغول ہوئے۔ کفار آوازے کسنے لگے اور تعرض کے ساتھ پیش آئے۔ دو مرتبہ حضرت کچھ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ آنحضرت کو جلال آیا فرمایا قریش تم سنتے نہیں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے میں تمکو ذبح کرنے آیا ہوں" حضرت کی اس گفتگو سے دلوں میں کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ وہ لوگ خوشامد کرنے لگے۔ اور معافی کی درخواست کی۔ دوسرے دن کفار نے اپنی اس ہزیمت پر تاسف کیا اور پھر ایک دل ہوکر خانہ کعبہ میں آنحضرت سے بے ادبی کی۔ عقبہ بن ابی معیط گوشہ چادر گلے میں ڈالکر گلا گھونٹنے لگا۔ بروایت تاریخ الخمیس و روضۃ الاحباب حضرت ابوبکر رونے لگے اور آگے بڑھکر کہنے لگے آیا اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں

[1] زینب ام کلثوم اور رقیہ کی نسبت علماء امیہ کا یہ قول ہے کہ وہ رسول اللہ کی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی سوائے فاطمہ علیہا السلام کے اور کوئی بیٹی نہیں ہوئی +

لایا ہے۔ اسپر مشرکین نے آنحضرت کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر کی ڈاڑھی پکڑ کر اتنا مارا کہ اُنکا سر پھوٹ گیا۔

ایک روز عتبہ بن ربیعہ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ "اے محمدؐ تم جو مانگو میں دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم اپنے ادعا سے باز آؤ۔ اگر تم کوئی حسین عورت چاہتے ہو تو میں اُسکا انتظام کردوں اور اگر دولت اور مال کی طمع ہو تو میں چندہ کرکے اتنا مال دوں کہ تم قوم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر بادشاہت کی طمع ہو تو میں تمہیں قوم کا بادشاہ بھی بنا سکتا ہوں۔ اگر تمہارا واہمہ تمہارے اختیار سے باہر ہے تو کہو کہ طبیب سے تمہارا معالجہ کراؤں۔ تمہیں صحت ہو جائے۔ ہمیں مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں ہے"، جب عتبہ گفتگو ختم کر چکا تو حضرت نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حٰمٓ۔ تنزیلٌ من الرحمٰن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ قرآنًا عربیًا لقوم یعقلون الخ جب آنحضرت فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود تک پہنچے تو عتبہ نے کہا بس بس۔ اور پھر اپنی قوم کے پاس آکر کہا واللہ میں نے ایسا کلام سُنا ہے کہ اُسکا مثل کبھی نہ سنا تھا۔ شاعری۔ سحر یا کہانت کو اُس سے کوئی نسبت نہیں میری تو یہ رائے ہے کہ تم محمدؐ کو اُسکے حال پر چھوڑ دو بخدا یہ کلام کچھ کر دکھائیگا۔ اگر دوسروں سے یہ مغلوب ہوا تو تمہارا مطلب بے دردسر حاصل ہوا اور اگر یہ غالب رہا تو اُسکی عزت کے ساتھ تمام مکہ والوں کی عزت بڑھیگی میری تو یہی رائے ہے آئندہ جو تم مناسب سمجھو۔ مگر ایک عتبہ کی رائے کیا کرتی ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے جبتک وہ وقت نہیں آیا کافروں کی حالت نہیں بدلی (روضۃ الاحباب۔ ابن ہشام)

غرض قریش ہر طرح حضرت کو ستاتے تھے۔ جب بازار میں جاتے چھیڑتے طعنہ زنی کرتے۔ جب وعظ فرماتے شور و شغب مچاتے۔ تالیاں پیٹتے۔ بیہودہ گیت گانے لگتے۔ کوئی درجہ بُرائی کا آنحضرت کے ساتھ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن آنحضرت ہمیشہ صبر و استقلال سے کام لیتے اور کہتے تو صرف یہ کہتے "خدایا تو اس قوم جاہل کو ہدایت دے" (نوٹ) کبھی حضرت سے معجزے طلب کرتے اور جب حضرت معجزے کر بھی دکھاتے تو سحر اور جادو بتاتے۔

ایک دفعہ آنحضرت خانہ کعبہ میں سربسجود تھے عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کے اشارہ سے ایک گوسفند کا مشیمہ (اوجھ) آنحضرت کے شانوں پر رکھدیا اور کفار نے ہنسنا شروع کیا۔ حضرت ثابت ہی رہے جنبش نہ کی اور سر سجدہ سے نہ اُٹھایا[1] جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ فرمایا کہ اے پروردگار تو قریش سے سمجھ لے۔ اور پھر نام بنام ابوجہل بن ہشام عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابی بن خلف۔ اُمیہ بن خلف اور عمارہ بن ولید کے حق میں دعائے بد کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ سب جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے (خمیس روضۃ الاحباب)

(۵) کفار کا ظلم مسلمانوں پر | عبدالمطلب کے بعد ابوطالب سردار مکہ سمجھے جاتے تھے انکے لحاظ اور خوف سے کفار مکہ آنحضرت کو زیادہ اذیت نہ پہنچا سکتے تھے اور اسی طرح اُن مسلمانوں کا بھی کچھ نہ کر سکتے تھے جنکا کنبہ خوش حال تھا۔ لیکن غریب مسلمانوں کے ساتھ کفار بڑی سختیاں کرتے تھے۔ گرم ریت پر دوپہر میں سلاتے۔ گرم پتھر جسم پر باندھتے۔ دوپہر میں لوہے کی زرہ پہناتے۔ دُرّے مارتے۔ دانہ پانی بند کر دیتے۔ سب ہی کچھ کرتے لیکن مسلمان توحید و رسالت کا اقرار کئے جاتے منحرف نہ ہوتے تھے۔ منجملہ اُن مفلس مسلمانوں کے جنکو کفار نے بہت ستایا تھا عمار ابن یاسر اور اُنکی والدین اور ہمشیر ہیں اُنکو ایک دن گرم ریت پر لٹائے ہوئے مار رہے تھے۔ حضور صلعم نے دیکھا اور فرمایا کہ اے آل یاسر صبر کرو کہ

---

[1] صاحب تاریخ الخمیس وغیرہ اور علمائے اہلسنت اور صاحب حیاۃ القلوب وغیرہ محدثین شیعہ نے لکھا ہے کہ اس مشیمہ کو جناب فاطمہ نے آکر اُٹھا کر پھینکا۔ مگر یہ روایت اس روایت کے مقابلہ میں جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش سنہ ۱ بعثت میں لکھی ہے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ واقعہ بھی سنہ ۱ بعثت میں لکھا ہے ہاں اگر وہ روایت لیجائے جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش سنہ ۵ قبل بعثت میں لکھی ہے تو صحیح ہو سکتا ہے یا یہ واقعہ سنہ ۱ بعثت کا ہے جیسا کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بعد وفات ابوطالب ایسا ہوا اور ہماری تحقیق میں یہی درست بھی ہے ۱۲ منہ خاک پھینکے۔

تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ آخر الامر ابو جہل مردود نے سمیہ مادر عمار کے قلب پر اور بروایتے اندام نہانی پر نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور یاسر پدر عمار کو اتنا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے اسلام میں یہ دونو شہدائے اول ہیں مگر عمار نے مجبور ہو کر وہی لفظ کہدیے جو کفار چاہتے تھے لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے آکر کہا کہ عمار کافر ہو گیا فرمایا ہرگز نہیں وہ تو سر سے پانوں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے ایمان اُسکے گوشت و خون میں ملا ہوا ہے۔ اور جب عمار آپکی خدمت میں روتے ہوئے آئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا ہی کہوائیں تو کہدینا کوئی حرج نہیں ہے۔ اسیطرح صہیب و خباب وغیرہ نے مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھائیں (روضۃ الاحباب) مسلمان عورتیں بھی کفار کے عذاب سے مستثنیٰ نہ تھیں عمر فاروق اپنی کنیز لبینہ کو اسلام قبول کرنے کی جرم میں مارتے تھے کہ تھک جاتے تھے اور پھر دم لیکر مارنے لگتے تھے ابو جہل نے اپنی کنیز زنیرہ کو اتنا مارا کہ وہ اندھی ہو گئی اور کہا کہ لات و عزیٰ نے تجھے اندھا کر دیا اُس نے کہا لات و عزیٰ کو تو خود ہی نہیں سوجھتا دوسروں کو کیا اندھا کرینگے یہ ایک آسمانی امر ہے میرا خدا پھر میری آنکھوں میں روشنی دیسکتا ہے۔ نہدیہ بنی عبد الدار میں سے ایک عورت کی لونڈی تھی وہ کمبخت اُسے سخت تکلیفیں دیتی تھی۔ اسیطرح ام عبید اسود بن عبد یغوث کی مملوکہ تھی اور ایمان کی خاطر سب تکلیفیں جھیلتی تھی (ابن ہشام۔ ابن اثیر)

یہ سمیہ مہاجرین اولین کے ساتھ حبش تشریف لیگئی تھیں۔ جب وہاں سے مراجعت کی تو ابو جہل نے اُنکو شہید کیا تھا اسیطرح کفار حضرت بلال کو ایسی ایسی تکلیفیں دیتے تھے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ حضرت بلال امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ اور پوشیدہ زیور ایمان سے آراستہ ہو چکے تھے۔ اور عبادت خدا حسب فرمودۂ نبی بجا لایا کرتے تھے جسکی خبر امیہ خلف کو پہنچی اُس نے غلاموں کو حکم دیا کہ صبح کو دن چڑھے ہوں کے کانٹے بلال کے بدن میں چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تو اُنکو دھوپ میں چت لٹا کر از سر تا پا گرم پتھر رکھا کرو تا کہ ہل نہ سکیں اور گرد اگرد آگ جلا دیا کرو کہ خوب جلیں اور جب شام ہو ہاتھ پیر باندھ اندھیری کوٹھڑی میں قید رکھو۔ اور باری باری تازیانے مارا کرو اور صبح تک یہی کام کیا کرو اسیطرح ایک مدت گذری مگر حضرت بلال پکار پکار کر احد احد (خدا ایک ہے ایک ہے) کہا کیے۔ آنحضرت صلعم کو اُنکے اس حال کی خبر ہوئی تو عباس سے کہا کہ تم اُنکو مالک سے خرید لیتے

(۶) ہجرت حبشہ سنہ ۵ بعثت

جب کفار قریش کا ظلم مسلمانوں پر حد کو پہنچ گیا۔ اور وہ جانوں کے لالو ہو گئے تو حضور صلعم نے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا۔ جسکو ابیسینیا کہتے ہیں ہجرت کے لئے منتخب کیا گیا۔ ابیسینیا کے لوگ نسطوری فرقہ کے عیسائی تھے اور اُن کا بادشاہ جس کا لقب نجاشی اور نام اصحمہ بن ابجر یا مکحول بن صعصعہ تھا۔ نہایت منصف

لہ ہجرت حبشہ کا حال آگے بیان ہوگا ۱۲ علامہ عبد البر نے استیعاب میں اور مولوی عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کو بلال بن رباح کی ان تکلیفوں کا حال معلوم ہوا تو حضرت ابو بکر سے ملے اور فرمایا کہ تمہارے پاس مال ہوتا تو بلال کو خرید لیتے۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر کی ملاقات حضرت عباس سے ہوئی تو کہا کہ بھیا بلال کو خرید دو۔ عباس امیہ بن خلف کی بیوی کے پاس گئے اور کہا کہ یہ غلام بھاگ جائیگا تو قیمت بھی ہاتھ سے جائے گی بہتر ہے کہ اسے ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اُس نے کہا تم اسے لیکر کیا کرو گے یہ بڑا خبیث ہے۔ کسی کام کا نہیں ہے۔ اُسوقت عباس چلے آئے۔ پھر دوبارہ اُس سے جا کر ملے اور اُس سے یہی کہا۔ اور بلال کو خرید کر حضرت ابو بکر کے پاس بھیجدیا حضرت ابو بکر نے بلال کو آزاد کر دیا۔ بلال (نے آنحضرت صلعم کی ملازمت اختیار کی) حضرت کے مؤذن مقرر ہوئے۔ یہی مؤذن اول ہیں اسلام میں۔ آنحضرت کی وفات کے بعد بلال نے شام چلے جانیکا ارادہ کیا۔ حضرت ابو بکر نے کہا تم تو ہمارے ہی پاس رہو۔ بلال نے کہا اگر تم نے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا ہو تو قید کرو اور اگر خدا کے لئے آزاد کیا ہے تو چھوڑ دو کہ خدا کی طرف چلا جاؤں۔ ابو بکر نے کہا چلے جاؤ۔ پس بلال شام کی طرف چلے گئے اور وہیں رہے یہانتک کہ ۲۰ھ ہجری میں تریسٹھ یا ستر برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ کتب شیعہ میں

لکھا ہے کہ بلال رسول اللہ (رسول اللہ کے غلام) کہلاتے تھے

اور عادل تھا۔ پس اول دفعہ ماہ رجب سال پنجم بعثت میں ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں[1] تھیں سب سے پہلے حضرت عثمان اور انکی زوجہ رقیہ بنت رسول باہر نکلے یہ لوگ مکہ سے چھپکر نکلے۔ جدہ تک پا پیادہ آئے اور وہاں سے جہاز میں بیٹھکر ساحل حبشہ پر جا اترے۔ ان لوگوں کو حبشہ میں رہتے ہوئے شعبان اور رمضان کے مہینے گذرے تھے کہ انہوں نے سنا قریش مسلمان ہو گئے۔ یہ سنکر ماہ شوال میں حبشہ سے واپس آئے مگر مکہ کے قریب آکر انکو معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے زیادہ دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ ناچار انہوں نے اپنے دشمنوں سے مخفی طور پر ایسے لوگوں کے جوار میں سکونت اختیار کی جہاں انکو پناہ مل سکے سوائے عبداللہ ابن مسعود کے جو ہجرت حبشہ کو واپس چلے گئے۔ (روضۃ الاحباب طبری۔ تاریخ الخمیس)۔ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار روز بروز زیادہ ہی گرم ہوتا چلا جاتا تھا۔ اسواسطے تھوڑے دنوں بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو دوبارہ حبشہ کی طرف مہاجرت کر جانے کی اجازت دیدی[2] اس مرتبہ علاوہ بچوں کے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں متفرق طور پر حبشہ کو چلے گئے[3] اور آخر میں جعفر ابن ابیطالب پچاس آدمی کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ اب مہاجرین حبشہ کی تعداد بچوں کے علاوہ بروایتے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں اور بروایتے ۸۰ مرد اور ۱۸ عورتیں جملہ ایک سو ایک یا ۱۹ تک پہنچگئی تھی۔ حبشہ میں ان لوگوں کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا گیا۔ یہ لوگ عرصہ تک وہیں رہے۔ جب انہوں نے آنحضرت کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حال سنا تو انمیں سے ۳۳ مرد اور ۷ عورتیں مکہ میں واپس آگئے۔ مگر جعفر اور انکے ساتھ والے پچاس آدمی ۷ ہجری تک حبشہ ہی میں رہے۔ یہانتک کہ جنگ خیبر کی فتح کے وقت مدینہ واپس آئے اسوقت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آیا میں فتح خیبر کی خوشی مناؤں یا جعفر کے واپس آنیکی۔ (روضۃ الاحباب وغیرہ)

کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ اہل مکہ مسلمان ہوتے ہیں اور چپکے سے حبشہ چلے جاتے ہیں جہاں وہ امن و آرام سے بسر کرتے ہیں تو انکی کمال درجہ کی بڑھی اور بروایت ابن اسحق و ابوالفدا اور صاحب تاریخ الخمیس و طبری براہ حسد عمارہ بن ولید یا عبداللہ بن ابی ربیعہ کو اور بروایت ابن اثیر عبدالملک بن امیہ کو عمرو[4] عاص کے ساتھ نجاشی اور اراکین سلطنت کیواسطے ہدایا دیکر روانہ کیا۔ ان دونوں نے حبشہ میں جاکر وہاں کے پادریوں کو رشوت دیکر اپنے ساتھ ملالیا۔ پھر نجاشی کے دربار

[1] یعنی عثمان بن عفان اور انکی زوجہ رقیہ بنت رسول۔ زبیر بن العوام۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمن بن عوف۔ مصعب بن عمیر۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد اور انکی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان ابن مظعون۔ عامر بن ربیعہ اور انکی زوجہ لیلی۔ حاطب ابن عمرو۔ سہیل ابن بیضاء۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور انکی بیوی سہلہ بن سہیل (تفریح الاذکیاء) طبری نے ان بارہ کے علاوہ ابوسبرہ بن ابی رہم کو بھی لکھا ہے۔

[2] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ درج الدرہ اور بعض کتب سیر میں مسطور ہے کہ جملہ مہاجرین حبشہ کچھ اوپر ۸۰ مرد اور ۱۸ عورتیں قریش سے تھیں اور ۲ نفر غیر قریش تمام قبائل سے۔ جب آنحضرت نے مدینہ کو ہجرت کی تو ۳۳ مرد اور ۷ عورتیں حریم حرم میں واپس آگئے۔ اُن میں سے ۳ مرد مکہ میں مرگئے اور سات نفر قید ہوگئے اور بقیہ ۲۴ نفر واقعہ بدر میں آنحضرت سے آملے۔ اور جعفر مع تمام مہاجرین کے ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ روایت ابن اسحٰق کی تاریخ الخمیس میں بھی ہے۔ [3] ابن خلدون صاحب سیرۃ محمدیہ اور صاحب انسان العیون نے لکھا ہے کہ یہ دوسری ہجرت حبشہ آنحضرت کے شعب ابی طالب میں داخل ہونیکے بعد سنہ بعثت میں ہوئی ہے۔ اور انمیں سے ۳۹ آدمی سنہ بعثت میں اسوقت مکہ میں واپس آئے۔ جب آنحضرت شعب ابوطالب سے نکل آئے ہیں۔ کیونکہ مہاجرین حبشہ کو یہ خبر غلط پہنچی تھی کہ کفار قریش نے آنحضرت سے صلح کر لی ہے[4] یہ شخص جو آنحضرت کے جور و دشمنوں میں تھا مکہ کی ایک کسبی کا بیٹا تھا جسمیں اتفاق زمانہ میں شمار ہوتا تھا جب یہ (عمرو عاص) پیدا ہوا تو اسکی ماں کے پانچ دوستوں میں سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا میرا ہے۔ لیکن چونکہ عاص سے شابہ تھا اس سبب سے عاص کا لفظ قرار دیا گیا بڑا ہوکر یہ ایک مشہور شاعر ہوا اور اکثر آنحضرت کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا (دیکھو ابوالفدا ج ۱ ص ۱۸۸ ابن ہشام جلد اول ص ۱۳۴ نہضت الاوراق جلد اول ص ۱۹۱)

میں جاکر اول اُسکو سجدہ کیا پھر تحائف قدیس پیش کرکے نہایت وسماجت عرض کیا "ہمارے بیچ اعمام ایک دین سے پھر کر اور ایک نیا مذہب اختیار کرکے یہاں آئے ہیں اور اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبد (غلام) کہتے ہیں اور یہ عقیدہ بادشاہ کے بھی خلاف ہے سو انکو ہمارے ساتھ کر دیجئے" نجاشی اگرچہ عیسائی تھا مگر اُنکی اس بات پر خفا ہوکر بولا "میری شان کے خلاف ہے کہ جو میری پناہ میں آویں میں اُنکو دشمنوں کے سپرد کر دوں" پھر مسلمانوں کو طلب کیا وہ سب حاضر ہوئے جعفر طیار اُنکے پیشوا تھے۔ وہ سلام علیک کہکر مجلس بادشاہ میں رونق افروز ہوئے۔ اہل دربار نے فقط سلام علیک سنکر کہا تم لوگوں نے خلاف آداب کیا بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ جعفر ابن ابیطالب نے فرمایا ہم لوگ اپنے پروردگار حقیقی کے سوا اور کسیکو سجدہ نہیں کیا کرتے اور نہ ہم کسیکو اس لایق جانتے ہیں ہمارے پیغمبر صلعم نے ہمکو یہی تعلیم دی ہے"۔ اس گفتگو سے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کی وقعت قایم ہوئی اور پوچھا کہ تم نے جو نیا دین اختیار کیا ہے وہ کیا ہے؟ جعفر نے کہا "اللہ نے اپنا ایک رسول ہمارے پاس بھیجا ہے جس کے کہنے سے ہمنے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا۔ وہ ہمکو اچھے کام کی ترغیب دیتا ہے اور بُرے کام سے منع کرتا ہے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ صدقہ۔ صلۂ رحم۔ وغیرہ وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے اُسے سچا سمجھکر ہم ایمان لائے تو ہماری بت پرست بھائی ہمکو ایذا پہنچانے لگے۔ ہم میں لڑنے کی طاقت نہ تھی بھاگ کر آپکی عملداری میں چلے آئے ہیں"۔ نجاشی نے کہا تمہارے پیغمبر پر جو کلام نازل ہوتا ہے اُسمیں سے کچھ سناؤ جعفر نے کہیعص پڑھکر سنائی۔ نجاشی سنکر بیچین ہوگیا اور اُسپر بڑی رقت طاری ہوئی۔ بعد میں بولا کہ اس کلام میں وہی رنگ ہے جو حضرت موسیٰ کی توریت میں + کفار نے بادشاہ کو بدظن کرنے کے لئے کہا کہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ جعفر نے کہا ہرگز نہیں اور پھر آیہ کریمہ "ہو عبد اللہ و رسولہ و کلمۃ القاہا الی مریم و روح منہ" پڑھا۔ نجاشی بولا ٹھیک یہی مفہوم انجیل کا بھی ہے + طبری۔ ابن ہشام اور علامہ ابن اثیر وغیرہ نے اپنی تاریخوں میں جو کلام حضرت جعفر کی نقل کی ہے اُسکا ترجمہ یہ ہے۔ "اے بادشاہ ہم جاہل اور گنوار لوگ تھے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے بدکاریاں کرتے تھے قطع رحم کرتے ہمسایوں کے حقوق کی پروا نہ کرتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھا جاتا مدت سے ہمارا حال یہی چلا آتا تھا۔ تا آنکہ خدا نے ہمیں ہماری ہی قوم کا ایک پیغمبر بھیجا جسکی شرافت نسب۔ راستبازی۔ امانت داری اور پاکدامنی سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ اُس نے ہمیں سمجھایا کہ خدا کو ایک جانیں اور اُسکا کسیکو شریک نہ کریں اور بتوں کی پرستش چھوڑ دیں جنکو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آتے تھے۔ اور ہدایت کی کہ سچ بولو۔ امانتوں کو ادا کرو صلۂ رحم بجا لاؤ۔ اور ہمسایہ سے نیکی پیش آؤ۔ حرام باتوں اور خونریزیوں اور بدکاریوں اور جھوٹی گواہی دینے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے پرہیز کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ اور حکم دیا کہ نماز پڑھا کرو اور روزے رکھا کرو"۔ اور اسی طرح دیگر احکام اسلام اُسکے آگے بیان کرکے کہا "ہمنے اُسکو سچا جانا اُسپر ایمان لائے اور جن باتوں کو حرام بتایا اُنکو ہمنے اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور جن کو حلال بتایا اُنکو ہمنے اپنے اوپر حلال کر لیا اس بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی۔ طرح طرح سے ہمکو دُکھ دیا اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا۔ کہ خدا کو چھوڑکر پھر بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔ پس جب اُنہوں نے ہمپر قہر و ظلم کیا اور ہمارے دین میں ہماری مزاحمت کرنے لگے تو اور دل سے تجھکو اچھا سمجھکر اور یہ اُمید کرکے کہ تیرے سامنے کوئی شخص ہمپر ظلم نہ کر سکیگا ہم تیرے ملک میں چلے آئے"۔ حضرت جعفر کی اس تقریر سے نجاشی بہت متاثر ہوا اور کلام اللہ کی سورہ کہیعص سنکر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہنے لگا "ٹھیک یہی مفہوم انجیل کا ہے۔ اے مسلمانو! تمہارا اور تمہارے رسول پر مرحبا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ وہی رسول ہے جسکی تعریف انجیل میں لکھی ہوئی ہے اور جسکی بشارت عیسےٰ بن مریم نے انجیل میں دی ہے بخدا اگر میں بادشاہ نہ ہوتا اور انتظام مملکت دامنگیر نہ ہوتا تو میں تم لوگوں کے ساتھ چلکر اس رسول برحق کی جوتیاں اٹھاتا۔ اور اقاشہ میں پانی لیکر وضو کراتا[1] بعد اسکے ہدایائے قریش واپس کر دیئے اور عمرو عاص اور عمارہ کو صاف جواب دیدیا کہ واللہ میں مسلمانوں کو تمہاری سپرد نکرونگا۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ تم بخوشی یہاں رہو کوئی تمہارا مزاحم نہ ہوگا۔ **تنبیہ** (۱) حبشہ ہی میں اسماء بنت عمیس سے جعفر کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ (حیات القلوب وغیرہ) (۲) صاحب حیات القلوب نے علی بن ابراہیم سے روایت نقل کی ہے کہ ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن ام حبیبہ عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھی یہ عبیداللہ حبشہ میں عیسائی ہوکر مرگیا۔ رسول اللہ صلعم نے نجاشی کے پاس پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ کو خطبہ آنحضرت کے ساتھ کردے نجاشی نے ایسا ہی کیا اور چار سو اشرفی اُنکا مہر اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اور بہت سے کپڑے اور خوشبو ام حبیبہ کے پاس بھیجی اور ۷ھ میں آنحضرت کے پاس روانہ کر دیا۔ حیات القلوب میں نجاشی کا نام اصحم بن ابجر لکھا ہے +

(۷) رسول دارالارقم میں ۷ سنہ بعثت جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو بھی رسول اللہ صلعم وعظ فرماتے رہے اور نئے نئے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ کفار نے یہ دیکھکر آنحضرت کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ ناچار آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کو ساتھ لیکر[2] ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن اسد کے مکان میں جا چھپے اور اُس مکان میں ایک مہینہ تک رہے۔ یہ مکان کوہ صفا کے اوپر واقع تھا۔ آپ وہاں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے۔ حضرت اسی مکان میں مقیم تھے کہ حمزہ نے اور حمزہ کے تین دن بعد حضرت عمر نے اسلام قبول کیا (ابن ہشام)

(۸) حضرت حمزہ کا اسلام لانا ۶ سنہ بعثت ایک دن آنحضرت صلعم کوہ صفا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل اُدھر سے گذرا حضرت کو گالیاں دیں اور ایذا پہنچائی۔ رسول اللہ صلعم کچھ نہ بولے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی جس کا مکان وہاں تھا اپنے مکان میں ابوجہل کی زیادتی سن رہی تھی۔ رسول اللہ صلعم تو اپنے گھر چلے آئے اور ابوجہل کعبہ کے قریب قریش کی چوپاڑ میں آکر بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلعم کے چچا حمزہ جو شکار کو گئے ہوئے تھے واپس آرہے تھے اور اُنکی عادت تھی کہ شکار سے واپس آکر پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے پھر گھر جاتے تھے۔ راستہ میں عبداللہ بن جدعان کی لونڈی سے ملاقات ہوئی تو اُس نے کہا کہ اے ابوعمارہ (حمزہ) آج تو ابوجہل نے تمہارے بھتیجے کو بہت گالیاں دیں اور بہت ایذا پہنچائی۔ حمزہ یہ سنکر کمال غضبناک ہوئے اور سیدھی کمان کندھے پر رکھے ہوئے ابوجہل کی تلاش میں آئے۔ چوپاڑ میں دیکھا کہ لوگوں میں بیٹھا ہے حمزہ نے قریب آکر اُسکے سر پر ایسی کمان ماری کہ اُسکے سر پر سخت زخم آیا۔ اور کہا تو اُسکو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں اُسکے دین پر ہوں اور میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔ (ابن ہشام) تو اُسے کیا کہکر آیا تھا بنی مخزوم ابوجہل کی حمایت کو کھڑے ہوگئے۔ ابوجہل نے اُنہیں یہ کہکر روک دیا کہ ابوعمارہ کو کچھ نہ کہو میں نے اُسکے بھتیجے کو بڑی سخت اور فحش گالی دی تھی اور حمزہ کا غصہ دیکھکر کہتے کہا کہ میں نے اس سبب سے محمدؐ کو گالی دی تھی کہ وہ ہمارے تمہارے آباؤ اجداد کے مذہب سے منحرف ہوگیا ہے مگر حضرت حمزہ دھیمے نہیں ہوئے بلکہ تندی اور غضبناکی آواز سے بولے "تو میں بھی تمہارے پتھر کے خداؤں کو نہیں مانتا کیا تم مجھے مجبور کر سکتے ہو"

---

[1] آخر مسلمان سوداگروں نے نجاشی کے مسلمان ہونے اور مرتے دم تک مسلمان رہنے پر اتفاق کیا ہے [2] ارقم کا اسلام مورخین نے چھپا یا ساتویں نمبر پر لکھا ہے ☆ حضرت حمزہ اپنی شجاعت کے سبب سے مشہور تھے + + +

یہ کہکر حمزہ نے علانیہ کہدیا کہ میں مسلمان ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ اور قسم کہائی کہ میں آنحضرت کا ساتھ دونگا۔ اور اُسوقت سے علانیہ اسلام کے نہایت سرگرم اور بہادر مددگار ہوگئے۔ قریش آنحضرت سے بہت بے تکلف ہوچلے تھے۔ مگر حمزہ کے اسلام ظاہر کرنے نے اُنکو بادب کردیا سمجھے حمزہ جیسے بہادر پہلوان سے لڑنا آسان نہیں ہے (طبری۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب۔ ابن ہشام)

(۹) حضرت عمر کا مشرف با سلام ہونا سنہ ۶ سنہ بعثت حمزہ کے ہاتھ سے زک پاکر ابوجہل آنحضرت کی جان کا دشمن ہوگیا اور اپنے مجمع میں بولا کہ جو کوئی محمدؐ کا سر کاٹ کر لاوے اُسکو سو اونٹ یا چالیس ہزار درہم انعام ملیگا حضرت عمر نے جو ابوجہل کے بہانجے تھے اور اپنے ماموں کی طرح آنحضرت کے سخت دشمن تھے کہا کہ یہ کام میں کرونگا اسوقت حضرت عمر کی عمر ۲۶ سال کی تھی پس اپنی سیف لیکر ارقم کے گھر کیطرف روانہ ہوئے۔ جہاں حضرت اب مقیم تھے راستہ میں سعد بن ابی وقاص (اور بروایتے نعیم بن عبداللہ عدوی) جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے مل گئے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ اے عمر کہاں جاتے ہو؟ جواب دیا کہ محمدؐ کو قتل کرنے۔ اُنہوں نے کہا کہ پھر تمہیں بنی عبد مناف جیتا بھی چھوڑ دینگے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی دین سے نکل گئے۔ سعد نے کہا میں تو محمدؐ پر ایمان لے آیا اشھد ان لا الہ الا اللہ محمدا رسول اللہ یہ سنکر عمر نے تلوار کھینچ لی سعد نے بھی تلوار نکالی۔ پس دونوں میں تلوار چلنے ہی کو تھی جو سعد نے کہا کہ پہلے اپنی بہن آمنہ (و بروایتے فاطمہ) اور اُسکے شوہر سعید بن زید کی تو خبر لے کہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ (اور درحقیقت یہ دونو حضرت عمر سے اپنا اسلام چھپاتے تھے اور خباب بن الارت آمنہ کو قرآن پڑھانے آتے تھے)۔ یہ سنکر حضرت عمر بہن کے دروازہ پر پہنچے اُسوقت خباب دونوں میاں بیوی کو سورۂ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ عمرؓ کی آہٹ پاکر خباب تو چھپ گئے اور آمنہ نے اُس پرچہ کو چھپالیا۔ عمر پڑھنے کی آواز سن چکے تھے اندر گئے تو سعید کو پیٹ گئے دونو میں خوب مار پیٹ ہوئی آخر عمر اُسی پچھاڑ کر چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور خنجر نکال لیا۔ اگر آمنہ بیچ میں نہ آجاتی تو سعید کا کام ہی تمام تھا۔ بہن زخمی ہوئی تو اُسکے منہ پر ایسا گھونسا مارا کہ خون بہنے لگا۔ اب تو آمنہ نے صاف کہدیا کہ او دشمن خدا ہم تو مسلمان ہوگئے۔

۱؎ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ حمزہ کے اسلام لانیکے بعد قریش نے دو آدمی مہاجرین حبشہ کی طلب میں نجاشی کے پاس روانہ کئے تھے ۲؎ تاریخ الخمیس میں صفوۃ الصفوہ میں لکھا ہے کہ حمزہ کا اسلام قبول کرنا سنہ بعثت کا واقعہ ہے اور ابوجہل کی بے ادبی اور اُسکو مارنا اسلام آشکار کرنا سنہ ۶ بعثت کا ۳؎ ایر وِنگ نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کی ہیبت ناک صورت سے بڑے بڑے بہادر ڈرتے تھے اور دوسروں کی تلوار سے لوگوں کو ایسی دہشت نہ ہوتی تھی جیسے حضرت عمر کے ہاتھ میں رکھنے کی لکڑی سے۔ نیز ایر وِنگ لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر بیٹھتے تھے تو اُن لوگوں سے اونچے معلوم ہوتے تھے جو کھڑے ہوتے تھے بڑے قدآور اور طاقتور جوان تھے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں ایک دفعہ میں حضرت عمر سے ملنے گیا اور بیٹھے بیٹھے ساڑھے تین سیر کے قریب کھجوریں اور ایک ٹھلیا پانی کی آگے رکھی تھی۔ حضرت نے وہ سب کھجوریں نوش کرلیں اور ٹھلیا کا پانی پیکر لیٹ رہے ۴؎ بعض سوانح نویس نے لکھا ہے کہ اسوقت حمزہ کے گھر میں تھے جو کوہ صفا کے نیچے ہی دامن میں تھا (خمیس) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل کی آنحضرت کے ساتھ بے ادبی کرنے اور اُنکے اسلام ظاہر کرنے کے بعد حمزہ آنحضرت کو اپنے گھر لے آئے تھے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے حمزہ کے مکان کو بھی دارالارقم لکھا ہے۔ شاید ارقم کے دو مکان ہوں ایک صفا کے اوپر جسمیں وہ خود رہتے تھے دوسرا صفا کے نیچے جسمیں حمزہ رہتے تھے۔ اسی سبب سے مورخین کو دھوکا ہوا ہے کوئی لکھتا ہے ارقم کا مکان صفا کے اوپر تھا کوئی کہتا ہے صفا کے نیچے۔ غرض علی۔ حمزہ اور بانی سبقت مسلمان حضرت کے ساتھ ہی تھے اور کل تعداد میں ۳۹ تھے۔ اسمیں کسیکو شک نہیں کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ پھر اگر طبری کی وہ روایت صحیح مانی جائے جسمیں حضرت ابوبکر کا پچاس کے زیادہ آدمیوں کے بعد مسلمان ہونا کہا ہے تو اسوقت

خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لانیکے جرم میں تو ہمیں اسطرح مارتا ہے سن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کر کیا کرتا ہے حضرت عمر ڈھیلے پڑے اور اپنی سختی پر نادم ہوئے سعید کی چھاتی پر سے اُترے۔ اور بہن سے بولے وہ پرچہ تو دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی تو دیکھوں کہ محمد پر کیا نازل ہوتا ہے۔ آمنہ نے کہا پہلے ہاتھ دھولے اُسوقت تیرے ہاتھ میں دونگی غرض ہاتھ دھلوا کر وہ پرچہ دیا حضرت عمر نے پڑھا۔ جوں جوں پڑھتے جاتے زیادہ اثر ہوتا جاتا۔ جب سب پڑھ لیا تو کہا کیا اچھا کلام ہے مجھے محمدؐ کے پاس لیچلو خباب کو یہ سنکر اطمینان ہوا باہر نکل آئے اور حضرت عمر کو دار ارقم میں حضور کے پاس لیگئے۔ دروازہ پر حمزہ طلحہ اور بعض اصحاب کھڑے تھے رسول اللہ نے اندر بلایا اور صحن میں حضرت عمر کی کلائی پکڑکر فشار دیا جس سے عمر گھٹنے کے بل بیٹھ گئے اور ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کانپنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جبتک تجھ ہی پر حق میں بھی نازل نہ ہو جو ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ عمر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام قبول کیا[1] (خمیس و ابن ہشام)

حضرت عمر کا اسلام لانا حمزہ کے اسلام کے ۳ دن بعد ہوا۔ اور جبکہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اب تک ۴۰ مرد اور ۱۱ عورتیں اور بروایت مشہور ۳۹ مرد و ۲۳ عورتیں مسلمان ہو چکے تھے۔ اسکے علاوہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں وہ مسلمان بھی تھے جو حضرت عمر کے اسلام لانے سے پیشتر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

(۱۰) حضرت ابو بکر سے بے ادبی۔ صاحب تاریخ الخمیس نے ذخائر العقبیٰ سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابو القاسم دمشقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر کا اسلام لانا اُسی دن کی بات ہے جسدن حضرت عمر کے اسلام لانے سے پہلے حضرت رسولؐ نے دار ارقم سے ظہور کیا ہے اور حضرت ابو بکر کفار قریش کے ہاتھ سے پٹے ہیں۔ یا اسکے تین دن بعد اور منتقی میں ہے جسدن حضرت ابو بکر پٹے ہیں اُسدن حمزہ اسلام لائے ہیں۔ اور کیفیت حضرت ابو بکر کے پٹنے کی تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ و ازالۃ الخفا و تاریخ الخلفاء میں اس طرح پر لکھی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کے اصحاب تعداد میں ۳۹ مرد ہو گئے تو حضرت ابو بکر نے اصرار کیا کہ یا رسول اللہ اب آپ کو ظہور کرنا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا اے ابو بکر ہم تھوڑے ہیں۔ جب حضرت ابو بکر نے بہت ہی اصرار کیا تو حضور صلعم نے نواحی مسجد میں ظہور کیا۔ اور ابو بکر کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ پڑھنے لگے۔ اور رسول اللہ صلعم بیٹھے ہوئے تھے۔ پس مشرکین حضرت ابو بکر اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور نواحی مسجد میں خوب مارا حضرت ابو بکر کے لاتیں ماریں اور ضرب شدید پہنچائی اور بھیر عتبہ بن ربیعہ نے آکر اپنی پرانی گٹھی ہوئی جوتیاں اُتار کر حضرت ابو بکر کے مونہہ ہی مونہہ پر ایسی ماریں کہ منہ سوجھکر ناک چہرہ میں نظر نہ آتی تھی۔ حضرت کے قبیلہ بن تیم کو خبر پہنچی تو اُنھوں نے آکر چھڑایا۔ اور ایک کپڑے کی جھولی میں ڈالکر اُنکے گھر پہنچایا۔ سب کو یقین تھا کہ ابو بکرؓ نہیں بچنے کے۔ ماں باپ کنبہ کے لوگ پیچھے ہوئے باتیں کرتے مگر حضرت ابو بکر بیہوش پڑے ہوئے تھے کچھ جواب نہ دیتے۔ آخر دن رہے کہیں حضرت کو ہوش آیا۔

(۱۱) کعبہ میں اول نماز مورخین[2] لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے اسلام لانیکے بعد مسلمان ارکان اسلام مسجد حرام میں علانیہ ادا کرنے لگے صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ عمرؓ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ سے عرض کیا ہمیں لایق نہیں کہ اپنے دین کو چھپائیں اور چھپتے پھریں۔ حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر۔ حضرت نے

---

[1] حضرت عمر جمعرات کے دن مسلمان ہوئے اور اس سے ایک دن پہلے آنحضرت نے بروایت دار قطنی یہ دعا فرمائی تھی کہ بارالہا ابو جہل کو یا عمر کو اسلام سے عزت دے دار قطنی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اسلام کو حضرت عمر یا ابو جہل سے عزت دی یہ غلط ہے اسلام عزت دیتا ہے۔ اسلام کسی سے عزت نہیں پاتا [2] کذا التواریخ و روضۃ الاحباب وغیرہ۔

فرمایا کہ ہم تھوڑے ہیں اور جو کچھ ہمپر گذر چکی ہے وہ تو دیکھ چکا ہے مگر وہ اصرار کرکے آنحضرت کو خانہ کعبہ کی طرف اسطرح لیگئے کہ عمرؓ تلوار لیکر آگے ہوئے اُنکے پیچھے علیؓ پھر رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ اور حمزہؓ آنحضرت کے دائین بائین اور باقی اصحاب آنحضرت کے پیچھے۔ دوران کعبہ میں آئے تو لوگ ڈھل ہوئے۔ حمزہؓ۔ علیؓ۔ اور عمرؓ نے اُس گروہ کو ہٹا دیا اور آنحضرت نے دو رکعت نماز علانیہ کعبہ میں پڑھی۔ اور دار الارقم کی طرف مراجعت کی۔ مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے اصرار پر جو آنحضرت نے کعبہ میں دو دفعہ اعلان کیا اس سے قریش کی آتش عداوت اور بھی بھڑکی اور اسکا خمیازہ تین برس تک بھگتنا پڑا۔ چنانچہ آنحضرت مع تمام بنی ہاشم کے تین سال تک شعب ابیطالب میں محصور رہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے +

(۱۳) پیغمبر شعب میں | جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز بڑھتا چلا جاتا ہے اور ادھر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن اُمیہ نجاشی کے پاس سے خائب و خاسر واپس آئے اُدھر خاص خانہ کعبہ میں دو مرتبہ اعلان نبوت و فروغ میں آیا تو بہت مضطرب ہوئے۔ اب تک دس بیس مفسد آنحضرت کی مخالفت کرتے تھے اب کل قریش ایک دل ہوکر آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور نبوت کا ساتواں سال شروع ہونے پر بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و طبری ابوجہل بن ہشام اور شیبہ اور عتبہ بن ربیعہ اور نضر بن الحارث اور عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کئے مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے قتل پر کمربستہ کر ابوطالب کے پاس آئے اور صاف صاف لفظوں میں کہا کہ محمدؐ نے ایک مذہب نکالا ہے اور ہمیشہ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اُسے ہمارے حوالہ کردو کہ ہم اُسے قتل کریں یا اُسے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جاؤ اُسوقت ابوطالب نے اُنکو ٹالدیا اور وہ لوگ چلے گئے اور رسول اللہ اپنا کام کرتے رہے قریش نے پھر ابوطالب سے شکایت کی اور پہلے سے زیادہ اصرار کیا اُسوقت ابوطالب نے آنحضرت کو اپنے پاس بلایا اور جو کچھ اُن لوگوں نے کہا تھا بیان کیا اور فرمایا مناسب یہ ہے کہ اس گروہ شریر کے معبودوں کے عیوب بیان کرنے چھوڑ دو کہ نوبت جدال و قتال کی نہ پہنچے آنحضرت نے یہ کلام سنکر کہا کہ اے ابوطالب میری حمایت سے دست بردار ہوتے ہیں فرمایا کہ اے چچا جو کچھ میں کہتا اور کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں اپنے پیارے کے دشمنوں سے میں اس سے باز نہیں آسکتا۔ اگر آپ میری مدد و حمایت کریں تو آپ کے واسطے بہتر ہے ورنہ نصرت آسمانی میرے لئے کافی ہے۔ پھر آنکھ بھر آئے۔ آنحضرت کو افسردہ خاطر دیکھکر ابوطالب کا دل بھر آیا۔ اور کہا اے محمدؐ اور جاؤ۔ جس کام پر تم مامور ہوئے ہو کئے جاؤ جبتک میں زندہ ہوں دشمنوں میں سے کوئی تمہاری طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیگا اور اس باب میں چند اشعار پڑھے کہ دو بیتیں اُنمیں سے یہ ہیں۔ ف

واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ	حتی أوسد فی التراب دفینا وابشر بذاک وقر منک عیونا ف

ترجمہ۔ قسم ہے خدا کی نہ پہنچیں گے وہ سب تیری طرف یعنے وہ سب ملکر بھی تیرا کچھ نہیں کرسکتے۔ جبتک کہ نہ گاڑا جاؤں میں زمین میں۔ پس تو اپنے امر کو علانیہ بیان کئے جا تیرے لئے کوئی تنگی نہیں ہے اور اس سے خوش ہو اور آنکھوں کو ٹھنڈا رکھ + اسکے بعد بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و صاحب تنقید الکلام قریش نے پھر کوشش کی کہ ابوطالب کو سمجھا بجھا کر اُنکے بھتیجے کو لیلیں اور اُنکے مبادلہ میں ایک نوجوان کو جسکا نام مخزوم میں سے (جسکا نام طبری نے عمارہ

ف حبیب السیر و شواہد الکشاف و ابوالفداء و اسنے المطالب +

بن ولید بن مغیرہ لکھا ہے) دینے کو کہا مگر کچھ پذیرائی نہ ہوا۔ آپنے فرمایا کہ تم تو اپنے لڑکے کو اسلئے دیتے ہو کہ میں اُسکی پرورش کروں اور میں اپنا لڑکا اسلئے دیدوں کہ تم اُسے قتل کرڈالو۔ اور پھر صاف صاف کہدیا کہ ہرچہ باداباد میں اپنے بھتیجے کی نصرت ضرور کرونگا۔ اس سے قریش کی آتش غضب اور زیادہ افروختہ ہوئی اور زیادہ ستانے کی دھمکی دی۔ اسپر ابو طالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو بلاکر آنحضرت صلعم کو شر اصحاب ضلالت سے بچانے کے واسطے مدد کی خواستگاری کی[1]۔ اور سوائے ابولہب کے ان دونوں قبیلوں کے تمام آدمیوں نے اس بات کو قبول کیا۔ مومنوں نے مثوبت اُخروی اور کافروں نے حمیت خاندانی کا لحاظ کرکے۔ اور ابو طالب محرم سنہ بعثت میں[2] آنحضرت کو اور اُن سب آدمیوں کو جو بروایت حیات القلوب تعداد میں چالیس تھے اپنی گھاٹی میں جسے شعب ابو طالب کہتے تھے لیگئے[3] اور اُسکے اطراف کو مضبوط کرکے آنحضرت کی حفاظت کرنے لگے۔

جب کفار قریش نے دیکھا کہ ابو طالب آنحضرت صلعم کی حمایت و حفاظت میں نہایت سرگرم ہیں تو آپس میں عہد کرلیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے نکاح اور بیع و بیوپار کبھی نہ کرینگے۔ جبتک وہ محمدؐ کو حوالہ نہ کرینگے۔ اور اس امر کا عہد نامہ لکھکر خانہ کعبہ میں رکھ آئے۔ اس عہد نامہ کے لکھوانیمیں ابوجہل سب سے زیادہ ساعی اور سرگرم تھا۔ بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب مع اپنی زوجہ ام جمیل[4] کے کفار قریش کے ساتھ تھا۔

صاحب تاریخ الخمیس۔ صاحب حیات القلوب۔ اور واشنگٹن ایروِنگ نے لکھا ہے کہ سال میں دو دفعہ موسم کے وقت یعنی رجب میں موسم عمرہ میں اور ذیحجہ میں موسم حج میں بنی ہاشم شعب سے باہر آتے اور خرید و فروخت کرکے پھر شعب میں چلے جاتے تھے اور دوسرے موسم آنے تک ہرچند گرسنگی اور احتیاج اُنپر غالب آتی تھی قریش سے باہر نہ آسکتے۔ کیونکہ قریش نے اُنکا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بغیر موسم کوئی شخص باہر نکلتا تو لوگ اُسکو مارتے بازار میں کوئی چیز خرید یا فروخت نہ کرنے دیتے۔ بلکہ موسم حج میں اگرچہ اُسمیں لڑائی منع تھی باہر آتے تو بدقت تمام اُن کو تھوڑی قوت بہم پہنچتی کیونکہ کفار نے دوکانداروں کو اُنکے ہاتھ خرید و فروخت کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔

اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی۔ جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی کی یہ نوبت پہنچگئی کہ درختوں کے پتے کھانے لگے۔ ناقے کھانے والے جو چوری چھپیوں کوئی چیز بھیجتے اور لوگوں کو خبر ہوجاتی تو وہ اپنے ہمچشموں میں رسوا کئے جاتے اور بدعہد قرار پاتے تھے۔ تین برس اسی حالت میں گذرے۔ اہل شعب کی حالت روز بروز زبوں ہونے لگی۔ اُنکے بچے بھوک سے شور مچاتے تو رات کو پڑوسیوں کی نیند حرام ہوجاتی اسی ہنگام میں یہی وحی نازل ہوتی رہی اور حضرت کار رسالت سرانجام دیتے رہے + اب بعض رحم دلوں کو خیال آیا سب سے پہلے ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے ہیں اور بنی ہاشم فاقے کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ پس اُسنے زہیر بن ابی اُمیہ بن مغیرہ مخزومی اور مطعم بن عدی بن نوفل

[1] اور بروایت حیات القلوب اُن سے یہی کہا کہ کعبہ اور حرم کی قسم کھاکر کہتا ہوں اگر تمنے میرے بھانجے کا ساتھ نہ چھوڑا تو میں تم سب کو ہلاک کرونگا [2] اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر ۱۴ برس کی ہوچکی تھی اور خدیجۃ الکبری بھی حضرت کے ساتھ ہی شعب میں گئی تھیں بعض سیر نویسوں نے شعب میں پناہ لینے کا سال نہم بعثت لکھا ہے مگر سنہ بعثت میں شعب سے باہر آنے پر سب کا اتفاق ہے یہی وجہ ہے کہ بعض نے دو سال اور بعض نے تین سال آنحضرت کا قیام شعب میں لکھا ہے [3] سیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت نے مکے کے مسلمانوں کو حبشہ کیطرف (دوسری) ہجرت کا حکم دیا ہے۔ اور شعب میں جانیکے بعد ہی قریش عمرو عاص وغیرہ کو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے پاس بلانیکے واسطے بھیجا ہے [4] ام جمیل ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اسکا قرآن میں حمالۃ الحطب لکھا ہے۔ کیونکہ یہ سبب عداوت آنحضرت کی راہ میں کانٹے بچھاتی تھی۔

بن عبد مناف اور ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد کو بھی اپنا ہم خیال بنایا۔ آج یہ ہوا دوسرے دن یہ لوگ اکٹھے ہو کر قریش کے مجمع میں جا کر بیٹھے۔ زہیر کہنے لگا اے گروہ قریش کیا یہ مناسب ہے کہ ہم لوگ اپنے بال بچوں میں عیش سے بسر کریں اور بنی ہاشم ہمارے عزیز ہو کر فاقہ کشی میں زندگی گزاریں۔ ابوجہل نے کہا تم ہنستے ہو تم ہرگز عہد نامہ سے نہ پھروگے۔ زمعہ نے بھی عہد نامہ کے نامناسب ہونے پر گفتگو کی اور کہا کہ ہم لوگ تو اچھی طرح راضی بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ جھٹ پٹ مکمل کر لیا گیا۔ ہشام مطعم اور ابوالبختری نے بھی یکے بعد دیگرے اسی تحریک کی تائید کی۔ ابوجہل بولا یہ کبھی بدی باتیں قابل لحاظ نہیں ہو سکتیں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ابوطالب آ پہنچے اور کہنے لگے کہ جو عہد نامہ تمنے لکھا ہے اُسے کیڑا کھا گیا ہے نام خدا کے سوا کوئی نام باقی نہیں جاتا۔ محمدؐ نے مجھ سے ایسا بیان کیا ہے۔ اُس پرچہ کو منگا کر دیکھو اگر جو بات میرے بھتیجے نے کہی ہے راست ہو تو ہم لوگوں کو زحمت سے نکالو اور قطع رحم سے باز آؤ اور اگر جھوٹ نکلے تو بیشک اُسے تمہارے سپرد کر دونگا کہ ہلاک کرو۔ پرچہ منگایا گیا۔ آنحضرت کا فرمانا سچ نکلا۔ یہ دیکھکر ابوطالب کے جان آگئی آواز کراری ہو گئی بولے کہ کچھ تم پر ظاہر ہوا تم لوگ ظلم کے لئے زیادہ اولی ہو۔ قریش نے اپنے سر جھکا لئے اور بولے سحر کیا ہے۔ جب اُن پانچ شخصوں نے جنہوں نے اس عہد نامہ کے توڑنے کی تحریک کی تھی اس کرم خوردہ کاغذ کو دیکھا تو بولے کہ ہم اس ردی کاغذ کے پابند نہیں ہو سکتے۔ اور مطعم نے وہ کاغذ لیکر پھاڑ ڈالا[۵۲] اکثر قریش اُس کاغذ کے پھٹنے پر راضی معلوم ہوئے۔ پس وہ پانچوں آدمی درشعب پر مسلح آئے اور ہر ایک کو اُسکے گھر بھجوا دیا اور بنی ہاشم جس طرح پہلے رہتے تھے اُسیطرح رہنے لگے۔ یہ واقعہ دسویں سال نبوت کا ہے۔ اسوقت آنحضرتؐ ۴۹ سال کے تھے۔ اور پچاسواں شروع تھا۔ اسی شعب میں عبداللہ بن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے (روضۃ الاحباب۔ طبری۔ ابن اثیر)

(۱۳) شق القمر۔ اہل سیر لکھتے ہیں کہ سنہ ۹ بعثت میں معجزۂ شق القمر کوہ ابوقبیس پر آنحضرت سے واقع ہوا چونکہ ان دنوں میں آنحضرت صلعم شعب میں محصور تھے اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اُسوقت ہوا ہوگا جب آنحضرت کو موسم میں شعب سے باہر آنیکا موقع ملا ہوگا +

(۱۴) بعض مہاجرین حبشہ کی واپسی ابن خلدون اور صاحب کیسر التواریخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب کفار قریش بنی ہاشم کے شعب سے نکلکر اپنے اپنے گھروں میں آنے کے مزاحم نہوئے تو مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر پہنچی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے عثمان بن عفان اور اُنکی بیوی رقیہؓ۔ ابوحذیفہ اور اُن کی بیوی۔ عبداللہ بن عتبہ بن غزوان۔ زبیرؓ بن العوام۔ عبدالرحمنؓ بن عوف۔ مصعبؓ بن عمیر۔ اور اُنکے بھائی۔ مقدادؓ بن عمرو عبداللہ بن مسعود۔ ابوسلمہؓ بن الاسد اور اُنکی بیوی ام سلمہ۔ سلمہؓ بن ہشام بن مغیرہ۔ عمارؓ یاسر۔ عبداللہ وقدامہ وعثمان پسران مظعون اور عثمان بن مظعون کا لڑکا سائب۔ خنیسؓ بن حذافہ۔ ہشام بن العاصی۔ عامرؓ بن ربیعہ اور اُسکی بیوی عبداللہ بن مخرمہ عبداللہ بن سہیل بن سکران بن عمرو۔ سعدؓ بن خولہ۔ ابوعبیدہؓ بن جراح۔ سہیلؓ بن بیضاء عمرو بن ابوسرح یہ ۲۹ آدمی سنہ بعثت میں مکہ میں واپس آئے بعض چھپکر مکہ میں داخل ہوئے اور بعض کسی کی حمایت میں جا کر مقیم ہوئے۔ تا آنکہ ہجرت مدینہ کا وقت آیا۔ بعد اسکے کہ بعض بزرگ انمیں سے مکہ ہی میں فوت ہو چکے تھے

---

۵۱ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب رسول اللہ صلعم کے ارشادات پر کمال یقین و ایمان رکھتے تھے + مولف۔

۵۲ طبری وغیرہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا اُسکا ہاتھ شل ہو گیا تھا +

لیکن جب یہ ۲۹ آدمی مکہ میں آئے تو اُنہوں نے مسلمانوں کو اُسی حالت میں پایا جس میں اُنکو چھوڑ کر گئے تھے یعنے قریش اُنکو ستاتے اور وہ تحمل کرتے تھے +

(۱۵) مختلف واقعات (۱) سنہ بعثت میں اوس وخزرج میں مدینہ میں نہایت سخت لڑائی ہوئی جو یوم بعاث کے نام سے مشہور ہے۔ (۲) سنہ بعثت میں ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دی۔ اور چونکہ ایرانی آتش پرست تھے اور رومی عیسائی اہل کتاب۔ اس سبب سے کفار مکہ کو خوشی اور مسلمانوں کو رنج ہوا مگر حضرت نے مسلمانوں کی تسلی کی کہ ۳ اور ۹ سال کے درمیان رومی ایرانیوں کو شکست دینگے۔ اور بعد میں ایسا ہی ہوا کہ نو برس گزرنے سے پہلے رومی ایرانیوں پر غالب آئے[۱]۔ یہ پیشین گوئی حقیقت قرآن اور آنحضرت کی حقیقت رسالت پر کافی دلیل ہے۔ (۳) سنہ بعثت میں حضرت ابوبکر بقصد ہجرت حبشہ گھر سے نکلے مگر ابن الدغنہ اُنکو واپس پھیر لایا اور اُنکو اپنی حمایت میں لیلیا صاحب روضۃ الاحباب نے یہ واقعہ سنہ بعثت میں لکھا ہے +

(۱۶) وفات ابوطالب وخدیجۃ الکبری سنہ بعثت شعب سے نکلے ہوئے بروایت یعمری ۸ مہینے ۲۱ دن اور بروایت صاحب حیوۃ الحیوان ۸ مہینے ۱۱ دن ہوئے تھے کہ ماہ شوال یا اول ذیقعدہ سنہ بعثت میں حضرت ابوطالب نے انتقال کیا۔ اور اسکے تین دن بعد حضرت خدیجہ بھی راہی ملک بقا ہوئیں[۲]۔ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کے انتقال سے آنحضرت کو اسقدر رنج وقلق ہوا کہ آنحضرت نے اس سال کا نام عام الحزن (سال غم) رکھا۔ کیونکہ دونو حضرت کے وزیر ومشیر اور اول درجہ کے حامی ومددگار تھے[۳] +

(۱۷) ابوطالب ابوطالب نے آنحضرت اور دین اسلام کی حمایت میں جسقدر کوشش کی حد توصیف سے باہر ہے عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں مدح حضرت ابوطالب اور مدح حضرت علی میں ایک قصیدہ لکھا ہے اُس میں لکھتا ہے۔ ؎ وَلَوْلَا اَبُوطَالِبٍ وَابْنُهٗ + لَمَا مَثُلَ الدِّيْنُ شَخْصًا وَقَامَا + فَذَاكَ بِمَكَّةَ اٰوٰى وَحَامٰى + وَهٰذَا بِيَثْرِبَ خَاضَ الْحِمَامَا + یعنے اگر ابوطالب اور اُنکے فرزند دلبند علی نہ ہوتے تو دین اسلام کبھی صورت پذیر وقایم نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اُس نے یعنے ابوطالب نے مکہ میں اُسکو پناہ دی اور اُسکی حمایت کی اور اسنے یعنے علی نے مدینہ میں اپنے تئیں خوفناک مہلکوں میں ڈالا۔

---

[۱] گبن اور دیگر عیسائی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ لڑائی جس میں ایرانیوں نے فتح پائی سنہ ۶۱۴ء سے سنہ ۶۱۶ء تک رہی اور جسمیں رومیوں نے فتح پائی سنہ ۶۲۲ء سے سنہ ۶۲۳ء تک رہی۔ ایرانیوں نے سنہ ۶۱۴ء تک تمام ایشیا کوچک ومصر فتح کرلیا اور قسطنطنیہ سے ایک میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالدیا صرف آبنائے باسفرس حد فاصل تھے مگر سنہ ۶۲۳ء میں رومیوں نے ایرانیوں کو بہاری شکست دیکر اپنے علاقے واپس لینے شروع کردیے۔

[۲] صاحب مواہب اللدنیہ لکھتے ہیں کہ ابوطالب نے نصف شوال سنہ بعثت میں ۸۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ وفات ابوطالب ۲۶ رجب کو یا آخر سنہ بعثت میں ہوئی اور اُسکے تین دن بعد خدیجہ کی وفات ہوئی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وفات پائی ابوطالب نے شوال یا ذیقعدہ میں اور خدیجہ مرچکی تھیں اُن سے ۳۵ دن پہلے اور بعض نے دونو کی وفات میں ۷۵ دن کا فاصلہ لکھا ہے۔ مورخین کو ان دونوں کی وفات کی تقدیم وتاخیر میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے تین دن یا ۳۵ دن بعد جناب خدیجہ کا انتقال ہوا۔ زیادہ مشہور وصحیح یہی ہے کہ حضرت ابوطالب کے ۳۵ دن بعد حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا

[۳] قبرہائے مبارک حضرت ابوطالب اور جناب خدیجۃ الکبری مکہ کے قبرستان حجون میں ایک پہاڑ ہے ابتک موجود ہیں یہ بے گنبد کے نہیں اور ساتویں صدی ہجری میں جب مرزا جعفر علی نقیب لکھنوی نے آخر ایام حیات میں مکہ کی طرف ہجرت کی تو بکمال جانفشانی مومنین کو ترغیب وتحریص دیکر ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے +

اور اصل یہی ہے کہ وقت وفات عبد المطلب سے آن سرور کو ابو طالب نے ایسی شفقت اور محبت سے پرورش کیا کہ اپنی اولاد کی بھی ایسی غور و پرداخت نہ کی۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے[1]۔ ابو طالب ہی کے گھر میں اور ابو طالب ہی کی حمایت میں قریش کو جمع کر کے اظہار نبوت کیا گیا۔ جب کبھی کفار آن حضرت سے بے ادبی کرتے ابو طالب پسینہ کی جگہ خون بہانے کو موجود ہو جاتے۔ علاوہ ازیں بحیثیت متولی خانہ کعبہ اور سردار قریش ہونے کے ابو طالب کی عظمت و وقعت بھی ایسی تھی کہ قریش کی ہمت آنحضرت کی ضرر رسانی کی طرف بہت کم پڑتی تھی۔ ورنہ کبھی کا حضرت کو ہلاک کر ڈالتے۔

بروایت حیاۃ القلوب و معارج النبوۃ جب شعب میں تھے قریش نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ابو طالب شب و روز آنحضرت کی پاسبانی کیا کرتے۔ رات ہوتی تو آنحضرت آرام فرماتے ابو طالب تلوار لیکر آنحضرت کے گرد پھرا دیتے۔ اول شب کو ایک جگہ سلاتے کچھ رات گذر جانیکے بعد دوسری جگہ لیجا کر سلا دیتے اور پہلے مقام پر حضرت کی جگہ حضرت علی کو لٹا دیتے۔ دن کو اپنے فرزندوں بھتیجوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ کہ حضرت کی حفاظت اور حراست کرتے تھے۔ ایک دفعہ شعب میں قریش نے پیغام بھیجا کہ اگر محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دو کہ ہم اُسے ہلاک کریں تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ ابو طالب نے اُنکے جواب میں قصیدہ لامیہ لکھکر بھیجا۔ اس قصیدہ میں حضرت کی بہت تعریف کی۔ اور نبوت آنحضرت پر اپنا اعتقاد ظاہر کیا اور کہا کہ جبتک میں زندہ ہوں اسکی مدد و حمایت سے ہاتھ نہ اُٹھاؤنگا۔

شروع اسلام میں جب حضرت علی کو آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا اپنے بیٹے جعفر کو بھی ہدایت کی کہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھے۔ صاحب روضۃ الاحباب اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جبتک ابو طالب جیتے رہے قریش میرا کچھ نہ کر سکے۔ تاریخ الخمیس میں مواہب اللدنیہ سے لکھا ہے کہ جب وقت وفات ابو طالب کا قریب آیا تو سرداران قریش کو بلایا (اپنے اولاد بھائی بھتیجوں کو جمع کیا) اور وصیت کی کہ محمدؐ کے ساتھ بہ نیکی پیش آنا کیونکہ وہ امین ہے قریش میں اور صدیق ہے عرب میں۔ اور اُسمیں وہ سب باتیں ہیں جن کی بابت میں تمکو وصیت کرتا ہوں اور وہ (خدا کی طرف سے) ایسی بات لایا ہے جسکو دل مانتے ہیں گو کہ زبان انکار کرتی ہے بخوف بدنامی کے۔ اگر میں کچھ اور زندہ رہتا تو میں اُس سے خطروں اور مہلکوں کو روکتا رہتا۔ اور بلاؤں کو دفع کرتا رہتا۔ اے گروہ قریش تم اُسکے معین و مددگار رہنا۔ اور بروایت روضۃ الاحباب یہ بھی کہا کہ اگر محمدؐ کی بات سنوگے اُسکی اطاعت اور اعانت کروگے تو خیر و نیکی پر رہوگے اور فلاح و رشد سے بہرہ ور ہوگے۔ تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ بعد اسکے جناب سرور کائنات اور حضرت علی کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا قسم بخدا کہ مجھے تمہاری ابدی بہت شاق ہے میرے بعد کون تمہاری پرستاری کریگا۔ پھر سب سے کہا کہ میں تمکو حمایت و حفاظت خدا میں سونپتا ہوں اس سے بہتر کوئی بندوں کا محافظ نہیں ہے۔ بعد اسکے بروایت عباس کلمہ شہادت پڑھ کر راہی ملک بقا ہوئے۔

کلمہ شہادت پڑھنے اور ابو طالب کے مسلمان ہونے میں سور ضین و اہل سیر میں اختلاف ہے۔ مگر زیادہ تر اُنکے اسلام کے قائل ہوئے ہیں۔ متاخرین میں بھی سید احمد زینی دحلان مفتی مکہ نے ایک کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب ثبوت ایمان ابو طالب میں نہایت مدلل لکھی ہے۔ ابو الفدا بھی ابو طالب کے اسلام و ایمان کا قائل ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب ابو طالب کے مرض نے شدت پکڑی تو رسول خدا نے اُنسے فرمایا کہ اے چچا کلمہ شہادت پڑھ لو کہ قیامت میں تمہارے لئے شفاعت حلال ہو جائے ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے اگر اپنی قوم کے برا کہنے اور قریش کے

---

[1] چنانچہ بروایت روضۃ الاحباب رسول اللہ ابو طالب کے ایام مرض میں اُنکے بالین پر آکر بیٹھے اور فرمایا اے چچا خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے کہ حالت صغر میں آپنے میری پرورش کی اور جب بڑا ہوا تو آپنے میری حفاظت کی آپ کا حق مجھ پر کل آدمیوں سے کہ میرے باپ سے بھی زیادہ ہے۔

اس گمان کا خوف نہ ہوتا کہ میرے موت سے ڈر کر کلمہ پڑھا ہے تو میں ضرور پڑھ لیتا۔ پس جب ابو طالب کا وقت وفات قریب آیا تو وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے لگے۔ عباس نے کان لگا کر سُنا اور کہا قسم خدا کی اے بھتیجے جس کلمہ کا تم نے حکم دیا تھا وہ ابو طالب نے پڑھ لیا رسول اللہ نے فرمایا اے چچا خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو ہدایت کی۔ صاحب تاریخ الخمیس و صاحب مواہب اللدنیہ و محمد بن اسحٰق نے بھی یہ روایت لکھی ہے ایرونگ (ص ۶۲) بھی ایسا ہی لکھتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابو طالب نے وقت وفات یہ کہا کہ میں عبد المطلب کے مذہب و اعتقاد پر مرتا ہوں اس سے بھی ابو طالب کا مسلمان مرنا ثابت ہے کیونکہ شارحین نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں عبد المطلب نے بت پرستی ترک کر دی تھی اور توحید کے قائل ہو گئے تھے۔ مؤلف کہتا ہے کہ فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کے والدین مشرک ہوتے ہی نہیں + ائمہ اہلبیت اور امامیہ کو اُن کے اسلام و ایمان میں کسی طرح کا کلام نہیں۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ثقۃ الحفاظ ابو الکرام عبد السلام بن محمد بن احسن نے کتاب مستقصیٰ میں ثقہ عالموں سے نقل کیا ہے کہ ائمہ اہلبیت کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو طالب مسلم مرے اور خلاف اہلبیت بہ تحقیق اسلام میں خلاف غیر معتبر ہے"۔ پھر صاحب حبیب السیر و تاریخ الخمیس ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسالت حضرت ابو طالب کے جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے چچا تم صلہ رحم بجا لائے اور تم نے نیکیاں کیں۔ خداوند کریم تمکو جزائے خیر دے +

صاحب کشف الغمہ نے مناقب ابو المؤید موفق بن احمد خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ ابو طالب کے چار بیٹے تھے اور ایک لڑکی۔ طالب۔ عقیل۔ جعفر۔ علی۔ ان چاروں میں سے ترتیب وار ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا۔ لڑکی کا نام فاختہ تھا جن کی کنیت ام ہانی تھی[۵۱] +

(۱) وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ۔ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا + لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْ حِذَارُ مَسَبَّۃٍ۔ لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا + وَدَعَوْتَنِیْ وَعَرَفْتُ اَنَّکَ نَاصِحِیْ۔ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ قَبْلُ اَمِیْنًا + (ترجمہ) اور میں نے جان لیا کہ دین محمد کا دنیا کے تمام دینوں سے بہتر ہے۔ اور اگر ملامت اور بُرا بھلا کہنے کا خوف نہ ہوتا۔ تو تو مجھ کو دیکھ لیتا کہ میں کھلم کھلا اُسے قبول کرتا۔ تو نے مجھکو ہدایت کی اور میں نے جان لیا کہ تو میرا ناصح ہے اور تو سچا ہے اور اس سے پہلے امین ہے (تاریخ الخمیس ابو الفدا و روضۃ الاحباب)

(۲) اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا۔ نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ + (ترجمہ) آیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد کو نبی پایا مثل موسیٰ کے کہ اُنکا ذکر کتب سابقہ میں لکھا ہوا ہے (مواہب اللدنیہ۔ تہذیب المتین)

وَاِنَّ عَلَیْہِ فِی الْعِبَادِ مَوَدَّۃً۔ وَلَا خَیْرَ مِمَّنْ خَصَّہُ اللّٰہُ بِالْحُبِّ + (ترجمہ) اور بندوں پر اُسکی محبت لازم ہے کیونکہ جسے خدا نے اپنا محبوب بنایا اُس سے بہتر اور کون ہوگا؟ فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَیْتِ نُسْلِمُ اَحْمَدًا۔ لِغُرَاءٍ مِنْ غُضِّ الزَّمَانِ وَاَوْکَبِ (ترجمہ) قسم ہے ہمیں خدائے کعبہ کی کہ زمانہ کی کسی مصیبت و تکلیف سے گھبرا کر احمدؐ کو ہم حوالہ نہ کرینگے (اسنی المطالب) صاحب مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی ہوئی ابو طالب حضرت رسول خدا کو لیکر باہر آئے حالانکہ وہ حضرت اُسوقت طفل صغیر السن تھے اور روئے انور مثل آفتاب روشن تھا آنحضرت کو گود میں اُٹھا لیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرت سے

---

[۵۱] ام ہانی ہبیرہ بن عمرو مخزومی کے نکاح میں تھیں مگر اسلام نے اُنکو جدا کر دیا تھا (اصابہ) + ۵۲ و دعوتنی وزعمت انک ناصح۔ ولقد صدقت وکنت ثم امینا + وعرضت دینا لا محالۃ انہ۔ من خیر ادیان البریۃ دینا + لولا الملامۃ او حذاری سبۃ۔ لوجدتنی سمحا بذاک مبینا (شواہد الکشاف)

اور اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اُسوقت ابر کا پتہ بھی نہ تھا پس بادل ہر طرف سے اکٹھے ہوئے اور ایسا زور کا مینہ برسا کہ ندی نالے پُر ہو گئے۔ چنانچہ اپنے قصیدہ لامیہ میں اُسی طرف اشارہ کرتے ہیں ؎

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ + ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ (ترجمہ) وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ طلب بارش کیجاتی ہے انکی وجہ سے۔ وہ بہار ہیں یتیموں کے اور حفاظت ہیں بیواؤں کی (اسنی المطالب)

(۴) وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِیُجِلَّهٗ - فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ (ترجمہ) اُسکا نام اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ اُسکی بزرگی زیادہ ہو۔ پس صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ہے +

(۵) اِذَا جَمَعَتْ یَوْمًا قُرَیْشٌ لِفَخْرِهَا - فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِیْمُهَا + فَاِنْ اُحْصِلَتْ اَنْسَابُ عَبْدِ مَنَافِهَا فَفِیْ هَاشِمٍ اَشْرَافُهَا وَقَدِیْمُهَا + وَاِنْ فَخَرَتْ یَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا - هُوَ الْمُصْطَفٰی مِنْ سِرِّهَا وَکَرِیْمُهَا (ترجمہ) جسدن قریش فخر خاندان کی تلاش کے لئے جمع ہونگی تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ عبد مناف سارے خاندان کی ناک ہے اور جب عبد مناف کی اولاد میں سے دیکھیں گے تو آل ہاشم میں شریف تر اور بزرگ تر پائیں گے اور جس دن آل ہاشم فخر کریں گے تو فقط محمد کے باعث جسے خدا نے اُنکے برگزیدگان سے برگزیدہ کر لیا ہے +

(۶) لَعَمْرِیْ لَقَدْ کَلَّفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدَ - وَاُخْبِتُهٗ حُبَّ الْمُوَاصِلِ (ترجمہ) قسم ہے مجھے اپنی جان کی میں بسبب احمد کے رنج و تکلیف اُٹھائی۔ اور اُس سے سچے دوستوں کا سا برتاؤ کیا جو جدائی گوارا نہیں کرتے۔

وَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذَّبٌ - لَدَیْنَا وَلَا یُعْبَاُ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ (ترجمہ) اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے بچے کی آجتک تکذیب نہیں ہوئی اور نہ کسی نے اُسے جھوٹ بولتے سُنا۔ فَمَنْ مِثْلُهٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ - اِذَا قَاسَهُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ (ترجمہ) جب جانچنے والوں نے فضیلت میں جانچا تو بنی آدم میں سے ایک بھی اُسکا مثل اور ویسا دور اندیش نہیں نکلا۔ حَلِیْمٌ رَشِیْدٌ عَاقِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ - یُوَالِی الْاِلٰهَ لَیْسَ عَنْهُ بِغَافِلٍ (ترجمہ) وہ بردبار نیک دانا اور فہیم ہے اور جس ذات سے محبت رکھتا ہے وہ ہر وقت اُسکا حامی اور حافظ ہے

وَاَصْبَحَ فِیْنَا اَحْمَدُ فِیْ اُمَّةٍ - تَقَصَّمَ عُنْهَا سُوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ (ترجمہ) احمد ہم میں سے ایسا نکلا ہے جسکے باعث قبائل و سرداران عرب کے جاہ و حشم میں فرق آگیا ہے۔ حَمَتْهُ بِنَفْسٍ دُوْنَهٗ وَحَمِیَّةٍ - وَرَاقَبَ فِیْهِ اللّٰهَ فِی کُلِّ نَائِلِ (ترجمہ) میں اپنی جان اُسکی حمایت میں دیدینے کو متعد ہوں۔ اور اُس سے آلام و مصائب دفع کرنے کو تیار ہوں + صاحب اسنی المطالب لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کا یہ بیان ہے کہ یہ بڑا قصیدہ ہے اور نہایت بلیغ ہے کسی شاعر کی مجال نہیں معلوم ہوتی کہ ایسا اور کہدے یہ سبع معلقہ سے بلیغ و فصیح تر ہے۔

ابن اسحٰق صاحب مغازی لکھتا ہے کہ علی بن حمزہ بصری نے اشعار ابوطالب جمع کئے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر فوت ہوئے (تہذیب المتین) صاحب ام الائمہ لکھتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کی خبر سنی تو فی البدیہ یہ شعر پڑھے ؎ فَقُلْ مَنْ شَاءَ بَعْدِیْ اِذْ قَتَلْتَ اَبَاکَ مُؤْمِنٌ - فَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِی اللّٰهِ نَاصِرًا +

وَنَادِ قُرَیْشًا بِالَّذِیْ قَدْ اَتَیْتَهٗ - جِهَارًا وَقُلْ مَا کَانَ اَحْمَدُ سَاحِرًا (ترجمہ) اے حمزہ تو نے اپنے ایمان کی خوشخبری دیکر مجھے مسرور کیا۔ اب تو خدا کی راہ میں رسول اللہ کا ناصر و مددگار ہو اور جو دولت ہی حاصل ہوئی ہے قریش میں اُس کا اعلان کر دے اور کہہ دے کہ احمد ہرگز ہرگز ساحر نہیں ہے (جیسا کہ تمہارا گمان ہے)

(۱۸) خدیجۃ الکبریٰ حضرت خدیجہ کی وفات کی بابت کثرت مورخین و اہل سیر کی اسی طرف ہے کہ ابوطالب کے

؎ سیرۃ الملا۔ سیرۃ الیعمری۔ حیاۃ الحیوان۔ سمط النجمین۔ جنات الخلود۔ روضۃ الاحباب۔ ابوالفدا +

۳ روز بعد ہوئی بروایت صاحب سمط النجوم و طبری ۱۰ سو قت خدیجہ کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ[۱] اور عمر آنحضرت صلعم کی ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۴ یوم کی تھی۔ مواہب میں ہے کہ ۲۵ سال آنحضرت کی زوجیت میں رہیں تاریخ الخمیس میں کتاب الغزی سے لکھا ہے کہ خدیجہ نے اپنے گھر میں انتقال کیا جسکا نام دار خزیمہ تھا اور فی زمانہ مولد فاطمہ کہلاتا ہے اور مسجد الحرام کے بعد مکہ میں سب سے زیادہ متبرک مقام سمجھا جاتا ہے۔ اسی مکان میں آنحضرت سے اُنکی تمام اولاد پیدا ہوئی۔ اور ہجرت تک حضرت اُسی مکان میں رہے۔ حضرت خدیجہ آنحضرت کو کمال عزیز تھیں اُنکی حیات میں حضرت نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ باقی حال حضرت خدیجہ کا ازواج مطہرات کے احوال میں درج کیا جائیگا

(۱۹) سفر طائف سنہ بعثت ابو طالب کے مرجانے سے قریش نے یہ دیکھکر کہ اب آنحضرت اپنے بڑے اور زبردست حامی اور مددگار سے محروم ہوگئے ہیں آنحضرت پر دست ظلم و تعدی اور بھی زیادہ دراز کر دیا[۲]۔ اور بنی ہاشم اپنے رئیس کے مرجانے سے آپ کی حفاظت کما حقہ نکر سکے اور جو اذیتیں اور زحمتیں مشرکین قریش آپ کو پہنچا رہے تھے اُنمیں اور زیادہ شدت ہوگئی[۳]۔ ابوجہل[۴] اور ابوسفیان جو سب سے بڑے اور زبردست سردار کفار قریش کے تھے انکی دشمنی سے بچانے والا کوئی نتھا۔ اُنہوں نے قریش کو برانگیختہ کیا خصوصاً اشراف قریش مثل ابولہب بن عبد المطلب اور حکم بن عاص اور عقبہ بن ابی معیط جو قرب و جوار رسول کریم میں سکونت رکھتے تھے حضرت کو انواع و اقسام کی تکلیف اور رنج پہنچاتے رہتے مثلاً بروقت نماز پڑھنے کے حضرت پر اشیائے ناپاک ڈالدیتے اور طعام سرور کائنات میں غیر طاہرہ چیزیں ملادیتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت کو یاس ہوگئی کہ اب قریش بت پرستی سے باز نہ آئیں گے۔ جب قریش نے اسقدر تنگ کیا کہ مکہ میں مجال اقامت باقی نہ رہی تو ابو طالب اور خدیجہ الکبری کی وفات کے بعد حضرت طائف[۵] کو جہاں بنی ثقیف رہتے تھے اور جہاں اُنکے چچا عباس کی بہت کچھ جائداد تھی با ایں ارادہ تشریف لیگئے کہ شاید وہ لوگ خدا ترسی کرکے میری مدد اور حمایت کریں اور خدا اُنکو ہدایت نصیب کرے پس حضرت اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارث کو ساتھ لیکر روانہ ہوگئے۔ راستہ میں قبیلہ بنی بکر اور قوم قحطان کے پاس تشریف لیگئے لیکن کہیں ٹھیرنے کی صورت نظر نہ آئی آخر طائف میں پہنچے وعظ و پند کا جو حق ہے وہ حضرت نے ادا کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اسلام کیطرف مائل ہونا تو درکنار اہل مکہ کی طرح وہ لوگ بھی آنحضرت کی ایذا رسانی کے درپے ہوگئے۔ قرآن سنانے اور وعظ کرنے میں شور مچانے تسیٹی بجاتے۔ بناتے۔ آوازے کستے کئی دفعہ پتھر سے حضرت کو زخمی بھی کیا۔ آنحضرت نے دس یوم اور برداشتے ایک مہینہ بدقت تمام طائف میں گذارا آخر اُن لوگوں کا جوش ایسا بڑھا کہ حضرت کو شہر سے باہر نکالدیا۔ اور غلاموں اور کمینوں نے بڑا بھلا کہتے ہوئے اور پتھراؤ کرتے ہوئے فصیل کے باہر تک آنحضرت کا

---

[۱] صفوہ میں ابو عمر سے روایت ہے کہ خدیجہ نے ۶۵ سال ۶ ماہ کی عمر میں رمضان میں وفات پائی حجون میں دفن ہوئیں۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ رمضان سنہ بعثت میں خدیجہ کا انتقال ہوا۔ [۲] ابو طالب اور خدیجہ کی وفات کے بعد آنحضرت نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ بہت کم نکلتے تھے اور قریش پہلے سے زیادہ درپے آزار ہوگئے۔ ابولہب کو خبر پہنچی تو آنحضرت کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد اپنے ارادہ پر چلو اور جو کچھ ابو طالب کے حیات میں کرتے تھے کرو۔ اور آنحضرت کی حمایت اور معونت پر کھڑا ہوگیا۔ اور ابولہب کے خوف سے آنحضرت سے کوئی بھی تعرض نہ کر سکا تب عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل نے ابولہب کو بہکا کر آنحضرت کی طرف سے برگشتہ کر دیا۔ پس ابولہب اور قریش آنحضرت پر پہلے سے زیادہ شدید ہوگئے۔ (خمیس و روضۃ الاحباب) [۳] ابن اثیر [۴] اسکا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔ [۵] چھوٹا سا قصبہ ہے جس کے گرد شہر پناہ بھی ہے مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عرب کے نہایت پسندیدہ مقاموں میں سے انگورستان اور باغوں کے درمیان واقع ہے اسکا۔ بیر۔ خربزہ۔ تربوز۔ انار۔ انجیر اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں بڑا سرسبز علاقہ ہے (ایرونگ)

تعاقب کیا۔ حضرت کے پانو زخمی ہو گئے۔ اور زید بن حارثہ کا سر پھوٹ گیا۔ جب وہ لوگ تعاقب چھوڑ کر چلے گئے تو حضرت نے ایک درخت خرما کے نیچے قیام کیا۔ نماز میں مصروف ہوئے اور دست دعا بسوے آسمان بلند کر کے بچشم گریاں آپ نے یہ استغاثہ کیا کہ "خداوندا یہ عبد ضعیف اور بندۂ ذلیل تیری جناب میں شکایت لایا ہے۔ میں انسان کی نظر میں ذلیل و خوار ہوں۔ اے غفور و رحیم تو ہی غریبوں کا والی اور ضعیفوں کا پشت و پناہ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ پس مجھکو چھوڑ نہ دے اور غیروں کا اور دشمنوں کا شکار مجھکو نہ بنا۔ اگر تو مجھ سے راضی ہو تو پھر مجھکو کیا پروا ہے میں تیری وجہ قدرت کے نور میں پناہ لیتا ہوں جس نے تاریکی کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں سلامتی بخشی ہے۔ خداوندا اپنا غضب مجھپر نازل نہ کر اور میری مصیبتوں کو اسطرح دفع کر جیسا تیری مشیت کا مقتضی ہو۔ لاحول[1] ولا قوۃ الا باللہ ۔ نہایت شکستہ دلی کی حالت میں آپ مکہ ہی کی طرف واپس روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے ایک شب کی مسافت پر ہے شب کو قیام کیا اور قرآن پڑھنے لگے سات اور بروایتے[2] ۹ جنوں نے جو نصیبین سے یمن کو جاتے تھے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم میں واپس جا کر دعوت اسلام کی۔ اور اُن کو مسلمان کیا (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ) صبح ہوتے آنحضرت مکہ کی طرف روانہ ہوئے قریش کے خوف سے کوہ حرا پر قیام کیا۔ اور زید کو روسار مکہ کے پاس بھیجا کہ اگر کوئی بہی اپنی جوار و حمایت میں رکھنے کی حامی بھرے تو مکہ کے اندر تشریف لیچلیں۔ کسی نے منظور نہ کیا۔ آخر مطعم بن عدی نے قبول کیا اور اپنے رشتہ داروں اور قبیلہ والوں کے ساتھ مسلح ہو کر آنحضرت کو مکہ میں لے آیا[3]۔ ابوجہل کو معلوم ہوا تو مطعم سے پوچھا کہ اسکا تابع ہے یا مجیر اُسنے کہا مُجیر۔ ابوجہل نے کہا جسے تو نے امان دی اُسے ہمنے بہی امان دی۔ اور مطعم نے سوار ہو کر منادی کرائی کہ اے گروہ قریش میںنے محمدؐ کو امان دی ہے کوئی اُسے ایذا نہ دینا اور کوئی اُسکی ہجو نہ کرنا۔ اور پھر حضرت کو اپنے گھر لایا اور خود[4] اور اُسکی اولاد آنحضرت کی محافظت کرتے تھے۔ چند مدت آنحضرت مطعم کے گھر میں رہے (روضۃ الاحباب) اور یہاں طفیل بن عمر الدوسی حضرت کے پاس آکر مسلمان ہوئے[5]۔ مطعم کے گھر میں آنحضرت کو پناہ تو مل گئی مگر اشاعت اسلام کا موقع نہ ملتا تہا تاہم موسم حج و عمرہ میں یعنی رجب و ذیحجہ میں جب کفار کشت و خون کو ناجائز سمجھتے تھے ظاہر ہوتے۔ اور تمام قبائل عرب کے ہر قبیلہ کو بنام و نشان پکار کر ارشاد کیا کرتے کہ اے اولاد فلاں میں رسول ہوں اللہ کا کہ بھیجا ہے اُس نے تمہارے پاس۔ کہتا ہوں کہ عبادت کرو خدا کی۔ اور اُسکو وحدہ لا شریک سمجھو۔ اور اُسکے سوا جس کسکو پوجتے ہو اُسکی پرستش سے دست کش ہو۔ مجھپر ایمان لاؤ میری تصدیق کرو۔ اسکے مقابلہ میں حضرت کا چچا ابولہب[6] یہ منادی کرتا کہ لوگو یہ محمدؐ تمکو نئی راہ سکہلاتا ہے اور بدعت اور گمراہی کی طرف چلاتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ پرستش لات عزی کو چھوڑ دے۔ کوئی اسکا کہنا نہ مانو ۔

(۲۰) سودہ اور عایشہ سے آنحضرت کا نکاح اسی سنہ بعثت میں خدیجہ کی وفات کے ایک ماہ بعد آنحضرت نے سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا جنہوں نے بروایت ایرونگ جناب فاطمہ کو دودہ پلایا تہا اور اُسی سال عایشہ بنت ابی بکر سے حضرت کا نکاح ہوا۔ اُسوقت حضرت عایشہ کی عمر ۶ سال کی تہی اس سبب سے زفاف اُسکے تین برس بعد سنہ ہجری میں واقع ہوا جبکہ حضرت عایشہ کی عمر ۹ برس کی ہو گئی (روضۃ الاحباب ایرونگ)

---

[1] ابن ہشام۔ تاریخ ابن اثیر اور روضۃ الاحباب [2] تاریخ الخمیس میں لکہا ہے کہ ۲۰ شوال سنہ بعثت کو حضرت طائف کو روانہ ہوئے تہے۔ اور ۲۳ ذیقعدہ کو مکہ میں واپس آئے یعنے آمد و رفت اور قیام کی کل مدت مہینہ بہر سے کم۔ جس سے دس دن طائف میں رہنے کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ [3] ایرونگ [4] ابولہب آنکہہ سے بہینگا تھا اور اُسکے سر پر بالوں کی مینڈھیاں گندہی ہوئی تہیں۔ ابوالفدا۔

(۲۱) ابتدائے حال انصار۔ سنہ ۱۱ بعثت ایک روز موسم عمرہ رجب میں آنحضرت عقبہ منا میں کھڑے تھے ناگاہ ایک گروہ اہل یثرب[۱] کا قبیلہ خزرج سے حضرت کے پاس پہنچا یہ چھ آدمی تھے۔ حضرت نے اُنکے سامنے حقیقت اسلام بیان کی اور قرآن شریف پڑھکر سنایا وہ مسلمان ہوئے اور ایمان لائے۔ جب وہ یثرب میں پہنچے اپنے بھائی بندوں سے رسول اللہ صلعم کا ذکر کیا اور اپنا مسلمان ہونا بیان کیا۔ پھر تمام گھروں میں آنحضرت کا چرچا ہوگیا۔ یثرب کے مسلمان چونکہ آنحضرت کے ناصر ہوئے (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) اس سبب سے انصار کے نام سے مشہور ہوئے

(۲۲) معراج۔ سنہ ۱۲ بعثت ۲۷ رجب سنہ ۱۲ بعثت کی رات کو جب آنحضرت ام ہانی بنت ابیطالب کے گھر میں مصلے پر تھے اور سونے کا انتظام کر رہے تھے اور سب لوگ خواب میں تھے جبرئیل آنحضرت کے پاس آئے اور اُٹھا کر آپ کو حرم کعبہ میں لیگئے اور ایک بہشتی جانور پر جس کا نام براق ہے سوار کرکے مسجد اقصےٰ میں لیگئے جو بیت المقدس میں ہے وہاں سب انبیاء کی روحوں سے ملاقات ہوئی اور آپنے سب کے ساتھ نماز میں امامت کی اور وہاں سے روانہ ہوکر سدرہ تک پہنچے جو ایک درخت ساتویں آسمان پر ہے۔ یہاں پر حضرت جبرئیل رہ گئے اور اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم بال بھر آگے بڑھیں تو ہمارے بال و پر تجلی کی روشنی سے جلجائیں۔ یہاں براق بھی رہ گیا اور آپ ایک تخت پر جسکو رفرف کہتے ہیں روانہ ہوئے اور قرب الٰہی سے فائز ہوئے۔ یہاں جو دیکھا سو دیکھا اور جو سُنا سو سُنا۔ اسی اثنار میں بہشت و دوزخ کی بھی سیر کی اور ہر اُمت کا مقام ملاحظہ فرمایا اور آنکی آن میں واپس اپنے گھر آپہنچے (روضۃ الاحباب و حیات القلوب وغیرہ) +

ہمنے مشہور روایت پر اکتفا کیا ہے ورنہ اسمیں مورخین کو اختلاف ہے کہ معراج قبل وفات ابوطالب ہوئی یا بعد اسمیں بھی اختلاف ہے کہ ہفتہ کی رات ستر ہویں رمضان کو یا رجب میں یا ربیع الاول میں۔ سنہ ۱۲ بعثت میں یا سنہ ۱۳ بعثت میں۔ ایک دفعہ معراج ہوئی یا کئی مرتبہ +

اسمیں بھی اختلاف ہے کہ رسول خدا صلعم جسم سمیت گئے تھے یا آپ کو خواب صادق ہوا تھا یعنی جسمانی ہوئی یا روحانی عائشہ اور معاویہ اور حسن بصری صرف روحانی معراج کے قائل ہیں۔ مگر عام اعتقاد مسلمانوں کا یہی ہے کہ حضرت مع جسم کے آسمان پر تشریف لے گئے۔ (روضۃ الاحباب)

اسوقت تک صرف دو نمازیں فرض تھیں صبح کی اور شام کی۔ سنہ ۱۲ھ سے معراج کے بعد سے پانچوقت کی نماز مقرر ہوئی (روضۃ الاحباب)

(۲۳) بیعت عقبہ اولی سنہ ۱۲ ہجری کے موسم حج میں اُن چھ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ میں مسلمان ہوکر مدینہ واپس ہوئے تھے پانچ آدمیوں کے ساتھ ۷ آدمی[۲] مدینہ والوں میں سے اور آکر مشرف با سلام ہوئے۔ اور

---

[۱] یثرب یعنی مدینہ میں اوس و خزرج دو قبیلے خالص عربوں کے رہتے تھے دونوں قبیلے ایک باپ کی اولاد تھے سکن قدیم انکا یمن تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں اسوقت لڑائی برپا ہو رہی تھی اور یہ دونوں قبیلے دو فرقہ یہود یعنی بنی قریظہ اور بنی النظیر سے جو مکہ میں رہتے تھے عقد مرافقت رکھتے تھے جبتک رسول مقبول مدینہ میں نہیں پہنچے یہ شہر یثرب کے نام سے مشہور تھا۔ جیسے رسول اللہ صلعم وہاں تشریف لیگئے۔ مدینۃ الرسول اور بعد میں مدینہ کہلانے لگا۔ یہ شہر مکہ کے شمال کیطرف ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اسمیں یہودی اور عیسائی بہت رہتے تھے۔ [۲] ابن خلدون نے انکے نام یہ لکھے ہیں (۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہ بنی نجار سے (۲) عوف بن حرث بنی عفرا سے (۳) رافع بن مالک خزرجی (۴) قطبیہ بن عامر بنی جشم سے (۵) عقبہ بن عامر بنی سلمہ سے (۶) جابر بن عبداللہ بنی سلمہ سے۔ مگر روضۃ الاحباب و حبیب السیر میں یہ نام ہیں اسعد بن زرارہ۔ معوذ بن حارث یا عوف بن حارث۔ عقبہ بن عامر۔ قطبیہ بن حدید۔ جابر بن عبداللہ اور رافع بن مالک۔ ان وارد دین نے چونکہ اپنے دوست یہود سے نبی آخرالزماں کی خبر پرانی کتابوں سے سنی تھی قرآن شریف سے تفکر یقین کر لیا کہ یہی نبی موعود ہیں [۳] معاذ بن حرث۔ ذکوان بن عبد قیس۔ خالد بن مخلد۔ عبادہ بن صامت۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ یہ تو بنی خزرج سے اور ابو الہیثم مالک بن التیہان بنی اوس سے اور عویم بن ساعدہ بن عوف بن مالک سے +

اگر مشرف باسلام ہوئی اور حضرت کی حمایت کا معاہدہ کیا۔ یہ بیعت بھی اُسی مکان عقبہ پر ہوئی جو مکہ سے تھوڑی فاصلہ پر شمال کو واقع ہے۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپنے مصعب بن عمیر عبدی کو کہ فقیہ اور قاری تھے قرآن و فقہ سکھانے اور طریقہ اسلام تمامیکے واسطے اُنکے ساتھ روانہ کیا اور عبداللہ بن اُم مکتوم کو بھی ہمراہ کر دیا۔ جب مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن اُم مکتوم ہمراہ اسعد بن زرارہ کے (جو اُن چھ شخصوں میں سے تھے جو سب سے پہلے اہل مدینہ سے مسلمان ہوئے تھے) داخل مدینہ ہوئے تو مصعب بن عمیر مسلمانان مدینہ کی امامت کرتے تھے اور بن اُم مکتوم قرآن پڑھاتے تھے۔ اولاً دو سردار قبیلہ بنی اشہل کے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ قرآن سُنکر مسلمان ہوئے۔ بعد اسکے مصعب اور سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہ کی کوشش سے اُسی روز شام تک تمام بنی اشہل مسلمان ہو گئے۔ اور بعد میں تمام انصار سوائے بنی اُمیہ بن زید اور بنی وائل بطنہ اور واقف کے جن سب کا سردار ابو قیس تھا مسلمان ہو گئے۔ یہ بقیہ لوگ بھی سب کے سب غزوہ خندق کے وقت مشرف باسلام ہوئے (خمیس۔ ابو الفداء۔ روضۃ الاحباب۔ ابن خلدون۔ ابن ہشام۔ ابن اثیر)

(۲۴) بیعت عقبہ ثانیہ سنہ ۱۳ بعثت کے ماہ ذیحجہ میں مصعب[1] بن عمیر ۳، مرد اور دو عورتیں مسلمان اپنی ہمراہ لیکر تین سو یا پانچسو کفار اوس و خزرج کے قافلہ کے ساتھ اپنے تئیں اُن سے چھپائے ہوئے مدینہ سے مکہ میں تشریف لائے اس ارادہ سے کہ آنحضرت کو اپنے ساتھ مکہ سے مدینہ لیجائیں۔ اُنکے ساتھ جو مسلمان تھے وہ کچھ قبیلہ اوس کے اور کچھ قبیلہ خزرج کے تھے۔ جب درمیان مکہ کے پہنچے تو اُنہوں نے پیغمبر خدا سے یہ وعدہ کیا کہ تیسری رات کو ایام تشریق کی بیچ عقبہ کے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت مع اپنے چچا عباس[2] کے جو ابتک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے۔ مگر بسبب محبت آپکی محافظت کی کوشش میں رہتے تھے تشریف لائے۔ حضرت عباس نے مخاطب ہوکر کہا کہ اے قبیلہ خزرج کے لوگو تم محمد سے وفاداری کرو اور اُسکی بچہ بہبود میں کوشش رہو اور اُسکی دشمنوں سے اُسکی حفاظت کرو تب تمکو اور اُسکو فیمابین وہ تم میں رہیگا اگر تم اُسکی حفاظت کر سکو اور اُسکے دشمن کے حوالہ کر دو تو ابھی سے اُسکو جواب دیدو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمکو بسر و چشم آنحضرت کی حفاظت و حمایت منظور ہے۔ اور ہماری جانیں اُس سے لڑی ہوئی ہیں۔ بعد اسکے رسولخدا صلعم نے اُنکو قرآن کی آیتیں سنائیں اور پھر ارشاد کیا کہ بیعت کرو میری اس بات پر کہ میرے ساتھ بالکل ایسا ہی سلوک کروگے جیسا اپنی اہل و عیال کے ساتھ۔ اُنہوں نے منظور کیا اور کہا کہ یا حضرت اگر ہم کافروں کو قتل کرینگے تو ہمکو کیا اُجرت ملیگی حضرت نے ارشاد کیا کہ جنت حور اور غلمان اللہ تعالیٰ عطا کریگا۔ یہ سُنکر سب نے کہا کہ یا حضرت ہمکو ہاتھ دیجے سب سے پہلے براء بن معرور نے اور پھر اُن سب نے حضرت کی بیعت کر لی[3]+

ابن ہشام اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس بیعت کی خبر جب قریش کو ہوئی اور لوگ مقام منا سے متفرق ہو گئے تو چند قریش انصار کے گرفتار کرنے کو روانہ ہوئے مگر کسیکو نہ پایا البتہ سعد ابن عبادہ کو راستہ سے گرفتار کر لائے اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچانے لگے تا آنکہ اُنکے دوستوں جبیر ابن مطعم اور حرث بن اُمیہ نے اُنکو چھوڑوا دیا +

اسکے بعد کافروں نے مسلمانوں کی ایذا رسانی کا عہد و اتفاق کر لیا۔ اور آنحضرت کی جان لینے کے خواہاں ہو گئے۔

---

[1] اُحد کی لڑائی میں ۴۰ برس کی عمر میں شہید ہوئے [2] آنحضرت نے اُنمیں سے ۹ شخص بنی خزرج سے اور ۳ بنی اوس سے ۱۲ شخص اپنی طرف سے نقیب مقرر کئے اور فرمایا تم لوگ اپنی قوم میں کفیل ہو مثل کفالت حواریان حضرت عیسےٰ کے۔ اُنکے نام یہ ہیں اسعد بن زرارہ۔ رافع بن مالک۔ عبادہ بن صامت۔ سعد بن ابی ربیع۔ عبداللہ بن رواحہ۔ براء بن معرور۔ ابو جابر عبداللہ بن عمرو۔ سعد بن ابو عبیدہ۔ منذر بن عمرو یہ ۹ بنی خزرج سے، اور اسید بن حضیر۔ سعد بن خیثمہ اور رفاعہ بن منذر بن زید۔ یہ تین بنی اوس سے۔ بعض نے بجائے رفاعہ کے ابو الہیثم بن تیہان کو شمار کیا ہے) ابن خلدون۔ تاریخ الخمیس۔ ابن ہشام [3] بروایت حیات القلوب علی بھی ساتھ تھے

ایروِنگ لکھتا ہے کہ اسوقت محمدؐ کی بالکل اُس شخص کی حالت تھی جسکا خون قانون نے معاف کر دیا ہو جس کا جی چاہے مار ڈالے۔ اگر محمد کو دنیاوی فائدہ مدنظر ہوتا تو وہ کیونکر حاصل ہو سکتا تھا۔ اُنکو اپنی نبوت کا اظہار کئے دس برس سے اوپر ہو چکے تھے اور یہ طولانی دس برس لوگوں کی عداوت مصیبت اور سخت تکلیف میں گذرے تھے پھر بھی اُنہوں نے استقلال سے کام لیا اور اب اپنی زندگی کے اُس زمانہ میں جبکہ لوگ اپنی گزشتہ محنت اور کاموں کے ثمرہ میں آرام ڈھونڈھتے ہیں اور آیندہ کے لئے نئی تجویزیں کرنے کی جوکھوں میں نہیں پڑتے ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا آرام اپنا مال اپنے دوست سب کو (دین کی خاطر) قربان کر دیا اور بجائے اسکے کہ دین سے دست بردار ہو جاتے وہ اپنا وطن چھوڑنے کو تیار ہو گئے۔ پس پیغمبر خدا نے مکہ میں تشریف لاکر تمام اصحاب کو ارشاد کیا کہ تم سب لوگ مدینہ کو ہجرت کر جاؤ۔ اور وہ قافلہ بھی مدینہ کو مراجعت کر گیا۔ مکہ میں یہ لوگ زندگی سے بیزار تھے حکم ہوتے ہی اُنہوں نے روانگی شروع کر دی ابن خلدون کے موافق پہلا شخص جو مکہ سے گیا وہ ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے + اور پھر کل بڑے بڑے اصحاب مخفی طور پر ایک ایک دو دو کر کے مدینہ کو ہجرت کر گئے مگر عمر ابن الخطاب اپنے بیس یاروں کے ساتھ مسلح ہو کر ڈنکے کی چوٹ[۱] علانیہ نکل گئے۔ پیغمبر خدا حکم الٰہی کے منتظر رہے۔ نفس رسول (علی) ہی جو کسی حالت میں رسول اللہ سے جدا نہ ہوتے تھے ساتھ رہے۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی جنکو یار غار ہونا تھا ابھی ہجرت نہیں کی۔ (دیکھو سیرۃ المحمدیہ وغیرہ)

فصل سوم۔ ہجرت سے وفات تک

سنہ ۱۴ بعثت یعنی سنہ ۱ھ ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء سے ۵ جولائی سنہ ۶۲۳ء تک

(۱) ہجرت ابوسفیان جو مثل ابوجہل کے آپ کا جانی دشمن تھا اسوقت کفار مکہ کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اُس نے جب دیکھا کہ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے جاتے ہیں (کیونکہ حضرت عمر کے علانیہ چلے جانے سے یہ راز بالکل فاش ہو گیا تھا) تو جلا بھی اور خائف بھی ہوا کہ مسلمان زور پکڑ کے بدلہ نہ لیں۔ پس سرداران قریش کو دارالندوہ میں جمع کر کے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کہا محمد کو قید کر دو۔ کسی نے کہا جلاوطن کر دو۔ ابوجہل نے یہ رائے دی کہ محمد کو قتل کر ڈالنا چاہیئے مگر اس طرح کہ قریش کے پانچ قبیلوں میں سے ایک ایک شخص یکبارگی محمد کے جسم پر ضربیں لگائے تاکہ خون محمدؐ کا چند افراد میں منقسم ہو جائے اور بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم کسی ایک شخص یا کسی ایک خاندان سے بدلہ لینے کے مجاز نہ ہوں اور سب سے بدلہ لینے کی جرات نہ کر سکیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ (مجمل رونقۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ طبری۔ ابن ہشام) جب پیغمبر خدا کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو ارشاد کیا "یا علی تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو رہو[۲]۔ اور میں چلا جاتا ہوں۔ لوگوں نے جو امانتیں میرے سپرد کی ہوئی ہیں ہر شخص کی ودیعت اُسکے حوالہ کر دینا[۳]۔

---

[۱] غالباً اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے ماموں ابوجہل پر بڑا بھروسہ تھا جو سرداران قریش میں ایک خاص وجاہت رکھتا تھا [۲] سنہ ہجری، اسی بعد ہجرت مقدسہ کے خلیفہ ثانی نے حضرت علی کے مشورہ سے جاری کیا تھا۔ مگر یہ سنہ اُسوقت سے نہیں لیا گیا ہے جسوقت آنحضرت نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی یعنی ۸ ربیع الاول سے بلکہ سال کے پہلے قمری مہینے یعنے محرم کی پہلی تاریخ سے یعنے ہجرت سے ۸ ماہ پیشتر سے۔ اور اس سال یکم محرم ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء کو پڑی تھی [۳] روایت حیات القلوب حضرت علی نے یہ حکم پاکر سجدۂ شکر کیا اور یہ اسلام میں اول سجدہ شکر ہے [۴] باوجودیکہ کفار تعصب مذہبی آنحضرت کی جان کے دشمن تھے مگر اتنک اسقدر امین اور دیانت دار جانتے تھے کہ آپکے پاس اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے (ابن ہشام وطبری)

پھر تم بھی میرے پاس مدینہ چلے آنا"۔ اسوقت حضرت ہجرت کے لئے ماذون ہو چکے تھے اور مخالفین آپکے دروازہ پر گھر میں کودنے کی غرض سے جمع ہو رہے تھے اور وقت کے منتظر تھے کہ سو رہیں یا باہر نکلیں تو قتل کر ڈالیں[1]۔ آپ نے ایک مٹھی خاک اپنے دست مبارک میں لیکر اور اُسپر یٰسین فہم لایبصرون تک پڑھکر اُن کافروں کے سروں پر پھینکی اور مجمع میں سے صاف نکل گئے کسی نے حضرت کو نہ پہچانا۔ آخر وہ دروازہ توڑ کر گھر میں گھسے اور آپکی چارپائی پر کے پاس آئے۔ حضرت علی فوراً چارپائی سے کود کر اُنکے سامنے ہوئے اُنہوں نے پوچھا محمدؐ کہاں ہیں۔ حضرت علی نے گرما کر جواب دیا "خدا بہتر جانتا ہے۔ جہاں ہیں خدا کی پناہ میں ہیں" یہ کہکر اُن کے سامنے سے چلدیے کسیکو جرأت نہوئی کہ آپ کو روکتا یا آزار پہنچاتا (ایرونگ) اور بروایت حیات القلوب وابن ابی الحدید آپ تلوار لیکر مقابل میں آئے کوئی مقابلہ کی جرات نہ کرسکا سب[2] بھاگ گئے (ایرونگ۔ روضۃ الاحباب۔ طبری۔ خمیس)

حضرت علی اسکے تین دن بعد تک مکہ میں لوگوں کی امانتیں واپس دینے کے لئے ٹھیرے رہے اور پھر پا پیادہ رسول اللہ صلعم کی طرف روانہ ہوئے۔ کافروں کے اندیشہ سے رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے۔ یہانتک کہ مقام قبا میں جہاں رسول خدا فروکش تھے آپ سے جاملے (ابن ہشام۔ طبری)

پیغمبر خدا نے روانگی سے پہلے دن ہی سے تہیہ سفر درست کر لیا تھا۔ چار مہینے پیشتر حضرت ابوبکر نے دو اونٹ چار سو درہم کے خریدے تھے اُنمیں سے آپنے ایک اونٹ اِس سفر کے لئے خریدنا چاہا حضرت ابوبکر نے آپکے ہاتھ ایک اونٹ نو سو درہم کو فروخت کر دیا۔ عبداللہ[3] بن اُریقط دُیلی ایک رازدار رہبر بھی حضرت علی کی معرفت اُجرت پر مقرر کر لیا تھا کہ تین دن بعد غار ثور پر اونٹ لیجا کر آنحضرت کو مدینہ پہنچا دے۔ (مروج الذہب وحیات القلوب)

بروایت طبری و سیرہ محمدیہ غار میں طعام پہنچانے اور سواری اور راہ بر مہیا کرنیکا کام رسول اللہ نے علی کے سپرد کیا تھا بروایت حیات القلوب علی رات کو سب چیزوں کا تہیہ کرتے اور راتوں رات غار میں پہنچا آتے[4]۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابولہب کی صلاح سے ان مشرکین نے یہ ارادہ کیا تھا کہ رات کو آنحضرت کو گھیرے رکھیں اور صبح صادق کے وقت قتل کر ڈالیں تاکہ روز روشن میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو معلوم ہو جائے کہ قبائل عرب نے بہیئت اجماعی اس امر کا اقدام کیا ہے غرض

---

[1] اس شب کو جن اشخاص نے آپکے قتل کا بیڑا اُٹھایا تھا وہ یہ تھے ابوجہل۔ حکم بن ابوالعاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث۔ اُمیہ بن خلف جبیر بن مطعم۔ طعیمہ بن عدی۔ ابولہب اور حجاج کے بیٹے منبہ اور نبیہ وغیرہ (حبیب السیر ابن خلدون) حیات القلوب کے موافق خالد بن ولید بھی اور وہ سب سے آگے تھا

[2] جس رات کو حضرت علی رسول اللہ صلعم کے بستر پر سوئے ہیں حضتعالی نے وحی کی جبرئیل اور میکائیل کی طرف کہ میں نے تم دونوں میں عقد مواخات باندھا ہے اور ایک کی عمر کو دوسرے کی عمر سے دراز کیا ہے۔ تم دونوں میں کون ہے جو اپنی جان کو دوسرے کی جان پر نثار کرے۔ وہ دونوں نے کہا کہ ہم اپنی جان کو کسیکی جان پر نثار نہیں کرتے اپنی زندگی کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے وحی کی اُنکو کہ کیوں مثل علی ابن ابیطالب کے نہیں ہوتے کہ میں نے اُس میں اور محمد میں بھائی چارہ قایم کیا۔ اور اُس نے اپنی جان کو محمد پر فدا کیا اور اُس کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم سمجھا جاؤ زمین پر اور اُسکو دشمنوں کی شر سے بچاؤ۔ پس جبرئیل علی کے سرہانے اور میکائیل پائینتی آکر بیٹھ گئے۔ اور جبرئیل نے کہا بخ بخ مبارک ہو مبارک ہو کون ہے مثل تیرے اے علی ابن ابی طالب کہ حق جل جلالہ مباہات کرتا ہے ساتھ تیرے ملائکہ پر۔ اور اس باب میں آیہ من یشری نفسہ ابتغاء الخ نازل ہوئی۔ (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج النبوۃ)

[3] عبداللہ بن اریقط بڑا رازدار۔ دیانت دار۔ رہبر تھا۔ غار پر کبوتر اور درخت اور جالے کے معجزے کو دیکھکر مسلمان ہوا (حیات القلوب)

[4] اس سبب سے یہ روایت بعض مورخین ابرہ خلدون وغیرہ نے لکھی ہے کہ یہ بھی قرار پایا کہ حضرت ابوبکر کا آزاد غلام عامر بن فہیرہ رات کو دودھ اور اسمائ بنت ابی بکر کھانا پہنچایا کرے اور عبداللہ بن ابی بکر دن کو کفار کے ارادے معلوم کر کے رات کو غار میں خبر دیا کرے۔ صحیح نہیں معلوم ہوتی (مؤلف

پیغمبر خدا گھر سے نکلکر روانہ ہوئے راستہ میں ابوبکر ملگئے انکو ساتھ لیتے ہوئے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے جو مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ڈھائی میل جنوب کو واقع ہے۔ آپ اس خوف سے کہ کفار سراغ نہ پاسکیں انگوٹھے کے بل غار تک پہنچے حضرت ابوبکر کا آنحضرت کو کاندھے پر غار تک پہنچانا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ خوش اعتقادوں کی بندش ہے۔ روضۃ الاحباب۔ اور مدارج النبوۃ۔ حبیب السیر۔ سیرۃ محمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ پہلے ابوبکرؓ غار میں گھسے اُسے صاف کیا اور اُسکے سوراخوں کو اپنے کپڑے پھاڑ کر ٹھیکریوں سے بند کیا ایک سوراخ رہگیا تھا جسکے لئے کپڑا نہ بچا وہاں اپنا پاؤں لگا دیا۔ وہاں سانپ تھا ابوبکرؓ کے پاؤں میں کاٹ کھایا۔ رسول خدا نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اچھا ہو گیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے ابوبکرؓ کو ننگا دیکھکر پوچھا تمہاری کپڑے کیا ہوئے۔ ابوبکرؓ نے کہا پھاڑ کر سوراخوں میں لگا دیے مگر یہ روایت تعجب سے خالی نہیں اُس اندھیری رات اور اندھیرے غار میں ابوبکرؓ کو ساری سوراخ نظر کیونکر آگئے اور رسول اللہ نے کپڑا پھاڑنے کی آواز کیوں نہیں سُنی جو صبح کو دریافت کیا کہ تمہاری قبا کیا ہوئی اور ابوبکرؓ کو یہ بیان کرنے کی ضرورت پڑی کہ یا حضرت سوراخوں میں پھاڑ کر لگا دیئے۔ صبح ہوئی تو متعاقبین پاؤں کے نشان پہچانتے ہوئے آن پہنچے مگر اللہ کی قدرت غار کے موہنہ پر مکڑی کے جالے پیدا ہو گئے ایک کیکر کا درخت اُگ آیا اور کبوتر نے اُسمیں گھونسلا بنا کر انڈے دیدیئے تھے۔ کفار یہ حالت دیکھکر سمجھے کہ بھلا اُسمیں کوئی کیا چھپا ہوگا۔ وہاں سے واپس ہو کر دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ ابوبکر متعاقبین کی آواز سُنکر مضطرب ہوئے اور کانپنے لگے اور فرمانے لگے کہ ہمارے تعقب کرنے والے تو بہت سے ہیں اور ہم دو ہی ہیں۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ڈرتے کیوں ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب و صاحب سیرۃ محمدیہ نے لکھا ہے کہ ابوبکر سانپ کے کاٹنے کی تکلیف سے رو رہے تھے (ایروِنگ۔ روضۃ الاحباب۔ خمیس۔ سیرۃ محمدیہ) +

غرض رسول اللہ اور ابوبکرؓ تین دن غار ثور میں رہے۔ پنجشنبہ کا دن گزر کر رات کو یکم ربیع الاول ہی قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۲ ربیع الاول کو جمعہ کے دن غار میں پہنچے[۱]۔ یکشنبہ چوتھی ربیع الاول تک غار میں رہے

---

[۱] ازالۃ الخفا میں ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ علی نے جان بچکر رسول اللہ کا کپڑا اوڑھ لیا اور اُنکی جگہ سو گئے مشرک علی کو رسول اللہ سمجھکر کنکر پھینکتے ہوئے آئے اور یہی سمجھکر کہ رسول اللہ سوتے ہیں کہا یا رسول اللہ اُسوقت علی نے کہا کہ وہ چاہ میموں کی طرف گئے ہیں ملنا ہو تو وہاں جاکر ملو پس ابوبکر چلے گئے اور حضرت کے ہمراہ داخل غار ہوئے۔ طبری نے اپنی تاریخ میں اس موقع کو اس طرح لکھا ہے کہ ابوبکر علی کے پاس آئے اور پوچھا رسول اللہ کہاں ہیں علی نے کہا غار ثور کیطرف گئے ہیں اگر تمکو اُن سے کوئی حاجت ہو تو اُن سے جاملو پس ابوبکر دوڑتے ہوئے گئے۔ اور رستہ میں حضرت کے قریب جا پہنچے۔ رسول اللہ نے اُس اندھیری رات میں ابوبکر کی آہٹ سنی کو سمجھے کہ مشرکین میں سے کوئی آرہا ہے یہ سمجھکر آپ جلدی جلدی چلنے لگے یہانتک کہ بند نعل ٹوٹگیا اور پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پتھر کی ٹھوکر سے خون بکثرت جاری ہوا پھر اور زور سے دوڑنے لگے ابوبکر کو خیال ہوا کہ اسطرح حضرت کو بہت مشقت ہوگی پس باآواز بلند آپ سے کلام کیا حضرت آواز پہچانکر کھڑے ہو گئے یہانتک کہ ابوبکر آپہنچے۔ اب دونو ساتھ چلے اور رسول اللہ پیدل چلے رہے تھے اور آپکے پاؤں سے خون جاری تھا۔ یہانتک کہ غار میں پہنچگئے۔ صبح ہوتے علی اپنے بستر سے اُٹھے کفار قریب گئے تو پیچانا کہ علی ہیں پوچھا تیرا صاحب کہاں ہے فرمایا میں کیا جانوں کیا میں اُنکا پہرا دیتا رہا تمنے اُنہیں نکلتی نیکو کہا وہ نکلگئے۔ پھر کفار نے علی کو برا بھلا کہا دھکایا مارا اور مکالکر مسجد میں لائے اور ایک ساعت قید کرکے چھوڑ دیا۔ ان روایتوں پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب کفار گھر کو گھیرے ہوئے کنکریاں مار رہے تھے تو ابوبکر علی تک کیونکر پہنچے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر آنحضرت کو کہیں راستہ ہی میں ملگئے تھے۔ نیز دیکھو سیرۃ محمدیہ حیات القلوب میں ہے کہ رسول اللہ رات کو ابوہیثم کے گھر میں رہے۔ پچھلی رات کو غار کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ابوبکر ملگئے وہ ساتھ ہو گئے[۲] عائشہ اور اسماء بنت ابی بکر گئی ہیں کہ رسول اللہ ہمارے گھر آگئے تھے اور وہاں سے ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر غار کی طرف گئے تھے اُسوقت ابوبکرؓ پانچہزار یا ۶ ہزار اور ہم بھی جو اُنکے پاس تھے اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ غار سے روانہ ہونے سے پہلے اسماء بنت ابی بکر نے پیغمبر خدا کے کھانے کا دسترخوان لٹکانے کے لئے جب کوئی چیز نہ ملی تو اپنا کمربند پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لیا تھا ایک کو کمر بند رکھا دوسری کو لٹکانے کے کام میں

چوتھے روز جب تعاقب کرنے والوں کا جوش دھیما ہوا تو ۵ ربیع الاول روز دوشنبہ کو عبداللہ بن اریقط آنحضرت کا اور عامر بن فہیرہ ابوبکر کا اونٹ لیکر حاضر ہوئے آپ عبداللہ بن اریقط کے اور ابوبکر عامر بن فہیرہ کے ردیف[۱] ہوکر معمولی راستہ کو چھوڑ کر بحیرۂ قلزم کے کنارہ کنارہ مدینہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اول شب سے دوسرے دن کی ظہر تک سفر کرتے رہے مقام قدید پر آرام کرکے ذرا آگے بڑھے تھے کہ سراقہ بن مالک مدلجی کھوج لگاتا ہوا آپہنچا۔ کیونکہ کفار مکہ نے جب دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا تو انہوں نے انعام مقرر کردیا کہ جو آپ کو زندہ پکڑ کر یا آپ کا سر لیکر آئیگا اُسے سو اونٹ ملینگے۔ سراقہ کو دیکھکر حضرت ابوبکر پھر رونے لگے آپنے فرمایا کہ ڈرتا کیوں ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور سراقہ کے حق میں بد دعا کی اُسکا گھوڑا تا بزانو زمین میں دھنس گیا حالانکہ وہاں کی زمین بہت سخت تھی۔ اس سے اُسپر ایسی ہیبت چھائی کہ معافی کا خواستگار ہوا اور اقرار کیا کہ کسیکو آپ کا پتہ نہ دونگا۔ اسکا گھوڑا نکل آیا۔ واپس آکر اُس نے کافروں سے کہدیا کہ مجھے محمد کا پتہ کہیں نہیں لگا۔ یہ سراقہ بعد فتح مکہ مسلمان ہوگیا تھا (ابوالفدا۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب) +

الغرض عبداللہ بن اریقط اسفل مکہ سے نکلکر ساحل کی طرف جھکا اور اسفل عسفان سے گذرتا ہوا امج میں پہنچا وہاں سے اُس کے اسفل کو طے کرتا ہوا قدید[۲] میں آیا جہاں سے ذرا آگے بڑھکر سراقہ کا واقعہ پیش آیا۔ قدید سے نکلکر عرج ہوتا ہوا عوالی مدینہ سے قبا میں داخل ہوا (ابن خلدون۔ طبری۔ ابن اثیر وغیرہ)

(۲) پیغمبر قبا میں پیغمبر خدا قریب وقت زوال آفتاب پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو مقام قبا میں پہنچے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے یہ مقام مثل طائف کے زرخیز اور شاداب تھا۔ اور ہوا بڑی صحت بخش تھی۔ یہاں ایک مقام پر جسے الفتوی کہتے ہیں آپ کا اونٹ خود بخود بیٹھ گیا اور آگے نہ چلا۔ آپ اُتر پڑے اور بنی عوف کے ایک شخص کلثوم بن ہدم کے گھر جو بروایت تاریخ الخمیس ابھی مشرک ہی تھا یا سعد بن خثیمہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ اور ابوبکر بعضے[۳] میں محلہ سنح میں خبیب بن اساف یا زید بن خارجہ کے مکان میں اقامت اختیار کی۔ قبا میں آپنے پیر منگل بدھ جمعرات ۴ دن[۴] قیام کیا (ابن خلدون خمیس

(بقیہ صفحہ ۶۸) لائیں اُسوقت سے انکا نام ذات النطاقین مشہور ہوگیا (خمیس۔ ابن خلدون۔ روضۃ الاحباب) مگر معتبر روایتوں سے اسکا پتہ نہیں چلتا کہ رسول اللہ حضرت ابوبکر کے گھر جاکر اُنکو ساتھ لیتے ہوئے غار کیطرف روانہ ہوئے۔

[۱] ابن خلدون اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رسول اللہ جب اونٹ پر سوار تھے عبداللہ بن اریقط دوسرے اونٹ پر اور ابوبکر اور عامر ابن فہیرہ تیسرے اونٹ پر سوار تھے۔

[۲] زمخشری نے ربیع الابرار میں بحوالہ ابن الجون سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہے کہ قدید میں میری خالہ ام معبد کے خیمہ میں اسی سفر ہجرت میں آنحضرت آکر اُترے۔ میری خالہ بڑی مہمان نواز تھی۔ حضور نے آرام کیا۔ سوتے اُٹھے تو پانی مانگا اور خیمہ کے پہلو میں ایک جھاڑی پر ہاتھ دھوئے اور کلی کی۔ جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ وہ جھاڑ درخت ہوگیا ہے اور اُسمیں لون الورس کے پھل سے بڑے پھل لگے ہوئے ہیں۔ خوشبو میں عنبر۔ مزے میں شہد۔ بھوکا کھاتا پیٹ بھر جاتا۔ پیاسا کھاتا پیاس نہ لگتی۔ بیمار کھاتا شفا پاتا۔ جو جانور اُسکے پتے کھاتا اُسکا دودھ بہتا پھرتا۔ ہم اُسے شجرہ مبارکہ کہا کرتے تھے۔ دور دور سے بیمار آتے اُسکے پھل کھاتے شفا پاتے۔ ایک دن صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اُسکے پھل گر پڑے ہیں اور پتے چھوٹے ہوگئے ہیں۔ ہمیں بڑا رنج ہوا۔ بعد میں خبر آئی کہ رسول اللہ نے اُسی روز انتقال کیا ہے۔ اسکے تیس برس بعد ایک دن صبح کو دیکھا کہ اُسکے نیچے سے اوپر تک کانٹے ہوگئے ہیں۔ اور اُسکے پھل گر پڑے ہیں اور اُس کی نصرت (ہریاول) جاتی رہی ہے۔ ہمنے سنا کہ اُسیدن علی مارگئے۔ اسکے بعد اُس میں کبھی پھل نہ لگا۔ ہم اُسکے پتوں ہی سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ اُسکی ساق سے تازہ خون بہ رہا ہے اور پتے اُسکے گر پڑے اور بعد میں سنا کہ حسین اُسی روز شہید ہوئے۔ پس وہ درخت خشک ہوگیا اور جاتا رہا (تاریخ الخمیس۔ سیرۃ الحلبیہ۔ فوز الاصابہ)

[۳] بعض نے مثل ابن ہشام کے قبا میں آپ کا قیام ۴ دن بعض نے ۱۴ دن اور بعض نے ۲۲ دن لکھا ہے بخاری اور ابن حجر صاحب فتح الباری نے ۴ دن کو اور ابن [illegible] نے ۱۴ دن کو ترجیح دی ہے بخاری خیال میں ۴ ہی دن صحیح ہیں کیونکہ ۱۴ یا ۲۲ دن کی روایت سے آپ کا قبا سے جمعہ کو روانہ ہونا نہیں نکلتا۔ حالانکہ تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپنے قبا سے مدینہ میں جاتے ہوئے بطن وادی رانونا میں نماز جمعہ پڑھی ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جاتا ہے

مقام قبا میں اسی چار دن کے قیام میں (۱) آنحضرت نے مسجد قبا کی بنیاد ڈالی (۲) بریدہ بن الحصیب اسلمی مع ستر تفریبی سہم کے مثل سراقہ کے انعام کی اُمید میں حضرت کی تلاش میں آیا مگر یہ سب مسلمان ہو گئے (سکن تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ بریدہ راستہ میں قبا پہنچنے سے پہلے ملے ہیں (۳) سلمان فارسی اسی مقام پر حضرت کی خدمت میں مشرف باسلام ہوئے (۴) آنحضرت کو قبا میں آئے ہوئے تین دن ہوئے تھے کہ جناب علی بھی پاپیادہ مکہ سے آکر حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت اپنے بھائی کو دیکھکر بہت خوش ہوئے بغلگیر ہوئے۔ مگر پانو پر ورم اور حالت تباہ دیکھکر بہت روئے۔ ابن خلدون صاحب حبیب السیر اور ایرونگ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کے پانوں سے لہو بھتا تھا۔ مگر آنحضرت کے ہاتھ پھیرنے یا پھونکنے سے وہ زخم بالکل اچھے ہو گئے۔

(۳) پیغمبر مدینہ میں جب مہاجرین مکہ نے جو حضرت سے پہلے مدینہ میں آئے ہوئے تھے سُنا کہ حضرت مدینہ کے قریب قبا میں آگئے ہیں۔ حضرت کے استقبال کو آئے اور ۱۲ ربیع الاول یوم جمعہ کو جب کچھ دن چڑھا تو حضرت قبا سے مدینہ کیطرف روانہ ہوئے بریدہ بن الحصیب مع اپنے ستر سواروں کے آگے ہوا بعض مسلمانوں نے تاڑ یا کھجور کے چھتر سے آپ کے سر پر سایہ کیا۔ حضرت ابوبکر اور بروایت حیات القلوب جناب علی حضرت کے پہلو میں سوار چلے جاتے تھے۔ اسوقت بریدہ نے کہا کہ یا حضرت مدینہ میں بغیر علم کے داخل ہوں یہ کہکر اپنی پگڑی اُتاری اور اپنی برچھی کی نوک پر ایک سر ابندہ کر بلند کیا۔ اور حضرت کے آگے آگے لیچلا (روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس) +

ایرونگ لکھتا ہے کہ آب و ہوا خوشگوار۔ زمین زرخیز۔ کھجوروں کی کثرت۔ خوشبودار جھاڑیاں اور پھول افراط سے۔ شہر مدینہ حضرت کی ہجرت کے لئے نہایت موقع کا مقام تھا۔ اسکی جای وقوع بہت ہی پسندیدہ اور خوشنما ہے +

چلتے چلتے راستہ میں بطن وادی رانونا میں قبیلہ بنی سالم میں پہنچے تو اول زوال کا وقت تھا حضرت اُتر پڑے اور اُن مسلمانوں کے ساتھ جو ہمراہ تھے اور جو اسوقت تعداد میں سو تھے۔ آپ نے نماز جمعہ اور خطبہ پڑھا۔ اور یہ اسلام میں اول نماز جمعہ اور اول خطبہ ہے۔ بعد میں اسی مقام پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی (خمیس روضۃ الاحباب۔ طبری وغیرہ)

جب مدینہ تھوڑی دور رہا تو اُسی خاک اور دھوپ میں انصار کا ایک گروہ استقبال کو آیا اور وہ نہایت جوش اور تپاک سے ملے حالانکہ انمیں سے پہلے کبھی آنحضرت کو دیکھا بھی نہ تھا +

اب وہی محمدؐ جن کو ذرا پہلے زمین پر پانو رکھنے کو جگہ نہ تھی اور جلاوطن پھر رہے تھے اور جن کے سر کے لئے انعام مقرر تھا مدینہ میں اسطرح داخل ہوئے جسطرح کوئی شہنشاہ کسی فتح نمایاں کے بعد اپنے دار السلطنت میں داخل ہوتا ہے۔ باشندوں کا یہ حال تھا کہ جو حضرت کے ناقہ کو دیکھتا تھا۔ اور جس گھر پر انصار کے حضرت گزرتے تھے بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حضرت یہیں قدمرنجہ فرمائیں اور آرام کریں۔ جب اس امر میں لوگوں میں بحث ہونے لگی تو حضرت نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ خود بیٹھ جائیگا وہاں ٹھیرونگا۔ کیونکہ وہ من جانب اللہ اس امر پر مامور ہے۔ ہر شخص اُمید کی نگاہوں سے ناقہ کو دیکھ رہا تھا تا آنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچا اور بنو ساعدہ اور بنو حارثہ اور بنو عدی سے نکلکر بنو نجار میں پہنچا اور وہاں اُسجگہ ٹھیر گیا جہاں اسوقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے یہاں سے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ جو قبیلہ مالک بن نجار سے تھے اور ابو ایوب[1] انصاری کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا مکان سب سے زیادہ قریب تھا حضرت کو اپنے گھر لیگئے اور آپ تا تیاری مسجد نبوی و مسکن شریف عرصہ سات ماہ تک اور بروایت مسعودی ایک ماہ تک انہیں کے

[1] یہ وہی بزرگوار ہیں کہ جب ۴۴ھ میں معاویہ کے عہد میں قسطنطنیہ پر فوجکشی ہوئی تو محاصرہ کے ایام میں بیماری سے اُنکا انتقال ہو گیا اور شہر کی فصیل کے قریب دفن کئے گئے اور سلطان محمد ملقب بہ فاتح نے جب ۸۵۵ھ میں شہر مذکور کو فتح کیا تو بڑی تلاش کے بعد انکی قبر کا پتہ ملا۔ بعد قعود کے کندہ سے پہچانی گئی۔ جسپر سلطان نے مقبرہ بنوایا اور ایک بڑی عالیشان مسجد تعمیر کرادی جو اب تک جامع ابو ایوب کے نام سے مشہور ہے (تاریخ منتظم ناصری و اعجاز التنزیل)

گھر پر مقیم رہے۔ ابوایوب بنی خزرج سے تھے اور قبیلہ بنی نجار کے سردار تھے +

(۴) مسجد نبوی | مسجد نبوی جسجگہ بنی ہی وہ بنی نجار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملک تھی مویشان پڑی تھی صرف چند کھجوروں کے درخت تھے وہاں مشرکین کا قبرستان بھی تھا۔ اور چوپائے بھی بندھے جاتے تھے۔ مالکوں نے ہبہ کرنا چاہا حضرت نے منظور نہ کیا بلکہ دس مثقال زر سرخ دیکر خریدی۔ مشرکین کی قبریں دور کر دی گئیں۔ اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے۔ نہایت سیدھی سادی مسجد بنائی گئی۔ دیواریں مٹی اور کچی اینٹوں کی۔ پہلے ایک چبوترہ بناکر قنات دیوار کھڑی کی گئی بعد میں وہی کھجور کے درخت جو کاٹے گئے تھے۔ اُنکے ستون بنائے گئے اور کھجور ہی کے پتوں اور شاخوں کی چھت بنائی گئی۔ جسمیں سے مینہ ٹپکتا تھا اور مٹی جھڑتی تھی عرض ۴۰ گز طول ۳۰ گز تھا (مگر ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد حضرت نے اُسکی کچھ ترمیم اور توسیع کی تھی) تین دروازے تھے ایک جنوب[1] کی طرف جہاں بعد میں قبلہ مقرر ہوا (کیونکہ اسوقت تک قبلہ بیت المقدس ہی تھا ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد کعبہ قبلہ مقرر ہوا ہی دوسرا باب جبرئیل۔ تیسرا باب الرحمہ۔ اس عمارت کا ایک حصہ جسکا نام صفہ تھا ایسے مسلمانوں کے رہنے کے لئے مقرر کیا گیا جن کا گھر نہ تھا اُنکی تعداد ۱۰ سے چار سو تک ہو جاتی تھی۔ اس مسجد کے بنانیمیں حضرت اپنے ہاتھ سے بھی مدد دیتے تھے۔ آنحضرت کے ساتھ مہاجر و انصار بھی شریک تھے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے بدلہ عمار یاسر سب سے دُگنا کام کرتے تھے اور آنحضرت اُنکی گرد جھاڑتے جاتے تھے۔ اور اُنکے حق میں افسوس سے فرماتے تھے کہ عمار کو گروہ باغیہ قتل کریگا کہ وہ اُنکو جنت کیطرف بلاتا ہوگا اور وہ اُسکو دوزخ کی طرف بلاتے ہونگے جیسی مسجد سادی تھی ویسی ہی اُسکی کارروائی بھی سادی تھی (روضۃ الاحباب خمیس) شروع میں کچھ عرصہ تک رات کو تیل بتی کے بدلہ کھجور کی چھیٹوں سے روشنی کا کام لیا جاتا تھا۔ زمین پر بیٹھکر کھجور کے ستون سے پشت لگاکر حضرت وعظ فرمایا کرتے تھے بہت عرصہ بعد تین سیڑھیوں کا منبر بنایا گیا ہی منبر پر آنحضرت کبھی بیٹھکر کبھی کھڑے ہوکر عصا پر سہارا دیکر وعظ فرماتے۔ اس وعظ میں ایتک صرف خدا کی عبادت اور نسل انسان کے ساتھ بھلائی کرنیکا مضمون ہوا کرتا تھا۔ فرماتے تھے جو مخلوق خدا اور اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتا خدا اسپر رحم نہیں کریگا۔ ہر مسلمان جو کسی ننگے مسلمان کا تن ڈھانکیگا خدا اُسے بہشت کے سبز کپڑے پہنائیگا۔ خیرات کے بارہ میں فرماتے تھے جب خدا نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلتی اور تھرتھراتی تھی اُسکے ثبات کے لئے خدا نے اُسپر پہاڑ بنائے تب فرشتوں نے پوچھا کہ بار خدایا تیرے مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ زبردست ہے فرمایا لوہا پہاڑوں سے زیادہ زبردست ہے کیونکہ وہ پہاڑوں کو توڑ دیتا ہے۔ پھر پوچھا لوہے سے بھی کوئی زبردست چیز ہے جواب آیا آگ لوہے سے زبردست ہے کیونکہ وہ اُسے پگھلا دیتی ہے پھر پوچھا کہ تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ زبردست ہے جواب آیا پانی کہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پھر پوچھا کہ کوئی چیز پانی سے بھی زبردست ہے جواب ہوا ہوا کیونکہ وہ پانی پر غالب آتی ہے اور اُسے حرکت دیتی ہے پھر فرشتوں نے پوچھا کہ اے رب العالمین کوئی چیز ہوا سے بھی زبردست ہے ارشاد ہوا نیک آدمی جو خیرات دیتا ہے اگر اسطرح دی کہ دائیں ہاتھ سے دے اور بائیں کو خبر نہ ہو۔ وہ سب چیزوں سے زبردست ہے۔ مہربانی اور رحم کے ہر کام کو حضرت نے خیرات میں داخل کیا ہے۔ فرماتے ہیں ہر نیک کام خیرات ہے اپنے بھائی کو دیکھکر مسکرانا خیرات ہے۔ اپنی بی نوع کو

[1] یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ شروع اسلام سے بیت المقدس قبلہ تھا یا نہیں مگر اکثر تاریخوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے کوئی قبلہ نہیں تھا اول سنہ ہجری میں بیت المقدس اور اُسکے ۱۶ مہینے بعد کعبہ قبلہ قرار پایا ہے۔ اکثروں کا یہ قول ہو کہ مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے مگر اس طرح کہ کعبہ بیچ میں رہے (خمیس۔ روضۃ الاحباب)

نیک کام کی رغبت دلانا خیرات ہے بھولے کو راستہ بتانا خیرات ہے۔ اندھے کی مدد کرنا خیرات ہے۔ راستے سے پتھر کانٹے یا کسی اور راستہ روکنے والی چیز کا ہٹانا خیرات ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا خیرات ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ عاقبت کے واسطے انسان کی اصل دولت پونجی ہے جو اُس نے اِس دنیا میں اپنے بنی انسان کے ساتھ کی ہے۔ مرنے کے بعد یہاں لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا مال و متاع چھوڑ مرا مگر قبر میں فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا نیکیاں لایا ہے۔ کسی نے پوچھا یا حضرت میری ماں ام سعد مرگئی ہے سب سے بڑی کونسی خیرات ہے جس سے اُسکی روح کو ثواب پہنچاؤں فرمایا کنواں کھود اور پیاسوں کو پانی پلا۔ اُس نے ایسا ہی کیا + زبان کی خیرات پر بھی حضرت نے بہت زور دیا ایک بصرہ کا باشندہ ابو جاریہ نامی حضرت کے پاس آیا اور درخواست کی کہ مجھے اپنا چال وچلن اور اخلاق درست کرنے کے واسطے سب سے عمدہ ایک قاعدہ بتا دیجئے۔ فرمایا کسیکی بابت بُرا لفظ منہ سے نہ نکال ابو جاریہ کہتا ہے کہ اُسوقت سے میں نے کسی آزاد یا غلام کو بُرا نہیں کہا۔ اور نہ گالی زبان سے نکالی۔ اخلاق کی درستی میں حضرت نے کمال کوشش کی فرماتے ہیں جب کسی گھر میں داخل ہو یا اُس سے نکلو تو وہانکے لوگوں کو سلام کرو دوست آشناؤں اور راہ گیروں کے سلام کا جواب دو جو سوار ہو وہ پہلے سلام کرے پیدل کو۔ جو چلتا ہو وہ بیٹھے کو پہلے سلام کرے۔ گھٹیا بڑھیا کو اور چھوٹا بڑے کو +

مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اُن مکانوں کی طرف تھا جو آنحضرت نے مسجد کے دیوار سے لگے ہوئے اپنی ازواج اور کنبہ کے واسطے بنائے[۵۱] تھے۔ مسجد اور ان مکانات کی تعمیر تک جو، مہینہ اور بروایت مسعودی ایک ماہ کی مدت تھی حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر مقیم رہے +

(جب مکان بنگئے تو حضرت نے بروایت طبری وحبیب السیر زید بن حارثہ اور ابو رافع کو ۵۰۰ سو درہم اور دو اونٹ دیکر مکہ کی طرف روانہ کیا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور سودہ بنت زمعہ اور اسامہ بن زید اور اُنکی والدہ ام ایمن کو مدینہ کے آئیں۔ انہیں کے ساتھ عبداللہ بن ابی بکر بھی اپنے گھر والوں سمیت چلے آئے طلحہ بن عبیداللہ بھی اُنکے ساتھ آئے اِن سب کے آنے پر حضرت اپنے گھر میں رہنے لگے۔ تاریخ الخمیس میں مطری سے روایت ہے کہ حضرت کی قیام قبا ہی کے زمانہ میں آنحضرت کا کنبہ اور حضرت ابو بکر کے قبائل مکہ سے قبا میں آگئے تھے اور اسماء بنت ابی بکر جو حاملہ تھی اُن سے وہیں[۵۲] عبداللہ بن زبیر دخول مدینہ سے پہلے پیدا ہوئے +

ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب عبداللہ بن اریقط آنحضرت اور حضرت ابو بکر کو مدینہ پہنچا کر مکہ واپس گیا اور اُس نے عبداللہ بن ابو بکر کو دونوں کے بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع دی اُسوقت عبداللہ بن ابی بکر مع اپنی بہنوں عائشہ اور اسماء اور والدہ ام رومان اور طلحہ بن عبیداللہ کے مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچے[۵۳]۔ بعد اسکے ابو رافع مکہ جا کر آنحضرت کے عیال واطفال کو مدینہ میں لے آئے۔ اور حیات القلوب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کی کنبہ کو حضرت علی اپنے ساتھ اونٹوں پر لائے تھے

۔ الغرض مسجد نبوی شروع میں چھوٹی تھی۔ حضرت کے بعد جب نمازیوں کی کثرت ہوئی تو خلیفۂ دوم حضرت عمر نے اس مسجد کو وسیع کیا لیکن ساخت نہ بدلی حضرت عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ میں اسے متغیر کیا پتھر اور گچ سے اسے منقش اور مسحکم کیا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں اور بھی زیادہ وسیع کی گئی۔ اور خانہائے ازواج پیغمبر

---

۵۱ اول صرف سودہ اور عائشہ کے واسطے مکان بنے تھے بعد میں رفتہ رفتہ حضرت کے اعزہ واقارب کے مکانات مسجد کے قرب وجوار میں تعمیر ہوئے

۵۲ طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر ہجرت کے میں مہینہ بعد مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ زیاد بن سمیہ اور مختار بن عبید ثقفی ۶۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے +

۵۳ اور مدینہ میں پہنچنے کے ۸ ماہ بعد ذیقعدہ میں محلہ سنح میں حضرت ابو بکر کے مکان پر حضرت عائشہ سے زفاف واقع ہوا +

اُسمیں داخل کرلئے گئے۔ مامون رشید نے اسے اور بھی رونق دی۔ اور مسجد نبوی کی وہ حیثیت ہوگئی کہ گویا کوئی دوسری مسجد ہے۔ چنانچہ جب ذوالنون مصری مدینہ میں آئے تو بیتابی کی حالت میں اُنہوں نے سارے مدینہ کی خاک چھان ڈالی مگر اُنکو مسجد نبوی نہ ملی وہ سمجھتے تھے کہ مسجد نبوی اپنی حالت اصلی پر ہوگی۔ لوگوں نے جب پتا بتایا تب وہ کہنے لگے کہ یہ تو کسی بادشاہ کی محلسرا ہے ہیں وہ کچی اینٹ والی مسجد ڈھونڈھتا ہوں جو درخت خرما کی لکڑیوں سے آراستہ تھی۔ جس پر کنکریوں کا فرش تھا۔ اور جسپر آنحضرت رسول اللہ اور اُنکے ساتھی جانباز مسلمانوں کے جسم اطہر کو مس ہوا تھا۔ ذوالنون مصری جو محبت الٰہی اور اُلفت رسالت پناہی میں مجذوب تھے یہ کہکر روئیلگے۔ اور اپنی راہ لی +

(۵) نماز و زکوٰۃ آنحضرت کے ورود مدینہ کے ایک ماہ بعد مثل حال کے نماز پنجگانہ کی ۱۷ رکعتیں قرار پائیں اس سے پہلے ہر وقت کی دو دو رکعتیں تھیں سوائے مغرب کے جس کی اسوقت بھی تین ہی رکعتیں مقرر تھیں۔ ابن خلدون کے موافق اسی سال زکوٰۃ فرض ہوئی جسکو صدقہ بھی کہتے ہیں۔ اسی سال جمعہ یوم السبت قرار پایا (طبری۔ تاریخ الخمیس۔ ابن خلدون)

(۶) اذان و اقامت اسے سنہ ایک ہجری میں اذان و اقامت مقرر ہوئی[۱]۔ حضرت بلال اسلام میں سب سے پہلے مؤذن ہوئے ہیں۔ اذان کی نسبت ابوالفدا اور بعض اور مورخین نے یہ روایت لکھی ہے کہ اول عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ انصاری نے خواب میں دیکھا تھا کہ اذان اس طور پر دینی چاہیئے۔ جس سے مسلمانوں کو اطلاع وقت نماز کی ہوجایا کرے اور پھر اُسکے خواب ہی کے موافق وحی یہی نازل ہوئی اور اسی طرح اذان دیجانے لگی۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ احکام شرعی کی بنیاد فقط ایسے شخص کے خواب پر جو پیغمبر نہیں ہے نہیں ہوسکتی بلکہ جب آنحضرت معراج میں تشریف لیگئے تھے تو آسمان پر ایک فرشتہ کو اس طرح اذان دیتے ہوئے سُنا تھا اور اس سبب سے عبداللہ بن زید کا خواب رویا صادقہ ثابت ہوا اور اُسکے موافق آنحضرت نے اذان جاری فرمائی۔ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ پیغمبر کے خواب کے سوا اور کسی کے خواب سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوسکتا مگر اس خواب کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر وحی بھی نازل ہوئی تھی۔ کافی میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ شب معراج جب آنحضرت بیت المعمور میں پہنچے تو وقت نماز آچکا تھا حضرت جبرئیل نے اذان و اقامت کہی اور رسول اللہؐ نے نماز جماعت پڑھائی ملائکہ اور انبیاء نے اقتداء کی کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب حضرت جبرئیل حکم اذان لیکر رسول اللہ پر نازل ہوئے تو اُسوقت حضرت کا سر مبارک آغوش جناب امیر میں تھا۔ حضرت جبرئیل نے اذان و اقامت کہی جب رسول اللہ بیدار ہوئے تو پوچھا یا علی تمنے بھی سُنا۔ عرض کیا ہاں۔ پوچھا یا وہی کرلیا ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا بلال کو بلاکر تعلیم کرو۔ پس حضرت نے بلال کو تعلیم فرمایا +

مسٹر چیمبرز نے اپنے سائکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ موذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین اور دلکش ہوتی ہے اگرچہ شہر کے دن کے شور و غل میں بھی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیندہ معلوم ہوتی ہے لیکن رات کی سناٹے میں اسکا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہانتک کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبر کو اس امر پر مبارک باد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے انسانی آواز کو سائیونکی تری اور عیسائیونکی گرجا کی گھنٹی پر ترجیح دی۔

روضۃ الاحباب اور سوطا امام مالک۔ ازالۃ الخفا اور سوطائے امام محمد میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں سونے تھے مؤذن نماز صبح کے لئے جگانے آیا اور کہا الصلوٰۃ خیر من النوم۔ عمرؓ بیدار ہوئے اور مؤذن کو حکم دیا کہ صبح کی اذان میں اس کلمہ کو داخل کرے +

---

[۱] اس سے پہلے لوگ خود اوقات نماز پر جمع ہوجاتے تھے یا بلال الصلوٰۃ الجامعہ کہکر آواز لگاتے تھے (خمیس)

(۷) سلمان فارسی کا مشرف باسلام ہونا حضرت سلمان فارسی اصفہان کے ایک دہقان کے بیٹے مجوسی تاجر تھے اپنے ملک میں کسی عیسائی کی صحبت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ مذہب حق کی تلاش میں شام میں گئے وہاں عرصہ تک راہبوں کی صحبت میں یکے بعد دیگرے رہے ہر ایک اپنے بعد دوسرے کا حوالہ دیجاتا تھا۔ چھٹے راہب نے مرتے وقت موصل کے راہب کا حوالہ دیا موصل کے راہب نے وفات کے وقت کہا کہ اب تم عرب میں جانا وہاں نبی آخر الزماں پیدا ہوا ہے اُسکی پشت پر مہر نبوت ہوگی۔ پس سلمان ایک قافلہ کے ہمراہ کسی امیر کے ساتھ وادی القریٰ میں آئے وہاں اُس نے بدمعاشی سے سلمان کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے اپنے ایک رشتہ کے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور وہ انہیں مدینہ میں لے آیا +

جب آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو اسی سال ماہ جمادی الاول میں کسیطرح مہر نبوت کو پشت پر دیکھکر فوراً ایمان لے آئے اور ۸ھ ہجری میں آنحضرت نے ایک وقیہ سونا بہم پہنچا کر سلمان کو آزاد کرایا ایمان لانے کے وقت سلمان کی عمر ساڑھے تین سو یا ڈھائی سو برس کی تھی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت کے پاس پہنچتے تک حضرت سلمان دس جگہ بکے تھے۔ جنگ خندق میں خندق کھود کر لڑنے کا طریقہ سلمان ہی نے بتایا تھا۔ اور اور خندق کھودنے میں سب سے ڈگنا کام کرتے تھے۔ بعد میں حضرت عمر خطاب نے سلمان کو مداین کا حاکم بنا دیا تھا۔ مگر وہ اپنی قوت مزدوری کر کے حاصل کرتے رہے۔ فقیر دوست۔ محتاج نواز اور اہل صفہ سے تھے ۳۲ھ یا ۳۵ھ میں خلافت حضرت عثمان میں مدایں میں وفات پائی۔ یہ منوچہر کی اولاد سے تھے اور ان کا اصل نام ماہبہ یا بہبود بن بخشان تھا (حبیب السیر و تاریخ الخمیس)

(۸) عقد مواخات ہجرت کے ۵ یا ۸ ماہ بعد جب مدینہ کے لوگ مسلمان ہوئے تھے مکہ کے مہاجرین میں افسردگی اور بیماری پھیلی وہ اس آب و ہوا کے عادی نہ تھے بہت سوں کو بخار آنے لگا۔ اور بیماری اور کمزوری کی حالت میں اُنہیں اپنے گھر یاد آئے۔ حضرت نے اُنکی تسلی اور آرام کے لئے ایک ایک مہاجر کا ایک ایک انصار کے ساتھ بھائی چارہ مقرر کر دیا چنانچہ ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین کا ۴۵ یا ۵۰ انصار کے ساتھ عقد مواخات مقرر کر دیا مثلاً (۱) حضرت ابوبکر کا خارجہ بن زید سے (۲) ابو عبیدہ بن جراح کا سعد ابن معاذ سے (۳) عمر ابن خطاب کا عتبان بن مالک سے (۴) عبدالرحمن بن عوف کا سعد ابن ربیع سے (۵) عثمان بن عفان کا اوس بن ثابت سے (۶) طلحہ بن عبیداللہ کا کعب بن مالک سے (۷) سعید بن زید کا ابی بن کعب سے (۸) زبیر بن العوام کا سلمہ بن سلام سے (۹) سلمان فارسی کا ابوالدرداء عویمر بن ثعلبہ سے (۱۰) مصعب بن عمیر کا ابوایوب خالد بن زید سے (۱۱) ابوحذیفہ بن عتبہ کا عباد بن بشر سے (۱۲) بلال کا ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی سے +

جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قایم ہو چکا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو یوں ہی رہ گیا حضرت نے ارشاد کیا کہ اے علی تیرا تو بھائی میں ہوں۔ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب ہی تو حضرت علی کوفہ میں منبر پر اپنے ایام خلافت میں (فخریہ) فرماتے تھے کہ اے مسلمانوں میں پیغمبر خدا کا بھائی ہوں اور اللہ کا بندہ ہوں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ اس دانائی اور سادگی کے طریقہ سے اُس سلطنت کی بنیاد پڑی جو تھوڑے عرصہ میں بہت عظیم الشان طاقت حاصل کرنے والی اور دنیا کی زبردست سے زبردست سلطنتوں کو ہلا دینے والی تھی۔

واضح ہو کہ ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں بھی عقد مواخات قایم ہوا تھا۔ اور اُسمیں (۱) ابوبکر و عمر (۲) طلحہ و زبیر (۳) عثمان و عبدالرحمن بن عوف اور (۴) حمزہ بن عبدالمطلب و زید بن حارثہ کے درمیان بھائی چارہ قرار پایا تھا

لہ حضرت علی بحکم آنحضرت براہ اجیاد رات ہی رات مدینہ سے جا کر انکی تجہیز و تکفین کی اور واپس آئے (مجالس المومنین ص ۴۹) مجالس المومنین میں مسلمان کی وفات ۳۲ھ ہجری

اسوقت بھی آنحضرت نے حضرت علی کے بارہ میں فرمایا تھا کہ اے علی تیرا بھائی میں ہوں انت اخی فی الدنیا والآخرہ۔ تاریخ الخمیس۔ فتح الباری۔ حبیب السیر

(۹) آنحضرت کے کنبہ کی حالت حضرت کے اقارب بہت متفرق تھے۔ صاحبزادی رقیہ اپنے شوہر عثمان بن عفان کے ساتھ ابتک حبش سے واپس نہ آئی تھیں۔ دوسری صاحبزادی زینب کو اُنکے شوہر ابو العاص نے جو بڑا کافر اور اسلام کا مخالف تھا مکہ سے آنے نہ دیا تھا۔ پس اسوقت مدینہ میں صرف حضرت کی زوجہ سودہ اور عایشہ اور صاحبزادیاں فاطمہ اور ام کلثوم تھیں یا جناب علی ؛

(۱۰) انصار و مہاجر اسوقت مدینہ میں دو قسم کے مسلمان تھے ایک وہ جو مکہ سے ہجرت کر گئے تھے اور مہاجر کہلاتے تھے اور دوسرے مدینہ کے باشندے جو مسلمان ہوئے تھے اور انصار کہلاتے تھے۔ انصار اکثر دو زبردست قبیلوں اوس اور خزرج سے تھے جو اسلام سے پہلے بت پرست تھے یہ دونو اگرچہ دو بھائیوں اوس اور خزرج کی اولاد سے تھے مگر ایک سو بیس برس سے انمیں فتنہ و فساد برپا تھا۔ آخر اسلام نے اُنکو سلامت روی کے طریقہ پر ڈالدیا تھا۔ ان فرقوں میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے فوراً اسلام قبول نہیں کیا۔ حضرت نے صلح کا عہد قایم کیا ؛

(۱۱) عبداللہ بن ابی سلول منافق۔ قبیلہ خزرج کا ایک سردار عبداللہ بن ابی سلول نامی بڑا اختیار رکھتا تھا جسکو بنی خزرج اپنا بادشاہ بنانیوالے تھے۔ مگر آنحضرت کے مدینہ میں تشریف لانیسے اُن لوگوں کے خیالات بدل گئے۔ یہ عبداللہ ایک شاندار باوضع مستعد اور فصیح آدمی تھا ظاہر میں آنحضرت سے بڑا دوستانہ برتاؤ رکھتا اچھی طرح پیش آتا اور اپنی ہی وضع اور خصلت کے چند آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کی مجلس میں آتا۔ آنحضرت اول اُنکی وضع داری قابل تعریف گفتگو اور اُن آداب سے جو وہ آنحضرت کا کرتے تھے بہت خوش ہوئے مگر جب آپ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ آنحضرت کی ہر عزیز سے حسد کرتا ہے اور پوشیدہ حضرت سے دشمنی رکھتا ہے اور اُسکے ساتھی بھی جھوٹی دوستی کا دم بھرتے ہیں تو ان لوگوں کا نام منافق رکھا گیا۔ عبداللہ مدینہ میں مدت تک آنحضرت کی مخالفت کرتا رہا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ علاوہ انکے منافقوں کے سردار خزرج سے جد بن قیس اور اوس سے حرث بن سہیل اور عباد بن حنیف اور مربع ابن قیظی اور اُسکا بھائی اوس تھے۔ اور یہودیوں میں سے جو بظاہر اسلام کی پناہ اور خفیہ طور سے کفر و کفریات میں ڈوبے ہوئے تھے سعد بن حنیس اور زید بن لصیت اور رافع بن خزیمہ اور رفاعہ بن زید اور کنانہ بن خبورا وغیرہ تھے ؛

(۱۲) مہاجرین کی حالت جبتک متمول مہاجرین کے پاس سرمایہ تھا غریب مہاجرین کی خبرگیری کرتے رہے۔ تھوڑے دنوں میں امیر غریب سب برابر ہوگئے۔ انصار نے بھی حتی الامکان تبرع کیا اور اُنکے پرسان حال رہے مگر تاہم یہ مسلمانوں پر یہ زمانہ کمال عسرت و امتحان کا تھا۔ اصحاب صفہ کے پاس سوائے ایک کمل یا چادر کے کوئی اور کپڑا نہ تھا۔ رسول اللہ صلعم پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا ؛

(۱۳) مدینہ کے یہود و نصاری حضرت کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد شہر کے بعض عیسائی بھی فوراً مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے اُنہوں نے بھی اسلام کی کچھ ایسی مخالفت نہیں کی۔ کیونکہ بت پرستی سے وہ اسلام کو بدرجہا بہتر سمجھتے تھے۔ مگر یہودیوں نے جنکے قبیلے مدینہ اور اُسکے نواح میں بڑی زبردست اور مالدار تھے مخالفت کی اُنمیں سے بعض سے حضرت نے صلح کرلی[1] اور عہد لکھوائے۔ اس خیال سے کہ رفتہ رفتہ یہ بھی راہ راست پر آجائینگے ؛

---

[1] مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں لکھتے ہیں کہ مدینہ اور اُسکے قرب جوار کے یہودیوں سے اس نئی سلطنت اسلامیہ کو بڑا خوف رہتا تھا۔ اسلئے مدینہ میں داخل ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد آنحضرت نے ایک فرمان یہود کے نام جاری کیا جسمیں اُنکے تمام ملکی حقوق کو قایم رکھا اور اُنپر رسوم و اعمال مذہبی کو بجالانے کی پوری آزادی اُنکو بخشی۔ تبتک آنحضرت صرف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیت رکھتے تھے مگر اب اپنے حقوق و فرائض عباد

(۱۴) سنہ ۱ھ کے مختلف واقعات (۱) عبداللہ بن سلام یہودیوں کا بڑا عالم مسلمان ہوا (۲) مدینہ میں آنیکے آٹھ نو مہینے بعد شوال یا ذیقعدہ میں حضرت عائشہ[۵] سے زفاف واقع ہوا (۳) موالید اسے سال سنہ ۱ھ میں مہاجرین میں اول لڑکا عبداللہ بن زبیر اور انصار میں نعمان بن بشیر پیدا ہوا۔ اور مختار بن عبید اور زیاد بن ابیہ بھی اسی سال پیدا ہوئے (طبری و خمیس) (۴) وفیات۔ براء[۲] بن معرور نقیب۔ اسعد[۳] بن زرارہ نقیب۔ کلثوم بن ہدم مسلمانوں سے اور عمرو کا باپ عاص بن وائل اور خالد کا باپ ولید بن مغیرہ مشرکوں سے فوت ہوئے۔ (خمیس)

سنہ ۲ھ (۵ جولائی سنہ ۶۲۳ء سے ۲۴ جون سنہ ۶۲۴ء تک)

(۱۵) نکاح جناب فاطمہ صاحب کشف الغمہ اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رمضان سنہ ۲ھ میں آنحضرت نے جناب فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا اور ماہ ذیحجہ میں زفاف واقع ہوا[۴]۔

(بقایا صفحہ ۷۵) کو خواہ وہ شخصی ہوں خواہ نوعی ایسی حذاقت کے ساتھ مقرر فرمایا جس سے ثابت ہوگیا کہ آپ کی عقل اکمل عقول تھی اور نہ عرف اپنے زمانہ میں آپ خیر البشر تھے جیسا سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانوں میں اس فرمان سے کچھ قواعد عامہ درج کئے جاتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱ یہ فرمان محمد رسول اللہ نے تمام مسلمین کو خواہ وہ قریش ہوں خواہ اہل یثرب اور سب لوگوں کو جو چاہے کسی قوم اور مذہب کے ہوں جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے۔ بعد اسکے خوبیا کے شرائط بیان کرکے اور چند حکیمانہ قواعد اس باب میں مقرر فرما کر کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی نسبت کیا فرائض ادا کرنے چاہئیں۔ فرمایا ہے کہ "صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے برادران ایمانی کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائیں گے اور ہماری اُمت کے ساتھ مساوی استحقاق اُنکو ہماری نصرت و حمایت اور حسن سلوک کا حاصل رہیگا۔ یہود ان بنی عوف و بنی نجار و بنی حارث و بنی جشم و بنی غالب و بنی اوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھی جائیگی۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجا لائیں گے جیسے مسلمان اپنی رسوم دینی کو ادا کرتے ہیں۔ اور یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں اُنکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا اور اُنکو سزا دیجائیگی یہود مسلمانوں کے شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے اور وہ سب لوگ جو اس فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ مسلمین یہود کے دوست آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائیگا جیسا خود اُنکا کیا جائیگا۔ سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ظلم یا ناانصافی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ کوئی شخص۔ کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ اُسکا کیسا ہی عزیز و قریب ہو" اسکے بعد کچھ احکام حکومت جدید اسلامیہ کے اندرونی انتظام کی نسبت لکھکر اس عجیب و غریب فرمان کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے "آئندہ جو تنازعات درمیان اُن لوگوں کے ہونگے جو اس فرمان کو قبول کرینگے اُنکا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے" اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگئی جو اب تک عرب میں جاری تھی کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوت یا اپنے عزیزوں کی طاقت پر بھروسہ کرتا تھا اور داورسی اور عدل گستری جنگ جدلی پر موقوف تھی اس فرمان کی وجہ سے آپ حاکم اعلےٰ اپنی قوم کے بنگئے اور یہ منصب حکومت آپ کو بحیثیت نبوت و رسالت بھی حاصل ہوا۔ اور اُس عہد و پیمان کی رو سے بھی حاصل ہوا جو آپ کی اُمت نے آپ سے کیا تھا۔

۵ چونکہ حضرت عائشہ کے رخسار کا رنگ سرخ تھا اس سبب سے آنحضرت اُنکو حمیرا کہا کرتے تھے۔ حضرت کے نکاح میں آنیکی کوئی کواری نہ تھی ۹ سال ۴ ماہ حضرت کی زوجیت میں رہیں ۶ براء آنحضرت کے مدینہ میں داخل ہونے سے ایک ماہ پیشتر فوت ہو چکے تھے۔ حضرت جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اُنپر نماز پڑھی یہ اسلام میں اول نماز جنازہ ہے ۷ اسعد بن زرارہ ہجرت کے ۱۰ ماہ بعد فوت ہوئے یہ اول شخص ہے جو قبرستان بقیع میں دفن ہوا

۸ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ بہت سی معتبر کتابوں میں ثقہ لوگوں سے مروی ہے کہ اس نکاح سے پہلے ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جناب سیدہ کی خواستگاری کی۔ حضرت نے فرمایا کہ فاطمہ کے معاملہ میں وحی کا منتظر ہوں۔ صدیق اکبر نے

۱ ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی)

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ آنحضرت عقد فاطمہ کے بارہ میں منتظر وحی تھے یہانتک کہ جبرئیل نے آکر کہا اے محمد اللہ تعالیٰ

(بقیہ صفحہ ۷۶) یہ بات حضرت عمر سے بیان کی فاروق نے کہا حضرت رسالت مآب نے تمہارا التماس قبول نہیں کیا۔ اور خود فاروق اعظم اسی امر کی خاطر دربار نبوی میں حاضر ہوئی مگر وہی جواب سنا جو امیر المومنین ابوبکر نے سنا تھا۔ اور بموجب روایت اعلام الوری کے شیخین کی خواستگاری کے بعد بعض صحابہ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کو واسطے جناب زہرا کی خواستگاری نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اصحاب نے کہا کہ حضرت رسالت تمسے کچھ طلب نہ کرینگے اُسوقت علی مرتضےٰ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور غایت حیا سے بغیر کچھ کہے واپس چلے آئے دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب تیسرے دن حاضر ہوئے تو جناب سرور کائنات نے پوچھا اے علی کچھ حاجت رکھتے ہو۔ جواب دیا البتہ۔ آنحضرت نے فرمایا فاطمہ کی درخواست کرنے آئے ہوگے۔ عرض کی بلی یا رسول اللہ۔ اور آنحضرت نے اس التماس کو قبول فرمایا۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ یا محمد حق سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا ہے آپ کو کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کر دیجے۔ پس نبی نے فاطمہ سے کہا کہ علی ابن ابیطالب کی قرابت اور اُسکی فضیلت جو اسلام میں ہے اُس سے تم واقف ہو اور مینے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ فاطمہ کا نکاح ایسے شخص سے کرے جو اُسکی خلقت میں اُسکے نزدیک سب سے افضل اور محبوب تر ہو۔ اور اُسنے تیرے معاملہ میں کچھ کہا ہے پس تیری کیا رائے ہے۔ فاطمہ خاموش ہو رہیں۔ پس رسول اللہ صلعم فاطمہ کے پاس سے باہر آئے اور فرمایا اللہ اکبر فاطمہ کا سکوت اُسکا اقرار ہے۔ اور مناقب خوارزمی میں لکھا ہے کہ رسول صلعم اُمّ سلمہ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ شاہ ولایت پناہ خواستگاری فاطمہ کے لئے حاضر ہوئے۔ اور مدعا بیان کیا۔ جناب بشیر و نذیر نے فرمایا کہ اے علی تجھکو بشارت ہو کہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر تیرا نکاح فاطمہ سے کیا ہے تیرے آنے سے پہلے جبرئیل میرے پاس آئے اور حریر بہشت کا ایک پارہ سفید میرے آگے رکھدیا کہ جس میں دو سطریں قلم نور سے لکھی ہوئی تھیں۔ مینے اپنے حبیب جبرئیل سے پوچھا کہ یہ حریر کیسا ہے اور اسپر کیا لکھا ہوا ہے جواب دیا بدستیکہ حق تعالےٰ نے نظر کی طرف اہل زمین کے اور آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا دوبارہ پھر خطہ زمین پر نظر ڈالی اور آپکے واسطے ایک بھائی اور وزیر اور مصاحب اور داماد اختیار کیا اور آپکی دختر فاطمہ کا اُس سے نکاح کیا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا جبرئیل نے کہ یا محمد تمہارا بھائی دنیا اور آخرت میں اور تمہارا ابن عم نسب میں یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ اُسوقت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ اشجار بہشت اور درخت طوبیٰ میں حکم الٰہی سے پھل لگے ہیں۔ اور حزین اور آراستہ ہوئے ہیں اور حوروں نے اپنی کو زیور سے آراستہ کیا ہے اور ملائکہ حوالی بیت المعمور میں جمع ہوئے ہیں۔ اور رضوان نے منبر نور نصب کیا ہے اور اسرافیل فرشتے نے جو طاقت لسان اور حسن بیان سے متصف ہے اُس منبر پر آکر حمد و ثنا و باری تعالیٰ بیان کر کے ساکنان سموات کو مسرور کیا ہے پھر باری تعالیٰ نے مجھپر وحی کی کہ میں نے اپنی کنیز اپنے حبیب محمدؐ کی بیٹی فاطمہ کی اپنے بندے علی ابن ابیطالب سے تزویج کی تو نکاح پڑھا دے۔ پس مینے نکاح پڑھا دیا۔ اور گواہی کرائی اُسپر تمام ملائکہ کی۔ اُنکی گواہی اس حریر میں لکھی ہوئی ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ اس حریر کو آپکے سامنے پیش کروں۔ اور اُسپر مشک کی مہر لگا کر رضوان کے حوالہ کر دوں۔ اور جب خدا تعالیٰ ملائکہ کو علی و فاطمہ کے نکاح پر گواہ کر چکا تو شجر طوبیٰ کو حکم دیا کہ اپنے پھلوں کو نچھاور کر دے۔ ملائکہ اور حوروں نے اُن پھلوں کو چن لیا۔ اور وہ قیامت تک اُسپر فخر کرینگے۔ یا محمدؐ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیکر بھیجا ہے کہ زمین پر بھی آپ علیؑ اور فاطمہؑ کا عقد زوجیت منعقد کر دیجئے۔ پس حضرت نے عقد پڑھا دیا۔ اس روایت کو علامہ صفوری نے بھی اپنی کتاب نزہۃ المجالس جلد دوم میں لکھا ہے پھر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جس شب کو علی و فاطمہ کو ایک دوسرے کے سپرد کیا گیا تو نماز عشا پڑھکر سرور کائنات ایک مشکیزہ آب لیکر داماد و دختر کے حجلہ میں تشریف لائے اور اپنا لعاب دہن یا نیں ڈالکر اور معوذتین اور اوعیہ پڑھکر اُسمیں سے تھوڑا پانی فاطمہ کے سر پر اور پستان کے درمیان چھڑک دیا اور تھوڑا سا اور لیکر علی کے سر پر اور اُنکے دونوں شانوں کے درمیان ڈالدیا اور فرمایا اللھم انھا منی وانا منھا اللھم کما اذھبت منی الرجس وطھرتنی طہرا۔ بار الٰہا یہ دونو مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ بار الٰہا جس طرح تو نے مجھ سے ناپاکی اور پلیدگی کو دور کیا ہے اور مجھ کو پاک کیا ہے اُسیطرح ان دونوں کو بھی پاک کر دے +

* بعد آنحضرت کی زوجیت میں آئیں

نوٹ اسوقت ام سلمہ (آنحضرت کی بیوی عاتکہ کی بیٹی) ابوسلمہ عبداللہ کی زوجیت میں تھیں جو برہ بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ ۴ھ ہجری میں ابوسلمہ کی شہادت کے

حکم کرتا ہے کہ فاطمہؑ کی علیؑ سے شادی کردو۔ نکاح کے وقت جناب فاطمہ کی عمر دس سال کے قریب اور جناب علی کی قریب ۲۴ سال کے تھی۔ اکثر معدثین نے لکھا ہے کہ جب جناب علی نے جناب فاطمہ کی خواستگاری کی تو سرور کائنات صلعم نے پوچھا کہ تمہاری پاس کچھ سرمایہ بھی ہے حضرت علی نے کہا صرف ایک تلوار ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تلوار اور گھوڑے کو تو رہنے دو تم کو لڑائی میں کام دینگے اور زرہ کی تمکو ضرورت نہیں ہے۔ پس حضرت علی نے زرہ لیکر فروخت کرائی وہ چار سو درہم کو بکی اور اس قیمت سے جہیز فاطمہ مہیا کیا گیا اس جہیز میں صرف دو کرتے۔ بہیڑ کی کہال کا ایک بستر ایک قصابہ۔ دو چاندی کے کنگن یا بازو بند۔ ایک چمڑے کا تکیہ کھجور کے پتے بھرا ہوا۔ ایک پانی پینے کا پیالہ۔ ایک چکی۔ دو پانی کے مشکے اور ایک مشک۔ یہ جہیز ان دونوں کی سادہ زندگی کے لئے کافی سمجھا گیا۔ کیونکہ خود رسول مقبول ہی کی طرز معاشرت از حد سادہ تھی حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ مہینہ مہینہ بھر گذر جاتا تھا کہ پکانے کے لئے ہماری گھر میں آگ نہیں سلگتی تھی۔ صرف کھجوروں اور پانی پر گذارہ ہوتا تھا سوا اُس کھانیکے جو کبھی کوئی بھیج دیتا تھا۔ اور ایسا تو کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ گھر والوں کو اکٹھے دو دن گیہوں کی روٹی ملی ہو عموماً آنحضرت کی خوراک کھجوریں جو کی روٹی۔ دودھ اور شہد ہوا کرتا تھا۔ اپنے کمرہ میں آپ جھاڑو دیتے آپ آگ روشن کرتے آپ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے غرض رسول اللہؐ اپنے خادم آپ ہی تھے اگرچہ حضرت کے خادم بھی تھے جن میں انس بن مالک سب سے پہلے خادم ہیں۔ اسوقت تک آنحضرت صلعم کی صرف دو ہی بیویاں تھیں سودہ اور عایشہ۔ ان کے مکان مسجد کے پہلو ہی میں بنائے گئے تھے۔ بیاہ کے بعد حضرت علی جناب فاطمہ کو لیکر ایک جدا مکان میں رہنے لگے۔ کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ بیاہی بیٹیاں باپ کے ساتھ نہیں رہتی تھیں۔ حضرت علی کے مکان کا دروازہ مسجد نبوی میں تھا اور اُسکی ایک کھڑکی حضرت عائشہ کے گھر میں تھی مگر تاریخ الخمیس جلد اول اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ اس راہ سے رسول اللہ صلعم خیر و عافیت جناب فاطمہ اور حسنین کی دریافت کرنے آیا کرتے تھے۔ ایک دن آدھی رات کو حضرت عایشہ آکر جناب فاطمہ سے لڑنے لگیں حضرت فاطمہ نے پیغمبر خدا سے کہکر وہ کھڑکی بند کرادی +

(۱۶) حکم جہاد اسی سال آنحضرت کو جہاد کا حکم ہوا۔ حضرت کے سب سے بڑے دشمن قریش تھے خصوصاً بنی عبد شمس جنکا سردار ابوسفیان اب گویا مکہ کا حاکم تھا۔ قریش کی زہریلی دشمنی سے حضرت کا مال و متاع برباد ہوا۔ حضرت کا کنبہ ذلیل حقیر مفلس۔ متفرق اور منتشر ہوا اور خود حضرت جلاوطن ہوئے۔ ابتک مسلمانوں نے جسقدر صبر کیا وہ قوت بشری سے باہر تھا۔ وہ بھی انسان تھے اور انسان بھی عرب کے جن میں بات بات پر لڑ پڑنا اور جان دیدینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ تھوڑے ضرور تھے مگر کیا بلی دبکر کتے کو چمٹ نہیں جاتی۔ لیکن وہ آنحضرت کے حکم بغیر اور آنحضرت بغیر وحی الٰہی کچھ نہ کر سکتے تھے چودہ برس ظلم جھیلتے ہوئے گذر گئے۔ آخر جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو اول مسبب الاسباب نے اسباب بہم پہنچائے یعنے مسلمانوں کی جمعیت کو بڑھایا۔ اور قوت دی اور پھر اذن جہاد عطا فرمایا حکم ہوا کہ ایک قطرۂ خون جو حمایت اسلام میں گریگا اور ہر خطرہ اور مصیبت جو دین کی خاطر جھیلے گا خدا کی نزدیک صوم و صلوٰۃ سے زیادہ بزرگ سمجھا جائیگا۔ اگر مارے جائینگے شہید کہلائینگے اور اُنکے تمام گناہ محو ہو جائینگے اور جنت میں جائینگے اور اُسمیں ہمیشہ حوروں میں بہ عیش و عشرت بسر کرینگے۔ اگر فتح پائینگے غازی کہلائینگے اور ثواب پائینگے اور موت کے واسطے تو ایک وقت مقرر ہے اُسمیں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی خواہ میدان جنگ میں ہوں خواہ بروج مشیدہ میں۔ غرض ۲ سال دوم بہترین عباد + براقرانت رایات غزو و جہاد +

---

۱ جناب فاطمہ کی پیدائش اور عمر کے اختلاف میں اس باب کے آخر میں آنحضرت کی اولاد امجاد کے بیان میں بحث کیجائیگی۔

کرسبت بر قتل اعدائے دیں - چوگفتش خدا اقتلوالمشرکین + حکم جہاد ہوتے ہی مسلمان اسطرح بپھر گئے جسطرح بھوکا شیر پنجرے سے باہر کر دیا جائے +

مکہ کے رہنے والے شام کو برابر تجارت کی غرض سے آتے جاتے تھے راستہ میں مدینہ پڑتا تھا۔ نواحی مدینہ سے جب کفار گذرتے تھے تو مدینہ کے مسلمانوں کو خبر ملتی تھی مکہ والوں نے جو جو زیادتیاں مسلمانوں کے ساتھ کی تھیں وہ بیان ہو چکی ہیں۔ مکہ کا کوئی کافر ایسا نہ تھا کہ مسلمانوں کا اُس سے بدلہ لینا بیجا سمجھا جائے۔ اسلئے بلا خصوصیت قریش کے مکہ کے ہر کافر پر مسلمان حملہ کرتے تھے اور کبھی کبھی کامیاب بھی ہوتے تھے۔ ان حملوں کو لوٹ مار سے تعبیر کرنا غلطی ہے ان حملوں کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ پیغمبر خدا کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں کفار مکہ مدینہ پر حملہ نکریں اسلئے تفحص حال کے واسطے لوگ بھیجے جاتے تھے بعض مورخوں نے ان موقعوں کو سریات کے نام سے نامزد کیا ہے اس صورت میں بعض اوقات کفار سے مُٹھ بھیڑ بھی ہو جاتی تھی۔ مسلمانوں کے بعض حملے نواحی مدینہ کے باشندوں پر بھی ہوئے مگر صرف اس غرض سے کہ وہ مسلمانوں پر زیادتی نکرنے پائیں +

ان لڑائیوں کی وجوہات المرتضی کے لایق مولف نے بڑی خوبی سے اور نہایت صحیح صحیح لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "کوئی ہوس ملک گیری ان لڑائیوں کا باعث نہ تھی اور نہ مذہب اسلام کا بزور شمشیر پھیلانا ان سے مقصود تھا بلکہ ہر طرح اپنی حفاظت کرنا اور امن کا قایم رکھنا مدنظر تھا۔ مطالعہ کنندگان تاریخ کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ کو رسول کریم اور اُنکے اصحاب سے کسقدر بغض و عداوت تھی اور اس عداوت کے باعث کیا کیا تکلیفیں اور اذیتیں اُنھوں نے رسول خدا اور صحابہ کو پہنچائی تھیں۔ ہر چند ایک مرتبہ صحابہ کی جماعت کثیر نے حبشہ کو ہجرت کی اور پھر دوسری مرتبہ باقیماندہ لوگ مدینہ کو ہجرت کر کے چلے آئے مگر کفار کا غصہ فرو نہ ہوا اور آخر کار وہ رسول کریم کی قتل کے درپے ہوئے اور مکہ سے نکل آنے پر بھی تلاش کی کوشش جاری رکھی۔ ان حالات میں رسول کریم کا اُنکے ہاتھ سے بچکر مدینہ میں معہ رفقا کے آجانا اور یہاں کے لوگوں کا آپکی مدد کرنا اُنکی سخت ناگواری کا باعث ہوا۔ اور جو عداوت مہاجرین مکہ سے اُنکو تھی وہ مدینہ کے انصار کے ساتھ بھی ہو گئی۔ اور سب سے بڑا خوف کفار مکہ کو یہ تھا کہ اگر مسلمان زیادہ قوی ہو جائینگے۔ تو مکہ پر حملہ کرینگے اسکے علاوہ مدینہ کے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے وہ بھی انصار سے ناراض ہو گئے۔ چنانچہ چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ کو چلے گئے اور قریش سے جا ملے۔ ایسی حالت میں رسول کریم اور مہاجرین و انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن و امان قایم رکھنے کے واسطے اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اُمور ذیل کو اختیار کرتے (۱) اس بات کی خبر رکھنا کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں (۲) جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے ارد گرد رہتی ہیں اُن سے امن کا اور قریش کی مدد نہ کرنیکا معاہدہ کرنا اور عہد شکنی کی حالت میں اُن سے مقابلہ کرنا۔ (۳) جو مسلمان مکہ میں بہ مجبوری رہ گئے تھے اور موقعہ پاکر وہاں سے بھاگ آنا چاہتے تھے اُنکے بھاگ آنے پر جسقدر ہو سکے اُنکی اعانت کرنا (۴) جو گروہ قریش کا مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنیکو نکلے یا کسی طرح پر احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنیوالا ہے تو ہتھیاروں سے اُسکا مقابلہ کرنا + غزوات و سریات مابعد میں معلوم ہو گا کہ ہر لڑائی کے واسطے کوئی نہ کوئی وجہ ان اُمور چارگانہ سے ضرور تھی +

(۱۷) اقسام جہاد جہاد دو طرح کے ہوتے تھے ایک تو وہ جس میں آنحضرت خود شریک ہوتے تھے اسکو مسلمان مورخوں کی اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں - دوسرا وہ جس میں آنحضرت خود نہ جاتے تھے۔ بلکہ کسی دوسرے کو اپنا قایم مقام کر کے بھیجتے تھے اسکو اصطلاح میں سریہ کہتے ہیں۔ آنحضرت کے غزوات کی تعداد ۱۹ سے ۲۷ تک اور سریوں کی

۲۶ بتائی جاتی ہے۔ ان غزوات میں سے ۹ غزوے بہت مشہور ہیں جن میں قتال واقع ہوا۔ جنگ بدر۔ جنگ احزاب جنگ بنی قریظہ۔ جنگ مریسیع۔ جنگ خیبر۔ جنگ وادی القری۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ جنمیں مسلمان فتحمند ہوئے اور جنگ احد جس میں مسلمانوں نے شکست کھائی +

(۱۸) طریق جہاد رسول اللہ صلعم و ہدایت آنجناب بابت جہاد

جب حضرت کا ارادہ جہاد کا ہوتا تو اول اپنے اصحاب سے مشورہ فرماتے پھر لشکر کو آراستہ کرکے روانہ فرماتے خود سب کے پیچھے تشریف لیجاتے تاکہ کوئی تھکا ہارا بھولا بھٹکا تکلیف نہ اٹھاوے تلوار حمایل کرتے نیزہ ہاتھ میں لیتے کمان بازو پر لٹکاتے کبھی ایک زرہ پہنتے۔ کبھی دو۔ خود سر پر رکھتے اور کبھی سپر بھی لیتے تھے۔ جاسوس واسطے خبر لینے لشکر عدو کے مقرر کر دیتے۔ مقدمات و طلایہ پیش پیش بھیجتے۔ لشکر کے گرد پاسبان مقرر فرما دیتے۔ ہمیشہ اپنے لشکر کو ملاحظہ اُتارتے خود بنفس نفیس صفیں آراستہ کرتے اور جب نوبت قتال وجدال کی پہنچتی تو اپنے لشکر کے شجاعوں کو ایک ایک موقعہ پر اپنے ہاتھ سے معین فرماتے اور سب لوگوں سے زیادہ خود برائے تاک دشمن سے قریب رہتے۔ اپنے اصحاب کو بولیاں سکھاتے تاکہ پہچان رہے کبھی اُمت اُمت کبھی یا منصور۔ لڑائی میں چلتے پھرتے تھے۔ جنگ شروع ہو جاتی تو اللہ سے نصرت کی دعا مانگتے۔ پکار کر فرما دیتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیجو اور کسی کی ناک اور کان نہ کاٹیو۔ جب کسی قوم پر غالب آتے تو وہاں عموماً تین روز ٹھیرتے اور غنیمت کو جمع کرواتے بمقتولوں کا جامہ اور رخت قاتلوں کو عنایت فرماتے اور باقیماندہ میں اول پانچواں حصہ حق تعالیٰ نکالتے اور اسکو مصالح اسلام میں صرف کرتے۔ بعد اسکا تھوڑا عورتوں اور بچوں اور غلاموں کو لطف فرماتے بقیہ لشکر میں تقسیم کر دیتے سوار کو تین حصہ پیادہ کو ایک عنایت کرتے۔ کذا فی اسفار المعتبرہ۔ یہ اُس صورت میں تھا جب آنحضرت خود لڑائی میں شریک ہوتے لیکن جب خود نہ جاتے اور کسیکو سریہ پر بھیجتے تو سردار لشکر کو نصیحت فرما دیتے کہ بسم اللہ لڑو خدا کی راہ میں اور مارو اُسے جو خدا کو نہ مانے اور لوٹو تو غنیمت میں چوری نہ کریو اور قول و قرار نہ توڑیو۔ اور ناک کان نہ کاٹیو اور عورت اور بچہ کو نہ مارو اور جب دشمن سے ملاقات ہو تو اُس سے تین باتوں کی درخواست کرنا اُنمیں سے جس بات کو مان لے قبول کرنا اور قتال سے باز رہنا ایک تو یہ کہ اُن سے اسلام کی درخواست کرنا اگر وہ مانیں تو قبول کرنا۔ اور اُنکے قتال سے ہاتھ اُٹھانا۔ پھر درخواست کرنا کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مہاجرین کے مقام یعنے مدینہ میں آرہیں اور جتا دینا کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو اُنکو وہ ملیگا جو مہاجرین کو ملتا ہے یعنے ثواب اور غنیمت اور اُنپر واجب ہوگا جو مہاجرین پر ہے یعنے جہاد۔ پس اگر قبول نکریں تو اُن سے کہدینا کہ وہ جنگلی مسلمانوں کی طرح ہونگے اُنپر حکم خدا جاری ہوگا جس طرح مومنوں پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت و صلح کے مال سے اُنہیں کچھ نہ ملیگا۔ مگر اُس صورت میں کہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد کریں۔ اور جو وہ لوگ مسلمان ہونیسے انکار کریں تو (اظہار مغلوبیت کی غرض سے) اُن سے جزیہ[۱] مانگنا اگر مانیں تو قبول کرنا اور اُنکے قتال سے باز رہنا۔ اگر وہ جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو خدا سے مدد مانگ کر اُنکو قتل کرنا۔ اور جب[۲] کہ قلعہ والے دشمنوں کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ تم اُن سے خدا اور رسول کا عہد کرو تو یہ نکرنا مگر اپنا قول اور اپنے لشکریوں کا قول کر لینا کیونکہ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی عہد شکنی ہو جائیگی تو خدا اور رسول خدا کی عہد شکنی سے گناہ میں کمتر اور آسان تر ہے۔ اور جو وہ لوگ تم سے چاہیں کہ اُنکو خدا کے حکم پر اُتارو تو

---

[۱] جزیہ حسب استطاعت فی کس چند روپیہ سالانہ ہوتا تھا کسی صورت میں تیرہ روپیہ کچھ آنے سے زیادہ نہیں ہوتا اور جو کسب عمل کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس سے کچھ بھی نہیں۔ [۲] یعنے اگر وہ لوگ اپنی مغلوبیت گوارا نہ کریں تو اُن سے کہا جائے کہ آمادۂ جنگ ہو جاؤ ہم تم سے لڑینگے اور تمہیں لوٹینگے تمہارے جورو بچے چھین لیں گے۔ پھر اُنکو قتل کرو اور لڑائی کرو۔ یہانتک کہ حکومت اسلامیہ اُن پر جم جائے۔ اور فتنہ اُن کے استقلال حکومت کا فرو ہو جائے + + +

خدا کے حکم پر نہ اُتارنا لیکن اپنے حکم پر اُتارنا۔ اسواسطے کہ تم اُنکے معاملہ میں خدا کی مرضی نامرضی جان نہ سکوگے (یہ بالکل حدیث صحیح مسلم کا ترجمہ ہے) ۔ اس سے واضح ہوا کہ جہاد سے غرض یہ نہیں کہ زبردستی مار مار کر مسلمان ہی کریں۔ کیونکہ اگر یہ ہوتا تو یہود وغیرہ کفار کو جو بلاد عرب میں بطور رعایا جزیہ قبول کرکے مسلمانوں کے زیر حمایت رہتے تھے مسلمان کرلیتے اور جو تیاں مار مار کر سیدھا کرلیتے اور اوروں سے مقابلہ کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اُن لوگوں سے کبھی کسیطرح کا جبر و اکراہ بھی عمل میں نہیں آیا پس مطلب یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ رواج دین اسلام میں رخنہ انداز ہیں اور شوکت و جمعیت رکھتے ہیں اُن سے مقابلہ کرو تاکہ اُنکی شوکت ٹوٹ جائے اور مسلمانوں کو ستانے کی طاقت نہ رہے۔ اور یہ بھی فائدہ نکلے کہ خود گمراہی سے باز رہیں اور دین حق کی طرف رجوع کریں۔ آگے چلکر یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ صرف چند مقام میں نوبت قتال و جدال کی پہنچی ہے نہیں تو لاکھوں کافر اپنے دلی شوق سے مسلمان ہوئے۔ اور اپنے خویش و اقارب و مال و دولت چھوڑ کر جا مہاجر ہوئے اور ایسی دنیاوی بلاؤں میں پڑے کہ بیان سے باہر ہے۔ مگر اسلام سے مونہہ نہ موڑا۔ ہر چند کافروں نے طرح طرح کی طمع دی اور خلعت اور پوشاکیں بھیجیں پر اُنکو مطابعت اسلام میں حظ روحانی حاصل تھا کہ بلا طمع بھوکے پیاسے پیٹ پر پتھر باندھے راہ خدا میں کافروں سے مقابلہ فرماتے تھے ۔

(۱۹) جزیہ کیا ہے؟ جزیہ معرب ہے فارسی لفظ گزیہ کا۔ جزیہ نوشیروان عادل کے زمانہ میں بھی جاری تھا + آنحضرت نے عام طور پر یہ ارادہ کرلیا تھا کہ ہر جگہ قرآن کے مطابق انصاف کیا جائے۔ اسی غرض سے دعوت اسلام شروع کی۔ دعوت اسلام کا یہ مطلب تھا کہ تم لوگ اللہ کے واحد اور قادر مطلق ہونے سے انکار مت کرو۔ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور قرآن کے موافق جو سب سے اچھا قانون ہے اپنے حقوق کا تصفیہ کیا کرو۔ اگر تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے تو اتنا تو ضرور کرو کہ مسلمانوں کو اپنے ملک کا نگراں قرار دو اور اُنکی حفاظت میں رہو۔ تاکہ وہ تمہارے افعال کی نگرانی کرتے رہیں اور تمہاری طرف سے اُنکو کسیطرح کا خدشہ اور اندیشہ نہ رہے اور تمکو یہ فائدہ ہو کہ تم اُنکی حفاظت میں امن سے رہو نگرانی کے لئے فوج رکھنی پڑیگی اُسکے خرچ کے لئے جزیہ دو (چونکہ اُس زمانہ میں مسلمان اپنے افعال اور خیالات کی وجہ سے تمام دنیا کے باشندوں سے افضل تھے جیسا کہ تاریخوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے اس سبب سے اُن کو ایسا کہنا نامناسب بھی نہ تھا) مسلمانوں نے اپنے اس قول کو عملی طور پر ثابت بھی کر دیا کیونکہ جو لوگ اس طرح جزیہ دیکر مسلمانوں کی حفاظت میں آتے تھے اُنکے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہوتی تھی چونکہ مسلمانوں کا ہر فرد بشر فوج کا ایک سپاہی تھا اور ہر ایک پر مسلح ہو کر میدان جنگ میں آنا فرض تھا اسلئے وہ جزیہ سے عام طور پر مستثنے تھے۔ پس جزیہ سے مسلمانوں کی کوئی خاص رعایت اور دیگر مذاہب کے ساتھ کوئی تشدد نظر نہ تھا

مسٹر آرنلڈ نے پریچنگ آوف اسلام میں لکھا ہے۔ کہ "عیسائیوں کو اسلام کی ابتدائی فتوحات کے زمانہ میں مذہبی معاملات میں کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ اُنکو اپنے مذہب پر قایم رہنے کی وجہ سے جزیہ دینا پڑتا تھا مگر یہ ایسا خفیف تھا کہ کچھ بار نہ ہوتا تھا۔ جب یہ دیکھا جائے کہ اُنکو فوجی خدمت معاف ہوتی تھی جو ہر مسلمان پر لازمی تھی اور مسلمانوں کو ہر سال زکوٰۃ بھی دینی پڑتی تھی۔ جزیہ کی شرح عموماً امیر سے ۴۸ درہم[1] متوسط سے ۲۴ درہم اور کاشتکار اور اہل حرفہ سے بارہ درہم سالانہ تھے۔ جزیہ میں اگر کوئی نقد نہ دیسکتا تھا تو اُس سے جنس ہی منظور کرلی جاتی تھی مویشی۔ مال تجارت بلکہ سوئیاں تک منظور ہو جاتی تھیں۔ جزیہ صرف تو انا مردوں سے لیا جاتا تھا۔ عورتوں بچوں

---

[1] ۴۰ درہم کا سکہ ۱۰ اور اُنکی جائیداد خواہ کتنی ہی کثیر ہو اُس سے کچھ تعرض نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ ہر مسلمان کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ (بطور زکوٰۃ) ادا کرنا واجبی تھا۔ اسطرح ذمی مسلمانوں کی نسبت فائدہ میں تھے (کتاب الخراج) + + +

مفلسوں[1] بوڑھوں۔ اندھوں۔ لنگڑوں۔ اپاہجوں۔ دیوانوں اور ایسوں سے نہیں لیا جاتا تھا جو کام نہ کر سکیں۔ بشرطیکہ وہ مالدار نہ ہوں۔ اسی طرح پادری اور راہب جن کی روزی صرف دوسروں پر منحصر ہوتی تھی اور انکا اپنا کوئی اثاثہ نہ ہوتا تھا۔ جزیہ سے بری ہوتے تھے۔ محصلین جزیہ کو تاکیدی حکم تھا کہ نرمی سے وصول کریں اور اگر وصول نہ ہو تو کبھی سختی یا تشدد یا مار پیٹ کام میں نہ لائیں۔ جزیہ صرف عیسائیوں سے ہی نہیں لیا جاتا تھا بلکہ تمام لوگوں سے جو مسلمان نہ تھے جو فوج میں شریک نہ ہو سکتے تھے اور مسلمان انکی تمام لوگوں سے محافظت کرتے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلمان +

فتوح حیرہ میں خالد بن ولید نے ایک قوم کے صلح نامہ میں لکھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو جزیہ ہمارا حق ہے اور اگر ہم حفاظت نہ کریں تو جزیہ ہمارا حق نہیں ہے +

خلیفہ عمرؓ کے زمانہ میں شہنشاہ ہرقل نے مسلمانوں کی حملہ آور فوج کے پسپا کرنیکے لئے بے انتہا فوج جمع کی اور اس لئے مسلمانوں کو اس موقعہ پر ہر طرح کا زور لگانا پڑا۔ عربی جرنیل ابو عبیدہ نے شام کے مفتوحہ شہروں کے حاکموں کو لکھا کہ جو جزیہ ان شہروں سے وصول کیا گیا ہے واپس کر دو۔ اور باشندوں کو لکھا کہ ہمنے جو تمسے روپیہ لیا تھا وہ واپس کرتے ہیں کیونکہ ہم نے خبر سنی ہے کہ ایک بڑی فوج ہمارے مقابلہ کو آرہی ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان اقرار یہ تھا کہ ہم تمہاری حفاظت کرینگے اور چونکہ یہ اب ہمارے احاطہ اقتدار سے باہر ہے جو کچھ ہمنے لیا ہے واپس کئے دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم قیام ہوئے تو ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اپنے پرانے معاہدہ پر قایم رہیں جو ہم تم سے کر چکے ہیں۔ پس اس حکم کے بموجب بیت المال سے بے انتہا رقم واپس دی گئی۔ اور عیسائیوں نے مسلمان سرداروں کو دعائیں دیں اور کہا خدا پھر آپ کو ہمارا سردار کرے اور رومیوں پر فتح دے۔ اگر رومی ہوتے تو کوڑی بھی واپس نہ کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے پاس ہوتا وہ بھی لے لیتے +

فتوح انطاکیہ میں عیسائیوں کی قوم جراجمہ رہتی تھی انہوں نے مسلمانوں سے اس طرح صلح کی تھی کہ ہم تمہاری معاون رہیں گے اور تمہاری ساتھ ہو کر میدان جنگ میں لڑینگے بشرطیکہ تم ہمسے جزیہ نہ لو اور مال غنیمت میں سے ہمکو مناسب حصہ ملے،، امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ صدقہ (زکوۃ) کی آمدنی فقراء مساکین۔ عاملان صدقہ۔ مولفۃ القلوب غلاموں کی آزادی۔ قرضوں کی ادائیگی۔ مجاہدین اور مسافروں کی مدد میں صرف ہوتی تھی۔ اور جزیہ کا روپیہ لشکر کی آراستگی سرحد کی حفاظت اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا جو بچتا وہ سڑکوں اور پلوں کی تیاری اور سررشتہ تعلیم کے کاموں میں آتا تھا اور اس طرح غیر مسلم بھی فائدہ اٹھاتے تھے +

ذیل میں ہم مسٹر ڈیون پورٹ کی کتاب اپالوجی فور محمد سے اُس فرمان کی نقل کرتے ہیں جو اپنے کوہ سیاہ کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو عنایت فرمایا۔ جو سوئے مذکور نے بشپ یوکوک کی کتاب موسوم بہ ذکر مشرقی مطبوعہ ۱۶۴۳ء سے نقل کیا ہے۔ وہ فرمان یہ ہے۔ خدا تعالیٰ بزرگ ہے اور حاکم اُس نے تمام نبی بھیجے ہیں اور کبھی اُس نے انصافی نہیں کی وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو عطا کی ہیں محمد ابن عبد اللہ رسول خدا و حامی دینا نے اُنکے ذریعہ سے یہ سند اپنی ہم قوموں اور اُمت کے نام لکھدی ہے یہ قوم عیسائی اور نصاریٰ کے ساتھ بخشہ اقرار ہے اور ہم میں سے ہر قریب و بشر کے ساتھ وفا کیا جائیگا۔ خواہ عیسائی شریف ہو خواہ رذیل خواہ معزز ہو خواہ حقیر (۱) میری قوم میں سے جو کوئی میرے اقرار اور قسم کو جو اس عہد نامہ میں لکھی ہے توڑیگا اُس نے خدا کا اقرار توڑا۔ اور قسم کے خلاف کیا اور مذہب سے پھر گیا کیونکہ وہ لعنت کا مستحق ہوا یہ حکم سب کے واسطے عام ہے خواہ بادشاہ ہو خواہ غریب خواہ کوئی ہو (۲) جب کبھی کوئی راہب سفر کرتے ہوئے کسی پہاڑ یا پہاڑی یا گاؤں یا اور آباد جگہ یا سمندر یا صحرا یا کسی عبادت خانے گرجا یا مہانسر میں آکر

[1] مفلس اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہو + + + +

ٹھیرے گا تو میں جان و دل سے اُسکی اور اُسکے اسباب کی حفاظت کرونگا۔ اور ہر طرح کی اُسکو مدد دونگا۔ اور میرے ہمقوم بھی اُسکی مدد کرینگے۔ کیونکہ وہ بھی میری ہی قوم سے ہوگا اور میری عزت کا باعث ہوگا (۳) علاوہ اسکے میں تمام عمال کو حکم دیتا ہوں کہ وہ راہبوں سے محصول نہ لیں اور اُنپر اس بات میں زبردستی نہ کریں (۴) کوئی راہبوں کے حکام وغیرہ کو تبدیل کا حکم نہ دیگا بلکہ وہ اپنے عہدوں پر ہمیشہ قایم رہیں گے (۵) جب راہب سفر کرتے ہوں تو کوئی اُنکو راستہ میں تکلیف نہ دے (۶) جتنے گرجا اُنکے قبضہ میں ہیں کوئی اُنکو اُن سے نہ چھینے (۷) جو کوئی ان حکموں میں سے کسیکو بھی منسوخ کریگا اُسے خوب جان لینا چاہیئے کہ اُس نے خدا کے قانون کو منسوخ کیا (۸) راہبوں کے حاکموں اور معتقدوں اور نوکروں اور متعلقوں سے جزیہ نہ لیا جائیگا۔ کوئی اُنہیں اس بات میں نہ ستائے کیونکہ وہ کہیں کہیں ہوں۔ سمندر میں خواہ زمین میں خواہ مشرق میں خواہ مغرب میں خواہ شمال میں خواہ جنوب میں میں اُنکا محافظ ہوں کیونکہ وہ اور تمام اُنکا مال میری قسم و عہد و پیمان میں شامل ہیں (۹) مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو راہب تنہا پہاڑ و پر رہتے ہیں اُن سے نہ جزیہ لیں نہ عُشر اور نہ اُنکے مال کا کوئی حصہ لیں کیونکہ یہ لوگ اپنی صرف بسر اوقات کے واسطے محنت کرتے ہیں (۱۰) جب ارزانی ہو اور فصل تیار ہو جائے تو وہاں کے باشندوں کو ضرور ہے کہ وہ ہر ایک شمل[1] میں سے ان لوگوں کو کسیقدر دیں (۱۱) مسلمان لڑائی کے زمانہ میں بھی اُن لوگوں کو اُنکے مکانوں میں سے باہر نہ نکالیں۔ نہ اُنہیں زبردستی لڑائیں۔ نہ اُن سے جزیہ طلب کریں۔ یہ گیارہ فقرے صرف راہبوں سے متعلق ہیں اور آیندہ کے سات فقرے عام عیسائیوں کے واسطے لکھے گئے ہیں۔ (۱۲) جو عیسائی کہ اہل اسلام کی عملداری میں رہتے ہیں اور اپنی تجارت و دولت کے سبب سے جزیہ دینے کے لائق ہیں اُنہیں فی آدمی بارہ درہم سے زیادہ نہیں دینا پڑیگا (۱۳) اُن سے خدا کے حکم کے موافق اس جزیہ کے سوا اور کچھ نہیں لیا جائیگا اور وہ حکم یہ ہے جو لوگ خدا کی کتابوں کی عظمت کرتے ہیں اُنکو تکلیف نہ دو۔ بلکہ بہت نرمی سے اُنہیں اپنے تئیں دو اور گفتگو کرو اور اگر اُنہیں کوئی ستائے تو اُسے منع کرو۔ (۱۴) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے نکاح کرے تو مسلمان کو چاہیئے کہ اُسکے امور مذہب میں دست اندازی نہ ہو اور اُسے گرجا جانے اور نماز پڑھنے سے باز نہ رکھے (۱۵) کوئی مسلمان عیسائیوں کو اُنکے گرجوں کی مرمت کرنے کی ممانعت نہ کرے (۱۶) جو کوئی اس فرمان کے خلاف کریگا یا اسکے کسی برخلاف بات کو یقین کریگا وہ گویا حقیقت میں خدا اور اُسکے نبی سے پھر گیا۔ کیونکہ یہ میرا عہد اُنکی حفاظت پر مبنی ہے (۱۷) کوئی مسلمان اُن عیسائیوں سے جنگ نکرے بلکہ برخلاف اسکے اگر کوئی اُن سے لڑے تو اُنکی حمایت کریں (۱۸) اس فرمان میں میں حکم دیتا ہوں کہ میری قوم میں سے کوئی قیامت تک اس وعدہ کے خلاف کوئی کام نہ کرے + فہرست گواہان۔ علی ابن ابیطالب۔ عمر بن عدی۔ زبیر بن العوام۔ سعید بن معاذ۔ ابوبکر بن ابو قحافہ۔ عثمان بن عفان۔ فضل بن عباس وغیرہ۔ بقلم سردار قایم مقام علی ابن ابیطالب۔ مزین بدستخط و نشانی رسول کریم سلام اللہ علیہ در مسجد نبوی مورخہ ۳ محرم ۲ھ +

یہی مورخ حاشیہ میں لکھتا ہے کہ اس حکم نامہ کو خلیفہ دوم حضرت عمر نے بھی منظور کیا اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں اُسکی تعمیل ہوتی رہی اُس زمانہ میں چونکہ تاریخ لکھنے کا رواج نہ تھا اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳ محرم ۲ھ کسی نے بعد میں اُس فرمان پر لکھدیا ہے +

(۲۰) غزوۂ ابوا[2] صفر ۲ھ | اذن جہاد کا سب سے پہلے عمار آمد مقام ابوا پر ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہاں کا قبیلہ

[1] ابوا بکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے + [2] غلہ جو اناج ناپنے کا پیمانہ۔

بنی ضمرؓ مسلمانوں کو ایذا دینے کی غرض سے قریش کے ساتھ جمع ہوا تھا۔ آنحضرت سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ چھوڑ کر حفظ ماتقدم پر نظر کر کے دو سو آدمی کے ساتھ قریش کے حامی قبیلہ بنی ضمرؓ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ مگر ابواء کے لوگ بصلح پیش آئے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ اور اقرار کیا کہ نہ قریش کا ساتھ دینگے نہ مسلمانوں کا۔ چونکہ مقام ودّان بھی ابواء کے پاس ہی واقع ہے اس سبب سے اسے غزوہ ودّان بھی کہتے ہیں۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس غزوہ میں حمزہ بن عبدالمطلب علمدار تھے۔ حمزہ کا لواء اول لواء ہے جو اسلام میں تیار کیا گیا +

(۲۱) سریہ رابغ[1] | مکہ سے کچھ قریش مسلح ہو کر نکلے تھے اُنکے مقابلہ میں ۶۰ مہاجرین ابو عبیدہ بن حارث کے ماتحت روانہ کئے گئے۔ مقام بطن رابغ پر صرف تیروں سے مقابلہ ہوا۔ کفار بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں سب سے پہلے سعد بن ابی وقاص نے دشمنوں پر تیر چلائے تھے۔ سعد کا اول تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے راہ خدا میں چلایا گیا۔ اس سریہ میں بروایت حبیب السیر مسطح بن اثاثہ علمدار تھے۔ قریشیوں کا سردار ابوسفیان بن حرب یا عکرمہ بن ابوجہل یا مکرز بن حفص تھا +

(۲۲) سریہ سیف البحر[2] | مدینہ میں خبر آئی کہ کچھ قریش شام سے مکہ جاتے ہیں ان کفار میں ابوجہل بھی تھا حضرت حمزہ ۳۰ مہاجرین کے ساتھ اُنکے مقابلہ میں بھیجے گئے۔ سمندر کے کنارہ سیف البحر پر دشمنوں سے مٹھیڑ ہوئی۔ مگر مجدی بن عمرو جہنی نے جو مسلمانوں اور قریش دونوں کا حلیف تھا بیچ میں پڑ کر لڑائی نہ ہونے دی۔ اسوقت ابومرثد غنوی مسلمانوں کا علمدار تھا +

(۲۳) سریہ خرار[3] | سعد بن ابی وقاص ۲۰ مہاجرین کے ساتھ ایک کارواں کی خبر لینے کو مامور ہوئے۔ میدان خرار تک گئے قافلہ نہ ملا واپس آئے +

(۲۴) غزوہ بُواط[4] ربیع الثانی ۲ھ | بروایت ابن خلدون سائب بن عثمان بن مظعون یا سعد بن معاذ کو مدینہ میں اپنا نائب چھوڑ کر خود آنحضرت دو سو اصحاب کے ساتھ ایک قافلہ کی تلاش میں نکلے۔ سعد بن ابی وقاص علمدار تھے۔ مگر بُواط تک جاکر واپس آئے +

(۲۵) غزوہ ذوالعشیرہ[5] جمادی الاول ۲ھ | آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان بہت سے قریش ساتھ لیکر بغرض تجارت شام کو جاتا ہے دو ڈیڑھ سو آدمی لیکر حضرت اُسکی تلاش میں نکلے حمزہ بن عبدالمطلب علمدار تھے حضرت علی بھی ہمراہ تھے۔ ذوالعشیرہ پر پہنچکر معلوم ہوا کہ قافلہ پہلے نکل گیا۔ مراجعت کی اور اسی سفر میں بنی مُدلج اور بنی حمزہ کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ بقیہ جمادی الاول اور ایک روز جمادی الثانی کا وہیں قیام کیا۔ تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۰۹ اور دیگر کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ راستہ میں حضرت علی کسی درخت کے نیچے سو گئے تھے آنحضرت نے آکر دیکھا کہ بدن میں مٹی لگ گئی ہے آپ نے پیار سے ابوتراب کہکر پکارا۔ اُسوقت سے حضرت علی کی یہی کنیت پڑ گئی۔ جناب علی اس نام سے بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ اگرچہ بنی اُمیہ ہمیشہ حقارت کے طور پر بجائے علی کے ابوتراب ہی کہتے رہے۔ اس غزوہ میں ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا

(۲۶) غزوہ بدر الاولی[6] جمادی الثانی ۲ھ | ذوالعشیرہ سے واپس آکر دس رات قیام کیا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نواحی مدینہ سے حضرت کے اونٹ ہنکا لیگیا۔ اور بروایت ابن خلدون اُس نے شب خون مارا تھا آنحضرت

---

[1] رابغ ابواء کے قریب واقع ہے [2] نواح عیص میں [3] جحفہ کے قریب ایک وادی ہے [4] مدینہ سے تین منزل پر ینبع کے قریب ناحیہ رضویٰ میں ایک پہاڑی مقام ہے [5] مدینہ سے ۱۸ فرسخ پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبع کی طرف واقع ہے [6] مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک [illegible] واقع ہے +

خود اسکا تعاقب کیا علی علمدار تھے اور کچھ اصحاب بھی ساتھ تھے چشمۂ بدر تک کہیں پتہ نہ لگا واپس آئے اس کو غزوہ بدر صغرا بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں بروایت ابن ہشام زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑ گئے تھے۔ اسکے بعد بقیہ جمادی الآخر اور رجب و شعبان تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے +

(۲۷) سریہ بطن نخلہ[1] جمادی الثانی سنہ ۲ھ — حضرت نے اپنے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو ۱۲ یا ۸ اصحاب کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ ایک تحریر اُن کے ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ دو دن تک برابر چلے جاؤ پھر اس تحریر کو پڑھکر جو اسمیں لکھا ہو اُسپر عمل کرنا عبداللہ روانہ ہوئے اور دو دن بعد اُس تحریر کو پڑھا اُسمیں لکھا تھا کہ بطن نخلہ میں جاکر اُترنا اور منتظر کاروان قریش رہنا اور اُنکی خبر معلوم کرنا اور ہمیں اطلاع دینا اور اپنے ساتھیوں کو آگے چلنے پر مجبور نہ کرنا یہ (جس سے ظاہر ہے کہ صرف خبر لانیکو بھیجا تھا) غرض عبداللہ نے وہ تحریر ساتھیوں کو پڑھکر سنائی اور کہا کہ مجھکو بطن نخلہ کی طرف جانیکا حکم ہے تم میں سے جس کا جی چاہے ساتھ چلے۔ جس کا جی چاہے اُلٹا چلا جائے۔ یہ کہکر چلے اور اُنکے ساتھی بھی اُنکے ہمراہ ہوئے اور یہ بطن نخلہ تک پہنچکر اُتر گئے۔ یہاں طائف کی راہ سے آتے ہوئے مکہ کے چار کفار منقی وغیرہ لادے ہوئے اُنکو ملے۔ مسلمانوں نے اپنی وضع عمرہ کرنیوالوں کی سی بنائی۔ جب کفار غافل ہوئے تو مسلمانوں نے چھاپا مارا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے عمر بن عبداللہ حضرمی مارا گیا اور دو کافر عثمان بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے اور نوفل بن عبداللہ مخزومی بھاگ گیا اور بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے واپس آکر خمس[2] (پانچواں حصہ) مال غنیمت کا آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا اور ۴ خمس آپس میں تقسیم کیا۔ بروایت ابن خلدون جس روز مسلمانوں نے کفار بطن نخلہ پر حملہ کیا تھا وہ ماہ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے غلطی سے شعبان کا اول دن سمجھا تھا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ رجب کا اول دن تھا اور مسلمانوں نے جمادی الثانی کا آخری دن سمجھا تھا طبری اور ابن اثیر نے دونو روایتیں لکھی ہیں۔ چونکہ ماہ رجب میں لڑائی حرام تھی مدینہ کے یہودیوں نے قریش اور مکہ کے مسلمانوں پر اعتراض کیا۔ آنحضرت کو اعتراض درست معلوم ہوا عبداللہ سے ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ مہینے ماہ حرام میں لڑنے کو نہیں کہا تھا۔ اور قیدیوں کو بانتظار وحی روک رکھا۔ اور اس غرض سے کہ مکہ والوں کو اشتعار نہ ہو مقتول کا خون بہا اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اسپر غازیوں کو اسلئے ملال ہوا کہ اُنکی تمام کارگذاری پر پانی پھر گیا بلکہ مورد عتاب ہوئے۔ اس موقع پر جو آیت نازل ہوئی اُسکا مطلب یہ ہے "ماہ حرام میں لڑنا بیشک برا ہے لیکن مسلمانوں کو جو کفار مکہ نے مسجد حرام یعنے کعبہ سے نکالدیا وہ اس سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ اس لئے برائی کے بدلہ میں جو برائی کی گئی تو کچھ ہرج نہیں"۔ اس آیت کے نازل ہونے پر تمام مسلمان خوش ہوئے خمس حضرت نے منظور کر لیا اور بقیہ چار خمس غازیوں میں تقسیم ہو گیا۔ عثمان اور حکم جو گرفتار ہوئے تھے اُنہیں سے حکم تو مسلمان ہو کر وہیں رہ گیا اور عثمان مکہ میں شہید ہوا اور عثمان کو قریش نے فدیہ دیکر چھوڑ لیا اور وہ مکہ کو واپس گیا اور کافر ہی مرا +
یہ اول قتل اور اول غنیمت اور اول گرفتاری مشرکین کی ہی مسلمانوں کے ہاتھ سے۔ اور اول خمس ہی خدا اور رسول کا

(۲۸) غزوہ بدر الکبری رمضان سنہ ۲ھ — سریہ بطن نخلہ میں جو ایک قریشی مارا گیا تھا گو کہ اُسکا خون بہا بھی دیدیا گیا

---

[1] مکہ اور طائف کے بیچ میں ایک مقام کا نام ہے (ابن اثیر) [2] ابتک خمس واجب نہیں ہوا تھا (ابن اثیر) خمس کو سرمایۂ بیت المال یا حال کی اصطلاح میں گورنمنٹ کی مالگذاری سمجھنا چاہیئے جو عام مسلمانوں کے نفع یا زمانہ حال کی اصطلاح کے مطابق رعایا کی بہبودی میں خرچ کیا جاتا تھا۔ سریہ عبداللہ بن جحش میں تو خمس رسول کا عبداللہ نے اپنی خوشی سے الگ کر دیا تھا لیکن قبل تقسیم غنیمت بدر کے اس مضمون کی نص صریح نازل ہوئی تھی اور اُسکے مطابق برابر آنحضرت کے زمانہ میں اور پھر بعد کو بھی عملدرآمد ہوتا رہا مقتولوں کے سلاح جنگ تو قاتل کو ملتے ہے رہا مال غنیمت اُسکی تقسیم

(ایک حصہ پیدل اور چار خمس پر کی جاتی تھی (عباسی)

مگر قریش کے طبایع میں جو اشتعال بھرا ہوا تھا وہ اُس سے رُک نہ سکا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ کو سخت تحریک ہوئی اسی اثنار میں اُنکو یہ خبر پہنچی کہ قریش کا قافلہ جو ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام سے مکہ کو آرہا تھا اور جس میں بہت سا مال واسباب تھا مسلمان اُسپر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ خبر فی الواقع صحیح نہ تھی مگر اُس نے تیل پر آگ کا کام کیا اور قافلہ بچانے اور مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے جنگ کی تیاری شروع کی۔ ادہر مدینہ میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ قریش بڑی آمادگی کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اسواسطے رسول صلعم بھی حفظ ماتقدم کے لحاظ سے جنگ کی فکر میں ہوئے مگر مشکل یہ تھی کہ مدینہ میں رہکر دشمنوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ آپ اُس شہر میں ابھی تازہ وارد مسافروں اور مہاجروں کی طرح پناہ گزین تھے۔ اور گو بعض قبائل مسلمان بھی ہوگئے تھے مگر شہر کے مالک کفار تھے جن کو قریش مکہ سے اگرچہ کسی قسم کی ہمدردی نہو مگر کم ازکم بیرونی حملہ سے شہر کی امن وآسایش میں خلل واقع ہونیکا خیال تو ضرور ہوگا اسواسطے رسول صلعم کو مناسب معلوم ہوا کہ مدینہ سے باہر جاکر قریش سے لڑائی کریں +

پس جب آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان تیس سواروں کے ساتھ ہزار اونٹوں کا قافلہ جس پر شام کا مال تجارت لدا ہوا ہے مکہ کو لئے جاتا ہے اور اس قافلہ کو حسب معمول نواح مدینہ سے اُس راستہ سے گذرنا ہوگا جو پہاڑوں اور سمندر کے درمیان واقع ہے تو ۸ ماہ رمضان کو عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اور ابولبابہ کو مدینہ کی حکومت کے واسطے چھوڑکر ۳۱۳ یا ۳۱۴ آدمیوں کے ہمراہ جنمیں ۸۳ مہاجر ۶۱ انصار بنی اوس اور ۱۷۰ انصار بنی خزرج[1] تھے مدینہ سے روانہ ہوگئے[2] انمیں سے تینوں ترپوں کا علم جداجدا تھا۔ علی[3] بن ابیطالب۔ مصعب بن عمیر اور سعد بن معاذ تین علمبردار تھے۔ اس چھوٹی سی فوج میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک مقداد بن عمر کندی کے پاس اور دوسرا زبیر بن العوام یا کسی دوسرے کے پاس۔ اور ستر تیز رفتار اونٹ جنپر یہ لوگ باری باری سوار ہوتے تھے +

اُسوقت حضرت عثمان بن عفان مع اپنی زوجہ رقیہ کے ہجرت حبشہ سے واپس آچکے تھے۔ چونکہ رقیہ بہت بیمار تھیں اس سبب سے حضرت عثمان کو اُنکی تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں رہنا پڑا اس غزوہ میں مہاجرین میں سے طلحہ اور سعید بھی شریک نہ تھے کیونکہ یہ آنحضرت کے حکم سے کفار کی خبر لانیکو تعینات تھے۔ اسی طرح ۵ شخص انصار کے بھی آنحضرت کے کسی کام کی وجہ سے شریک نہ تھے مگر یہ سب قسمت غنیمت اور حصول ثواب میں شریک سمجھے گئے +

آنحضرت پہلے مکہ کی شاہراہ پر چلے پھر اُس راستہ کو بائیں کو چھوڑکر بحیرۂ قلزم کی طرف بڑھے اور بدر میں ایک چشمہ خورد پر قیام کرکے جہاں سے قافلوں کے گزرنے کا معمول تھا قافلہ کے انتظار میں رہے +

[1] انصار کو جنگ کی شرکت کا یہ پہلا موقع ملا ہی (روضۃ الاحباب)

[2] حضرت روانہ ہوئے مگر نہ کوئی خبر ملتی تھی نہ کوئی حال معلوم ہوتا تھا کہ قریش روانہ ہوئے یا نہیں۔ پس حضرت نے فرمایا تم لوگ مشورہ دو اصل مرجنگ اور اس خوفناک کے بارہ میں ابوبکر نے کہا کہ حضرت ہم سب سے زیادہ عالم ہیں مسافت ارض سے۔ عدی بن ابی الزغبار نے ہمکو خبر دی ہے کہ قافلہ قریش فلاں وادی میں تھا۔ تو مقام بدر تک ہمارے اُنکے درمیان دو منزل کا فرق رہیگا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اب کیا مشورہ ہے۔ عمر نے کہا کہ یا حضرت یہ قریش ہیں اور اُنکی عزت۔ قسم بخدا جب سے اُنکو عزت ملی ہے کبھی ذلیل نہ ہوئے اور جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہ لائے قسم خدا کی وہ آپسے پورا مقابلہ کرینگے۔ پس آپ اُن کے واسطے پورا پورا سامان کیجئے اور پوری پوری تیاری پس کہا حضرت نے مشورہ دو ہمکو۔ درحالیکہ حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا تھا۔ پس کہا مقداد بن عمر نے کہ ہم تو وہ بات نہ کہیں گے جو کہی تھی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا اور تم دونوں لڑو ہم لوگ تو یہیں بیٹھنے والے ہیں بلکہ قسم اُس خدا کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے کہ۔ ہم آپکے سامنے رہیں گے اور پیچھے آپکے رہیں گے اور آپکے داہنی طرف اور بائیں طرف رہیں گے۔ یہانتک کہ خدا آپ کو فتح دیوے (زرقانی المنثور۔ روضۃ الاحباب۔ سیرۃ محمدیہ۔ تاریخ طبری) پس مسکرائے آنحضرت اور مقداد کو دعائے خیر دی (مدارج النبوۃ) [3] روضۃ الاحباب میں کچھ مہاجرین کا علم جو اعظم تھا مصعب بن عمیر کو اور خزرج کا حباب بن منذر کو اور اوس کا سعد بن معاذ کو دیا گیا تھا طبری میں ہے کہ رسول اللہ کا علم جناب علی کے پاس اور انصار کا سعد بن عبادہ کے پاس تھا + +

ابوسفیان کو بھی خبر لگ گئی کہ حضرت فوج لیکر راستہ میں آکھڑے ہوئے ہیں پس اُس نے ایک قاصد عمیر نامی کو اور بروایت ابن خلدون وحبیب السیر وروضۃ الاحباب ضمضم بن عمرو غفاری کو ایک تیز رفتار ناقہ پر مکہ روانہ کرکے کمک منگائی۔ قاصد کعبہ کے قریب ہانپتا ہوا بدحواس پہنچا۔ ابوجہل نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کو آواز دی تمام مکہ میں ہلچل مچگئی۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جو بڑی دل جلی اور تند مزاج تھی اپنے باپ عتبہ اور بھائی ولید اور چچا شیبہ اور اپنے کنبہ کے تمام جنگ آوروں کو بلایا اور کہا کہ ہتیار باندھو اور میرے خاوند کو بچانے جاؤ قریش مسلمانوں کے دشمن تو تھے ہی اکثروں کا اُس قافلہ میں مال بھی تھا غرض مکہ کے تمام جنگجو نکل پڑے انمیں سے مشہور یہ تھے عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام۔ حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد برادر خدیجہ۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ نضر بن حارث۔ زمعہ بن اسود۔ ابوجہل بن ہشام۔ اُمیہ بن خلف۔ منبہ بن حجاج۔ نبیہ بن حجاج۔ سہیل بن عمر۔ اور عمرو بن عبدود ابن خلدون نے ابولہب کا نام بھی لکھا ہے۔ مگر دیگر مورخین طبری وابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ ابولہب بسبب ضعف پیری مکہ ہی میں رہ گیا تھا اور اُسکی جگہ عاص بن ہشام آیا تھا۔ غرض بروایت ابوالفدا یہ نوسو پچاس آدمیوں کی جمعیت مکہ سے ابوسفیان کی کمک کو روانہ ہوئی۔ اسمیں سو سوار اور باقی پیادہ تھے۔ مگر بروایت صاحب تاریخ الخمیس وایرونگ سات سو اونٹ بھی تھے۔ قومی معاملہ تھا۔ بنی ہاشم کو بھی طوعاً وکرہاً ساتھ آنا پڑا ورنہ قریش اُنکو تباہ دیتے اور اذیت پہنچاتے۔ چنانچہ عقیل بن ابوطالب اور عباس بن عبدالمطلب بھی اُنکے ہمراہ[1] تھے۔ ابوجہل جسکی عمر اسوقت ستر سال کی تھی اس فوج کا سردار تھا۔ اور طلحہ بن ابی طلحہ اور ابوعزیز بن عمیر اور نضر بن حارث تین علمبردار تھے۔

پس ابوجہل مکہ سے یہ ارشد ہام لیکر چلا اور اُدھر شام کی طرف سے ابوسفیان چلا آتا تھا۔ راستہ میں کھجور کی گٹھلیاں پڑی دیکھ کر ابوسفیان چوکنا ہوا۔ چونکہ مدینہ کی کھجور چھوٹی گٹھلی ہونے میں ممتاز ہے تاڑ گیا کہ والی میں کچھ کالا ہے ضرور محمدؐ اور اُن کے ساتھی کہیں اسیطرف ہیں فوراً راستہ کا ٹکر ساحل بحیرۂ قلزم کی طرف دبکر نکل گیا۔ اور ابوجہل کو کہلا بھیجا کہ اُلٹے پھر جاؤ جب قافلہ اور مال بچا لیا گیا تو اب لڑائی سے کیا مطلب مگر ابوجہل نہ مانا۔ گو کہ کچھ آدمی مکہ کو واپس چلے بھی گئے +

جب حضرت کو قریش کی اس فوج کے آنے کی خبر پہنچی تو حضرت کے بعض ساتھیوں کے دل چھوٹ گئے وہ اس خیال سے آئے تھے کہ صرف ابوسفیان کے تھوڑے سے آدمیوں سے لڑنا ہوگا۔ اور غنیمت خوب ہاتھ لگے گی۔ یہاں سُنا کہ قریش کے کل جنگ آوروں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ خوشی مناؤ کیونکہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ آسانی سے فتح دیگا +

القصہ ابوسفیان کی جماعت ابوجہل کے ساتھیوں سے آملی۔ جب یہی بحث ہوتی رہی کہ لڑنا مصلحت ہے یا واپس جانا۔ کثرت رائے واپس جانے پر تھی۔ لیکن ابوجہل کو لڑائی کی زیادہ تمنا تھی (اُسکے سر پر تو موت سوار تھی) اُس نے آخر میں عامر کو گانٹھا جسکا بھائی عمر سریہ عبداللہ میں بمقام نخلہ مارا گیا تھا وہ ننگے سر واعمراہ کہتا ہوا لشکر میں شور مچانے لگا۔ اس آخری تدبیر میں ابوجہل کامیاب ہوا اور لڑائی چھڑ گئی +

مسلمانوں نے ایک عمدہ کنواں دیکھکر اُسکے قریب حوض بنایا اور اُسمیں پانی بھر دیا کہ پانی پی پی کر لڑیں اور ایک بلند زمین پر اپنا پرچا یا قریب قریب ملکر باقاعدہ کھڑے ہوئے اور جبتک کفار بالکل قریب نہیں آگئے یہ لوگ جگہ سے نہیں ہٹے آفتاب مسلمانوں کے پس پشت تھا۔ اور کفار کے سامنے۔ وقت جنگ آندھیاں آئیں اور وہ بھی کچھ اسطرح کہ کفار ہی کو نقصان پہنچا۔ رات کو پانی برسا تھا۔ مسلمانوں کی طرف ریتلی زمین تھی وہ سخت ہوگئی۔ کفار کی طرف چکنی تھی

[1] عباس خفیہ مسلمان ہو چکے تھے مگر اپنے کنبہ کی حفاظت کی غرض سے مکہ میں رہتے تھے (طبری) اور بطیجا سوس کے قریش کی خبر لیجانے کو بھیجا تھا

تھی پانی برس جانیسے وہ کیچڑ ہوگئی۔ مکہ میں بہت سی بدشگونیاں ایسی ہوئی تھیں اور کفار نے ایسے خواب پریشان دیکھے تھے جن سے اُنکے دل پہلے ہی سہمے ہوئے تھے غرض کہ سب سامان مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے موجود تھے۔ آنحضرت کو دھوپ سے بچانیکے واسطے سعد ابن معاذ نے ایک عریشہ (چھپر) درخت کی شاخوں سے بنا دیا تھا۔ اُسمیں آنحضرت مع حضرت ابوبکر کے بیٹھے کچھ لوگ سعد ابن معاذ کے ماتحت آنحضرت کی محافظت کے لئے قریب کھڑے ہوئے۔ باقی محاربہ میں ساعی ہوئے۔ لڑنے والے آخر میں دو حصے ہوگئے۔ بعض جنگ میں شریک تھے اور بعض مال لینے اور قیدیوں کے گرفتار کرنے میں مشغول تھے۔ آنحضرت برابر عریشہ سے باہر آتے اور دیکھ بھال کر اندر چلے جاتے تھے۔ اور مشغول بدعا تھے۔ کہ یکایک آثار وحی سے غنودگی طاری ہوئی اور آپنے فتح کی خوشخبری سنائی۔ ابتدائی جنگ اسطرح ہوئی کہ اول غنیم کا ہراول پہنچا ہوا وادی میں داخل ہوا اور بتعجیل تمام حیشہ پر پانی پینے آیا۔ حضرت حمزہ نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ حملہ کیا اور اُنکے سردار کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ غرض ہراول میں سے صرف ایک بچا وہ بھی بعد میں مسلمان ہوا۔ اب دشمن کی اصل فوج قرنا بجاتی ہوئی آگے بڑھی کفار قریش میں سے اول تین شخص عتبہ بن ربیعہ ابوسفیان کا خسر اور شیبہ بن ربیعہ برادر عتبہ اور ولید بن عتبہ ابوسفیان کا سالا صف سے باہر نکلے اور مبارز طلب کیا۔ تین انصار مقابلہ کو نکلے مگر تینوں کافروں نے کہا کہ ہمیں اُنسے لڑنا عار ہے یہ ہمارے کفو نہیں ہیں۔ یہ سُنکر مہاجرین میں سے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو عتبہ کے مقابلہ میں اور حمزہ کو شیبہ کے مقابلہ میں اور علی کو ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں بھیجا گیا سخت اور طولانی لڑائی کے بعد حمزہ اور علی نے اپنے اپنے حریف کو مار لیا۔ عتبہ اور عبیدہ آپس میں زخمی ہوئے علی اور حمزہ مدد کو پہنچے اور عتبہ کو مار کر عبیدہ کو اُٹھا لائے۔ مگر لڑائی میں ان کے پاؤں کٹ گئے تھے جانبر نہ ہوسکے بدر سے واپسی کے وقت بروایتے ۶۳ سال کی عمر میں اور بروایت حبیب السیر ۸۰ سال کی عمر میں منزل صفراء یا روحا میں انتقال کیا اور وہیں دفن کردیے گئے۔

اب جنگ مغلوبہ ہونے لگی مسلمان جو اپنی تعداد کی کمی سے واقف تھے بلندی پر اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور دشمن کو تیروں سے دفع کرتے رہے۔ آنحضرت ٹیلہ پر عریشہ میں مصروف دعا تھے نوبت یہانتک پہنچی کہ کفار عریشہ کے قریب آگئے حضرت نے عریشہ سے اُتر کر ایک مٹھی کنکروں کی ہاتھ میں لیکر قوم قریش پر پھینک کر بددعا کی اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اب سخت اور شدید حملہ کرو۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابوجہل کی ران میں زخم آیا۔ گرا اور عبداللہ بن مسعود نے دیکھکر اُسکا سر کاٹ لیا۔ ابوجہل کا اصل نام عمرو بن ہشام ہے۔ قریش نے اُسکی عقل و دانائی کے سبب اُسے ابوالحکم (عقل کا باپ) خطاب دیا تھا۔ مسلمان اسے بدلکر ابوجہل کہا کرتے تھے۔ اور اسی نام سے یہ تاریخ میں مشہور ہے۔ اول اسے معاذ اور معوذ انصار کے دو لڑکوں نے زخمی کیا تھا۔ عبداللہ بن مسعود نے دم توڑتے دیکھکر اسکا سر کاٹ لیا عبداللہ بن مسعود اُسکا سر لیکر آئے تو آنحضرت نے سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص ہماری قوم کا فرعون تھا۔ ابوجہل کا بھائی عاص بن ہشام بھی مارا گیا۔ قریش پسپا ہوکر بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اس لڑائی میں ستر کفار قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ مسلمان صرف ۶ مہاجر اور ۸ انصار کل ۱۴ شہید ہوئے بہت سا مال غنیمت

ف۱ انمیں سے مشہور یہ ہیں حنظلہ بن ابوسفیان بن حرب۔ عاص بن سعید بن عاص ابیحیہ بن عدی۔ عمر بن عثمان بن کعب۔ عثمان و مالک برادران طلحہ منبہ بن حجاج عبیدہ بن سعید بن عاص بن اُمیہ۔ نوفل بن خویلد عمیر بن عثمان بن عمر التیمی۔ عبداللہ بن منذر مخزومی۔ عاص بن منبہ۔ ابوالعاص بن قیس سہمی بروایت حبیب السیر علی کے ہاتھ سے مارے گئے اور معبد بن اسود کو علی اور حمزہ دونوں نے ملکر قتل کیا۔ حمزہ نے مسعود بن ابی اُمیہ مخزومی کو اور ابوالبختری بن ہشام کو المجذر بن زیاد نے اور منبہ بن الحجاج کو ابوالیسر انصاری نے اور منبہ بن الحجاج کو حمزہ اور سعد بن ابی وقاص دونوں نے ملکر قتل کیا۔ (ابوالفداء) ہجرت کے وقت پانچ شخص اپنے کنبہ والوں کے کہنے میں آکر مرتد ہوگئے تھے وہی اس جنگ میں مارے گئے وہ یہ ہیں۔ زمعہ بن اسود

مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یہ ۱۷ رمضان یوم جمعہ کا واقعہ ہے + اس معرکہ میں فقط حضرت علی ہی نے ۱۶ یا ۱۷ اور بروایت حبیب السیر ۳۶ کفار کو واصل جہنم کیا۔ آپ کی لڑائی پر لوگ عش عش کرتے تھے۔ حمزہ بن عبد المطلب نے بھی پانچ چھ کافروں کو فی النار کیا انکا طرز جنگ بھی بہت اچھا تھا اور بڑے بہادر تھے۔ لیکن حضرت علی کی تیزی صفائی استقلال چستی اور چالاکی اور وہ بھی نو آموزی کی حالت میں قابل داد تھی حالانکہ شاید حضرت علی کو یہ پہلا موقعہ جنگ کرنے کا پیش آیا تھا +

اس لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بروایت ابو الفدا ایکہزار اور بروایت روضۃ الاحباب ایرونگ ۳ ہزار فرشتوں سے کمک دی تھی۔ اس لڑائی میں اسلام کے نام پر انے دشمن مارے گئے اسلام کی بنیاد میں ایک استحکام پیدا ہوگیا مہاجرین کی افلاس بھی کچھ کچھ دفع ہوچلی۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی پہلی فتح نمایاں ہے۔ اگرچہ جنگ کچھ ایسی بڑی نہ تھی مگر نتیجے اسکے بڑے عظیم الشان ہوئے کیونکہ یہ اُن فتوحات کی ابتدا ہے۔ جنہوں نے دنیا کی قسمت کو بدلدیا۔ اور اسلیئے یہ لڑائی بہت مشہور ہے۔ جنگ بدر میں اسلام کے جوش میں باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قتل کرتا تھا ایک بوڑھے کا لڑکا شہید ہوا اُس نے سُنکر کہا مجھے غم نہیں اگر محمد کہدیں کہ شہید ہونے پر جنت میں پہنچ گیا۔ یہ تھا اعتقاد اُس زمانہ میں + ۷۰ مسلمان جو شہید ہوئے تھے وہ عزت کے ساتھ دفن کئے گئے اور ۲۴ صنادید قریش کی لاشیں بدر کے ایک کنوئیں میں ڈال دی گئیں[1] +

(۲۸) اسیران بدر بدر کے قیدیوں میں حضرت کے چچا عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابیطالب اور نوفل بن حارث اور آنحضرت کا داماد ابو العاص بھی تھا۔ عباس کے ہاتھ بہت سخت بندھے ہوئے تھے بیچینی سے کراہ رہے تھے انکی آواز سے آنحضرت ہی رات کو بیچین رہے ایک صحابی نے آنحضرت کی بیچینی دیکھکر عباس کے ہاتھ ڈھیلے کردیے عباس کو سکون ہوا جب آنحضرت کو معلوم ہوا کہ عباس کے ساتھ رعایت کی گئی ہے تو حکم دیا کہ سب قیدیوں کے ہاتھ ڈھیلے کردو۔

اب یہ بحث پیدا ہوئی کہ قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا کیا جائے۔ حضرت ابوبکر کی رائے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی تھی اور حضرت عمر نے کہا کہ گردن مار دیے جائیں۔ اور کہا کہ میرے عزیز میرے حوالہ ہوں عقیل اپنے بھائی علی کے اور عباس حمزہ کے حوالہ ہوں وہ اُنکو قتل کریں۔ تاکہ معلوم ہوجائے۔ کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کو کوئی ہمدردی نہیں ہے[2]۔ اُسوقت جبرئیل

---

[1] جس کا نام قلیب تھا۔ حضرت نے وہاں جاکر اُن کفار کو نام بنام پکارا اور فرمایا کہ آیا تم خوش ہوتے ہو کہ فرمانبرداری کرتے خدا اور رسول کی اب کہ پردہ پڑگیا اور تمنے عذاب کو دیکھا۔ اسپر عمر نے کہا رسول اللہ کیسی باتیں کرتے ہو ایسے لوگوں سے کہ جنمیں جان نہیں ہے۔ فرمایا قسم خدا کی کہ تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اس بات کو جو میں کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے (مدارج و روضۃ الاحباب) نیز صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ حضرت جبوقت صفیں درست کررہے تھے حضرت کے ہاتھ میں ایک تیر تھا سواد بن غزیہ صحابی صف سے کچھ باہر نکلے ہوئے تھے حضرت نے تیر سے اُنکے سینہ کی طرف اشارہ کرکے کہا ای سواد برابر ہوجا سواد نے صف کو درست کرکے عرض کیا حضرت آپکے تیر سے مجھے صدمہ پہنچا اسکا انتقام چاہتا ہوں فوراً آپنے سینہ کھولدیا۔ اور فرمایا انتقام لیلے اُس نے دوڑکر بوسہ لیلیا حضرت نے وجہ پوچھی اُس نے کہا میں اب شہید ہوتا ہوں (آپکے تیر کے اشارہ سے معلوم ہوا) اسلیئے چاہا کہ آپکے جسم مبارک کو مس کرلوں [2] روضۃ الاحباب وغیرہ یگر طبری میں ہے کھولدیا۔ [3] علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت عمر کی خوبیاں سُننی پسند نہیں کرتا وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتا کہ آنحضرت کے وقت میں حضرت عمر صائب الرائے سمجھے جاتے تھے وہ کہتا ہے کہ عمر جنگ کے کام کے نہ تھے اُنہوں نے لڑائی میں کبھی ہتیار نہیں اُٹھایا۔ ہاں قید یا مجبوری کی حالت میں کوئی اُنکے سامنے پیش ہوا تو اُسکی گردن اُڑا دینے میں بڑے مرد تھے ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ یہ ضرور نہیں کہ ایک شخص میں قوت انتظامی اور قوت بازو دونوں باتیں ہوں۔ ہمیں کلام نہیں کہ عزت دولت بنی کے رستم حضرت علی بن ابیطالب تھے فتوحات میں جو کارہائے نمایاں اُنہوں نے دکھائے صفحہ روزگار سے مٹ نہیں سکتے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ

[2] اور ابوبکر کے زمانہ میں وزیر ہوکر اور خود اپنے وقت میں حکمران ہوکر اسلام کے ساتھ جو سلوک کئے وہ زبانوں سے نہ کہے جائیں لیکن کتابوں کے صفحوں سے تو

نازل ہوئے اور کہا کہ فدیہ لینے اور قتل کرنے دونوں میں اختیار دیا گیا ہے لیکن اگر فدیہ لوگے تو دوسرے سال اتنے ہی تمہارے آدمی قتل اور اسیر ہونگے اصحاب نے کہا کہ ہمیں دوسرے سال قتل ہونا اور اسیر ہونا قبول ہے آپ فدیہ ہی لے لیجئے اسپر رسول اللہ نے اسیروں کو فدیہ پر چھوڑنا منظور کر لیا (خمیس روضۃ الاحباب۔ ترمذی۔ حیات القلوب)

جب اسیران بدر کی خبر اہل مکہ کو پہنچی تو انہوں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو روپیہ بھیجکر چھوڑا لیا۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو زر فدیہ دے نہ سکتے تھے اُن سے صرف یہ اقرار لیکر چھوڑ دیا گیا کہ پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیں کچھ خواندہ قیدی اس شرط پر رہا ہوئے کہ ہر ایک انصار کے دس دس لڑکوں کو فن کتابت تعلیم کرے مگر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط رہا نہیں کئے گئے کیونکہ جب پیغمبر خدا مکہ میں تھے تو جس وقت حضرت قرآن پڑھتے تھے نضر کہا کرتا تھا کہ محمدؐ اگلوں ہی کے قصے بیان کیا کرتا ہے کوئی نئی بات نہیں بولتا۔ اور عقبہ بن ابی معیط وہی شخص تھا جو آنحضرت کی جان کا لاگو ہوا تھا۔ اور جس نے آنحضرت پر نماز پڑھتے ہوئے شیمہ ڈالا تھا۔ پس بدر سے مراجعت کے وقت جب مقام صفرا میں پہنچے تو آنحضرت نے حضرت علی سے اِن دونوں کو قتل کرا دیا۔ (روضۃ الاحباب)

اسیران بدر میں سے عباس بھی تھے انکو ابو الیسرؓ نے جو ایک منحنی سا چھوٹے قد کا آدمی تھا گرفتار کیا تھا حالانکہ حضرت عباس بڑی جسیم و شحیم اور قد آور جوان تھے جب اُن سے طنزاً کہا گیا کہ آپ ایسے چھوٹے شخص کے ہاتھ گرفتار ہو گئے بولے وہ مجھے اُسوقت شکل پہاڑ کے معلوم ہوتا تھا۔ جب عباس سے زر فدیہ مانگا گیا تو اُنہوں نے کہا میں مسلمان تھا مجھے بلا فدیہ چھوڑنا چاہیئے مجبوراً کفار کے ساتھ آیا تھا۔ اُن کی طرف سے جنگ میں شریک تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کفار کے ساتھ ہتھیار کرنے والے کون کون تھے اور بروایت روضۃ الاحباب طبری حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اسلام کا حال تو خدا ہی کو معلوم ہے اگر تم مسلمان تھے تو اسکی جزا خدا سے پاؤ گے ظاہر تو تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہمسے لڑنے ہی آئے تھے تمکو چار فدیے دینے چاہئیں اپنا اپنے بھتیجوں عقیل[۱] اور نوفل کا اور اپنے حلیف عقبہ بن عمرو بن جعدم کا۔ عباس نے کہا میرے پاس کیا رکھا ہے کہاں سے دوں کیا تیرا چچا بھیک مانگے۔ حضرت نے فرمایا وہ سونا جو مکہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے پاس رکھوا آئے ہو وہ کیا ہوا۔ عباس نے کہا تمنے کیونکر جانا۔ فرمایا خدا نے مجھے خبر دی۔ کہا سچ کہتے ہو اور اس سونے کے سپرد کرنیکا حال تو سوائے خدا کے کسیکو معلوم ہی نہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ اور چاروں کے فدیہ ادا کر دیے بعض مورخین کا قول ہے اور ابرونگ نے بھی لکھا ہے کہ عباس آنحضرت سے مخفی طور پر ملے ہوئے تھے اور بطور جاسوس کے قریش مکہ کے حالات اور خبریں مخفی طور پر لکھ کر آنحضرت کو بھیجتے تھے[۲] اسوقت عباس اور عقیل علانیہ مسلمان ہو گئے (حبیب السیر)

ابو العاص کے چھڑانے کے واسطے زینب بنت رسول نے علاوہ اور مال کے اپنی ہیکل بھی فدیہ میں بھیجی تھی۔ یہ ہیکل وہ تھی جو حضرت خدیجہ نے جہیز میں دی تھی ہیکل کو دیکھکر حضرت کو خدیجہ یاد آئیں اور آپ کیقدر متاثر ہوئے مسلمانوں سے پوچھکر حضرت نے ہیکل واپس کر دی۔ اور ابو العاص کو اس وعدہ پر رہا کیا کہ مکہ جاتے ہی زینب کو مدینہ روانہ کر دے زید بن حارثہ اُسکے ساتھ کر دیے گئے کہ وہ بطن یاجج میں ٹھیرے رہیں اور ابو العاص نے اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے اونٹ پر زینب کو زید کے پاس بھیجدیا[۳] زید وہاں سے زینب کو مدینہ میں لے آئے۔ پس زینب آنحضرت کے پاس اور ابو العاص مکہ میں رہنے لگے

---

[۱] کیونکہ فدیہ چہار دہم سے کم اور بہ ہزار سے زیادہ نہ تھا روضۃ الاحباب [۲] طبری نے کلبی سے لکھا ہے کہ عقیل کے بڑے بھائی طالب مجبور قریش کے ساتھ بدر میں آئے تھے مگر بعد میں نہ کفر تھا نہ اسیروں میں نہ گھر واپس گئے اسوقت سے غائب ہو گئے [۳] اکمال اور طبری اور استیعاب میں ہے کہ عباس قدیم الاسلام تھے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور عقیل صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کر کے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے [۴] کفار کو جب زینب کی روانگی کی خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور ہبار بن اسود نے آگے بڑھکر نیزہ سے ڈرایا دختر رسول حاملہ تھی اُسکا حمل ساری خوف کے ساقط ہو گیا۔ غرض بدقت تمام زید بن حارثہ تک پہنچا گیا اور وہ مدینہ لے آئے (تاریخ الخمیس و طبری)

یہانتک کہ قبل فتح مکہ ابوالعاص شام سے مال تجارت لئے ہوئے مکہ آتا تھا راستہ میں حضرت کا سریہ ملگیا اسباب لوٹ لیا کچھ لوگ گرفتار ہمیں آئے ان میں ابوالعاص بھی تھا اس موقعپر اُس نے اسلام قبول کرلیا اور اُسکی بیوی اُسکے حوالہ کردی گئی۔

(۲۹) قیدیوں سے سلوک | صدر اسلام میں قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا اور نرمی کا سلوک کیا جاتا تھا۔ ابوعزیز بن عمرو بن ہاشم کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ قید ہوکر بدر سے آئے تو میں انصار کے ایک گروہ کی حفاظت میں رکھا گیا دونوقت مجھے کھجوریں اور روٹیاں کھانے کو ملتی تھیں۔ علاوہ اسکے جو شخص اُدھر سے گزرتا تھا اور اُسکے ہاتھ میں کوئی چیز کھانیکی ہوتی تھی تو وہ ضرور اُس میں سے کچھ حصہ مجھکو دیدیتا تھا ۱۰

(۳۰) غنیمت بدر۔ حضرت نے تین رات میدان بدر میں اقامت فرماکر مال غنیمت لیتے ہوئے مدینہ کی طرف مراجعت کی راستہ میں مقام الصفراء پر پہنچکر بدر کی غنیمت میں سے ایک خمس خدا و رسول کا علیحدہ کرکے باقی چار خمس مسلمانوں میں برابر تقسیم کردیا۔ صاحب روضۃ الاحباب طبری ایرونگ اور بعض دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے ایک تلوار جسے ذوالفقار کہتے تھے اور جو منبّہ بن حجاج کی ملکیت تھی آنحضرت کے حصہ میں آئی۔ اور وہ آنحضرت نے علی ابن ابیطالب کو عطا فرمائی[۵] غنیمت کی مساوی تقسیم سے اسلامی فوج میں ناراضی پیدا ہوئی۔ وہ جو لڑائی میں زیادہ جانبازی کرچکے تھے اور جنہوں نے لوٹنے میں زیادہ مستعدی اور چستی کی تھی معترض ہوئے کہ ہمارے اُن بڈھوں کی مانند جو صرف کمپنی نگہبانی میں رہے اور جو صف جنگ سے علیحدہ رہے برابر کیوں دیا گیا۔ مگر سیل اپنے قرآن کے ترجمہ میں لکھتا ہے کہ یہ تقسیم بالکل صحیح اور درست تھی حضرت داؤد نے جب قوم عمالقہ سے غنیمت ہاتھ آئی تھی تو اسیطرح تقسیم کی تھی ۱۰

(۳۱) مراجعت | غنیمت تقسیم کرکے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی اور ۱۹ دن اور بروایتے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس دوران میں رقیہ بنت رسول زوجہ عثمان جو بیمار تھیں انتقال کرگئی تھیں۔

(۳۲) کفار مکہ کو شکست بدر کی خبر پہنچی | کفار مکہ کو جب اس شکست کی خبر پہنچی اور ساتھ ہی فراریوں کا گروہ آیا سب سناٹے میں رہ گئے کیونکہ کتنے ہی گھر ویران اور کتنے ہی بچے یتیم ہوگئے تھے کتنے ہی عورتیں رانڈ ہوگئی تھیں۔ اسباب جاتا رہا رنج و قلق پر اثر پڑا۔ ابولہب تو اس خبر وحشت اثر سننے کے بعد، دن یا ۹ دن تک بیمار رہ کر داخل دار البوار ہوا مگر وہ لوگ خاموش نہیں ہورہے بلکہ اپنی خجالت مٹانے کے فکر میں ہوئے اور صلاح کی کہ ایک دفعہ اور تیاری سے لڑیں۔ اب بجائے ابوجہل کے ابوسفیان کو مفسدین کا سردار سمجھنا چاہیئے۔ شکست کھانیوالوں میں وہ ایک طور پر سردار تھا ہی۔ اسلئے اُس مجلس کا بھی سردار ہوا جسمیں رسول اللہ سے دوبارہ لڑنے کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ کفار قریش نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ کسی کے گھر ماتم نہ ہو کیونکہ مسلمانوں کو خبر پہنچے گی تو وہ اور خوش ہوں گے۔ چنانچہ اسود قریشی کے تین بیٹے مارے گئے تھے یہ بڈھا اپنے قوم کے خوف سے رو نہ سکتا تھا۔ جب لڑکوں کا غم مجبور کرتا تو جنگل میں تنہائی میں جاکر رو آتا ۱۰

(۳۳) سریہ سالم بن عمیر ۲۵ رمضان ۳ھ | مدینہ میں بھی مسلمانوں کے دشمن موجود تھے گو مثل مکہ والوں کے سخت نہ تھے مگر مضرت پہنچا سکتے تھے لوگوں کو بہکاتے اور اسلام کی ہجو کرتے تھے اور اہل مدینہ کو مسلمان ہونے سے روکتے تھے۔ منجملہ اُنکے عصماء بنت عمران ایک عورت تھی کہ مسلمانوں کو بہت برا کہتی تھی جب مسلمان بدر کو روانہ ہوئے تھے تو اُسکی

[۵] ذوالفقار کی نسبت امامیہ میں امام رضا علیہ السلام سے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "یہ تلوار آسمان سے جبرئیل آنحضرت کے پاس لیکر نازل ہوئے تھے اور اسکا حلقہ چاندی کا تھا" فرماتے ہیں "اب وہ میرے پاس ہے"۔ آنحضرت نے حضرت علی کو دیدی تھی اور اس سے وہ پہلے پہل احد میں لڑے تھے (مجمع البحرین) حکیم سنائی نے حدیقہ میں اور صاحب مناقب مرتضوی نے بھی آسمان ہی سے نازل ہونا لکھا ہے ۱۰

زبان اور بھی بے لگام ہوگئی تھی۔ عمیر بن عدی ایک نابینا انصاری تھا جو شریک بدر نہ ہوا تھا۔ جب مسلمان بدر سے واپس آئے تو رات کو اُسکے گھر پہنچا اور خنجر سے اُس عورت کو ہلاک کیا۔ اسیطرح ابو عفک ایک اور دشمن حضرت صلعم کا مدینہ میں تھا اُسکو سالم بن عمیر نے رات کو مار ڈالا۔ ابو عفک کی عمر ۱۲۰ برس کی تھی +

علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں اسلام کی حالت ایسی ہی تھی کہ بغیر فوجی قانون جاری کئے کام نہ چلتا اگر دو چار شخص ابوجہل جیسے یہاں بھی پیدا ہو جاتے تو مسلمانوں کا رہنا دشوار ہو جاتا۔ اسلئے اہل مدینہ اور اُس کے اطراف کے بہودیوں سے جب کوئی زیادتی ہوتی تو پھر بدلہ لینے میں مسلمان تامل نہ کرتے تھے۔ لیکن وہ کسی حالت میں انصاف تہذیب اور اعتدال سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ ایک بات یہ بھی تھی کہ مدینہ میں آنحضرت کی حالت سلطان وقت کی سی تھی اور سلطان وقت کے خلاف سازش کرنے والے باغیوں کو سزا دینا ہر حالت میں ضرور ہوتا ہے +

(۳۴) غزوہ قرقرۃ الکدر شوال ۲ھ | عراق اور مکہ کی راہ میں مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے۔ مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ وہاں بنو سلیم اور بنو غطفان فساد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آنحضرت نے اُنپر چڑھائی کی۔ لوار اسلام علی کے ہاتھ میں تھا وہ لوگ تو بھاگ گئے مگر اُن کے چرواہے ۵ سو اونٹ سمیت گرفتار ہوئے حضرت مدینہ واپس آئے۔ مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا ان چرواہوں میں سے یسار نام ایک غلام تھا وہ مسلمان ہوا حضرت نے اُسے آزاد کر دیا +

(۳۵) غزوہ بنی قینقاع ذیقعدہ ۲ھ | عرب میں نہ کوئی بادشاہ تھا نہ کوئی بادشاہی قانون اپنے اپنے قبیلہ کا ہر سردار اُسکا حکمراں ہوتا تھا۔ قبیلوں میں آپس میں معاہدے ہوتے تھے جنکے موافق آپس میں برتاو ہوتا تھا۔ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو اُنہوں نے بھی قبائل قرب وجوار سے دستور کے موافق معاہدے کئے کہ ایک دوسرے کا بُرا نہ چاہے اور باہم مراسم احترام قایم رکھیں۔ مدینہ میں بنی خزرج کے یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی قینقاع تھا جو مسلمانوں کے عروج سے بہت حسد کرتا تھا۔ یہ اول یہود ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا کا عہد توڑا مسلمانوں سے بے ادبیاں شروع کر دیں ایک مسلمان عورت کے چھیڑنے پر فریقین کا ایک ایک آدمی مارا گیا۔ پیغمبر خدا نے اُنکو بلا بھیجا۔ اور اُن سے باتچیت گفتگو کی۔ مگر اُنہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور بگستاخی کلام کئے۔ آخر لڑائی کی ٹھیر گئی۔ جب مسلمان پہنچے وہ اپنے قلعہ میں متحصن ہوگئے۔ ۱۵ دن محصور رہ کر باہر نکلے اسیر ہوئے۔ حضرت اُنکو قتل کرانا چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی منافق نے حضرت کو بگستاخی مجبور کیا اور اُنکی جاں بخشی کرائی۔ مگر ایرونگ لکھتا ہے کہ ۷۰۰ سو آدمی شام کی طرف جلاوطن کر دیے گئے۔ اور اُنکا سب اسباب لوٹ لیا گیا۔ جو مسلمانوں کو بعد کی لڑائیوں میں بہت کام آیا۔ اس غزوہ میں حمزہ علمدار تھے +

(۳۶) غزوہ سویق ذیحجہ ۲ھ | بدر کی شکست اور مقتولوں کا ابوسفیان کو اسقدر رنج ہوا تھا کہ اُس نے قسم کھائی تھی کہ جبتک محمدؐ سے نہ لڑ لونگا اُسوقت تک نہ خوشبو سونگھونگا اور نہ عورت کو ہاتھ لگاؤنگا۔ پس ماہ ذیحجہ میں دو سو سوار لیکر لڑنے نکلا۔ مقام عریض پر جو مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انصار اور اُسکے مزدور کو مار کر اور چند خرمے کے درختوں اور گھروں میں آگ لگا کر اُسنے اپنے قسم اُتاری۔ آنحضرت کو خبر ہوئی تو ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ابوسفیان بھاگا اور بھاگتے ہوئے بار شتر ہلکا کرنیکی غرض سے سویق (ستو) کے بورے گراتا گیا اس غزوہ میں مسلمانوں کو ستو کے سوا کچھ اور ہاتھ نہ آیا۔ اسی لئے یہ غزوہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا +

(۳۷) تحویل قبلہ نصف شعبان ۲ھ | اسی سال نصف شعبان یا نصف رجب روز دوشنبہ کو پیغمبر خدا ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے

دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ دفعتہً حضرت کعبہ کی طرف پھر گئے وہ لوگ جو حضرت کے مقتدی تھے فوراً حضرت کے ہمراہ ہی وہ بھی پھر گئے۔ اور نماز ہی میں رہے۔ اسکے بعد مسجد قبا اور مسجد نبوی کے قبلوں میں ترمیم کی گئی جن کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا [illegible] مگر ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت نے منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رُخ کرکے پڑھی۔ ہمکو ابن خلدون کی یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اسوقت تک منبر کی تیاری کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتی + مکہ میں قبلہ کے رُخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کوئی قبلہ نتھا مگر اکثر نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے اسطرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ بیچ میں ہوتا تھا +

(۳۸) سنہ ۲ھ کے مختلف واقعات (۱) اسی سال ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور فطرہ اور عید الفطر کا حکم ہوا (۲) غزوہ بنو قینقاع سے واپس آنے پر نماز عید الضحے اور قربانی کا حکم ہوا اور عید الضحے کی نماز واجب ہوئی خمس (اور بروایتے زکوٰۃ بھی) اسی سال فرض ہوئی (۳) صوم یوم عاشورہ جو محرم سنہ ۲ھ میں فرض ہوا تھا وہ اسی سال ماہ شعبان میں فرض رمضان نازل ہونیسے اختیاری رہ گیا + (۴) جس روز رسول صلعم نے مشرکین بدر پر فتح حاصل کی۔ اُسی روز رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دی اس فتح سے رومیونکی اہل کتاب ہونیکی وجہ سے مسلمان خوش ہوئے (۵) اسی سال درمیان بکر بن وائل اور لشکر کسریٰ پرویز کے جسکا سپہ سالار ہامرز تھا ذیقار پر لڑائی ہوئی۔ ایرانیوں کو شکست فاحش ہوئی ہامرز اور بہت سے ایرانی مارے گئے (۶) وفیات۔ ماہ ذیحجہ میں۔ عثمان بن مظعون فوت ہوئے یہ اول مہاجر ہیں جو مدینہ میں مرے حضرت کے حکم سے بقیع میں دفن کئے گئے۔ اسی سال اُمیہ بن ابی صلت نے جسکا اصلی نام عبد اللہ بن ربیعہ تھا اور سرداران کفار سے تھا وفات پائی۔ کتب انبیا اُس نے سب پڑھی تھیں اور جانتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہوگا مگر چاہتا تھا کہ میں خود نبی ہوتا۔ اس حسد سے آنحضرت کی نبوت کا انکار کیا وہ ملک شام تک گیا تھا۔ جب وہاں سے پھرکے آیا لوگوں نے اُس سے کہا کہ اس کنوئیں میں جنگ بدر کے مقتولوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ اُنمیں اُمیہ کے ماموں زاد بھائی شیبہ اور عتبہ بھی تھے اُنکی لاشیں دیکھکر اُس نے بہت ماتم کیا +

سنہ ۳ھ (۲۴ جون سنہ ۶۲۴ء سے ۱۱ جون سنہ ۶۲۵ء تک)

(۳۹) قتل کعب بن اشرف ۱۴ صفر سنہ ۳ھ کعب بن اشرف ایک یہودی شاعر بڑا ہی بدذات اور مالدار آدمی تھا۔ مدینہ کے قریب ہی ایک بلند مقام پر قلعہ میں رہتا تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ جنگ بدر کے بعد مکہ میں گیا اور اپنی سحر بیانی سے مقتولین بدر کے اوصاف اور اُنکے غم میں اشعار پڑھکر قریش کو مسلمانوں سے بدلہ لینے پر برانگیختہ کرتا تھا۔ یہانتک کہ مدینہ میں بھی آکر سرراہ اُن مسلمانوں کے سامنے پڑہتا جو مقتولین بدر کے رشتہ دار تھے۔ رسول اللہ کی ہجو کرتا مسلمان عورتوں کے بارے میں عشقیہ شعر کہتا تھا آخر ایک دن حضرت نے تنگ آکر فرمایا کہ کون ہے جو مجھے ابن اشرف سے چھٹکارا دلائے۔ چند ہی روز بعد ۱۴ صفر کو بنی اوس میں سے ایک انصار نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُسکا سر تو بڑھیمیں مدینہ میں لایا۔ یہ اول سر اسلام میں لایا گیا ہے (خمیس) + +

(۴۰) قتل ابو رافع بن ابو حقیق جمادی الثانی سنہ ۳ھ ابو رافع سلام بن ابو حقیق یہودی جو کعب بن اشرف کی طرح اسلام اور اور اسلامیوں کا مخالف اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا نواحی خیبر میں رہتا تھا اور مشرکوں کو مال سے مدد دیتا تھا آنحضرت کے حکم سے عبد اللہ بن عتیک نے تین اور آدمیوں کے ساتھ جاکر رات کے وقت اُسکے دروازہ پر آواز دی۔ اُسنے دروازہ کھولا یہ مارکر واپس آئے بعض نے یہ واقعہ رمضان سنہ ۳ھ میں اور بعض نے سنہ ۶ھ میں لکھا ہے +

(۴۱) غزوۂ عطفان ۱۲ ربیع الاول سنہ ۳ھ ۱۲ ربیع الاول مدینہ شروع ہوا تھا کہ غزوہ عطفان جسکو

غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں واقع ہوا ذی امر مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر نجد کیطرف واقع ہے۔ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ یہاں کچھ یہود اسلئے جمع ہوئے ہیں کہ مسلمانوں پر اچانک حملہ کریں آنحضرت نے خود پیشقدمی کی ساڑھے چار سو آدمی کی جمعیت ساتھ لیکر موقع پر جا پہنچے۔ یہود پہاڑوں میں جا چھپے اور مسلمان مخلد بالطبع ہوکر ادہر اُدہر منتشر ہوگئے چوتھے دن آنحضرت ایک درخت کے نیچے تنہا سوتے تھے کہ ایک یہودی دعثور تیغ بکف پہاڑ سے اُترا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائیگا۔ آنحضرت نے کہا اللہ تعالیٰ۔ یہ سنتے ہی اُسپر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ تلوار اُسکے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرت نے اُسکی تلوار ہاتھ میں لیکر پوچھا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائے گا۔ اُس یہود کے منہ سے نکلا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ یعنی وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بچایا وہی مجھے بچائیگا۔ اس غزوہ میں نہ کوئی لڑائی ہوئی نہ کچھ مال ہاتھ آیا۔ حضرت عثمان کو مدینہ میں نایب چھوڑا تھا۔ حضرت آدن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے۔ (خمیس و ابرونگ وغیرہ)

(۴۲) غزوہ بنی سلیم جمادی الاول ۲ھ | اسی کو غزوہ مجران[1] بھی کہتے ہیں۔ سبب اسکا یہ ہوا تھا کہ بہت سے بنی سلیم مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو تین سو اصحاب کے ساتھ چڑھ گئے مگر وہ لوگ متفرق ہوگئے اور لڑائی نہیں ہوئی۔ ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا۔ دس دنکی غیر حاضری کے بعد واپس آئے۔

(۴۳) سریہ قردہ[2] ہلال جمادی الآخر ۲ھ | قردہ نواح نجد میں واقع ہے۔ جب مکہ والونکو معلوم ہوا کہ مدینہ کے مسلمان ہماری تاک میں رہتے ہیں تو اُنہوں نے نواحی مدینہ کا راستہ چھوڑکر مدینہ کے مشرق یعنے نواح نجد سے عراق کی طرف سے شام جانیکا راستہ مقرر کیا۔ چنانچہ اسی راستہ سے قافلہ جارہا تھا ابوسفیان اور صفوان بن امیہ بھی اُنمیں تھے۔ مسلمانوں کو بھی اس قافلہ کا پتہ لگ گیا۔ آنحضرت نے زید بن حارثہ کو روانہ کیا۔ قریش بھاگ گئے اتنا نقد و جنس مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ خمس اُسکا ۲۰ یا ۲۵ ہزار درہم تھا۔ (خمیس)

(۴۴) غزوہ احد[3] ۱۵ شوال ۳ھ یوم شنبہ | جوں جوں مدینہ میں آنحضرت کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا مکہ والونکی دشمنی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ابوسفیان اس متبرک شہر کا سردار تھا اور اُسکی بیوی ہندہ کی بیچین طبیعت ہمیشہ اُسکو لڑنے پر اُکساتی رہتی تھی۔ خصوصاً اس سبب سے کہ اُسکے باپ بھائی اور چچا جنگ بدر میں مارے جا چکے تھے اور وہ اُنکے خون کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ ادہر عکرمہ بن ابوجہل اپنے باپ کے انتقام پر تلا ہوا تھا۔ غرض یہ کہ قریش نے جو بدر میں شکست کھائی تھی اُس کا بدلہ لینے کی آگ اُنکے سینوں میں بھڑک رہی تھی۔ پس ابوسفیان نے ۳ ہزار فوج لیکر مدینہ پر چڑھائی کی۔ اس فوج میں زیادہ تر قریش تو تھے ہی عرب کے دیگر قبائل بنی کنانہ اور بنی تہامہ بھی شریک تھے انمیں سات سو زرہ پوش اور ۲ سو گھوڑے اور ہزار اونٹ تھے۔ ایک حصہ کا عکرمہ بن ابوجہل اور ایک حصہ کا خالد بن ولید سردار تھا۔ علم بنی عبدالدار آگے آگے لئے جاتے تھے یہ بھی قریش ہی کی نسل کے تھے۔ جنکو موروثی طور پر مشورہ میں سب سے اول موقع اور لڑائی میں سب سے اول صف اور فوج کے آگے جھنڈا لیجانے کا حق حاصل تھا۔ فوج کے پیچھے پیچھے غضبناک ہندہ مکہ کی ۱۵ اشراف زادیوں کے ساتھ چلی آتی تھی۔ جنکے رشتہ دار جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ یہ عورتیں دف ہاتھوں میں لئے مقتولین جنگ بدر پر روتی اور مسلمانوں سے لڑنیکے واسطے مشرکوں کو برانگیختہ کرتی جاتی تھیں۔ جب قصبۂ ابواء کی طرف سے انکا گذر ہوا جہانکہ آنحضرت کی والدہ آمنہ مدفون ہیں تو ہندہ نے قبر سے حضرت آمنہ کی ہڈیاں نکالنی چاہیں مگر بدشواری اس فعل زشت سے باز رکھی گئی۔ یہ لوگ بدہ کے روز ۴ ماہ شوال کو مقام ذوالحلیفہ میں جو مدینہ کے مقابل ۵ میل کے فاصلہ پر اُحد کے قریب واقع ہے

[1] یہ مقام نواح فرع میں واقع ہے جو بدہ کے قریب مدینہ سے ۸ منزل پر مکہ کے راستہ پر واقع ہے (معجم البلدان ۱۲) مواہب میں قردہ اور خلاصۃ الوفا میں قرقرہ لکھا ہے (خمیس)۔ یاقوت نے معجم البلدان میں دونوں طرح لکھا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایک چشمہ ہے علاقہ نجد میں۔ [2] مدینہ سے چھ منزل یا ایک فرسخ کے فاصلہ پر یہ پہاڑ

آکر اُترے + بروایت روضۃ الاحباب آنحضرت کے چچا عباس نے جو ابتک مکہ ہی میں رہتے تھے اور قریش اُنکو ابتک اسلام کا مخالف ہی سمجھتے تھے یہ خیال کرکے کہ اگر اتنی بڑی فوج یک بیک بخیبری میں جا پڑیگی تو بھتیجے کی تباہی کا باعث ہوگی مخفی طور پر ایک تیز رو راز دار قاصد بھیجکر آنحضرت کو اس خطرہ سے مطلع کردیا۔ جب عباس کا قاصد پہنچا ہے تو آنحضرت قبا میں تشریف رکھتے تھے فوراً مدینہ میں تشریف لائے اور اصحاب خاص سے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ سے نکلکر اُنکا مقابلہ کریں یا مدینہ ہی میں لڑیں حضرت کی اپنی رائے یہ تھی۔ اور عبداللہ بن اُبے بن سلول نے بھی یہی رائے دی کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے قریش کے حملہ کا انتظار کریں شہر کے اندر اُنکو لڑنا مشکل ہوگا کیونکہ ہماری فوج بہت کم ہے۔ یہاں عورتیں بھی پتھروں وغیرہ سے دشمن پر حملہ کرنے میں دیگی بہت سے دیگر صحابہ نے چونکہ جنگ بدر کی فتح سے اُنکے دل بڑھے ہوئے تھے عرض کی کہ یا حضرت میدان میں نکلکر لڑنا اور کافروں کو شکست دینا مناسب ہے۔ آنحضرت نے اسی رائے کو منظور کرلیا۔ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو بعض اشخاص نے سوچا کہ پیغمبر خدا کی رائے سے اختلاف کرنا مناسب نہ تھا۔ آنحضرت نے سُنکر کہا کہ ہتیار باندھ کر کھولڈالنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے۔ اب جو ہونا تھا سو ہو چکا یہ کہکر حضرت روانہ ہوئے۔ ابن ام مکتوم کو نماز پڑھانیکے لئے مدینہ میں چھوڑا +

حضرت کے ساتھ پورے ہزار آدمی بھی نہ تھے انمیں بھی صرف سو زرہ پوش اور دو سوار تھے ایک خود آنحضرت دوسرے ابو بردہ۔ اِس فوج میں کچھ یہودی[1] اور خزرجی بھی تھے۔ جن کا سردار عبداللہ بن اُبے بن سلول منافق تھا۔ آنحضرت نے یہودیوں سے مدد لینے سے اِنکار کیا جبتک وہ مسلمان نہو جائیں۔ اور جب اُنہوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اُلٹے مدینہ چلے جاؤ۔ اسپر عبداللہ بن ابی ناراض ہوکر اپنے خزرجیوں کو بھی ساتھ لیکر اُلٹا مدینہ چلا آیا اور اسطرح فوج کی تعداد گھٹکر صرف ۷۰۰ سو رہ گئی۔ اور حضرت ہفتہ کو صبح کے وقت مقام اُحد پر پہنچے۔ اس چھوٹی سی فوج کو لیکر آنحضرت کوہ احد کی ایک گھاٹی میں جاکر اُترے۔ اُحد کو پس پشت رکھا کوہ عینین کو دست چپ کیطرف اور رُو کو مدینہ کی طرف رکھا کوہ عینین میں ایک تپلا سا درہ تھا وہ محل خطر تھا کہ دشمن وہاں کمین سے حملہ کرسکتا تھا آنحضرت نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا کہ اُس درہ کی حفاظت کریں۔ اور وہاں سے ہرگز نہ ٹلیں جبتک آنحضرت کسی آدمی کی معرفت نہ بلائیں خواہ لشکر اسلام بالکل مغلوب ہو جائے خواہ غالب ہو اور دیگر مسلمان لوٹ میں مصروف ہوں مگر تم اس درہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ بعد اسکے عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ بن جراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ یعنی ہراول پر مقداد بن عمرو کو ساقہ پر مقرر فرمایا۔ مصعب بن عمیر جو بنی عبدالدار سے تھے موروثی طور پر علمبردار تھے یعنے لوا اُنکے پاس تھا مگر روایت یعنے آنحضرت کا بڑا علم حسب معمول جناب علی ہی کے پاس تھا[2] (حبیب السیر) روضۃ الاحباب میں ہے مہاجرین کا لوا علی کے پاس یا مصعب بن عمیر کے پاس تھا۔ لشکر کفار بدھ جمعرات اور جمعہ کو ذوالحلیفہ میں رہا ہفتہ کی صبح سے مقام احد پر اسطرح صف آرائی شروع کردی کہ خالد بن ولید کو میمنہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو میسرہ پر اور ابوسفیان کو قلب پر مقرر کیا۔ اور صفوان بن امیہ کو اور بروایتے عمرو بن عاص کو چند آدمیوں کے ساتھ اُسی درہ کو پر جہاں حضرت نے عبداللہ بن جبیر کو مقرر کیا تھا متعین کیا۔ عبداللہ بن ربیعہ کو تیر اندازوں پر سردار کیا اور علم طلحہ بن

---

[1] یہ یہودی عبداللہ بن ابے کے حلیف تھے کہ ان سے بروقت خطرہ ایک دوسرے کی مدد کا معاہدہ تھا۔ ابوالفدا وغیرہ نے عبداللہ کی ناراضی کا یہ باعث لکھا ہے کہ آنحضرت نے اُسکی اس رائے پر عمل کیا تھا کہ مدینہ ہی کے اندر قریش سے لڑا جائے یا باہر نہ نکلیں پس وہ یہ کہکر چلدیا کہ جب حضرت ہماری سنتے ہی نہیں تو ہم ہی حضرت کے ساتھ ہوکر نہیں لڑتے۔ ہمارے خیال میں دونوں باتیں اُسکی واپسی کا باعث ہوئیں (مولف)

[2] تمام غزوہ نمیں رایت علی کو اور لوا یعنے جھوٹا علم کسی دوسرے کو ملا کرتا تھا۔ چنانچہ اس غزوہ میں لوا مہاجرین مصعب کو اور لوا اوس اسید بن حضیر کو اور لوا خزرج حباب بن منذر یا سعد بن عبادہ کو عطا ہوا تھا (تمیں)

ابی طلحہ کے حوالہ کیا۔ خود آنجناب ایک خود اور دو ہری زرہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت کی ایک تلوار پر کندہ تھا کہ خوف سے بیعزتی اور ندامت حاصل ہوتی ہے بہادری سے عزت حاصل ہوتی ہے بزدلی سے آدمی اُس آفت سے نہیں بچسکتا جو اُسکی تقدیر میں لکھی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کو لیوے اور حق اسکا ادا کرے کئی مرد اُسکے واسطے کھڑے ہوئے مگر حضرت نے کسیکو نہ دی یہاں تک کہ ابو دجانہ کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا حضرت میں اسکا حق ادا کرونگا جبتک اسکی آب اور دھار قایم رہے گی میں اسے برابر چلائے جاونگا[1] پس وہ تلوار حضرت نے ابو دجانہ کو عطا فرمائی +

ابتدار جنگ اسطرح ہوئی کہ ابو عامر فاسق نے ۵۰ آدمی کی جماعت سے باہر نکلکر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے مسلمانوں نے بھی تیروں سے ایسا جواب دیا کہ ابو عامر اور اُسکے ساتھیوں کے پانوں اُکھڑ گئے۔ عورتوں نے بڑا شور و غل مچایا مگر بہاگنے والوں نے ایک نہ سنی۔ یہ دیکھکر طلحہ بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار نے صف سے نکلکر مبارز طلب کیا علی مرتضیٰ مقابلہ کو نکلے اور اُسے مار کر اپنی صف میں آکھڑے ہوئے بعد اسکے مسلمانوں نے پے در پے حملہ کرکے کفار کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ اور حمزہ بن عبد المطلب نے عثمان بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار کو قتل کر دیا۔ ابو سعید بن ابی طلحہ نے علم اُٹھایا علی نے قتل کیا پھر کلاب نے یہ بھی قتل ہوا پھر مسافع بن ابی طلحہ پھر اُسکے بھائی جلاس اور حارث پھر ارطاۃ بن شرحبیل پھر شریح بن قارض پھر صواب غلام نے علم اُٹھایا جب اسطرح دس علمدار لشکر کفار کے مارے گئے تو ایک عورت مسماۃ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے کفار کا علم ہاتھ میں لیا۔ حضرت حمزہ نے فوج لیکر قلب لشکر پر حملہ کیا ابو دجانہ اُنکے دائیں ہاتھ پر تھے۔ حمزہ سباع بن عبد العزی سے لڑنے میں مصروف تھے کہ ایک حبشی مسمی وحشی نے جو جبیر ابن مطعم کا غلام تھا اور تاک میں بیٹھا ہوا تھا بچھی میں حملہ کرکے حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا[2]۔ اسکے بعد مسلمانوں نے منتشر ہوکر ایسے زبردست حملے کئے کہ کفار میدان سے بہاگے[3]۔ گانے والی عورتیں بجائے گانے کے نوحہ وزاری کرنے لگیں اپنے دف ہاتھوں سے پھینکدیئے۔ اور پائینچے سنبہالتی ہوئی پہاڑ کی طرف بہاگیں۔ خالد بن ولید نے درہ کی طرف حملہ کرنا چاہا مگر عبد اللہ بن جبیر کے تیراندازوں نے روکا۔ کئی دفعہ ایسا ہی ہوا آخر ناچار ہوکر کمین میں بیٹھ گیا اور موقع کا منتظر رہا۔ جب کفار بہاگنے لگے اور مسلمانوں کی فتح ہونے ہی کو تھی کہ مسلمان لوٹ میں مصروف ہوگئے یہ دیکھکر درہ کے محافظ بھی آنحضرت کے حکم کو بالائے طاق رکھکر لوٹ میں مشغول ہوگئے۔ اور عبد اللہ کو مع چند مسلمانوں کے شہید ہونے کے واسطے اکیلا چھوڑ دیا۔ عبد اللہ نے بہت روکا حضرت کا حکم یاد دلایا ایک نہ سنی اور عبد اللہ کے پاس پورے دس آدمی نہ ٹھیرے۔ خالد نے موقعہ پاکر حملہ کر دیا اور عبد اللہ اور اُنکے ساتھیوں کو شہید کر ڈالا۔ اور پیچھے سے مسلمانوں پر آپڑا۔ اب بہاگے ہوئے قریش بھی جمع ہوگئے اور مسلمان بالکل دشمن کے ہاتھ میں آگئے۔ اور ایسے حواس باختہ ہوئے کہ آپس میں ایک دوسرے کو زخمی اور قتل کرنے لگے۔ فتح کی شکست ہوگئی۔ کفار نے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ مصعب بن عمیر بھی عبد اللہ بن قمیئہ لیثی کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔ رسول صلعم نے اُنکا لوا بھی علی کے سپرد کر دیا۔ (خمیس و ابن اثیر) حضرت نے

---

[1] ابو دجانہ حقیقت ہی میں بڑے مرد شجاع تھے وہ اپنے عہد پر قایم رہے اور دشمنوں کو مارتے ہوئے اُس جگہ جا پہنچے جہاں ہندہ زوجہ ابو سفیان مع ۱۵ عورتوں کے دف بجاتی اور رجز پڑھ رہی تھی۔ اور مقتولین بدر پر رو رو کر مرثیہ خوانی کر رہی تھی ابو دجانہ نے ہندہ پر تلوار اُٹھائی مگر عورت سمجھکر چھوڑ دیا (مدارج) گھمسان کے وقت ابو دجانہ رسول اللہ کی سپر بنے ہوئے تھے یہ آتے رسول اللہ پر جھکے ہوئے پیٹھ اوپر لیتے (ابن اثیر) [2] اس حبشی کو ہندہ زوجہ ابو سفیان نے بہت سے روپے کا لالچ دیکر اس امر پر تعینات کیا تھا کہ محمد۔ حمزہ یا علی کا سر لائے چنانچہ یہ ایک پتھر کی آڑ میں ہو بیٹھا۔ اور موقع پاکر نیزہ سے حضرت حمزہ کا کام تمام کیا۔ لڑائی کے بعد ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا۔ ناک کان اور عضو تناسل کاٹ لیا۔ حضرت حمزہ کی عمر اُسوقت صاحب اعلام النبلاء کے موافق ۵۹ سال کی تھی۔ بقولے رسول صلعم سے ۲ سال بڑے تھے (حبیب السیر) [3] ابو دجانہ نے دشمن کی فوج میں گھسکر ایسی تلواریں ماریں کہ قلب فوج میں ہلچل پڑ گئی۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تمام اہل سیر کا اتفاق ہے کہ علی نے اُس روز سب صحابہ سے زیادہ شجاعت دکھائی اور مشرکوں کو بہگا دیا مگر لوگ اسوقت لوٹ میں مصروف ہوگئے جس سے مسلمانوں کو شکست ہوگئی

---

[4] اسے سمجھا تھا کہ یہ رسول اللہ ہیں بعض نے لکھا ہے کہ رسول اللہ پر حملہ کیا تھا مصعب بچاتے ہوئے عمر ۴۰ سال (خمیس)

وہ علم بھی لیلیا اور دشمن کی فوج میں گھس کر تیغزنی اور مردانگی کی داد دی جنکا مرقوم ہے کہ ۹ یا ۱۰ اعلی ارکان لشکر کفار کے حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ (ابن اثیر و طبری)

کہتے ہیں کہ اس سراسیمگی کے وقت اصحاب رسول میں سے ایک گروہ تو لڑا اور شہید ہو گیا[1]۔ ایک گروہ بھاگ کر گوشوں اور پہاڑ کے دامنوں میں جا چھپا۔ بعض نے مدینہ اور نواح مدینہ میں جا کر دم لیا (خمیس)

پیغمبر خدا خود بھی ہتیار چلا رہے تھے یہانتک کہ ترکش خالی ہو گیا اور کمان کا چلہ ٹوٹ گیا (ابن اثیر اور تاریخ الخمیس) یکایک ابی بن خلف اُس بھیڑ میں یہ غل مچاتا ہوا آیا کہ محمدؐ کہاں ہے اور نیزہ کا وار کیا حضرت نے اُسیکا نیزہ چھینکر اور بروایت ابن خلدون حرث بن صمہ کے ہاتھ سے نیزہ لیکر اُسے ہلاک کیا۔ یہی شخص ہے جو عمر بھر میں آنحضرت کے ہاتھ سے ہلاک ہوا ہے +

اسی طوفان بے تمیزی میں ایک گوپیے کا پتھر آنحضرت کے منہ پر آکر لگا حضرت کا ہونٹ کٹ گیا اور دو اگلے دندان مبارک شہید ہو گئے یہ پتھر عتبہ بن ابی وقاص نے مارا تھا۔ ایک پتھر سے پیشانی اقدس بھی مجروح ہوئی۔ بعض زخم تلوار کے بھی آنحضرت کو لگے۔ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ کے ہاتھ میں ایک تیر اُسے جنگ میں حمایت رسول میں لگا تھا جس سے اُنکا ہاتھ شل ہو گیا ؛ ایرونگ لکھتا ہے کہ چونکہ مصعب بن عمیر آنحضرت سے شکل میں بہت مشابہ تھے اُنکے مارے جانے پر شور مچگیا کہ آنحضرت شہید ہو گئے اور مدارج و روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب مسلمانوں میں ہلچل پڑ گئی تو ابن سراقہ ملعون نے یہ آواز دی کہ محمد مارا گیا اس آواز پر قریش کے دل بڑھ گئے اور مسلمانوں کے دل بالکل ہی شکستہ ہو گئے اور وہ بیحواس ہو کر بھاگے[2] بڑے بڑے صحابہ کا پائے ثبات متزلزل ہو گیا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے کہ من الذین عمرؓ و عثمان یعنے بھاگنے والوں میں سے حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی تھے اور تاریخ الخمیس میں ہے جناب ابو بکر فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ بھاگ گئے رسول کے پاس سے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے۔ بروایت طبری و صاحب مدارج النبوۃ وغیرہ جناب عثمان اپنے دو رفیقوں کے ساتھ بھاگ کر مقام اعوص میں جو مدینہ کے متصل واقع ہے پناہ گزین ہو گئے تھے اور جب اچھی طرح سن لیا کہ خطرہ بالکل جاتا رہا تو تین دن بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جس پر حضرت نے فرمایا تم بڑی دور چلے گئے تھے اے عثمان۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۴۷۰ تاریخ الخمیس جلد اول ص ۴۸۲ و ۴۸۵ طبری جلد ۳ ص ۲۱ منہاج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۶۲) + جب سب مسلمان رسول کو تنہا چھوڑ کر اسطرح اپنی جان بچانیکے فکر میں گوشہ عافیت کی تلاش میں چلے گئے رسول صلعم ستر زخم کھا کر جن میں سے عبد اللہ بن قمیہ کی تلوار بڑی زبردست پڑی تھی ایک گڑھے میں گر پڑے زرہ کی دو کڑیاں حضرت کے رخسارہ میں گڑ گئیں۔ اور آخر کار حضرت علی اور طلحہ کی مدد سے گڑھے سے باہر نکلے اور متوجہ شعب احد کے ہوئے (روضۃ الاحباب) + حضرت علی جوانیٰ اسے برابر دشمنوں سے مقاتلہ میں مصروف تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں لڑتا ہی تھا

---

[1] تاریخ الخمیس جلد اول ص ۴۸۸ اور طبری جلد ۳ ص ۱۹ اور حبیب السیر کامل میں ہے کہ انس بن مالک کے چچا انس بن نضر ایک مقام سے گذرے کہ وہاں عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ بعض دیگر مہاجرین و انصار کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ پس کہا کہ تم لوگ کیوں ہاتھوں میں ہاتھ دیے بیٹھے ہو بولے کیا کریں رسول اللہ تو شہید ہو گئے۔ کہا پھر تم جی کر کیا کرو گے اُنکے بعد۔ اُٹھو جس طرح وہ دین کی حمایت میں شہید ہوئے ہیں تم بھی مر جاؤ۔ یہ کہکر دشمن پر حملہ کیا یہانتک کہ شہید ہو گئے بروایت ابن ہشام اُنکے ستر زخم لگے تھے اکہتر ویں زخم میں شہید ہو گئے۔ خمیس میں ۸۰ سے اوپر تلوار نیزہ اور تیر کے زخم لکھے ہیں کامل اور طبری جلد ۳ ص ۲۰ اور تاریخ الخمیس ص ۴۸۹ میں ہے کہ جب حضرت کے قتل ہونیکی خبر مشہور ہوئی تو بعض مسلمانوں نے کہا کاش ہمارا کوئی قاصد عبد اللہ بن ابی کے پاس جاتا کہ ہمیں ابو سفیان سے پناہ دلوا دیتا۔ اور بعض ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہو بیٹھے۔ اور بعض منافقوں نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتا تو قتل نہ ہوتا۔ پھر چلو اپنے بھائیوں کی طرف اور پھر جاؤ اپنے پہلے دین پر انس بن نضر نے کہا کہ اے لوگو اگر محمدؐ مارے گئے تو محمدؐ کا خدا تو زندہ ہے۔ وہ تو نہیں مرتا۔ رسول اللہ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے جس طرح وہ دین پر لڑ کر شہید ہو گئے اُسی طرح لڑ کر مر جاؤ پھر کہا بار الٰہا جو کچھ یہ مسلمان اور منافق کہتے ہیں اُسکی نسبت میں تجھ سے عذر کرتا اور برأت ڈھونڈھتا ہوں۔ پھر

غنیم پر حملہ کیا اور شہید ہو گئے +

اور حضرت کے پاس آکر آنحضرت کو دیکھ ہی جاتا تھا ایک دفعہ جو میں لڑتے لڑتے حضرت کو دیکھنے آیا اور حضرت کو نہ پایا تو میں نے اپنے دلمیں خیال کیا کہ اصحاب کے فرار ہونے سے خدا نے غضبناک ہوکر اپنے پیغمبر کو آسمان پہ اٹھالیا اور اپنے دلمیں ٹھان لیا کہ بہتر یہی ہے کہ میں قتال کئے جاؤں یہانتک کہ شہید ہوجاؤں۔ میں نے پھر اعدا پہ حملہ کیا اور ایسا قتال کیا کہ کفار درہم و برہم ہوگئے اور میں نے حضرت کو زندہ پالیا (مدارج و معارج)۔

طبری و ابن اثیر و مدارج و معارج و حبیب السیر و روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب لشکر اسلام فراری ہوا اور حضرت کو اکیلا چھوڑ دیا اور کئی دفعہ حضرت نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میری طرف آؤ مگر ایک نے سنی تو حضرت غضب میں آئے اور سینہ پیشانی اقدس سے ٹپکا اس حالت میں دیکھا کہ حضرت علی پہلو میں کھڑے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یا علی تم یاروں کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے علی مرتضی نے کہا کہ یارسول اللہ کیا میں ایمان لانیکے بعد کافر ہوجاتا۔ بتحقیق کہ مجھے آپ سے اقتدا ہے اور کسی سے کیا غرض۔ اُسوقت ایک گروہ کفار کا آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا حضرت نے فرمایا کہ اے علی مجھے اس گروہ سے بچا حق خدمت بجالا کہ وقت یاری ہے حضرت علی نے حملہ کرکے اُنہیں منتشر کردیا۔ اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ علی کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضرت نے ذوالفقار عطا کی تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ جسوقت حضرت علی نے یہ مردانگی دکھائی اور اُن جناب کی اسطرح نصرت کی تو حضرت نے فرمایا اے علی اپنی تعریف سنتے ہو کہ رضوان فرشتہ کہہ رہا ہے آسمان پر لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار[1] اور اسکے بعد جبرئیل نے حضرت سے آکر کہا یا محمدؐ یہ کمال مواسات و جوانمردی ہے جو علی مرتضی تمسے کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ (کیوں نہو) علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں" یعنی ہم دونوں تو ایک ہی ہیں اُسپر جبرئیل بولے "اور میں تم دونوں سے ہوں"۔ صاحب مدارج و صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ اگرچہ ناد علیا مظہر العجائب۔ تجدہ عونا لک فی النوائب۔ کل ہم وغم سینجلی۔ بینوتک۔ یا محمدؐ بولا یتک یا علیؑ ہی اسی معرکہ میں نازل ہوئی ہے مگر مشہور یہ ہے کہ جنگ خیبر میں نازل ہوئی ہے کہ آنکھیں حضرت علی کی آئی ہوئی تھیں اور مدینہ میں تھے اور نادعلی کے پڑھتے ہی حاضر ہوئے جب حضرت نے پڑھی۔ پھر مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ علی نے حق مبارزت و محاربت و جلادت و شجاعت ایسا ادا کیا کہ فوق اُس سے متصور نہیں ہوسکتا۔ اور حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا جنگ احد میں سولہ ضرب تلوار کی مجھے پہنچی کہ چار اُن ضربوں سے میں زمین پر گر پڑا اور ہر بار جب میں زمین پر گرتا تھا ایک مرد خوبصورت نیک خو میرا بازو پکڑتا اور کہتا تھا کہ متوجہ کافروں کا ہو۔ کہ تو اطاعت میں خدا کی اور اُسکے رسول کی ہے اور یہ دونو تجھ سے راضی ہیں۔ جب بعد جنگ حضرت علی نے آنحضرت سے یہ حال بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اے علی خدا تیری آنکھوں کو روشن کرے وہ جبرئیل تھا۔ یہ روایت معارج میں بھی ہے +

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں اگرچہ اہل اسلام متزلزل ہوئے لیکن آنحضرت اپنی جگہ پہ ثابت اور قائم رہے اور سوائے سات انصار اور سات مہاجرین کے (اور بروایت بخاری ۱۲) اشخاص کے کوئی حضرت کے ساتھ ثابت قدم نہ رہا۔ مہاجرین سے ابوبکر صدیق۔ عبدالرحمن بن عوف۔ علی مرتضی۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبیداللہ۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ اور انصار سے حباب بن منذر۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ سہیل بن حنیف۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن معاذ۔ حارث بن صمہ + لیکن حضرت کا زخمی ہوکر گڑھے میں گرنا۔ حضرت علی کا برابر کارزار میں مصروف

---

[1] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ اگر روایت صحیح ہے اور یہ آواز جبرئیل یا رضوان خازن بہشت کی تھی (روضۃ الاحباب میں بھی یہی لکھا ہے)۔

[2] یعنی خدا کرتوا سے محمدؐ علی کو کہ وہ مظہر العجائب ہے۔ پاویگا تو اُس سے اپنے لئے مدد بیچ سختیوں اور تشویشوں کے۔ نزدیک ہے کہ تمام تفکرات اور غم دور ہوجائیں۔ بسبب تیری نبوت کے اے محمد اور بسبب تیری ولایت کے اے علی۔ بعض اُسمیں تین مرتبہ یا محمد اور تین مرتبہ یا علی کہتے ہیں لیکن کتب حدیث میں اسکا ذکر نہیں ہے (مدارج) اور بعض نے آخری مصرع کو صرف بعلی بعلی بعلی لکھا ہے +

رہنا۔ اور لڑتے لڑتے جناب رسولخدا کو ڈھونڈھنے آنا اور نہ پانا یہ وہ واقعات ہیں کہ انسے کسی مورخ نے اختلاف نہیں کیا۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ ۱۲ یا ۱۴ آدمی حضرت کے ساتھ تھے تو حضرت کا زخمی ہونا کیسا اور اگر زخمی بھی ہوئے تھے تو حضرت علی کو آنحضرت کا نشان کیوں نہیں ملا۔ یہ صرف اُسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یا تو یہ لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نہ ہوں یا حضرت کو زخمی گرتا دیکھکر سب کے سب اُس جگہ سے ہٹگئے ہوں[۱]۔ حضرت ابوبکر کا یہ فرمانا کہ جب رسول کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے ہمارے اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ پہلے جب موقع خطرناک تھا تو سوائے حضرت علی کے جو کارزار میں مصروف تھے کسی مسلمان نے میدان جنگ میں آنحضرت کا ساتھ نہیں دیا۔ جب کسیقدر خطرہ کم ہوا ہے تو مفروروں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور بعد میں بقیہ ۱۳ آدمی اوروں سے پہلے آنحضرت کے پاس پہنچے ہیں۔ صاحب حبیب السیر بھی ہماری اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں[۲]۔ کہ "اوائل حال میں کہ سپاہ اسلام بھاگی تھی سوائے مرتضےٰ کے مصطفےٰ کے ساتھ کوئی نہ رہا۔ بعد ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور طلحہ بن عبید اللہ اُن حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت ابوبکر اور عمر ایک گوشہ میں چھپ گئے تھے اور حضرت عثمان کسی طرف نکل گئے تھے اور بعد تین دن کے واپس آئے تھے۔ صاحب روضۃ الصفا[۳] لکھتے ہیں اور حبیب السیر میں بھی ہے کہ "زید بن اُسید بن وہب نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا مینے ایسا سُنا ہے کہ روز احد سوائے علی اور ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کے کوئی پیغمبر کے پاس نہ رہا تھا۔ اور بعد ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور طلحہ بن ثابت خدمت خیر البشر میں حاضر ہوئے تھے۔ آیا یہ خبر صحیح ہے کہا عبد اللہ نے کہ ہاں صحیح ہے۔ مینے پوچھا کہ ابوبکر اور عمر کہاں گئے تھے کہا وہ بھی ایک گوشہ میں چلے گئے تھے اور جنگ سے تیسرے روز اُن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ واقعی اس واقعہ میں دور گئے تھے۔ اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ عثمان بن عفان دو آدمیوں کے ساتھ جنگ گاہ سے باہر چلے گئے تھے اور راستہ بھول گئے تھے تین روز بعد آنحضرت کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا تم جنگ احد میں بہت دور چلے گئے"۔

جنگ احد میں نسیبہ بنت کعب ایک عورت نے بھی بڑی مردانگی دکھائی تھی یہ عورت اصل میں لشکر اسلام کو پانی پلانے کی غرض سے آئی تھی جب اہل اسلام فراہوئے تو یہ عورت آنحضرت کی حفاظت میں مصروف ہوئی حضرت کے گرد اگرد شمشیر کے حملہ کو روکتی تھی اور اپنے بیٹوں عمارہ اور عبد اللہ کو اپنے سامنے لڑائی پر بھیجتی تھی۔ نسیبہ نے کئی کافروں کو قتل بھی کیا اور بہت سے زخم کھائے۔ جن میں سے ایک زخم ایک سال میں اچھا ہوا۔ نسیبہ مسیلمہ کذاب کے جنگ میں (مقام یمامہ پر) بھی شریک تھی۔ اور وہاں اسکا ایک ہاتھ شہید ہوا۔ (منہاج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷۶)

علاوہ مسلمانوں کے ایک یہودی مخیریق نامی بھی مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسکا ماجرا اسطرح پر ہے کہ جب اسے آنحضرت کی مدینہ سے خروج کی خبر پہنچی تو اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہ یہود تم جانتے ہو کہ محمدؐ کی مدد تم پر فرض ہے یہود نے کہا آج شنبہ کا دن ہے۔ مخیریق نے یہ کہکر کہ شنبہ اسکو مانع نہیں ہوسکتا نبی اور کفار کا مقابلہ ہے اپنی تلوار اُٹھائی اور میدان میں جاکر مقتول ہوا۔ چونکہ اُس نے روانگی کے وقت کہہ دیا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو محمد سے کچھ تعرض نکرنا اسوجہ سے یہود خاموش ہورہی۔ آنحضرت صلعم نے اُسکا واقعہ سُنکر مخیریق کو بہترین یہود فرمایا (ابن اثیر تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۴۹۲)۔

---

[۱] و المنتخب ج ۱ ص ۹۹ و تفسیر طبری ج ۴ ص ۹۰ میں ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی کے دن ہمنے شکست کھائی اور میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اُسپر اسطرح اچکتا تھا جیسے پہاڑی بکری اچکتی ہے ۔ [۲] ج ۱ جزو سوم ص ۳۳ طبع دوم صفحہ ۱۰۸ ۔

جنگ احد میں ۴ یا ۶ مہاجر اور ۶۶ یا ۶۴ انصار مارے گئے۔ اور ستر مسلمان زخمی ہوئے اور کفار صرف ۳۰ یا ۳۲ یا ۳۷ کام آئے (خمیس) اس جنگ میں ۱۲ کفار حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انمیں سے مشہور یہ ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ اور ابو سعید بن ابی طلحہ عبداللہ بن جمیل بن زہرہ بن ابو الحکم۔ ولید بن ابی حذیفہ بن مغیرہ اور اُسکا بھائی اُمیّہ۔ ارطاۃ بن شرجیل اور ہشام بن اُمیّہ۔ عمرو بن عبداللہ جمحی۔ بشر بن مالک۔ صواب غلام بنی عبدالدار اور عبداللہ بن حمید (روضۃ الصفا وغیرہ)

حضرت علی آنحضرت کو گڈھے سے نکالکر پہاڑی پر لے گئے ایک شعب میں جاکر بیٹھے۔ علی مرتضیٰ اپنی سپر میں ایک جھیل سے پانی لیکر حضرت کے زخمو پر ڈالتے تھے اور جناب فاطمہ جو آپ کی شہادت کی خبر سُنکر مدینہ سے آگئی تھیں اُنکو دھوتی تھیں جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی سے خون نہیں تھمتا تو بوریے کا ٹکڑا جلاکر اُسکی راکھ زخموں میں بھری اور خون بند ہوگیا + ایرونگ لکھتا ہے کہ قریش یہ سمجھکر کہ آنحضرت مارے گئے مسلمانوں کے تعاقب سے باز رہے اور لوٹنے اور مقتولوں کے کچلنے پر قناعت کی۔ مگر ہندہ اور اُسکے ساتھ کی عورتوں نے خوب وحشی پنے سے بدلہ لیا۔ ہندہ نے حمزہ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا گئی۔ اور کان ناک اور عضو تناسل کاٹ کر ہار بناکر گلے میں ڈال لیا۔ (روضۃ الاحباب) ابو الفدا لکھتا ہے کہ ابو سفیان نے حمزہ کی لاش کیپٹلیوں میں نیزہ گھسیڑکر بلند کی اور غل مچاکر کہا کہ آج کا دن بدر کا ہے اور لڑائی ہے۔ آلے لڑائی ظاہر کرا پنا دین و مذہب یہ دن روز بدر کے بعد آیا ہے۔ یہ کہکر ابو سفیان نے مع اپنے ہمراہیوں کے مراجعت کی +

جب قریش چلے گئے حضرت پہاڑ سے اُترے اور میدان جنگ کا ملاحظہ کیا حمزہ کی لاش کو دیکھا کہ کان ناک کٹے ہوئے کلیجہ چرا ہوا پڑا ہے کمال رنج ہوا حکم دیا کہ حمزہ کی لاش پر چادر ڈالدو کہ اُنکی بہن صفیہ (زبیر بن العوام کی والدہ) اس حال سے نہ دیکھیں۔ (ابن اثیر۔ خمیس) مقتولین میں سے حمزہ کو ایک قبر میں اور باقی اصحاب کو ایک ایک قبر میں دو دو تین تین کرکے دفن کر دیا۔ مدینہ کی تاریخ میں امام تاج الدین سبکی نے شفاء السقام سے نقل کیا ہے کہ جب معاویہ نے نہر نکالی اور شہیدوں کو اُنکی قبروں سے نکالنے کا حکم دیا تو ایک پہاوڑا حضرت حمزہ کے قدم میں لگا اور خون اُس سے جاری ہوا (مدارج) + تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۴۹۸ میں صفوہ اور منتقی سے نقل کیا ہے اور منہاج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں ہے کہ جب معاویہ نے اُحد میں نہر نکالنے کا حکم اپنے عامل مدینہ کے پاس بھیجا ہے تو معاویہ کو لکھا گیا کہ یہ نہر کسی طرح جاری نہیں ہوسکتی جبتک شہدائے احد کی قبروں پر سے نہ گذرے۔ معاویہ نے لکھا کہ قبریں کھود واڈالو پس قبریں کھود کر اُنہیں چڑھیو نیز اُٹھاکر دوسری جگہ لیگئے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوتے ہیں اور ایک پہاوڑا حمزہ بن عبدالمطلب کے پاؤں میں لگ گیا تھا اُس سے خون جاری ہوگیا تھا یہ واقعہ جنگ احد سے ۴۶ برس بعد کا ہے لڑائی کے بعد کی رات بڑی بیچینی میں گذری۔ اندیشہ تھا کہ غنیم پھر نہ آپڑے۔ اور کہیں مدینہ پر حملہ آور نہو۔ غرض دوسرے دن صبح کو مدینہ روانہ ہوئے ابو سفیان کو خبر پہنچی کہ آنحضرت زندہ ہیں تو اس اندیشہ سے کہ مبادا آنحضرت اور مدینہ کے باشندے ملکر اُس سے لڑنے کو تیار ہوجائیں اوسنے مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ اور حضرت کو کہلا بھیجا کہ اب لڑائی دوسرے سال ہوگی اور مکہ کو چلا آیا + جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو مسلمانوں کے گھر ماتم برپا تھا۔ حضرت نے یہ ماجرا سنکر گھروں سے رونے کی صدا آتی ہے حمزہ کے گھر کوئی رونیوالا ہی نہیں ہے۔ انصار نے یہ سُنکر اپنی عورتیں اُنکے گھر رونے کے واسطے بھیجدیں۔ کہ پہلے وہاں رولو پھر اپنوں کو رونا۔ (ابن اثیر و طبری و روضۃ الاحباب)

(۵۴) غزوہ حمراء الاسد ۸ شوال یوم یکشنبہ سنہ ۳ھ

احد کی لڑائی کے بعد آنحضرت مدینہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ

لہ شہدائے احد کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم شہدائے احد کو سلام کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جنکی صحابیت پر ہیں قیامت تک گواہی دونگا۔ اسپر حضرت ابوبکر نے فرمایا یارسول اللہ کیا ہم صحابی نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہو۔ لیکن تمکو معلوم نہیں کہ تم میرے بعد کیا احداث کروگے ۱۲ مدینہ سے ۸ آمیل کے فاصلہ پر تابع ہے ذوالحلیفہ کے

کفار کی رائے بدلگئی ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں پس جنگ احد کے دوسرے ہی دن پھر آپ نے مجروح جسم پر ہتھیار لگائے علی مرتضیٰ کو علم دیا اور صرف اُنہی اصحاب کو ہمراہ لیکر جو جنگ احد میں ناکام رہے تھے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑکر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اور بمقام حمراء الاسد ۳ دن قیام کیا۔ ابوسفیان اور اُسکے ساتھیوں نے جو معبد بن ابی معبد خزاعی سے جو اُس طرف سے ہوکر مکہ جارہا تھا مقام روحاء میں جو مدینہ سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے یہ خبر سُنکے کہ مسلمان تعاقب میں آرہے ہیں اور اب اُنکی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہے اسوقت گو کہ یہ لوگ استیصال اسلام کی غرض سے روحاء سے مدینہ پر حملہ کرنے کی تدبیریں کررہے تھے اُنکے دل بالکل چھوٹ گئے مکہ کو واپس چلے گئے۔ اور عبدالقیس کے سواروں سے جو مدینہ آرہے تھے یہ کہلا بھیجا کہ اسوقت ہم بمقوم ہونیکی وجہ سے درگزر کرتے ہیں ورنہ ہمارا قصد تمہارے استیصال کا تھا۔ آنحضرت کو یہ پیغام حمراء الاسد میں پہنچا۔ آپ نے سنکر فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور مدینہ کو واپس ہوئے۔ مشرکوں میں سے ابوعزہ شاعر اور معاویہ بن مغیرہ جو پیچھے رہ گئے تھے گرفتار ہوئے اور قتل کئے گئے ابوعزہ نے جو اسیران بدر میں سے تھا اس عہد پر رہائی پائی تھی کہ پھر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیگا۔ وہ اپنی بدعہدی کے سبب سے اور معاویہ بن مغیرہ نے حمزہ کی لاش کو پامال کیا اور اُنکی ناک توڑی تھی وہ اس سبب سے قتل ہوا (ابن اثیر و ابن خلدون) حضرت پانچ کے غیرحاضری کی بعد جمعہ کے دن مدینہ میں داخل ہوئے

(۴۶) مختلف واقعات (۱) ربیع الاول ۳ھ میں آنحضرت نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کردیا[1]۔ (۲) ماہ شعبان میں آنحضرت نے حفصہ بنت عمر سے نکاح کیا[2]۔ پہلے حفصہ کا نکاح جنیش بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا جو بدر میں آنحضرت کے ساتھ تھا اور بعد میں مدینہ میں انتقال کرگیا تھا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد ایک راز کہدینے کی وجہ سے آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تھی۔ مگر حضرت عمر خاک سر پر ڈالے ہوئے آئے اور اُنکے منت کرنے پر حضرت نے پھر رجوع کی (خمیس) حفصہ شعبان ۴۵ھ میں ۶۰ برس کی ہوکر مریں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ قرآن شریف کی جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ کسی چیز پر لکھکر اُنہیں کے گھر میں جمع ہوتی تھیں۔ (۳) ماہ رمضان میں آنحضرت نے ام المساکین زینب بنت خزیمہ سے شادی کی جو اس سے پہلے بقول ابن شہاب عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور بقول قتادہ و ابوالحسن نسابہ جرجانی طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھی۔ جب اُس نے طلاق دیدی تو اُسکے بھائی عبیدہ بن حارث سے نکاح کیا۔ جب وہ جنگ بدر میں شہید ہوا تو بعد میں حضرت کے نکاح میں آئی۔ پس بقولے دو تین ماہ بعد۔ اور بقولے ۸ ماہ بعد انتقال کیا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ (خمیس) (۴) ماہ رمضان کے وسط میں حضرت امام حسن پیدا ہوئے۔ ساتویں دن حضرت نے سر منڈوا کر عقیقہ کیا اور بالوں کے وزن کی چاندی تصدق کی اور ختنہ کئے اور ساتویں ہی دن نام رکھا۔ تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ حسن اور حسین خدا کے حکم سے نام رکھے گئے ہیں۔ امام حسن کی پیدائش کے ۵۰ دن بعد جناب فاطمہ کو ماہ ذیقعدہ میں حضرت حسین کا حمل رہا ۵ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ (ابن اثیر و ابن خلدون)

(۴ھ مطابق ۶۲۵ عیسوی)

(۴۷) سریہ ابوسلمہ محرم ۴ھ حضرت کو معلوم ہوا کہ قطن[3] کے بنی اسد مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس حضرت نے ابوسلمہ کو ساڑھے پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ابوسلمہ بنی اسد کے مقام پر حملہ آور ہوئے اور اُنکو بھگاکر مال غنیمت

---

[1] چونکہ رقیہ اور ام کلثوم کی حضرت عثمان کا نکاح ہوا جو آنحضرت کی صاحبزادیاں کہلاتی ہیں اس سبب سے ذوالنورین کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ام کلثوم نے ۹ھ میں انتقال کیا [2] حفصہ کے رانڈ ہونے پر عمر نے ابوبکرؓ اور پھر عثمانؓ سے درخواست کی کہ حفصہ سے نکاح کرلو دونوں نے منظور نہ کیا عمر نے آنحضرت سے شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا اُس سے میں نکاح کئے لیتا ہوں (خمیس) [3] ایک پہاڑ ہے فید کی طرف

[4] ابوسلمہ رسول اللہ صلعم کے دارارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور اپنی بیوی ام سلمہ کے ساتھ مہاجرین حبشہ سے تھے ۴ھ کے شروع میں وفات پائی

لیکر صحیح سلامت مدینہ واپس آئے ۔

(۴۸) سریہ عبداللہ بن انیس ۱۱ھ | مقام عرنہ[1] میں سفیان بن خالد ہذلی مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا کئی مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہوا تھا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ مدینہ سے عبداللہ بن انیس اُسکی طرف چلے اور کسی ترکیب سے اُسکا سر کاٹکر آنحضرت تک اسرح پہنچایا کہ دن کو چھپتے اور رات کو چلتے۔ اکثر تواریخ سے ایسا پایا جاتا ہے کہ سفیان بن خالد کا قتل قصہ رجیع کے بعد ہوا تھا۔ کیونکہ سفیان ہی باعث ہوا تھا قصہ رجیع اور قتل عاصم اور اُسکے اصحاب کا ۔

(۴۹) قصہ رجیع صفر ۳ھ | پیغمبر خدا کے پاس ایک گروہ قبیلہ عضل اور القارہ سے آئے تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت، کوئی شخص دیندار جو مسائل اسلام سے خوب واقف ہو ہمارے ساتھ ہماری قوم کی ہدایت کے واسطے روانہ فرما دیجئے۔ حضرت نے عاصم بن ثابت کی ماتحتی میں چھ شخص[2] روانہ کر دیئے۔ یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے تو کفار نے اُن سے فریب کیا اور بدسلوکی کی۔ ناچار انکو لڑنا پڑا۔ چار مارے گئے اور تین مقید ہوئے انکو کفار بیچنے کے واسطے مکہ لیچلے۔ اُنمیں سے ایک لڑا اور وہ مارا گیا۔ بچے دو اُنکو مکہ میں لاکر قریش کے ہاتھ بیچڈالا۔ قریش نے اُنکو شہید کیا۔ ایک عرصہ کے بعد اس واقعہ کی خبر مدینہ میں پہنچی ۔

(۵۰) قصہ بئر معونہ صفر ۴ھ | ابو براء عامر بن مالک بن جعفر نیزہ باز نے پیغمبر خدا کی خدمت میں بحالت نفاق حاضر ہو کر عرض کی کہ چند صحابہ کو میرے ہمراہ نجد روانہ فرما دیجئے تاکہ یہ لوگ وحدانیت و راہ خدا اُن لوگوں کو تعلیم کریں یقین کامل ہے کہ وہ سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت نے ابو عامر کی حفاظت اور حمایت کے اقرار پر بھروسہ کر کے منذر بن عمر انصاری کے ہمراہ چالیس اور بہ روایت حبیب السیر ستر مسلمان منتخب کر کے روانہ فرمائے جب مدینہ سے چار منزل پر بمقام بیر معونہ پہنچے تو مقام کیا اور وہاں سے نامۂ رسول مقبول عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اُس نے قاصد کو مار ڈالا۔ اور بہت سی جمعیت سے آنحضرت کے صحابہ پر چڑھائی کی سب صحابہ شہید ہوئے ان ہی میں حضرت ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ بھی تھا۔ صرف کعب بن زید نیمجان ہو کر لاشوں میں چھپ گیا تھا وہ بچکر آیا[3]۔ عمرو بن امیہ ضمری گرفتار ہوا تھا اُسکو عامر بن طفیل نے بسبب قبیلہ ضمر سے ہونیکے رہائی دی۔ اور اُس نے واپس آکر سارا واقعہ آنحضرت صلعم سے بیان کیا آنحضرت کو کمال رنج ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو براء کے بیٹے ربیعہ نے عامر بن طفیل کو کسی موقعہ پر نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں ابو برہ پر کوئی الزام مسلمانوں کے نزدیک ثابت نہ تھا۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ابو برہ کو مسلمانوں کے مارے جانیکا افسوس ہوا۔ اور وہ اس صدمہ میں بیمار ہو کر مر گیا ۔

(۵۱) غزوہ بنی نضیر صفر ۴ھ | عمرو بن اُمیہ جب عامر کے ہاتھ سے چھوٹ کر مدینہ آتا تھا تو راستہ میں بنی عامر کے دو شخص یہودی اُسے ملے اُس نے اُنکو دشمن سمجھکر قتل کر ڈالا۔ یہودیوں کی اُن قوموں نے جو آنحضرت سے معاہدۂ صلح کئے ہوئے تھیں اس معاملہ کی باز پرس کی اور اصلاح چاہی۔ حضرت نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو جو مالدار تھے بیچ میں ڈالا انکا قلعہ زہرہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے تو اُن سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ آنحضرت اور اُنکے دشمنوں کے معاملات میں بالکل دخیل نہ ہونگے۔ اس قوم کے سردار نے آنحضرت کو بلایا کہ ملاقات کر جائیے۔ آنحضرت ابوبکر رضؓ عمر رضؓ علیؓ اُسید بن حضیر اور چند دیگر اصحاب کے ساتھ تشریف لیگئے اس سردار

---

[1] وادی عرفات کے پاس ہے [2] ابوالفدا نے صرف چھ شخص لکھے ہیں جن میں سے مرثد بن ابی مرثد کو سردار لکھا ہے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے کل دس آدمی لکھے ہیں [3] یہ ایک چشمہ ہذیل کا ہے عسفان سے امیل کے فاصلہ پر ہے [4] آخر جنگ خندق میں مارا گیا ۔

کے مکان کے آگے دعوت کا سامان ہوا مگر حضرت کو خبر ملی کہ اُنہوں نے قتل کی یہ ترکیب کی ہے کہ جب کھانے بیٹھیں تو مکان کی پھلواں چھت سے چکی کا پاٹ لڑھکا کر حضرت کو ہلاک کریں بغیر اسکے کہ حضرت اپنی واقفیت سے اُنکو آگاہ کرتے اس طرح اُٹھے کہ جیسے کوئی حاجت بشری کو اُٹھتا ہے اور مدینہ کی راہ لی اور تھوڑی دیر بعد تمام اصحاب بھی واپس چلے آئے اس حرکت پر حضرت بنی نضیر سے کمال برانگیختہ ہوئے اور اُنکی سزا جلاوطنی تجویز کی گئی۔ حکم بھیجا کہ دس دن میں اس مقام سے جلاوطن ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ وہ چلدیے ہوتے مگر عبداللہ بن ابی خزرجی رئیس المنافقین نے پوشیدہ طور پر اُن سے مدد کا اقرار کر لیا اور اُنہیں روک دیا۔ لیکن رہ مدد نہ دیسکا۔ آنحضرت نے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا (ابن اثیر) اور کچھ آدمیوں کے ساتھ جن کے علمبردار حضرت علیؓ تھے اُنکے قلعہ زہرہ کا جسمیں وہ متحصن ہوئے تھے محاصرہ کر لیا۔ اور اُنکے کھجور کے درخت جلا دیئے اور کاٹ ڈالے جنپر اُنکا آذوقہ منحصر تھا۔ چھ دن اور بروایتے ۱۵ دن کے محاصرہ کے بعد اُنہوں نے قلعہ سپرد کر دیا۔ اُنکو اجازت دیگئی کہ ہر شخص ایک اونٹ اسباب لیجائے۔ مگر ہتھیار کوئی نہ لیجانے پائے۔ پس اُنمیں سے بعض شام کو جلاوطن ہو گئے اور بعض خیبر کو جو یہودیوں کا بڑا مضبوط قلعہ اور شہر تھا۔ اور مدینہ سے کئی دن کی راہ پر واقع تھا۔ قوم مالدار تھی اس سبب سے مال غنیمت بہت سا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چونکہ لڑائی کی نوبت نہیں پہنچی تھی[۱] اسلئے فوج والوں کا وہ حق نہ تھا خاص آنحضرت کا حق یا بیت المال کا سرمایہ سمجھا گیا۔ آنحضرت کو جو چیزیں ملتی تھیں وہ بھی آنحضرت اپنے کنبہ کا خرچ نکالکر غریب مسلمانوں ہی میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب سے مسلمان مکہ سے آئے تھے اب تک تمام مہاجر انصار ہی کے گھر مہمان تھے ایک ایک مہاجر کو انصار نے لے لیا تھا۔ آنحضرت نے انصار کی مرضی لیکر یہ مال صرف مہاجرین کو اور چند مفلس انصار کو تقسیم کر دیا۔ اور اُسوقت سے مہاجرین نے اپنا اپنا گھر جدا جدا بنا لیا۔ اور انصار اُنکے خرچ سے ہلکے ہو گئے +

(۵۲) غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاول ۷ھ یہ مقام غطفان علاقہ نجد میں واقع ہے۔ یہاں بنی انمار۔ ثعلبہ اور غطفان مسلمانوں پر حملہ کرنے کے واسطے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کو خبر ہوئی تو چار سو یا سات سو آدمیوں کے ساتھ کوہ ذات الرقاع پر چڑھائی کی۔ مگر وہ لوگ بھاگ گئے لڑائی نہیں ہوئی۔ بعض نے اس غزوہ کو بعد فتح خیبر ۷ھ میں لکھا ہے صاحب روضۃ الاحباب نے ۶ھ میں لکھا ہے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد حضرت نے مدینہ کو مراجعت کی +

(۵۳) غزوۂ بدر شعبان ۴ھ جنگ احد سے پھرتے وقت ابوسفیان کہتا گیا تھا کہ سال آیندہ ہم لوگ پھر آئیں گے۔ چونکہ ملک میں قحط پڑا تھا کہ وہ آنا پسند تو نہ کرتے تھے مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں خفت اُٹھانا بھی گوارہ نہ تھا۔ پس ابوسفیان نے ایک شخص کو اس غرض سے مدینہ بھیجا کہ اجنبی بنکر کفار قریش کے سامان سے مسلمانوں کو ڈراوے۔ اُس نے مدینہ آکر

---

[۱] ابن اثیر [۲] کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں غورث نامی یہودی نے آنحضرت کے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ رات ہوئی تو علی مرتضیٰ لشکر سے غائب ہو گئے بعض اصحاب نے حضرت کو اطلاع کی حضرت نے فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری کسی مہم کی کفایت کے واسطے گئے ہونگے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت علی نے غورث کا سر لاکر آنحضرت کے پاؤں میں ڈال دیا۔ اور عرض کی کہ حضور اسی ملعون نے آپکے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ حضرت نے جب واقعہ دریافت کیا تو عرض کیا کہ میں نے اس ملعون کو بڑا ہاہا دربایا تھا خیال کیا کہ کہیں جرأت کے سبب سے قلعہ سے نکلکر کسیکو غافل پاکر بیجائے۔ میں اسی ٹوہ میں تھا کہ وہ ملعون تلوار ہاتھ میں لئے نو آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ میں نے حملہ کر کے اُسکا سر کاٹ لیا۔ اور اُسکے موافقین ایسے قریب ہیں کہ اگر کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیجئے تو اُمید رکھتا ہوں کہ اُنپر فتح پاؤں۔ حضرت نے ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کو مع آٹھ آدمیوں کے ساتھ کر دیا حضرت علی نے جاکر اُن سب کو قتل کیا۔ اُنکے سر لائے اور وہ سر سرائے بنی خطمہ کے دروازہ پر لٹکائے گئے [۳] طبری نے جمادی الاول ۴ھ اور واقدی نے محرم ۵ھ ہجری میں لکھا ہے +

اس شد و مد سے قریش کی تیاریاں بیان کیں کہ مسلمانو نکی رائے پلٹ چلی۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی بخائے میں تنہا لڑائی پر جاؤنگا۔ یہ فرمانا تھا کہ سب مسلمان لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ اور تیاریاں ہونے لگیں۔ وہ شخص مایوس ہو کر مکہ آیا قریش کے دل چھوٹ گئے۔ اور تھوڑی دور مکہ سے باہر آکر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ آیندہ دیکھا جائیگا۔ مسلمان ڈیڑھ ہزار کی جمعیت سے بدر تک آئے علی علمدار تھے۔ بدر میں لوگوں کے جمع ہونے کا موسم تھا۔ بازار یا میلہ کا دن تھا۔ بیچنے کے واسطے مسلمان تجارتی مال بھی لیتے آئے تھے۔ کسی قسم کی جنگ تو نہیں ہوئی۔ اور نہ مال غنیمت حاصل ہوا لیکن تجارت میں نفع اسقدر ہوا کہ محنت وصول ہو گئی۔ آٹھ روز یہاں قیام رہا +

(۵۴) حرمت خمر اسی سال محاصرۂ بنی نضیر کے ایام میں اور بروایات دیگر ۳ھ یا ۴ھ میں شراب حرام ہوئی۔ ابتدائے اسلام میں لوگ برملا شراب پیتے تھے (مگر آنحضرت اور حضرت علی نے کبھی نہیں پی) ایک مرتبہ اصحاب رسول کسی موقعہ پر شراب پی کر آپس میں لڑ پڑے۔ سعد بن ابی وقاص کا سر پھوٹ گیا۔ پس شراب کے حرمت کی آیت نازل ہوئی۔ پیغمبر خدا نے تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ شراب حرام ہو گئی۔ اب سے کوئی نہ پیئے۔ حکم ہونا تھا کہ مدینہ میں لوگوں نے خم کے خم لنڈھا دیئے اُس روز سے آجتک اسلام میں شراب پینا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر قسم کے مسکرات سے پرہیز کرنا شعار اسلام میں داخل ہے

(۵۵) صلوۃ خوف۔ اور صلوۃ قصر کا آغاز ایام غزوہ ذات الرقاع میں صلوۃ خوف و صلوۃ قصر کا آغاز ہوا۔ مگر مسلم اور نووی اور صاحب اسد الغابہ نے صلوۃ خوف کا آغاز غزوہ بنی نضیر میں لکھا ہے +

لہ کشاف اور بیضاوی میں صرف ۷۰ آدمی علی کے ساتھ لکھے ہیں ۲ شیخ ابن حجر نے ۷۳ کو ترجیح دی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت ۲ھ میں دوسری ۳ھ ہجری میں اور تیسری آخری حکم ممانعت کی ۴ھ ہجری میں نازل ہوئی۔ (مؤلف) ۳ امام علامہ شیخ شہاب الدین احمد الشہیر اپنی کتاب مستطرف کے باب ۴۰ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کے بارے میں تین آیتیں نازل کی ہیں۔ اول یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ (لوگ تجھ سے شراب اور میسر کی بابت پوچھتے ہیں پس کہدے اے محمد کہ ان دونوں میں گناہ بڑا ہے اور منافع ہیں واسطے آدمیوں کے) پس اس آیت کے بعد بعض نے شراب ترک کر دی اور بعض پیتے رہے یہانتک کہ ایک شخص نے شراب پیکر نماز پڑھی تو ہذیان بکا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکاری الخ (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو جبتک تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہے ہو) پس بعض مسلمان پھر بھی پیتے رہے اور بعض نے ترک کر دی۔ یہانتک کہ عمر نے شراب پیکر ایک اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لیکر عبد الرحمن بن عوف کا سر پھوڑ ڈالا۔ پھر شیخین مقتولین بدر کے نوحہ میں اسود بن یعفر کے یہ شعر پڑھ کر رونے لگے ۵ وکان بالقلیب قلیب بدر من الفتیان والعرب الکرام +

ابو عدی ابن کبشہ ابن سیفیا۔ وکیف حیاۃ اصداء وھام + البعثران یرد الموت حتی۔ وینشرنی اذا بلیت عظامی + الا من مبلغ الرحمن عنی۔ بانی تارک شہر الصیام + فقل للہ یمنعنی شرابی۔ وقل للہ یمنعنی طعامی + (ترجمہ) قلیب بدر میں جو کہ بدر میں قلیب نامی کنواں ہے عرب والوجو انتان عرب پڑتے ہیں ابن کبشہ (محمد) ہمکو کیا وعدہ کرتا ہے کہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ پہلا جب آدمی اُلو ہو گیا تو پھر زندہ ہونا کیسا (یہ کفار کا عقیدہ تھا کہ بعد موت انسان اُلو ہو جاتا ہے) کیا وہ اس سے عاجز ہے کہ ہماری موت کو ہم سے روکے اور اس پر قادر ہے کہ جب ہڈیاں گل جائیں تو زندہ کرے۔ ہے کوئی ایسا جو خدا کو ہمارا پیغام پہنچا دے کہ ہم ماہ صیام کے روزے نہیں رکھتے اور کہدے اللہ سے کہ وہ ہماری شراب روکدے اور کہدے خدا سے کہ وہ ہمارا کھانا بند کر دے +

یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو غصہ میں بھرے ہوئے باہر نکلے اور حضرت کی ردا گھسٹتی جاتی تھی۔ پس ایک چیز اُٹھا کر جو حضرت کے ہاتھ میں آئی اُس سے حضرت عمر کو مارا۔ پس کہا عمر نے کہ میں پناہ مانگتا ہوں غضب خدا اور غضب رسولخدا سے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الخ (شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہاری آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تمکو یاد الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا اس اطلاع پانے پر بھی تم باز نہ آؤگے) پس کہا عمر نے ہم باز آئے ہم باز آئے +

(۵۶) رجم زانی و زانیہ — ۴ھ میں بے تکلف آنحضرت صلعم کی حیثیت پوری پوری سردار قوم کی سی ہوگئی تھی اور احکام شاہی جاری کرنے کے آپ مجاز ہوگئے تھے۔ زنا پر سنگساری کا حکم توریت میں تھا مگر یہود اُسپر کاربند نہ تھے۔ اسی سال کسی مالدار یہودی کے لڑکے نے کسی یہودی عورت سے زنا کیا۔ یہودیوں نے رسوا کرکے چھوڑ دینا چاہا۔ اور آنحضرت سے بیان کیا کہ توریت میں یہی حکم ہے۔ اور پھیر پھیر کر اپنا مطلب توریت سے نکالنا چاہا۔ لیکن عبداللہ بن سلام کی موجودگی میں کامیاب نہ ہوسکے توریت نے بھی رجم ہی کا حکم دیا۔ اور وہ دونو سنگسار کئے گئے۔ اسکے بعد آنحضرت نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو توریت پڑھائیں تاکہ یہود اُسمیں تحریف نہ کرسکیں۔ چنانچہ زید ۱۵ دن توریت پڑھاتے رہے (روضۃ الاحباب خمیس)

(۵۰) ۴ھ کے مختلف واقعات — (۱) حضرت کے نواسے عبداللہ بن عثمان نے ۶ سال کی عمر میں ماہ جمادی الاول میں انتقال کیا وجہ یہ ہوئی کہ مرغ نے آنکھ میں چونچ ماردی تھی اُس سے بیمار ہوکر انتقال کیا (۲) ربیع الآخر میں ام المومنین زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہوا۔ مدفن جنت البقیع (۳) فاطمہ بنت اسد مادر جناب علی نے رحلت کی (۴) ۳ یا ۴ یا ۵ شعبان کو حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے (۵) شروع ۴ھ میں ابوسلمہ عبدالسلام مخزومی نے انتقال کیا اور اُنکی زوجہ ہند مشہور بہ اُم سلمہ اسی سال ماہ شوال میں بعد انقضائے ایام عدت آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ نہایت حسین تھیں بروایت حبیب السیر آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ رمضان یا شوال ۶۲ھ میں وفات پائی بقیع میں دفن ہوئیں

۵ھ مطابق ۶۲۶ عیسوی

(۵۸) غزوہ دُومۃ الجندل[1] ربیع الاول ۵ھ — آنحضرت نے سنا کہ دومۃ الجندل کے سردار اکیدر بن عبدالملک نصرانی نے جو قیصر کا ماتحت تھا اعراب جمع کئے ہیں وہ آتے جاتے پر ظلم کرتے ہیں بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پس ۲۵ ربیع الاول کو ایکہزار اصحاب کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے۔ جب وہاں پہنچے تو وہ لوگ اپنی بھیڑ بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے وہ مسلمانوں نے سنگوالیں۔ اور حضرت واپس ہوکر ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

(۵۹) غزوہ مُریسیع[2] یا غزوہ بنی مُصطلق ۲ شعبان ۵ھ — مورخین واہل سیر کا اختلاف ہے کہ ۵ھ میں ہوا یا ۶ھ میں۔ صاحب تاریخ الخمیس نے مختلف روایتیں لکھکر ۵ھ کو اصح لکھا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ آنحضرت کو خبر پہنچی کہ بنی مُصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہے۔ بریدہ بن الحصیب تحقیق خبر کو روانہ کئے گئے اُنہوں نے آکر تصدیق کی پس حضرت نے پیشدستی کی اور زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر منتخب آدمیوں کے ساتھ ۲ شعبان کو روانہ ہوگئے۔ جن میں بہت سے بنی خزرج اور اُنکا سردار عبداللہ بن ابی منافق بھی تھا۔ لڑائی ہوئی یہود کی طرف سے دس آدمی مارے گئے۔ مسلمان ایک شہید ہوا۔ حارث کے مارے جانے پر یہود بھاگے۔ مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے۔ اس آسان لڑائی میں دوسو قیدی پانچہزار بھیڑیں اور ایک ہزار اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ حارث کی بیٹی جویریہ مسلمان ہوئی اور آنحضرت کی زوجیت میں داخل ہوئی صحابہ نے جویریہ کو آنحضرت کے نکاح میں دیکھکر کہا کہ حرم رسول اللہ کے اقربا قید نہیں رہ سکتے اور سب کو رہا کردیا اس غزوہ میں بھی علیؑ علمدار تھے (حبیب السیر)

اس غزوہ سے واپس آتے ہوئے مہاجرین اور خزرجی انصار میں کچھ بے لطفی ہوگئی اور ایک خزرجی کے ایک ضرب لگ گئی

[1] ایک مقام ہے مدینہ سے ۱۵ یا ۱۶ رات کے راستہ پر اور کوفہ سے دس منزل اور دمشق سے دس منزل کے برابر فاصلہ پر اور دمشق سے ۱۵ رات کے فاصلہ پر [2] ساحل بحیرۂ قلزم سے پانچ میل پر علاقہ قدید میں ایک چشمہ ہے [illegible] عائشہ اور ام سلمہ بھی ساتھ تھیں

اُسکے ساتھی بدلہ لینے دوڑے اور اگر آنحضرت بیچ میں نہ آجاتے تو بڑا کشت وخون ہوتا۔ مگر خزرجی غصہ میں بھرے رہے اور مدینہ کے اور لوگ بھی اُنکے ساتھ ہو گئے۔ عبداللہ بن ابے جو مدینہ میں اپنی سرداری کا آرزومند رہتا تھا اور آنحضرت کے اقتدار سے بہت جلتا تھا اس قسم کے ہر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا اُس نے اس فساد کو اور بھڑکایا۔ اور اپنی قوم قبیلہ کے لوگوں کو الگ کر لیا۔ اور کہا کہ تم نے ان مہاجر قریشیوں کو اپنے شہر میں پناہ دیکر کچھ مزا دیکھا۔ انکو اپنے گھروں میں لیگئے انکو اپنا مال دیا اور یہ لوگ جس ہنڈیا میں کھاتے ہیں اُسی میں سوراخ کرتے ہیں۔ یہ لوگ تمہاری ہی گھروں میں تمہارے مالک بن بیٹھے مگر قسم خدا کی مدینہ جاکر ہم دیکھ لیں گے کہ کون زبردست ہے۔ عبداللہ بن اُبے ظاہر میں مسلمان ہوا تھا اور لڑائی میں صرف مال غنیمت کے لالچ سے شریک ہوتا تھا۔ اسی طرح اور بھی کئی منافق صرف لالچ سے ظاہر میں مسلمان ہوکر آنحضرت کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن دل سے جنگ نہیں کرتے تھے +

عبداللہ کی اس گفتگو کی خبر آنحضرت کو بھی پہنچی حضرت کے تو تحمل کی انتہا نہ تھی۔ لیکن عمرؓ بن خطاب نے کہا کہ اگر حکم ہو تو اس منافق کی گردن اُڑا دیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو بھی مارتے ہیں ایسا کرنا مناسب نہیں ہے + عبداللہ بن اُبے منافق کا بیٹا جس کا نام بھی عبداللہؓ تھا۔ بڑا مومن دیندار تھا اُس نے کہا کہ اگر میرا باپ گردن زدنی ہو تو یہ کام میرے تعلق کیجئے میں اُسے قتل کروں۔ حضرت نے فرمایا میں اُسکا ہلاک ہونا نہیں چاہتا۔ مگر پھر بھی یہ ہوا کہ جب عبداللہ بن اُبے مدینہ کے قریب پہنچا تو اُسکے بیٹے عبداللہ نے اُسے یہ کہکر روکدیا کہ تم مدینہ میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہو۔ آنحضرت کو خبر پہنچی تو آپ نے کہا جانے دو اُسوقت بیٹے نے باپ کو چھوڑا۔ غرض ۲۸ دن کی غیر حاضری کے بعد ہلال رمضان کو آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے +

(۷۰) قصہ افک عائشہ غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوتے ہوئے ایک واقعہ یہ ہوا کہ آپ کی زوجہ عائشہ سفر میں ساتھ تھیں مدینہ کے قریب راستہ میں اُنکی ہیکل گرگئی (جو بروایت مدارج ظفار کے مہروں کی بنی ہوئی تھی) اُسکی تلاش میں عائشہ کو دیر ہوئی اونٹ والے نے کچھ خیال نہ کیا اور قافلہ چل کھڑا ہوا۔ ہیکل ملگئی اور عائشہ اس انتظار میں کہ کوئی لینے آئیگا سوگئیں۔ قافلہ کے پیچھے ایک شخص چیزوں کی دیکھ بھال کے لئے رہتا تھا اسکا نام صفوان[1] بن معطل تھا جوان آدمی تھا وہ کسی ضرورت سے قافلہ کے پیچھے رہ گیا تھا۔ اُس نے حضرت عائشہ کو دیکھا اور اپنے ساتھ لے آیا۔ منافق مار آستین کب چوکنے والے تھے حضرت عائشہ کے پیچھے رہجانے کو بدنیتی پر محمول کیا۔ ابوبکر کی خالہ زاد بہن کا بیٹا مسطح بن اثاثہ۔ عبداللہ بن اُبے منافق اور حسان بن ثابت۔ زید بن رفاعہ۔ حمنہ بنت جحش نے تہمت اُٹھائی۔ منہ سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی۔ تمام لشکر میں شہرہ ہوگیا۔ آنحضرت کو اسکا بہت خیال اور سخت ملال ہوا۔ لیکن چند روز کے بعد جب اسکی پوری تکذیب ہوئی اور آیۂ بریت نازل ہوئی تو اتہام کنندوں کو اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے۔ لیکن ایرونگ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن اُبے کے کوڑے نہیں لگائے گئے کیونکہ وہ ایسا صاحب اقتدار تھا کہ بس میں آنیوالا نہ تھا ۱۲

عائشہ کی بریت ثابت ہونے سے پہلے اپنے رنج والم کے عالم میں آنحضرت نے حضرت علی سے عائشہ کے بارے میں مشورہ لیا حضرت علی نے کہا آپ رنجیدہ کیوں ہوتے ہیں عورتیں بہت ہیں (ابن اثیر و طبری)

غرض آنحضرت ایک ماہ تک عائشہ سے علیحدہ رہے اور عائشہ کو جب اس اتہام کی خبر ہوئی تو کھانے پینے سے انکار کیا اور روتی رہیں۔ جب عائشہ کی بریت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت علی کا بھی اطمینان ہوگیا۔ اور شک جاتا رہا

(ابن اثیر و طبری)

[1] اصل نام جہاب تھا اور آنحضرت نے کہا جہاب شیطان کا نام ہے اور بدلکر صفوان نام عبداللہ رکھا ۱۲ صفوان نامرد تھا عورتوں کے کام کا

لیکن عائشہ نے اس شک ہی کی بابت جناب علی کو کبھی معاف نہیں کیا۔ اور ہمیشہ علی سے نفرت کرتی رہیں اور اس نفرت اور دشمنی کے سبب سے حضرت علی کی عمر میں بڑی بڑی دقتیں اور مصیبتیں پیش آئیں (ایرونگ)

(۶۱) نزول آیۂ تیمم شعبان ۵ھ — بعض کہتے ہیں آیۂ تیمم بھی اسی غزوہ بنی مصطلق میں نازل ہوئی تھی [۱]

(۶۲) غزوہ خندق یا غزوہ احزاب شوال ۵ھ — سبب اس غزوہ کا یہ ہوا کہ یہود بنی نضیر جلاوطن ہو کر خیبر کے قلعوں میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور اُنکے بعض سردار مثل حی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن الربیع شب و روز مسلمانوں سے انتقام لینے کی فکر میں رہتے تھے۔ آخر الامر ۲۰ نفر اُنمیں سے نکلے اور ابوسفیان اور اُسکے ساتھیوں سے مخالفت رسول اللہ صلعم پر معاہدہ کر لیا اور پھر بنی غطفان اور بنی قیس کے پاس جا کر اُنکو بھی گانٹھ لیا۔ اسی طرح اور بہت سے قبیلوں کو اپنے سے ملا لیا۔ ابوسفیان ۴ ہزار قریشیوں کے ساتھ جن میں ڈیڑھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے مکہ سے نکلا۔ راستہ میں ۶ ہزار یہود اور اطراف مکہ کے لوگ اُس کے ساتھ ہو لئے اسطرح دس ہزار آدمی کی جمعیت سے مسلمانان مدینہ پر چڑھائی کی گئی [۲]

آنحضرت کو اس حملہ کی پہلے ہی خبر لگ گئی تھی۔ ایک تو مسلمان جنگ اُحد میں زک پا چکے تھے دوسرے اندیشہ تھا کہ قریش کے پوشیدہ معاون مدینہ میں بھی ہونگے۔ یہاں کے یہودیوں اور منافقوں پر بالکل بھروسہ نہ تھا۔ منافق تعداد میں کثرت سے اور طاقتور تھے عبداللہ بن اُبے اُنکا سردار تھا۔ اب شہر مدینہ کے بچانیمیں بہت کچھ کوشش کیگئی۔ رسول کریم نے شہر کے باہر جا کر لڑنا خلاف احتیاط سمجھا۔ مدینہ کے دیگر اطراف مضبوط عمارت و شہر پناہ سے محفوظ تھے صرف کوہ سلع کی طرف سے فضائے کشادہ تھا۔ اُسی طرف سے غنیم کے حملہ کا اندیشہ تھا پس اُسکے سامنے سلمان فارسی کی رائے سے پانچ گز چوڑی پانچ گز گہری خندق کھودنے کا حکم دیا [۳]

عرب کے لوگ ابتک خندق کھود کر لڑنیکے فن سے جو ایران میں رائج تھا واقف نہ تھے۔ عرب میں اس فن کے موجد حضرت سلمان ہی تھے اور یہ اول موقعہ ہے کہ سلمان لڑائی میں آنحضرت کے شریک ہوئے ہیں [۴]۔ حکم کا ہونا تھا کہ مسلمان خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ سلمان سب سے دُگنا کام کرتے تھے اور کبھی آنحضرت خود بھی خندق کھودنے میں شریک ہو جاتے تھے

---

[۱] آیۂ تیمم کا سبب نزول مفسرین و محدثین نے اس طرح لکھا ہے۔ عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ایک سفر میں ساتھ تھے واپس آتی دفعہ (غزوہ بنی مصطلق یا غزوہ فتح) جب مدینہ کے قریب بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے میرا گلوبند ٹوٹ کر گر پڑا۔ پس آنحضرت اور اصحاب اُسکے ڈھونڈنے کیواسطے ٹھہر گئے اور اس منزل میں پانی نہ تھا اور ساتھ بھی پانی نہ تھا۔ پس لوگوں نے آکر ابوبکر کو خبر دی کہ عائشہ نے گلوبند کھو کر رسول اللہ اور لوگوں کو روانگی سے روک رکھا ہے۔ پس ابوبکر آئے اور رسول اللہ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے سوتے تھے۔ پس ابوبکر مجھپر خفا ہوئے کہ پانی تو ہے نہیں اور تو نے لوگوں کو روک رکھا ہے اور میری کوکھ میں خوب لاتیں ماریں اور برا دلیتے ہاتھ سے مارا اور میں ہل نہ سکتی تھی کیونکہ رسول اللہ میرے زانو پر سوتے تھے۔ صبح کو حضرت اُٹھے تو پانی نہ تھا اُسوقت آیۂ تیمم نازل ہوئی (بخاری و مسلم وغیرہ) صاحب روضۃ الاحباب نے گلوبند کھوے جانیکے مقام کا نام صلصل لکھا ہے۔ آخر وہ گلوبند صبح کو عائشہ کے اونٹ کے نیچے سے نکلا۔ جب وہ کھڑا ہوا

[۲] ابن خلدون لکھتا ہے کہ غزوہ خندق و غزوۂ بنو قریظہ۔ غزوۂ دومۃ الجندل سے پہلے ۵ھ میں ہوئے تھے۔ نیز صحیح بخاری میں جو یہ ذکر ہے کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ میں کچھ گفتگو ہوئی یہ غلطی ہے کیونکہ سعد بن معاذ بعد فتح بنی قریظہ ۵ھ میں انتقال کر چکے تھے [۳] روضۃ الاحباب و کامل بن اثیر و طبری وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ خندق کا کام آنحضرت نے مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیا تھا۔ سلمان کے بارہ میں مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہوا۔ انصار کہتے تھے ہم میں سے ہے اور مہاجرین کہتے تھے ہم میں سے ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا سلمان منا اہل البیت [۴] اور بروایت روضۃ الاحباب دس گنا کام کرتے تھے طول عرض عمق سب میں پانچ پانچ گز روز کھودتے تھے

چنانچہ ۶ دن میں خندق تیار ہوگئی۔ خندق کا تمام ہونا تھا کہ دشمن بھی قریب کی پہاڑیوں پر آموجود ہوا۔ آنحضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ کی حکومت پر چھوڑ کر ۳ ہزار آدمی ساتھ لیکر میدان میں تشریف لائے اور اسطرح صف باندھی کہ خندق سامنے رہے اور کوہ سلع پشت پر ایک طرف پہاڑ ایک طرف خندق تھی بیچمیں کمان کی صورت ایک محفوظ جگہ بنائی گئی جسمیں آنحضرت کے لئے سرخ چمڑہ کا خیمہ نصب کیا گیا۔ غرض مورچے باندھ کر مسلمان پناہ گزین ہوئے۔ غنیم اول تو انگشت بدندان ہوا کیونکہ پہلے کبھی خندق دیکھی نہ تھی پھر مسلمانوں کو محصور کرلیا۔ اُسوقت کی مسلمانوں کی حالت اللہ تعالیٰ نے اپنے فرقان حمید میں اسطرح بیان فرمائی ہے۔ اذ جاءتکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا (جسوقت دشمن تمپر تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اُترے اور تمہاری نیچے کیطرف سے بھی پلے اور مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پھری کی پھری رہ گئی تھیں اور کلیجے مونہوں کو آگئے تھے اور خدا کی نسبت تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے) غرض مسلمانوں کا حال بہت تباہ تھا۔ خندق کھودنے کی تکان بھوک کی تکلیف[۱] دشمنوں کا مقابلہ ادہر سردی شدت کی تھی دامن کوہ میں رہنا۔ رات کو سرد ہوا برچھی کی طرح لگتی تھی۔ دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی۔ ۲۴ یا ۲۷ یا ۲۹ روز تک مسلمان اسی حالت میں محصور رہے ہاں ایک مصیبت اور تھی رات کو جاگنا بھی پڑتا تھا کہ کفار شب کو دھاوا نہ کردیں۔ بلکہ دن کو بھی پتھر اور تیر لیئے مسلمان مستعد رہتے تھے۔ کہ کفار نے یورش کی نہیں اور ہر پتھروں اور تیروں سے خبر لی گئی۔ مگر بعض منافق مسلمانوں کو بہکاتے تھے کہ مدینہ میں پھر چلو اپنی جانیں کیوں دیتے ہو۔ انہیں راتوں میں سے آخری کی بابت معارج النبوۃ۔ روضۃ الاصفا اور روضۃ الاحباب و مدارج اور تاریخ الخمیس میں حذیفہ الیمانی کا یہ بیان لکھا ہے کہ بخدا اُس رات کو بھوک اور سردی نے ہمیں ایسا ستایا تھا کہ خدا ہی جانتا ہے۔ کسیقدر رات گذرے حضرت خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز ادا کرکے بعض یاروں کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کون ہے کہ جاوے اور ان لوگوں کی خبر ہم تک لاوے تاکہ اُسکو خدا تعالیٰ بہشت میں میرا رفیق گردانے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے خوف اور بھوک اور سردی کے سبب سے جواب نہ دیا حضرت پھر نماز میں مشغول ہوگئے۔ اور فارغ ہوکر پھر فرمایا کہ کوئی ہے جو اس قوم کی خبر ہمیں پہنچائے تاکہ خدا اسکو بہشت میں میرا رفیق کرے اس مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ جب تین دفعہ اسی طرح آواز دیچکے اور کسی نے جواب نہ دیا تو صحابہ کرام میں سے تین یا چار کا نام لیکر کہا اُنمیں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ پناہ مانگتا ہوں میں خدا سے اور اُسکے رسول سے کہ مجھے اس مقام پر اس مشقت سے معاف رکھا جائے اور کہیں نہ بھیجا جائے۔ اسکے بعد میرا نام لیا میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ۔ فرمایا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ آج رات کو تو ہماری حراست کرے تاکہ قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہو۔ میں نے عرض کی بیشک یا رسول اللہ۔ مگر بھوک اور سردی نے مجبور کر رکھا ہے۔ حضرت نے دعا کی میری بھوک اور سردی جاتی رہی اور میں حضرت کے حکم سے مخالفین کے لشکر کی خبر لایا۔ واپس آیا تو پھر ویسی ہی سردی معلوم ہونے لگی[۲] +

---

[۱] آنحضرت صلعم نے مارے بھوک کے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا اور اصحاب بھی تین دن کے فاقہ سے تھے (معارج النبوۃ۔ سیرۃ الحلبیہ۔ تاریخ الخمیس) [۲] اور حضرت ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ حذیفہ کو بھیجدیجئے (سیرۃ محمدیہ۔ سیرۃ الحلبیہ) [۳] تفسیر درالمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۵۰ میں لکھا ہے۔ ابراہیم تیمی راوی ہے کہ اُس کے باپ نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ اگر ہم رسول اللہ کی خدمت میں پہنچتے تو حضرت کی خدمت کرتے۔ حذیفہ نے کہا شب جنگ خندق ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے حضرت نماز پڑھ رہے تھے اور یہ ایسی سرد رات تھی کہ اس سے قبل یا بعد کبھی ایسی سرد رات ہمنے نہیں دیکھی (دیکھو صفحہ ۱۰۶)

صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوۃ نے ماہران فن سیر و تواریخ سے اسطرح نقل کیا ہے کہ جب مخالفوں کے لشکر نے مسلمانوں کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ تو مسلمانوں کے ہوش جاتے رہے بہت ڈرے کیونکہ ایک تو لشکر کی کثرت دوسرے اُسمیں عمرو بن عبدود جیسا نامی پہلوان موجود تھا جسے اہل عرب ہزار بہادروں کی برابر سمجھتے تھے۔ جرأت و شجاعت اور استعمال و استعجال آلات حرب میں کمال رکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس موقعہ پر بیان کیا کہ ایک دن ہم طائفہ قریش کے ساتھ کہ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا بہت سا مال تجارت لیکر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا اہل قافلہ نے جان و مال سے ہاتھ دھو لئے۔ اسی اثنار میں عمرو بن عبدود نے ایک شتر بچہ بجائے سپر ہاتھ میں لیکر شیر ژیاں اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا۔ اُسکا اُنکی طرف منہ کرنا تھا کہ وہ سب کے سب بھری ہو گئے۔ اور قافلہ سلامتی سے گذر گیا یہ عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں زخم عظیم کھا کر جنگ سے بھاگ گیا۔ احد میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا تھا۔ اب تلافی مافات کے لئے آیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ عمرو رشتہ میں حضرت خدیجہ کا چچا تھا۔

اسی اثنار میں جاسوس خبر لائے کہ ابوسفیان نے حی بن اخطب کو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس بھیجکر یہود ان بنی قریظہ کو بھی جنکا مضبوط قلعہ شہر کے قریب تھا اور آنحضرت سے معاہدہ صلح کئے ہوئے تھے اپنے سے ملا لیا۔ فوج تھوڑی تھی اور تمام خندق کی حفاظت اُس سے دشوار تھی۔ بنی قریظہ کے بے ایمانی کے حملہ سے بچنا اور شہر میں امن قایم رکھنا جہاں اُن یہودیوں کے پوشیدہ ہمراز ضرور ہونگے بہت مشکل تھا۔ لہذا حضرت نے مشورہ کیا اور اُنکے حمایتیوں کو ہٹانا چاہا قوم غطفان اور فزارہ کے بہت سے لوگ قریش کے ہمراہ آئے تھے۔ آنحضرت نے اُنکے پاس کہلا بھیجا کہ اگر وہ قریش سے الگ ہو جائیں تو مدینہ میں ایک سال کے اندر جتنی کھجوریں پیدا ہونگی اُسکا ایک ثلث اُنکو دیا جاویگا۔ وہ راضی ہو گئے تھے لیکن انصار نے خصوصاً سعد بن معاذ نے کہا کہ ہماری میووں پر کبھی انکو جرأت نہ ہوگی جب ہم مسلمان نہ تھے اور مشل انکے کافر تھے۔ جب تو بنی غطفان بغیر دام دیے ہماری کھجوریں لے ہی نہ سکے اب تو ہم سچے دین پر ہیں اور آپ ہمارے

(بقیہ صفحہ ۱۰۸) حضرت ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا ہے کوئی مرد جو اس قوم کی طرف جائے اور خبر لائے خدا اُسکو ہماری ساتھ قیامت میں جگہ دیگا حضرت کے اس کلام پر کوئی نہ اُٹھا پھر حضرت نے اس کلام کا اعادہ کیا کسینے جواب نہ دیا آپنے فرمایا اے ابوبکرؓ۔ ابوبکرؓ نے کہا استغفر اللہ و رسولہ۔ حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو جاؤ۔ پھر فرمایا۔ اے عمرؓ تو بھی استغفر اللہ کہکر رہ گئے۔ تب آپنے فرمایا کہ اے حذیفہ تو ہمنے کہا لبیک اور حاضر ہے حالانکہ سردی کی شدت سے کانپ رہے تھے حضرت نے اپنے دست مبارک سے ہمارے سر اور چہرے پر مسح کیا۔ اور فرمایا جا کر اس قوم کی خبر لا اور کوئی نئی بات نکرنا۔ جبتک ہمارے پاس نہ پھر آؤ۔ پھر آپنے دعا دی۔ کہ خدایا اسکی حفاظت کر آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں بائیں فوق اور تحت سے جبتک یہ پھر آئے۔ حذیفہ کہتے ہیں ہم جب اُدھر روانہ ہوئے تو ایسی گرمی معلوم ہوتی تھی کہ گویا حمام میں جا رہے ہیں۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ خدا نے آندھی ایسی ہوا کو مسلط کیا ہے کہ خیمہ کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ جانور اُنکے بھاگ گئے برتن اُنکے اُلٹے ہیں کوئی چیز اُنکے پاس نہیں ہے سب کو ہوا نے تباہ کر دیا ہے۔ ابوسفیان کو دیکھا کہ آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا ہے ہمنے چاہا کہ ایک تیر سے قصہ طے کر دیں۔ مگر حضرت کا کلام یاد آیا جس سے تیر کو ہمنے پھر ترکش میں رکھ لیا۔ ایک شخص نے اُن کفار میں سے کہا کہیں کوئی جاسوس نہ ہو تو ہر شخص نے اپنے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا ہمنے بھی اپنے پاس کے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا کون ہے تو اُس نے کہا سبحان اللہ کیا نہیں پہچانتا کہ ہم فلاں شخص ہیں وہ قبیلہ ہوازن سے تھا، بعد اسکے ہم وہاں سے واپس آئے اور رسول اللہ سے سارا قصہ بیان کیا حضرت اسقدر ہنسے کہ اُس اندھیری رات میں آپکے دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضرت نے ہمکو اپنے قدم مبارک کے پاس سلایا اور اپنی ردائے مبارک ہمپر ڈالی ہم ساری سردی کے قدم مبارک سے اپنا شکم اور سینہ ملا رہے تھے صبحکہ خدا نے اُس لشکر کو ہزیمت دی ✣ ✣ ✣

سردار ہیں اب کوئی ہم دبنے والے ہیں قسم خدا کی اگر وہ ہماری کھجوروں پر دانت رکھتے ہیں تو تلوار سے لیں حضرت نے بھی اس رائے کو مان لیا اور بات گئی گذری ہوئی (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) +

خندق درمیان میں تھی کفار کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ ایک دم سے حملہ کرکے مسلمانوں کو کچلڈالیں لیکن پھر بھی کوئی دن لڑائی سے خالی نہ جاتا تھا۔ جہاں کفار نے خندق پھلانگنے کا قصد کیا اور مسلمانوں نے پتھر مارنے شروع کئے۔ بیس دن سے زیادہ یہی حال رہا۔ ایک روز کفار نے خندق کا ایک تنگ حصہ دریافت کرلیا۔ اور عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ و ضرار بن الخطاب و ہبیرہ بن ابی وہب و مرواس وغیرہ چند نامی جنگجو خندق سے گھوڑے کودا کر اس پار آگئے اور مبارز طلب کئے۔ لڑائی کی کیفیت دیکھنے کو ابوسفیان مع خالد بن ولید بہت سے آدمیوں کا پرا جائے ہوئے کھڑا تھا۔ عمرو بن عبدود بڑا ہی شجاع تھا ایک معرکہ میں اکیلے نے پچاس آدمیوں کو ہلاک کیا تھا۔ مسلمانوں میں سے کسی نے اُسکے مقابلہ کی ہمت نہ کی اور بروایت روضۃ الاحباب و حبیب السیر و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا وغیرہ اُن کی حالت کاتما[1] علی رؤسہم الطیر کی ہوگئی یعنی بالکل بجس و حرکت ہوگئی۔ آنحضرت نے تین مرتبہ اپنے اصحاب سے کہا کہ کون اسکے مقابلہ کو جاتا ہے۔ تینوں مرتبہ صرف حضرت علی ابن ابیطالب ہی بولے کہ یارسول اللہ اس سے میں لڑونگا دو دفعہ تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مگر تیسری مرتبہ حضرت بولے کہ اے علی یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی نے عرض کی کہ کچھ پروا نہیں میں ہی تو علی ابن ابی طالب ہوں۔ پس حضرت نے اپنی تلوار یعنے ذوالفقار علی کی کمر سے باندھی اپنی زرہ پہنائی۔ عمامہ اپنا اُنکے سر پر رکھا اور دُعا کی کہ بارالہا عبیدہ جنگ بدر میں مجھ سے جدا ہوئے حمزہ احد میں مارے گئے صرف ایک علی رہ گئے ہیں ایسا نہو کہ آج میں ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔ الغرض علی پیدل میدان میں آئے عمرو بن عبدود سے مقابلہ ہوا عمرو کی تلوار علی کی سپر کاٹتی ہوئی سر تک پہنچی۔ علی نے جو سنبھل کر ہاتھ مارا تو عمرو کا سر کئی قدم پر جاکر پڑا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی کی بڑی فکر تھی ہر ایک دست بدعا تھا دونوں میں سخت گتھم گتھا ہوئی دونوں گرد کے بادلوں میں چھپ گئے تھے۔ گرد میں ہاتھوں کی صفائی تو نظر نہ آئی لیکن حضرت علی کی تکبیر سنکر مسلمانوں نے کہا وہ مارا۔ عمرو مارا گیا اور بقیہ کفار سے لڑائی ہوئی طرفین سے چند آدمی مارے گئے۔ سعد ابن معاذ سخت زخمی ہوئے۔ آخر وہ کفار جو خندق پھلانگ کر آئے تھے بھاگے بھاگتے ہوئے نوفل کا گھوڑا خندق نہ پھلانگ سکا اور وہ خندق میں گرا۔ علی مرتضی نے خندق میں کود کر ایک ہاتھ مار کر دو کر دیے۔ پھر دشمنوں کا تعاقب کیا گیا۔ عکرمہ علی کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔ ضرار بن خطاب بن مرواس فہری حضرت علی کی صورت دیکھتے ہی بھاگا حضرت عمر خطاب نے بھاگتا دیکھکر سخت تعاقب کیا۔ ضرار پھر پڑا اور نیزہ کا وار کرنا چاہا پھر یہ کہکر کہ اگر میں نے یہ عہد نکیا ہوتا کہ کسی قریشی کو نہ مارونگا تو قتل کر ڈالتا ترک کیا اور سر پر چھوا کر کہا کہ نعمت مشکورہ ہی کہ میں نے تمپر ثابت کی جاؤ یاد رکھنا۔ احسان نہ بھولنا (روضۃ الاحباب و الخفاء و خمیس وغیرہ) عمرو کو مار کر حضرت علی نے اُسکے زرہ جو نہایت قیمتی تھی نہ اُتاری اور اُسکا سر لاکر آنحضرت کے قدموں میں ڈالدیا۔ اسوقت حضرت نے فرمایا للمبارزۃ علی الخ + ابن اثیر نے علی مرتضی اور عمرو بن عبدود کی لڑائی کو اسطرح بیان کیا ہے۔ عمرو بن عبدود جنگ خندق کے دن علم لئے ہوئے اپنا رتبہ دکھا بکو تزک و احتشام کے ساتھ نکلا جب وہ اور اُسکے ہمراہی میدان میں آکھڑے ہوئے تو پکار کر کہنے لگا کون شخص میرے مقابلہ کو نکلے گا یہ سنکر علی مرتضی میدان میں آئے۔

---

[1] گویا اُنکے سر پر پرندہ بیٹھا تھا۔ اونٹ کے سر میں جب چیچڑیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور کوا اُسکے سر پر بیٹھکر انہیں جنکر کھاتا ہے اُسے آرام آتا ہے اور وہ اس خوف سے سر نہیں ہلاتا کہ کہیں کوا اُڑ نہ جائے۔ وہ بالکل بجس و حرکت ہوجاتا ہے پس عرب بالکل بجس و حرکت رہنا کے موقع پر یہ محاورہ بولتے ہیں [2] عمرو نے دیکھکر کہا کہ تم ابھی حدیث السن ہو تم ابھی اس قابل نہیں کہ مردان مرد کے سامنے میدان میں آؤ اُلٹے پھر جاؤ۔ الخ

یا عکرمہ کیوں نہیں آتے جو تجھ سے بڑے ہیں وہ آئیں (روضۃ الصفا)

اور کہا عمرو تونے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر قریش کا کوئی آدمی دو باتوں میں سے کسی ایک کی درخواست کریگا تو اُسکو ضرور مان لوگا۔ عمرو نے کہا ہاں بیشک میرا یہی عہد ہے علی مرتضی نے کہا کہ میں تمہیں خدا اور اُسکے پیغمبر اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں عمرو نے کہا مجھے اسکی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ تب علی مرتضی نے کہا کہ میں تجھے میدان میں اُترنے کے واسطے بلاتا ہوں۔ تب عمرو نے کہا مجھے تمہارا قتل کرنا پسند نہیں ہے۔ علی مرتضے نے کہا قسم بخدا میں تو تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ اسپر عمرو کو جوش آیا اور گھوڑے سے اُتر کر کھڑا ہوا اور اُسکی کونچیں کاٹ ڈالیں اور منہ زخمی کر دیا اور علی مرتضی کی طرف متوجہ ہوا دونوں میں خوب لڑائی ہوئی۔ آخرکار علی مرتضی نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُسکے ہمراہی شکست کھا کر خندق سے بھاگتے ہوئے نکل گئے + اسی طرح مسلمانوں اور کفار میں کئی مرتبہ مقابلہ ہوا۔ اور گو کہ مسلمانوں ہی کا بول بالا رہا مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ کفار محاصرہ کئے رہے۔ اتنے میں خبر آئی کہ کفار مدینہ پر حملہ کرینگے اسلئے کچھ لوگ میدان جنگ سے مدینہ کی حفاظت کو بھی گئے مسلمانوں کی عورتیں مدینہ کے قلعوں میں پناہ گیر تھیں۔ خندق کی لڑائی مسلمانوں کے لئے سخت مصیبت تھی ۔ جب لڑائی ہو رہی تھی ایک شخص قوم غطفان کا جس کا نام نعیم بن مسعود تھا مخفی طور پر مسلمان ہو گیا اور آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اگر اجازت ہو تو ہم کفار میں جسپر ہمارا اسلام ظاہر نہیں ہے کچھ ڈالدیں حضرت نے فرمایا الحرب خدعۃ کچھ مضایقہ نہیں۔ پس نعیم بنی قریظہ کے پاس آیا اور اُن سے اپنی خیرخواہی ظاہر کرکے کہا کہ ہم تم یہود ہیں اور کفار قریش بت پرست ہیں ہمکو اُن سے کچھ ہمدردی ہے تو صرف محمدؐ کی عداوت کی وجہ سے لیکن ایسا نہ ہو کہ قریش کل کو چلے جائیں اور پھر اُنکے مددگار بھی اپنے اپنے مقاموں پر منتشر ہو جائیں اور صحابہ محمدؐ اور باشندگان مدینہ تم لوگوں سے بدلہ لیں۔ اور مجھکو مستحکم ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ قریش محمد سے ملگئے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم کچھ سردار قریش کے بطور ضمانت کے طلب کرو تاکہ کفار تمہاری حمایت سے کبھی دست بردار نہوں پھر قریش اور بنی غطفان کے پاس جاکر یوں کہا کہ بنی قریظہ محمد سے مل گئے ہیں اور تمہارے سرداروں کو گرفتار کرکے محمد کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں ۔

پس ابوسفیان نے جمعہ کی شام کو بنی قریظہ کے پاس امتحاناً کہلا بھیجا کہ ہم لوگ کل شنبہ کو مسلمانوں پر دھاوا کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم بھی تیار رہو اُنہوں نے جواب دیا کہ شنبہ کو ہم لوگ تو کوئی کام نہیں کرتے۔ یوم السبت ہی۔ ہاں اسکے بعد ہم ضرور شریک ہیں۔ لیکن اس شرط سے کہ تم چند سرداروں کو ہمارے پاس بطور ضمانت کے بھیجدو۔ کہ وہ ہماری حراست میں رہیں۔ تاکہ تم ہماری حمایت سے کبھی دست کش نہ ہوسکو۔ اب قریش اور بنی غطفان کو نعیم کے قول کی تصدیق ہو گئی اور اس اندیشہ سے حملہ سے باز رہے کہ مبادا بنی قریظہ پیچھے سے آپڑیں +

اتفاقاً اُسی رات کو آندھی آئی اور وہ بھی صحرا کی طرف سے نہایت سخت سردی کے ساتھ۔ مینہ بھی برسا خیمہ اُکھڑ گئے کمپ کی آگیں بجھ گئیں۔ کفار میں شور مچگیا۔ کہ محمدؐ نے جادو سے یہ طوفان برپا کیا ہے اور اب فوج لیکر حملہ کرتا ہے۔ اُنمیں بڑا اضطراب اور ہلچل مچگئی۔ ابوسفیان کا جی چھوٹ گیا۔ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور بازگشت کا حکم دیدیا کچھ رات رہے دشمن کی فوج میں سے قریشی مکہ کیطرف اور اُنکے مددگار اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے مسلمان یہ خبر سنکر مسرور ہوئے اور ایک طور پر خود کو فتحیاب سمجھے اور پھر خوشی خوشی مدینہ واپس آئے ۔

لہ حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب میں تین باتیں لکھی ہیں تیسرے یہ کہ اُٹھا پھر جا اپنے شہر کو۔ کہا یہ عار اور بدنامی گوارا نہیں کرسکتا۔ قریش کی عورتیں بھی ایسا نہیں کرسکتیں لہ کیونکہ میری تیری باب ہے دوستی اور محبت تھی (حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا
سہ عمرو نے تلوار کا وار کیا علی نے سپر پر روکا۔ مگر تلوار سپر کو کاٹکر سر پر بیٹھی اُسوقت شاہ ولایت پناہ نے ضرب ذوالفقار سے اُسکو دو ٹکڑے کر ڈالا (حبیب السیر) سہ جنگ میں داؤں گھات جائز ہے + +

حذیفہ اسی رات کو دشمن کی خبر لینے کے واسطے بھیجے گئے تھے +

ایرونگ لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے غم وغصہ کی حالت میں آنحضرت صلعم کو لکھا اور ملامت کی کہ یہ کیا بزدلی ہے کہ کھائی کے پیچھے سے لڑے اور یہ وہ چیز ہے کہ عرب لوگ جنگ میں اس سے واقف نہیں۔ یہ بھی لکھا کہ آیندہ کبھی بدلہ اونگا۔ جب جنگ احد کی طرح کھلے میدان میں مقابلہ ہوگا۔ آنحضرت نے جواب میں لکھا میدان میں آجا۔ اور پیشین گوئی کی کہ عنقریب وہ دن آتا ہے کہ قریشیوں کے بتوں کو پارہ پارہ کرتا ہوں +

صاحب روضۃ الاحباب وصاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں خاصکر حیدر کرار صاحب ذوالفقار علی مرتضی سے وہ مبارزت اور مقاتلت واقع ہوئی کہ حد قیاس اور احاطہ عقل سے باہر ہے۔ جیسا کہ اخبار میں وارد ہوا ہے کہ لمبارزۃ علی ابن ابیطالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ (تحقیق جنگ کرنا خندق کی لڑائی میں علی بن ابیطالب کا افضل ہے میری اُمت کے اعمال نیک سے روز قیامت تک)۔ مؤلف کہتا ہے ایک روایت میں بجائے اعمال اُمتی کے من عبادۃ الثقلین (جن وانس کی عبادت سے) واقع ہوا ہے۔ اور بعض روایت میں بجائے لمبارزۃ علی کے لضربۃ علی وارد ہوا ہے۔ اور صاحب سیرۃ المحمدیہ وحیوٰۃ الحیوان ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیرؑ عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ یعنے پورا ایمان پوری کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے (حیوٰۃ الحیوان لغت حیدر) +

صاحب حبیب السیر نے عمرو بن عبدود کے مارے جانیکا حال لکھکر یہ شعر لکھے ہیں ؎ زتیغ علی عمرو چوں کشتہ گشت۔ فلک نامۂ دولتش درنوشت + رسول خدا گفت از یکدلی۔ کہ در روز خندق مصاف علی + بہ از ہر عمل کاندریں روزگار۔ کنند اہل دیں تا بروز شمار + اور کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اُس مجلس میں اُٹھکر حضرت علی کے سر کو چوم لیا۔ معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اُٹھکر علیؑ کا سر چوم لیا اور عبداللہ بن مسعود نے پڑھا کفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیما۔ ثبوت کو پہنچا ہے کہ عمرو بن عبدود کے مارے جانیسے اہل اسلام کی کمر مضبوط ہوگئی اور ارباب ضلال کے دل چھوٹ گئے +

(۶۳) غزوہ بنی قریظہ ذیقعدہ ۵ھ ابوالفدا لکھتا ہے اور صاحب حبیب السیر اور دیگر مورخین واہل سیر نے بھی لکھا ہے کہ جس روز آپ جنگ خندق سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ میں تشریف لائے مسلمان اپنے اپنے ہتھیار کھولکر بیٹھے یہانتک کہ ظہر کا وقت آیا۔ اُسیوقت حضرت جبرئیل پیغمبر خدا کے پاس آئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ خدا تعالی نے حکم دیا ہے کہ بنی قریظہ سے جاکر لڑو پس حضرت نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جبتک بنی قریظہ کے پاس نہ پہنچیں نماز عصر نہ پڑھیں اور حضرت علی کو علم دیکر روانہ کیا اور وہ بنی قریظہ کے ایک کنوئیں پر جاکر اُتری پیچھے سے آنحضرت تین ہزار آدمی کے ساتھ جا پہنچے ۲۵ روز تک مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا آخر وہ ڈرکر قلعہ سے باہر نکل آئے اور گرفتار ہوئے۔ قبیلہ اوس بنی قریظہ کا دوست تھا لہذا بنی اوس نے آنحضرت سے درخواست کی کہ جس طرح بنی خزرج کی سفارش سے حضور نے بنی قینقاع کی جاں بخشی فرمائی تھی اسیطرح ہمارے کہنے سے اس قبیلہ کی جاں بخشی فرمائیے۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو سعد ابن معاذ کو حکم بنادیں جو وہ کہے اُسکی تعمیل ہم بھی کریں تم بھی کرو۔ یہ شخص چونکہ قبیلہ اوس کا سردار تھا اور اُس قبیلہ کی آدمی اس قبیلہ سے بہت محبت رکھتے تھے فوراً سب نے منظور کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سعد بن معاذ اُنکی مخلصی میں سعی کریگا۔ حکم ہوا کہ سعد بن معاذ کو بلاؤ۔ سعد کی رگ ہوت اندام میں ایک گہرا زخم جنگ خندق میں آیا تھا پیدل نہ آسکے اُنکو ایک دراز گوش پر سہارا دیکر لائے۔ جب سعد حاضر دربار ہوئے حضرت نے اُنکی سب سے تعظیم کرائی

سعد کی کنیت ابو عمر تھی۔ بنی قریظہ نے کہا کہ اے ابو عمر رسول اللہ نے آپ کو ہماری اوپر حکم مقرر کیا ہے آپ ہمارے واسطے جو حکم دیں وہ عمل میں آئے۔ سعد نے کہا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ مردوں کو مار ڈالو اور بچوں عورتوں اور لونڈیوں کو انکی گرفتار کرلو اور مال انکا سب آپس میں بانٹ لو۔ آنحضرت نے اس فیصلہ کو پسند فرمایا پس انصار نے پہلے ان لوگوں سے گڑھے کھدوائے بعد ازاں علی اور زبیر اُنکے قتل پر مامور ہوئے۔ اُنہوں نے سب کی گردنیں کاٹکر اُن گڑھوں میں لاشیں ڈالکر اوپر سے مٹی ڈالدی۔ یہ تخمیناً سو آدمی تھے جو مارے گئے۔ انمیں کعب بن اسد اور حی بن اخطب بھی تھا۔ بعد ازاں اُنکی عورتوں بچوں لونڈیوں اور مالوں میں سے پانچواں حصہ خمس کا نکالکر باقی صحابہ میں تقسیم کردیا اور اُنکے مکان مہاجرین کے رہنے کو دیدیے گئے انصار نے بخوشی منظور کیا اُنمیں سے ریحانہ بنت عمرو کو حضرت نے اپنے واسطے رکھا۔ اور جو تا وفات پیغمبر خدا آنحضرت کی ملکیت میں رہی۔ بنی قریظہ کے مقتول ہونیکے بعد سعد بن معاذ کا بھی زخم پھٹ گیا وہ بھی راہی دار البقا ہوئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ جنگ خندق میں کل چھ آدمی شریک ہوئے تھے۔ جن میں یہ سعد بن معاذ بھی شامل ہیں اس وقت انکی عمر ۳۷ سال کی تھی جسیم بلند بالا تھے۔ مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے تمام قبیلہ بنی عبد الاشہل کے مرد عورت بچوں سب کو ایک دن میں مسلمان کیا تھا +

(۶۴) سریہ سیف البحر ذیحجہ ۸ھ جیسا کہ ابن سعد قصی سے نقل کیا ہے کہ اسی سال ینبع میں آنحضرت نے ابو عبیدہ بن جراح کو تین سو آدمیوں کے ساتھ سیف البحر کیطرف بھیجا تھا۔ توشۂ سفر صرف ایک بنان کھجوریں تھیں۔ اوائل سفر میں ہر شخص ایک کھجور روز کھاتا تھا پھر وہی کچھ حصہ میں آنے لگی۔ اسی اثنا میں خدا نے ایک اتنی بڑی مچھلی کنارہ پر بھیجی کہ ایک ماہ تک اُسکا گوشت سب نے کھایا۔ کہتے ہیں کہ وہ اتنی بڑی تھی کہ جابر بن عبد اللہ انصاری اونٹ پر سوار اُسکی ایک پسلی کے نیچے سے نکل گئے۔ واقدی سے روایت ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ نے کہا کہ کوئی ایسا ہے جو اونٹ ہماری ہاتھ خرما کے بدلہ بیچے اور خرما مدینہ میں جاکر لے۔ حضرت عمر نے یہ سنکر کہا کہ دیکھتے ہو یہ مرد اپنے باپ کے مال پر ہاتھ دراز کرتا ہے اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ قیس متغیر ہوکر کہا میرا باپ پیادوں کو سوار اور بھوکوں کو سیر کرتا ہے کیا وہ اس قرض کو ادا نہ کریگا جو میں مجاہدان راہ خدا کے لئے کرتا ہوں پس قبیلہ جہینہ کے ایک مرد نے دو وسق[1] (بوجھ اونٹ کے) خرما کی عوض ۱۵ اونٹ قیس کے ہاتھ فروخت کئے۔ قیس ایک اونٹ روز ذبح کرکے اُن تین سو آدمیوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ دو اونٹ باقی رہ گئے تھے کہ وہ ماہی عظیم خدا نے بھیجی۔ پھر ابو عبیدہ نے اُن بقیہ اونٹوں کو ذبح نہ کرنے دیا۔ مدینہ پہنچے تو سعد بن عبادہ نے بیٹے کی بڑی تحسین کی اور ایک نخلستان اُسکو دیا جس سے ہر سال پچاس وسق خرما حاصل ہوتا تھا۔ اور اونٹوں کی قیمت جہینی کو پہنچائی اُسے کپڑے بھی پہنائے جب کیفیت واقعہ سے حضور صلعم کو اطلاع ہوئی قیس کی نسبت فرمایا کہ وہ فیاض خاندان سے ہے۔

(۶۵) مختلف واقعات (۱) جب حضرت غزوہ دومۃ الجندل پر تشریف لیگئے تھے پیچھے مدینہ میں سعد بن عبادہ کی والدہ عمرہ بنت مسعود نے وفات پائی (۲) ماہ جمادی الآخر میں چاند گرہن ہوا اور حضرت نے نماز گرہن پڑھی (۳) اسی سال قریش بہت تنگ ہوئے حضرت نے تالیف قلوب کی غرض سے چاندی سے مدد دی (۴) کئی قبیلے عرب کے حضرت کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے (۵) اسی سال زید بن حارثہ نے اپنی بیوی زینب[2] بنت جحش کو طلاق دیدی۔ اور ذیقعدہ میں آنحضرت نے اُن سے نکاح کرلیا (۶) جس شب زینب بنت جحش سے زفاف واقع ہوا اُسی شب کو آیہ حجاب نازل ہوئی (۷) صاحب تاریخ الخمیس کہتے ہیں کہ اسی سال حج خدا تعالیٰ نے فرض کیا مگر

[1] تاریخ الخمیس اور کامل ابن اثیر میں اسکو غزوۂ الخبط لکھا ہے کیونکہ وہیں صحابہ کی حالت پے ہوئے تھے کھانے پر پہنچی تھی یہ غزوہ رجب ۸ھ میں لکھا ہے پہلے ایک مٹھی کھجوریں ملتی تھیں پھر ایک ایک ملنے لگی۔ مچھلی وغیرہ کا سجل اسپطح لکھا ہے صاحب تاریخ الخمیس نے رجب ۸ھ یا شہ قبل صلح حدیبیہ لکھا ہے [2] وسق = ۶۰ صاع اور صاع = ۴۰۰ درہم اور درہم = تقریباً ساڑھے تین ماشہ۔ نیز صاع = ۴ مد = ۳ سیر یونان انگریزی

[2] آنحضرت کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں + +

آنحضرت نے ۹ھ تک حج نہیں کیا ۱۰ھ میں حج کیا۔ حالانکہ کوئی مانع نہ تھا۔ اہل سیر کو سالِ فرض حج میں اختلاف ہی بعض نے ۸ھ ہجری بعض نے ۶ھ بعض نے ۷ھ بعض نے ۸ھ اور بعض نے ۹ھ ہجری میں حج کا فرض ہونا لکھا ہے قاضی عیاض نے ۹ھ ہجری کو صحیح بتایا ہے +

۶ھ مطابق ۶۲۷ عیسوی

(۶۶) غزوہ بنی لحیان ربیع الاول ۶ھ — ربیع سے کچھ لوگ مدینہ میں آکر بظاہر مسلمان ہوئے اور چھ مسلمان ارکان دین سکھانیکو اُنکے ہمراہ بھیجے گئے وہ گھر پہنچکر اُن سے لڑے اور اُنمیں سے اکثروں کو مار ڈالا۔ قصاص کے لئے آنحضرت نے ربیع کے باشندوں بنی لحیان پر چڑھائی کی مگر وہ لوگ مقابلہ میں نہ آئے بھاگ گئے اور حضرت نے ۱۴ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ کو مراجعت کی

(۶۷) غزوہ غابہ[1] یا غزوۂ ذی قرد ربیع الاول ۶ھ — عیینہ بن حصین فزاری نے آنحضرت کی دودھ دیتی ہوئی اونٹنیاں جنگل میں سے پکڑ لی تھیں۔ رسول خدا صلعم نے بارادۂ جہاد مدینہ سے کوچ کیا۔ ۱۴ ربیع الاول کو ذی قرد کے پاس پہنچے جو مدینہ سے خیبر کی راہ پر دو رات کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ لیکن جب وہ اونٹنیاں واپس مل گئیں تو حضرت نے مراجعت کی۔

نوٹ بعض مورخین و اہل سیر نے جنگ بنی مصطلق اور افک عائشہ کا قصہ بھی اسی سال میں لکھا ہے اور غزوہ ذات الرقاع بعض نے اسی سنہ میں لکھا ہے + اسی سال آنحضرت نے کئی اصحاب کو تھوڑی تھوڑی فوج دیکر جدا جدا مدینہ کے قرب وجوار میں جہاد پر روانہ کیا مگر کوئی مشہور یا دلچسپ واقعہ ظہور میں نہیں آیا +

(۶۸) سریہ عیص جمادی الاول ۶ھ ہجری — حضرت نبی کو خبر ملی کہ قریش کچھ مال لیکر شام کی طرف جاتے ہیں۔ حضرت نے زید بن حارثہ کو اُنپر روانہ کیا۔ مقام عیص[2] پر قافلہ قریش ملا۔ مسلمانوں نے مال لوٹ لیا اور اہل کاروان کو گرفتار کر لیا۔ اسیروں میں زینب بنت رسول کا شوہر ابوالعاص بھی تھا۔ زینب نے اُسکو اپنے جوار میں لیلیا۔ حضرت نے منظور کیا اور اُسکا مال واپس کر دیا۔ طبری لکھتا ہے کہ ابوالعاص نے مکہ میں آکر لوگونکا مال حوالہ کیا (اور ۸ھ میں) مسلمان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت نے نکاح اول ہی پر زینب کو ابوالعاص کے حوالہ کر دیا +

(۶۹) سریہ دومۃ الجندل۔ شعبان ۶ھ — آنحضرت نے عبدالرحمن بن عوف کو دعوت اسلام کے لئے بنی کلب کے پاس دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اُنکا سردار اصبغ بن عمر کلبی عیسائی مذہب چھوڑکر مسلمان ہوا۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ تماضر بنت اصبغ سے عبدالرحمن نے نکاح کیا جس کے بطن سے ابوسلمہ فقیہ پیدا ہوا

(۷۰) غزوہ فدک۔ شعبان ۶ھ — خبر آئی کہ بنو بکر بن سعد خیبر کے یہودیوں کے ساتھ سازش کرکے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت علی سو آدمیوں کے ساتھ اُنکی سرکوبی کو روانہ کئے گئے۔ فدک پر دشمنوں کو شکست ہوئی اور مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے +

(۷۱) سریہ وادی القری۔ جمادی الآخر ۶ھ ہجری — زید بن حارثہ نے بہت سا مال تجارت لیکر شام کا سفر کیا۔ وادی القریٰ کے قریب پہنچے تو بنی فزارہ نے لوٹ لیا اور کچھ ساتھی اُنکے شہید ہوئے۔ زید ہزیمت پاکر مدینہ آئے اور کافی مدد لیکر مقابلہ کو گئے فتحیاب واپس آئے اور دشمنونکی عورتیں گرفتار کرتے لائے +

(۷۲) سریہ عرنیہ۔ جمادی الآخر یا شوال یا ذیقعدہ ۶ھ — عرنیہ مدینہ کے پاس ایک میدان ہے وہاں ایک باغ میں کچھ بدمعاش رہتے تھے اُنمیں سے ۸ مدینہ میں آکر مسلمان ہوئے۔ چونکہ مدینہ کی آب و ہوا اُنکو موافق نہیں آئی حضرت نے قبا کے پہاڑوں پر جہاں اونٹوں کی چراہ گاہ تھی اُنکو بھیجدیا۔ وہاں دودھ پی پیکر جب وہ تندرست اور توانا ہوگئے تو بدبختی

[1] مدینہ سے ۳ میل شام کی طرف [2] مدینہ سے ۴ میل پر + +

نے زور کیا اور آنحضرت کے غلام یسار کو ہلاک کرکے اونٹوں کو ہنکا لیچلے۔ مدینہ میں خبر آئی تو مسلمان دوڑ پڑے اور راستہ ہی میں اُن چوروں کو گرفتار کرلیا +

(۷۳) عزوہ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ ہجری | حضرت نے خواب میں دیکھا کہ اصحاب کے ساتھ حج کررہا ہوں۔ صبح کوچ کا ارادہ کیا ذیقعدہ کا مہینہ تھا جسمیں علاقہ حرم میں دشمنوں کو بھی لڑنا منع ہے۔ کچھ تو زیارت کعبہ کا شوق کچھ وطن میں جانے کی خوشی اکثر مہاجر اور اُنکے ساتھ انصار بھی سامان سفر میں مشغول ہوئے۔ یکم ذیقعدہ کو ۱۴۔ ۱۵ سو مسلمان آنحضرت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ۷۰ اونٹ قربانی کے واسطے ساتھ لئے گئے قریش کو خبر ہوئی۔ وہ مزاحمت کے لئے آمادہ ہوئے۔ آنحضرت کو قریش کی مزاحمت کا حال معلوم ہوا تو مکہ سے ایک منزل پر چاہ حدیبیہ کے پاس ٹھیر گئے۔ یہاں سے ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ ایک ایلچی قریش کا عروہ بن مسعود ثقفی جو اہل طائف کا سردار تھا آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اسکے سال قریش نے لڑائی کا بڑا سامان کیا ہے۔ آپ مکہ میں تشریف نہ لیجائیں اثنائے گفتگو میں عروہ کا ہاتھ حضرت کی ڈاڑھی کو لگ گیا ایک صحابی نے عروہ کے ہاتھ پر چمڑہ مار کر ہٹایا اور کہا یہ کیا گستاخی ہے۔ علاوہ اسکے عروہ کو بڑا تعجب ہوا جب اُس نے دیکھا کہ اصحاب آنحضرت کی اسقدر عزت کرتے ہیں کہ ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر کی بھی اتنی تعظیم اُنکی رعیت نہیں کرتی۔ بروایت ابرونگ جب آپ وضو کرتے آب وضو اصحاب تبرک کرلینے تھوکتے تھوک اُٹھا لیتے کوئی بال جھڑتا یا ناخن کترا جاتا تبرک کرکے اُٹھا لیتے۔ گبن نے ٹھیک لکھا ہے کہ جوش کی دلی حرارت درباروں کی رسمی اور بے دلی کی غلامی کی نسبت زیادہ زور اور سچائی کے ساتھ کام کرتی ہے۔ عروہ نے کمال حیرت کے ساتھ قریش میں واپس آکر یہ حال بیان کیا[۱] +

بروایت ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب و حبیب السیر۔ عروہ کی واپسی کے بعد آنحضرت نے جناب عمر خطاب کو بلا کر کہا کہ تم قریش کے پاس جاکر کہو کہ رسول اللہ تم سے لڑنیکو نہیں بلکہ صرف حج کے ارادہ سے آئے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ یارسول اللہ قریش میرے دشمن ہیں مجھکو اپنی جان کا خوف ہے کہ میرا کوئی حامی نہیں ہے۔ اگر عثمان کو بھیجئے تو بہتر ہوگا کیونکہ قریش اُنکو عزیز رکھتے ہیں۔ پس حضرت نے عثمان بن عفان کو ابوسفیان اور شرفائے قریش کے پاس روانہ فرمایا اور کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صرف حج کرنے آئے ہیں لڑنے نہیں آئے ہیں۔ قریش نے عثمان کی بڑی خاطرداری کی۔ (کیونکہ آپ بھی ابوسفیان کے رشتہ کے بھتیجے بنی اُمیہ ہی سے تھے) اور کہا کہ اے عثمان اگر تیرا ارادہ حج کرنیکا ہے تو بیشک طواف کرجا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں بغیر رسول اللہ کے کس طرح طواف کروں۔ قریش نے خفا ہوکر حضرت عثمان کو گرفتار کرلیا۔ اور بروایت مستقصی لشکر اسلام کے دس آدمی جو مکہ میں ہی تھے قید ہوئے۔ عثمان کے واپس آنیمیں دیر ہوئی تو مشہور ہوگیا کہ عثمان کو قریش نے شہید کرڈالا اُسوقت پیغمبر خدا نے ارشاد کیا کہ اب بدون لڑائی اور قتل کفار کے ہم مراجعت نہیں کرینگے۔ یہ فرماکر حکم بیعت کا دیا (ابوالفدا و حبیب السیر) +

---

[۱] ابن اثیر۔ صاحب ازالۃ الخفاء و صاحب مدارج النبوۃ اور صاحب معارج وغیرہ نے لکھا ہے کہ عروہ نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ آپ ان چند اوباشوں کے گنڈوں پر ہیں جو کہ آپکے گرد و پیش ہیں اگر آپ نے ایسا کیا کہ قتال کی تو میں اُن لوگوں کے منہ دیکھ رہا ہوں جو لڑائی کے وقت بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دینگے۔ حضرت ابوبکر نے یہ کلام سنکر عروہ کو گالی دی اور اُسکے بتوں کی اہانت کی اور کہا چل نامرد ابھی راستہ لے کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ ہم لڑائی کے وقت بھاگ جائینگے اور آپ کو تنہا چھوڑ جائینگے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں کہا ابوبکر صدیق۔ عروہ نے کہا اگر آپ کا بھیجا ہوا احسان نہ ہوتا اور مینے آپکو اُسکا بدلہ دیدیا ہوتا تو میں آپ کو اسکا ضرور جواب دیتا اور اسکی سزا دیتا۔ صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں حضرت ابوبکر نے عروہ کے ساتھ ایک احسان کیا تھا جسکا بدلہ اُسنے ابتک نہیں اُتارا تھا +

بروایت ابن اثیر وغیرہ یہ بیعت جسکو بیعت الرضوان کہتے ہیں ایک کیکر کے درخت کے نیچے اسبات پر ہوئی کہ تمام صحابہ نے اقرار کیا کہ ہم اپنی جان دینگے کفار کو ماریں گے خود مرجائیں گے مگر اس مقام سے ہرگز نہ ٹلیں گے۔ جابر نے کہا ہے کہ ہمنے یہ بیعت صرف اسواسطے کی تہی کہ بہاگیں گے نہیں اور کبھی لڑائی سے منہ نہ موڑیں گے۔ بموجب ارشاد پیغمبر خدا کے سب لوگوں نے حضرت سے سوائے جد بن قیس کے کہ وہ اپنی اونٹنی کے نیچے چھپ رہا تہا سامنے نہیں ہوا تھا بیعت مرتضیٰ کی اور بیعت کرنیوالے اصحاب شجرہ کے نام سے مشہور ہیں انکی تعداد طبری نے ۱۴ سو یا ۱۵ سو لکھی ہے اکثر نے ۱۴ سو کی روایت لکھی ہے (حبیب السیر) اس بیعت میں چونکہ حضرت عثمان حاضر نہ تہے اسلئے حضرت نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر اُنکی طرف سے بہی بیعت کرلی تہی۔ جب صحابہ مرنے پر تیار ہوگئے۔ اُسوقت یہ خبر آئی کہ عثمانؓ مقتول نہیں ہوئے بلکہ قریش نے قید کر رکھا ہے (ابو الفدا) + اسی اثناء میں سہیل بن عمرو کو قریش نے صلح کے واسطے رسول صلعم کی خدمت میں بہیجا اور عثمان بہی سہیل کے ساتھ آئے۔ حضرت نے مان لیا اور صلح ہوگئی۔ اُسوقت حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی کہ یارسول اللہ یا تو آپ خدا کے رسول نہیں ہیں یا ہم لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کسطرح۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ آپ دین اسلام کی کیوں عزت کھوتے ہیں ان لوگوں سے لڑنا ہی مناسب ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا کہ میں ایک بندہ خدا کا ہوں اور رسول اُسکا ہوں میں ہرگز اُسکے حکم کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ مجہکو تباہ اور ضایع نکریگا۔ بعدازاں حضرت علی کو ارشاد کیا کہ اے علی ایک صلح نامہ تحریر کرو اس طور پر کہ اول میں اُسکے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔ سہیل نے کہا کہ ہم یہ نہیں جانتے بسمک اللہم لکھو جو قریش لکھتے ہیں۔ آپنے ارشاد کیا کہ اچہا یہی لکھو۔ جب یہ لکھہ چکے اُسوقت فرمایا کہ اے علی یہ لکھو کہ یہ صلحنامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے قریش سے کیا۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول جانتے تو آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیئے حضرت نے یہ بہی منظور کیا (ابو الفدا) اور بروایت صاحب تذکرۃ الکرام و حبیب السیر حضرت علی سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو محو کرکے محمد بن عبداللہ لکھدو۔ حضرت علی نے (بفرط ادب) فرمایا کہ یہ کام ہمسے نہیں ہوسکتا کہ وصف رسالت کو محو کردیں اُسپر حضور صلعم نے خود محو کردیا۔ اور اُسکی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوادیا۔ معارج النبوۃ و شواہد النبوۃ و مدارج و تاریخ الخمیس و تاریخ الکامل حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ اسکے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تمکو بہی ایک وقت بہی دن پیش آنیوالا ہے (چنانچہ جب جنگ صفین کے بعد صلحنامہ لکھنے لگے کہ یہ عہدنامہ ہے امیرالمومنین علی کا معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ تو معاویہ کی طرف سے عمرو عاص نے کہا کہ لفظ امیرالمومنین کو محو کرو اور اُسکے بدلہ علی ابن ابیطالب لکھو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ سچ کہا تہا رسول اللہ صلعم نے اور عمرو عاص کے کہنے کے بموجب منظور کیا) بعد اسکے صلحنامہ حدیبیہ میں یہ شرایط لکہی گئیں +

(۱) دس برس صلح کی میعاد رہے گی۔ اس اثناء میں ایک فریق دوسرے کی جان یا مال سے تعرض نہ کریگا (۲) جو لوگ

لہ صاحب تذکرہ الکرام لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے سبکا ہاتھ ایک ایک کرکے پکڑا اور اسیطرح بیعت لی۔ حضرات صوفیہ میں اسی بیعت کی بنیاد ہے۔ حضرات صوفیہ کی اصل اصحاب صفہ ہیں جو ۷۰ آدمی مجرد محض تہے۔ سوائے یاد الٰہی اور جہاد اسلام کے اُنکو دوسرا کام نہ تھا۔ انکی اہل و عیال نہ تہے اور اُنکا کہانا کپڑا حضور صلعم کے متعلق تھا۔ اور ایک مکان میں رہتے تہے جسکو صفہ کہتے ہیں۔ یہیں سے خانقاہ کی اصل ہے۔

لہ اثنائے طریق یا بری ثنیہ کا میں لکھا ہے کہ سہیل بن عمرو وغیرہ وکلاء قریش جسوقت عہدنامہ میں رسول کو رسول لکھنے سے انکار کررہے تہے سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا تو رسول لکھو یا تلوار فیصلہ کریگی (الکرام) سہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ کہکر علی ہاتھ قبضہ شمشیر پر لیگئے اور امتناع کرتا ہد اللہ الغالب کا لفظ رسول اللہ کے محو کرنے سے ترک امتثال سے نہ تہا کہ یہ بات مستلزم ترک ادب ہو بلکہ عین امتثال یعنے فرمانبرداری اور ادب ہے اور ناشی ہر نہایت عشق و ادب سے +

ہم عہد فریقین کے ہونگے وہ بھی اس معاہدہ میں شامل سمجھے جائیں گے (۳) اس سال اہل اسلام عمرہ نہیں کرنے پائیں گے (۴) مسلمان سال آیندہ سے عمرہ کر سکتے ہیں (۵) جب مسلمان عمرہ کے واسطے آویں کوئی ہتیار سوائے تلوار کے نہ لاویں کہ وہ بھی میان میں ہو (۶) تین روز سے زیادہ حرم میں نہ ٹھیرا کریں (۷) اگر قریش کا کوئی مفرد مسلمان ہوکر اہل اسلام میں چلا جائے تو مسلمان اُسے واپس کر دیں (۸) اگر مسلمانوں کا کوئی فراری مرتد ہوکر قریش میں جاملے تو وہ واپس نہ کریں (تذکرۃ الکرام و کامل ابن اثیر) معاہدہ لکھا گیا اور اُسپر طرفین کی گواہیاں ہوگئیں + اصحاب رسول اللہ یہ جانتے تھے کہ اسی سال مکہ ضرور فتح ہوگا کیونکہ رسول مقبول نے حج کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ جبکہ اُنہوں نے اسکے خلاف دیکھا کہ صلح ہوگئی اور رسول اللہ نے مراجعت فرمائی تو صحابہ کے دلمیں (غدغہ عظیم لاحق ہوا قریب تھا کہ وہ لوگ ہلاک ہوجائیں یعنی دین سے جاتے رہیں (ابو الفدا و ابن اثیر) تذکرۃ الکرام و حبیب السیر میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ تو فرماتے تھے کہ ہم عمرہ بھی کرینگے حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کرینگے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ بعض اہل اسلام کے دل میں شیطان رجیم نے ایسے شبہے ڈالے جو اُنکے صدق و یقین کے مناسب نہ تھے۔ اور بروایت صاحب روضۃ الاحباب حضرت عمر فرماتے ہیں کہ (غدغہ عظیم اُس روز میرے دل میں پیدا ہوا و ما شککت فی نبوۃ محمد کشکی یوم الحدیبیہ جیسا شک مجھکو آنحضرت کی نبوت میں صلح حدیبیہ کے دن ہوا اتنا شک مجھے کبھی پہلے نہیں ہوا تھا۔ پھر وہی سوال و جواب جو اوپر لکھے گئے آنحضرت سے کرکے حضرت عمر فرماتے ہیں میں مخزون و ملول حضرت کی مجلس سے اُٹھکر حضرت ابوبکر کے پاس آیا۔ اور اُن سے وہی باتیں کہیں اُنہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ جو آنحضرت نے دیا تھا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ صدیق نے کہا کہ اے عمر جا اور آنحضرت کی پیروی اختیار کر اور کوئی اعتراض نہ کر کہ وہ فرستادۂ خدا ہے جو کچھ کرتا ہے وحی سے کرتا ہے اور وہی کرتا ہے جس میں مصلحت ہوتی ہے

غرض بعد انجام معاہدہ کے حضور صلعم نے حدیبیہ میں ھدی[1] کے ادا کرنیکا حکم دیا اور فرمایا کہ یہیں سے قربانی کرکے اور بال منڈوا کر مدینہ واپس چلو تین مرتبہ حضرت نے ایسا ہی کہا لیکن کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکم کی تعمیل نہ کی (عباسی و حبیب السیر ابن اثیر و طبری و روضۃ الاحباب) حضرت کو کمال ملال ہوا۔ اور ام سلمہ سے اپنے اصحاب کی شکایت کی۔ ام سلمہ نے رائے دی کہ پہلے آپ اپنا اونٹ قربان کریں اور سر منڈائیں پھر آپ کو دیکھکر وہ بھی ایسا کریں گے۔ پس حضرت نے اپنا اونٹ قربان کیا تو تمام اصحاب نے بھی ایسا ہی کیا (حبیب السیر) لیکن کمال ملول و محزون تھے اور نزدیک تھا کہ کثرت غم سے ہلاک ہوجائیں یا ایک دوسرے کو مار کر مرجائیں (روضۃ الاحباب) بعد اسکے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی +

ایک شخص ابوجندل بن سہیل جو مسلمان ہوگیا تھا۔ حضرت کے ساتھ مدینہ آنا چاہتا تھا۔ مگر بسبب معاہدہ کے ساتھ نہ لاسکے بلکہ اُسکے باپ کے حوالہ کر دیا گیا۔ بعد میں ایک شخص ابوبصیر عتبہ بن اُسید جو مکہ میں رہتا تھا خود بخود مسلمان ہوکر مدینہ میں چلا آیا۔ قریش نے حسب معاہدہ دو شخص اُسکے لانیکے واسطے مدینہ بھیجے۔ حضرت نے موافق معاہدہ کے اُسے واپس بھیجدیا راستہ میں بمقام ذوالحلیفہ ابوبصیر نے موقعہ پاکر اُنمیں سے ایک کو قتل کر ڈالا۔ اور دوسرا بھاگکر بھاگ گیا۔ اور ابوبصیر حضور صلعم کے پاس واپس آیا۔ حضرت نے ابوبصیر کو ڈانٹا اور فرمایا کہ عجب لڑائی لگا نیوالا ہے۔ ابوبصیر سمجھا کہ اگر ٹھیرتا ہوں تو آنحضرت قریش کے حوالہ کر دینگے چپکے سے روانہ ہوگیا۔ اور سیف البحر کے پاس ذوالمروہ میں بمقام عیص ایک جائے امن ڈھونڈھکر رہنے لگا۔ جندل بن سہیل بھی کہتے آکر اُس سے ملگیا۔ اسی طرح مکہ میں جو کوئی مسلمان ہوتا اُن سے آملتا۔ یہانتک کہ اُن لوگوں کی تعداد بروایت ابن اثیر ۷۰ اور بروایت روضۃ الاحباب ۷۰ یا ۸۰ ہوگئی۔ اور وہاں سے گذرنے والے کفار قریش کو لوٹتے اور بہت تنگ کرنے لگے۔ تب کفار قریش نے تنگ ہوکر خود اس شرط کے توڑنے کی درخواست کی اور لکھا کہ آپ ان لوگوں کو

[1] ھدی یعنی قربانی کا جانور + بروایت روضۃ الاحباب ابوبصیر کو آنحضرت کے پاس بھیجا +

بلالیں۔ آنحضرت صلعم نے اُن لوگوں کو بلالیا۔ اور سورۂ فتح اسی بارہ میں نازل ہوئی۔ (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) لیکن اسوقت ابو بصیر کا انتقال ہو چکا تھا (روضۃ الاحباب) علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ گویا اس سے مسلمان ہونا قریش کے قومی قانون کا کوئی جرم باقی نہیں رہا۔ علامہ ابن خلدون و ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعد اسکے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کرائی اُسکے لینے کو اُسکا بھائی عمارہ اور ولید آئے مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو واپس کرنے سے منع کر دیا۔ پس وہ شرط جو عہد نامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں پر مشرکین عورتیں حرام کر دیں جس سے اُنکا نکاح ٹوٹ گیا از انجملہ عمر خطاب نے اپنی بیوی قریبہ بنت ابی اُمیہ اور ام کلثوم بنت عمرو بن جرول خزاعی کو جو مشرکہ تھیں طلاق دیدی پہلی نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور دوسری نے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے نکاح کر لیا (ابن اثیر) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جو اپنے شوہر عمرو عاص کے پاس سے بھاگ کر مدینہ میں آئی تھی مسلمان ہو کر حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں آئی (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۵)

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ منزل صہبا میں اور نیز علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ "حدیبیہ سے پھرتے ہوئے راہ میں سورۂ انا فتحنا لک فتحا مبینا نازل ہوئی۔ فتح مبین سے یا تو سال آیندہ میں جنگ خیبر وغیرہ میں کامیاب ہونا مراد ہے یا یہ کہ صلح حدیبیہ سے اسلام کو بہت زیادہ ترقی ہونی مقصود ہے کیونکہ اس صلح کے بعد قریش کے لوگ بے کھٹکے مسلمان ہونے لگے مکہ میں برابر قرآن خوانی ہونے لگی شرائط صلح کے بموجب کفار مزاحمت نہ کر سکتے تھے۔ ان دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد پہلے سے دوچند سے زیادہ ہو گئی صلح حدیبیہ کے بعد تمام حجاز میں مسلمانوں کی حکومت تو قایم نہیں ہو گئی لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اللہ کا نام لینا اور محمدؐ کو رسول کہنا کوئی جرم نہ رہا۔ ہر شخص اطمینان کے ساتھ علانیہ ارکان اسلام ادا کرتا تھا اور دوسروں کو مسلمان ہونیکی ترغیب دیتا تھا" علامہ ابن خلدون زہری سے روایت کرتے ہیں کہ اس صلح سے پہلے کوئی مسلمان کفار قریش سے ملجُل نہ سکتا تھا۔ اس صلح سے ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ امن ہو گیا کوئی کسی کے اسلام سے معترض نہ ہوتا تھا نہ کوئی اسلام کی بُرائی کرتا تھا +

(۴۷) سنہ ۶ ہجری کے مختلف واقعات (۱) بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ شراب صلح حدیبیہ میں سنہ ۶ ہجری میں حرام ہوئی ہے لیکن اکثر نے سنہ ۳ ہجری میں واقعہ بنی نضیر میں حرام ہونا صحیح سمجھا ہے۔ اگرچہ آیۂ تحریم خمر سنہ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ تاریخ الخمیس (۲) ام رومان والدہ عائشہ نے وفات پائی (۳) رسول اللہ صلعم نے ام حبیبہ سے نکاح کیا اور زفاف سنہ ۶ ہجری میں واقع ہوا (۴) حکم ظہار اسی سال نازل ہوا ۱۰

سنہ ۶ ہجری مطابق سنہ ۶۲۸ عیسوی

(۴۵) شاہان اطراف کے نام خطوط جب حجاز میں ایک گونہ اسلام کی بنیاد قایم ہو گئی۔ تو آنحضرت کو دوسرے ملکوں میں دعوت اسلام کی فکر ہوئی چنانچہ حدیبیہ سے واپس آکر سنہ ۶ھ کے آغاز تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ اور آخر سنہ ۶ھ میں گرد و نواح کے بادشاہوں کے پاس آپ نے دعوت اسلام کے خطوط روانہ کرنیکا ارادہ کیا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو قبول نہیں کرتے تو محرم سنہ ۷ھ میں آنحضرت نے ایک مہر تیار کرائی۔ جسپر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ اور نجاشی۔ قیصر اور کسریٰ وغیرہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط قاصدوں کے ہاتھ سر بمہر روانہ فرمائے۔

(۱) نجاشی اصحمہ بادشاہ حبش کے پاس عمرو بن اُمیہ ضمری کو روانہ کیا گیا۔ دو خط بھیجے گئے ایک دعوت اسلام میں ایک جعفر اور اُن مسلمانوں کی طلبی میں جو بسبب بے سروسامانی کے آ نہ سکتے تھے۔ نجاشی آنحضرت کا نامہ دیکھکر تخت سے اُتر پڑا بوسہ دیکر آنکھوں سے لگایا اور پڑھتے ہی کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور جعفر اور دیگر مہاجرین کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور وہ فتح خیبر کے وقت مدینہ پہنچے۔ انہیں میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی تھی جسکا شوہر عبید اللہ بن جحش حبش میں

ابن خلدون و ابن اثیر + + +

عیسائی ہوکر مرگیا تہا۔ رسول اللہ کی فرمایش سے نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت سے پڑہوادیا اسکے بعد نجاشی نے اپنے بیٹے کو آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن وہ کشتی ڈوبنے سے غرقاب ہوگیا (ابن خلدون) اصحمہ نے ۹ھ ہجری میں انتقال کیا آنحضرت کو خبر پہنچی تو اُسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑہی۔ (۲) قیصر ہرقل بادشاہ روم وشام کے پاس دحیہ بن خلیفہ کلبی روانہ کئے گئے ہرقل کے نام کا خط لیکر قاصد بصریٰ میں گیا کہ حاکم بصری کی وساطت سے قیصر کے پاس جائے۔ حاکم بصری یعنی حارث ملک غسان حمص گیا ہوا تہا جو قیصر کا پایہ تخت تہا مگر قیصر اُسوقت بیت المقدس کو روانہ ہوگیا تہا۔ غرض قاصد حمص میں آیا اور والی بصریٰ کی وساطت سے قیصر سے ملا۔ قیصر نے تعظیم کے ساتھ آنحضرت کے خط کا ترجمہ سُنا اور اُسکا دل اسلام کی طرف مائل ہوا۔ مگر ارکان دولت کے خوف سے جو نصرانی تہے اسلام ظاہر نہ کرسکا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہرقل فارس پر فتح پانے کی خوشی میں قسطنطنیہ سے بیت المقدس میں آتا تہا۔ کہ راستہ میں بمقام حمص دحیہ نے نامۂ رسول پہنچایا۔ (۳) نوشیرواں کے پوتے کسریٰ پرویز بادشاہ ایران کے پاس عبداللہ بن حذافہ سہمی روانہ کئے گئے۔ خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں اُس خط میں آنحضرت کا نام اپنے نام سے پہلے دیکہکر نہایت غصہ ہوا۔ اور نامہ مبارک کو پارہ پارہ کردیا۔ ایلچی واپس آیا۔ حضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی تو فرمایا خدا اسیطرح اُسکی سلطنت کو پارہ پارہ کریگا اسکو بعد خسرو پرویز نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا جسنے سنا ہے کہ عرب کی قوم قریش میں ایک دیوانہ پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعوی کرتا ہے اُسے گرفتار کرکے میرے پاس بہیجدے باذان نے دو شخص ایک نامہ دیکر آنحضرت کے پاس روانہ کئے ان دونوں نے مدینہ میں آکر نامہ دیا اُسمیں لکہا تہا کہ تم جلد ان دونوں کے ساتھ اپنے تئیں کسریٰ تک پہنچاؤ ورنہ تمکو وہ ہلاک کرڈالیگا۔ آنحضرت نے فرمایا آج ٹہیرو کل جواب ملیگا۔ دوسرے دن جب وہ آئے تو حضرت نے فرمایا کس کے پاس جاؤں۔ جس نے بلایا تہا وہ تو کل رات کو مارا گیا اُسکے بیٹے شیرویہ نے اُسکا پیٹ چاک کرڈالا[۲]۔ جاؤ باذان سے یہ حال کہو اور یہ بہی کہنا کہ ہمارا دین جلد ایران میں پہیلا چاہتا ہے۔ تو اگر مسلمان ہوجائیگا تو جو کچہہ تیرے قبضہ میں ہے بحال رہیگا ادہر قاصد واپس آئے اُدہر مدائن سے شیرویہ نے باذان کو لکہا کہ خسرو کو مینے مارڈالا وہ ظالم تہا میں تخت پر بیٹہا ہوں۔ لوگوں سے میرے لئے بیعت لے اور جبتک ہمارا حکم نہ آئے اُس شخص سے کچہہ نہ بولنا جس نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ یہ خبر سُنکر باذان اور بہت سے لوگ یمن اور ایران کے مسلمان ہوگئے۔ (۴) اسوقت مصر کا دارالحکومت اسکندریہ تہا۔ یہاں ہرقل قیصر روم کی طرف سے جریج بن مینا قبطی جسکا لقب مقوقس تہا گورنری کرتا تہا۔ مگر ایران اور روم کے درمیان لڑائی سی جو برابر چلی آتی ہے مقوقس آزادی سے مصر پر حکمرانی کرتا تہا بمقوقس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ نامہ لیکر بہیجے گئے۔ مقوقس نے قاصد کے ساتھ بہت اچہا سلوک کیا۔ نامہ کو تعظیم اور احترام سے مطالعہ کیا۔ اسلام تو نہیں لایا مگر بہت سے تحفے آنحضرت کیواسطے بہیجے منجملہ اُنکے دو کنیزیں تہیں جن میں سے ایک ماریہ قبطیہ تہیں جو حضرت کے حرم محترم میں داخل ہوئیں اور جن سے ابراہیم پیدا ہوئے اور دوسری ماریہ کی بہن سیرین جو حضرت نے حسان بن ثابت کو عطا کی۔ جس سے عبدالرحمن بن ثابت پیدا ہوا۔ اور ایک خچر سفید۔ جسکا نام دلدل تہا جو آنحضرت کے بعد حضرت علی اور اُنکے بعد حضرت امام حسین کی سواری میں تا زمانہ معاویہ رہا[۳] اور ایک تیز رو راز گوش جسکا نام یعفور تہا۔ اور ایک خواجہ سرا مابور نام جو ماریہ کے چچا کا بیٹا تہا

---

[۱] روم اور ایران میں کئی صدی سے ملک کی خاطر لڑائی ہورہی تہی جو دفعتاً فوتاً تازی ہوجاتی تہی۔ اسوقت بہی کئی سال سے اُنمیں جنگ ہورہی تہی اور دونوں کی فوائی سے تمام ایشیا کو چک پامال ہورہا تہا۔ ایک فوج خسرو نے تین فوجوں سے فلسطین قبدوسیہ (کپادوشیہ) آرمینیہ اور کئی اور جگہ اور مذکور خسرو بے بنیاد روم سے جہین لئے تہے اور بیت المقدس پر قابض ہوکر صلیب مقدس کو ایران لیگیا تہا اور افریقیہ پر حملہ کرکے مصر اور لیبیا کو فتح کرکے اپنی سلطنت کا تہیچ تک وسیع کرلی تہی

[۲] یہ واقعہ جمادی الاول یا جمادی الآخر سنہ ۷ ہجری کا ہے۔ تاریخ کا ہے۔ پہر شیرویہ نے ۸ مہینے سلطنت کی اور ۳۲ سال کی عمر میں مرگیا[۴] مگر صاحب حبیب السیر لکہتے ہیں کہ دلدل امام حسنؓ کی سواری میں رہا یہانتک کہ اُن حضرت کی سواری میں ہلاک ہوگیا تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسوقت تک ۱۴ گدہا دلدل کے اور کوئی خچر خواب میں نہ نہا ہے

یہ ماریہ کے پاس آتا جاتا تھا اور لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ یہ خصی ہے لوگوں نے اس بات کا چرچا کیا آنحضرت کو بُرا معلوم ہوا اور علی سے کہا کہ اُسے جاکر قتل کر ڈالو۔ علیؓ نے کہا کہ قتل ہی کر ڈالوں یا اپنی رائے پر عمل کروں حضرت نے فرمایا اپنی رائے پر عمل کرنا۔ پس جب مابور نے علیؓ کو اور ننگی تلوار کو دیکھا تو دیکھا دیا کہ اُسکا عضو تناسل نہیں ہے علیؓ نے چھوڑ دیا اور نبی صلعم سے کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا کہ شاہد وہ بات دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔ ماریہ گوری اور خوبصورت تھیں اور حضرت اُنکو بہت پسند کرتے تھے۔ دراز گوش حجۃ الوداع سے واپسی پر فوت ہوگیا اور مقوقس نے عہد خلافت جناب عمر میں نصرانی حالت میں انتقال کیا (حبیب السیر) (۵) حارث بن ابی شمر غسانی والی دمشق کے پاس شجاع بن وہب نامہ لیکر پہنچے۔ حارث نے نامہ کو پڑھکر پھینکدیا اور قاصد ناکام واپس آیا۔ صرف حارث کے دربان کو اپنے فیضان صحبت سے مسلمان کرتا آیا۔ حارث کا ۱۱ھ میں انتقال ہوگیا اور اُسکی جگہ جبلہ بن الایہم جو بنی غسان کا آخر بادشاہ ہے حکمران ہوا جب شام فتح ہوا اور عمرؓ شام کو گئے تو بمقام جابیہ جبلہ سے ملاقات ہوئی اور اُسنے اسلام قبول کیا۔ ایک دن جبلہ نے بنی مزینہ کے ایک شخص کی آنکھ پر گھونسا مارا وہ شخص حضرت عمر کے پاس فریاد لایا حضرت عمر نے فرمایا تو بھی اُسکی آنکھ پر گھونسا مار۔ جبلہ نے کہا کیا میری اور اُسکی آنکھ برابر ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا بیشک۔ پس جبلہ ناراض ہوکر عموریہ میں چلا گیا اور وہیں ارتداد کی حالت میں فوت ہوگیا (تاریخ الخمیس) اور مشہور روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ۹ھ میں جبلہ بن ایہم آخری بادشاہ غسان کے پاس دعوت اسلام کا خط بھیجا تھا اور اُس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور وہ اسلام پر ثابت تھا یہانتک کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں حج کو آیا جب طواف کر رہا تھا تو بنی فزارہ کے ایک شخص کے پانوں سے اُسکی ازار کھل گئی جبلہ نے اُسکے ایک گھونسہ مارا جس سے اُس فزاری کی ناک اور دو دانت ٹوٹ گئے وہ حضرت عمر کے پاس فریاد لایا۔ حضرت عمر نے جبلہ کو طلب کیا اور کہا یا تو اس سے معافی مانگ یا قصاص دے جبلہ نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں اور وہ بازاری مجھ سے اُسے قصاص دلواتے ہو حضرت عمر نے فرمایا اسلام میں دونو برابر ہیں اور تمہیں اُس پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقوی سے۔ جبلہ نے کہا اگر اس دین میں میں اور یہ شخص دونوں برابر ہیں تو میں عیسائی ہوجاتا ہوں۔ فرمایا عیسائی ہوجائیگا تو تیری گردن ماردونگا۔ جبلہ نے کہا اچھا ایک رات کی مہلت دیجئے میں سوچ لوں۔ پس رات ہوئی تو سوار ہوکر اپنے ننھیال میں چلا گیا اور قسطنطنیہ کیطرف بھاگ گیا اور وہیں عیسائی ہوکر ارتداد کی حالت میں مرگیا (خمیس) (۶) یمامہ کے والی ہوذہ بن علی حنفی نصرانی کے پاس سلیط بن عمرو نامہ لیکر پہنچے۔ اُس نے نامہ پڑھا جواب میں لکھا کہ آپ کی ہدایت کا طریقہ بہت اچھا ہے میں آپکا ہمزبان ہونے کو تیار ہوں لیکن میں مرد شاعر اور فصیح و بلیغ ہوں مجھے آپ نبوت میں اپنا شریک کرلیں یا کچھ ملک مجھے دیدیں میں زبان سے آپ کو بہت مدد پہنچا سکونگا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تو اُسکو ایک زمین پر گری ہوئی کھجور بھی نہ دونگا غرض ہوذہ تو تھوڑے دنوں بعد اپنے نصرانی مذہب پر فوت ہوگیا۔ لیکن ۱۱ھ میں مسیلمہ کذاب نے یہیں سے دعوی نبوت پیش کیا۔ جسکا ذکر آگے آئے گا۔ فائدہ (۱) علاوہ انکے فتح مکہ سے پہلے ۸ھ میں علاء بن الحضرمی کو والی بحرین منذر بن ساوی عبدی کے پاس بھیجا گیا۔ انکے جانیسے بحرین کے سب عرب مسلمان ہوگئے۔

(۲) علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ۸ھ میں جیفر بن جلندی والی عمان کے پاس عمرو بن العاصی کو روانہ کیا گیا تھا۔

فائدہ (۲) مکہ میں تو ۱۳ برس تک حضرت کا بعد بعثت قیام رہا۔ اس عرصہ میں اسلام کو کوئی رونق نہیں ہوئی لیکن مدینہ کی ہجرت کے بعد ہی سے اُسکی حالت بالکل دوسری ہوگئی اور چھ ہی سال میں ایران شام اور مصر تک ایک دھوم مچگئی۔ صلح حدیبیہ میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اسلام کو دور دور پھیلانیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپسمیں لڑ جھگڑ کر قوت زائل کردینا بے سود ہے۔

(۵) صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ حارث کے بعد جبلہ بادشاہ ہوا ہے اور حارث کا ۱۱ھ میں انتقال ہوا تو جبلہ کو ۱۰ھ میں خط بھیجا گیا ہوگا

(۷۶) **جنگ خیبر[1] صفر سنہ ۷ھ** اہل خیبر جنمیں وہ تمام یہودی بھی جا ملے تھے جو مدینہ اور اُسکے نواح سے جلاوطن کئے گئے تھے ہمیشہ مسلمانوں سے لڑنیکی تیاریاں کرتے تھے اور اُنہوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کو اپنا حلیف (ہم عہد) کرلیا تھا۔ خیبر کے یہودی اپنی بہادری اور شجاعت میں تو مشہور تھے ہی مگر زیادہ تر اُن قلعوں کی مضبوطی پر جو شمار میں پانچ یا سات یا دس تھے اُنکو بڑا ناز تھا جب اُن لوگوں کی آمادگی جنگ نے بہت شہرت پائی تو رسول اللہ صلعم نے اس فساد کے مٹانیکا ارادہ کیا اور ماہ محرم میں ۱۴ سو پیدل اور ۲ سو سوار کے ساتھ خیبر پر چڑھائی کی[2]۔ مخالفین کی تعداد صاحب روضۃ الاحباب[3] مدارج نے دس ہزار زرہ پوش مرد جنگی لکھی ہے + اس لڑائی میں جو ناموری علی مرتضی کو حاصل ہوئی وہ پہلے غزوات سے بہت بڑھ چڑھکر ہے کیفیت اسکی یہ ہے کہ جب لشکر اسلام خیبر میں پہنچا تو باشندگان خیبر اپنے قلعوں کی مضبوطی پر نازاں ہوکر اپنے اپنے قلعہ میں پناہ گیر ہوئے ایکماہ تک اُن سے برابر لڑائی ہوتی رہی اس عرصہ میں اور سب قلعے تو فتح ہوگئے مگر قلعہ قموص جسکو بعض مورخین نے غموض بھی لکھا ہے۔ فتح نہ ہوتا تھا۔ صاحب تاریخ الخمیس و مدارج و معارج و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب اور صاحب حبیب السیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ اول آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا علم دیکر سردار لشکر بناکر اس قلعہ پر بھیجا۔ مگر باوجود سخت مقابلہ کے بغیر فتح کئے واپس آئے پھر حضرت ابوبکر کو روانہ کیا بڑی لڑائی ہوئی مگر بلا فتح واپس آئے تیسرے دن پھر حضرت عمرؓ بھیجے گئے مگر ناکام پھرے۔ اُن دونوں آنحضرت درد شقیقہ میں مبتلا تھے جب قموص کسی طرح فتح نہوا۔ اور بروایت طبری و سیرۃ محمدیہ آنحضرت کے سامنے آکر حضرت عمر کی ہمراہی فوج حضرت عمر پر نامردی کا الزام لگانے لگی اور حضرت عمر اُنپر۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو یہ علم دونگا کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں وہ شخص بار بار دشمن پر حملہ کرنے والا اور نہ بھاگنے والا ہے اور خدا تعالی اُسکے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح کریگا۔ جن قریشیوں کے دلوں میں علی کی طرف سے کچھ خیال تھا اُنکا گمان تھا کہ اس سے علی تو سرگز مراد نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اُنکی آنکھیں ایسی سخت دکھتی ہیں کہ اُنہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا[4] یہ بھی تھا کہ علی اسوقت خیبر میں موجود ہی نہ تھے آشوب چشم کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ مفارقت رسول کی برداشت[5] نکرکے اُسی رات کو اُسی حالت میں کہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا خیبر میں پہنچ گئے (طبری۔ مدارج۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب) +

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے حدیث رایت ارشاد فرمائی تو صحابہ نے ساری رات اس فکر میں بسر کردی کہ دیکھئے یہ فضیلت کسکو نصیب ہوتی ہے اور یہ علم کسکو ملتا ہے۔ ہر شخص جو آنحضرت کے ساتھ کچھ بھی منزلت رکھتا تھا اس سعادت کا آرزومند تھا۔ تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ میں حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ہرگز امارت کو میں نے دوست نہیں رکھا مگر اُس روز۔ وہ رات صحابہ کو مارے اشتیاق کے کمال بیچینی میں گزری۔ مگر علی یہی کہتے تھے کہ بارالہا جس چیز کو تو منع کرے کوئی دے نہیں سکتا اور جس چیز کو تو دے اُس سے کوئی روک نہیں سکتا۔ (خمیس و مدارج و معارج وغیرہ) غدا غدا کرکے صبح ہوئی۔ بہت سویرے سے صحابہ آنحضرت کے سامنے آکھڑے ہوئے ہر ایک اپنے کو دکھاتا اور جتاتا تھا۔ سعد بن ابی وقاص نے تو غضب ہی کیا۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچکر دو زانو کے بل دھم سے

---

[1] خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۴ یا ۵ دن کی راہ پر ۸۰ یا ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ عربی مورخین نے خیبر کا فاصلہ مدینہ سے بریدکا فاصلہ لکھا ہے بریدکا فرسخ کا ہوتا ہے فرسخ ۳ میل کا میل ۴ ہزار خطوہ کا خطوہ ۳ قدم کا۔ (تاریخ الخمیس پسند مزیل النخفاء) اکثر محققین نے میل دو ہزار گز کا لکھا ہے۔ کنانہ بن ربیع ابی الحقیق خیبر کا حاکم تھا جو حیی بن اخطب کا داماد اور صفیہ کا شوہر تھا جو بعد فتح خیبر آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں [2] اس غزوہ میں ام سلمہ حضرت کے ساتھ تھیں سیرۃ المحمدیہ [3] بخاری مسلم احمد بن حنبل نسائی۔ ترمذی۔ طبری۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ فتوحات واقدی۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ مدارج۔ معارج۔ روضۃ الاحباب [4] مدارج و خمیس و حبیب السیر [5] اور بعض روایت میں ہے کہ آنحضرت نے بحکم خدا نادعلی پڑھی اور اُسوقت علی آموجود ہوئے

گر پڑے اور پھر کھڑے ہو گئے۔ کہ رسول کسیطرح بھی متوجہ ہوں اور اپنا بڑا وعدہ شاید ہمارے ساتھ پورا کریں۔ مگر اُنکا یہ خیال ٹھیک نہ تھا۔ کیونکہ رسول ہر شخص کی طبیعت اور قابلیتوں سے خوب واقف تھے اور کسیکو بھولنے والے نہ تھے +

اب حال یہ ہے کہ تمام صحابی صف باندھے ہوئے علم ملنے کی اُمید میں رسول اللہ صلعم کے سامنے کھڑے ہیں مگر رسول کسیکی طرف مخاطب نہیں ہوتے۔ اور پوچھتے ہیں علی کہاں ہیں؟ اس سوال پر ہر طرف سے شور ہوتا ہے کہ اُنکی تو ایسی آنکھیں دکھتی ہیں کہ کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ فرمایا بلاؤ تو۔ سلمہ بن اکوع گئے اور علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر کیا۔ پوچھا کیا حال ہے عرض کی یا رسول اللہ آنکھیں بہت دکھتی ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے علی کا سر گود میں رکھکر اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگا دیا فوراً اچھی ہو گئیں۔ گویا دکھی ہی نہ تھیں پھر اسکے بعد بھی حضرت علی کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں[۱]۔ اسکے بعد علم جس پر سبکی نظر تھی علی کو عطا کیا۔ اور خود علی کو مسلح کرکے قلعہ پر روانہ کیا۔ علم لیکر علی نے پوچھا یا رسول اللہ کبتک لڑوں فرمایا جبتک وہ وحدانیت خدا کا اقرار نکریں۔ اے علی اگر تیری بدولت ایک شخص کی بھی ہدایت ہو تو تیرے سرخ اونٹوں کی خیرات سے بہتر ہے۔ مدارج و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے وہ علم حصار قموص کے نیچے ایک پتھر پر کہ تودہ پر جو وہاں تھا قایم فرمایا۔ ایک شخص احبار یہود سے اُس حصار کے اوپر کھڑا تھا دیکھکر بولا اے صاحب علم تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے فرمایا حیدر[۲] میرا ہی نام ہے۔ یہ سنکر وہ یہودی اپنی قوم سے بولا کہ قسم توریت کی اب تم مغلوب ہوئے اور یہ جو امر فتح کئے بغیر یہاں سے نہیں پھرینگا۔ صاحب مدارج ظاہری سبب اسکا یہ لکھتے ہیں کہ وہ یہودی صفات علی مرتضےٰ سے واقف تھا اور شجاعت اُس شجاع بے مثل کی اور اوصاف اُسکے توریت میں پڑھے تھے اور وصف سرور عالم اور اصحاب خاص کے کتب سلف میں مذکور اور مسطور ہے +

اُس روز اول جو شخص جنگ کے واسطے قلعہ سے باہر نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث یہودی تھا کہ نیزہ اُسکا تین من کا تھا۔ اہل اسلام سے اُسنے کئی شخصونکو شہید کیا۔ یہ دیکھکر حضرت علی اُسکے مقابلہ کو گئے اور اُسے قتل کیا۔ اسپر اُسکا بھائی مرحب غصہ میں آگ بگولا ہو کر آیا یہ شخص نہایت تنومند بلند بالا تھا اور شجاعت اور مبارزت میں اُس گروہ کے پہلوانوں میں کوئی اُسکا ثانی اور ہمتا نہ تھا۔ اُس روز دو زرہیں پہنے ہوئے تھا دو تلواریں حمائل کئے ہوئے تھا۔ دو پگڑیاں سر پر سجکر ایک خود آہنی اور اُسکے اوپر ایک پتھر سوراخ کرکے رکھا تھا۔ اُسکا نیزہ تین من کا تھا۔ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا۔ حضرت علی نے بھی اُسکے مقابلہ میں رجز پڑھا جسکا ایک شعر یہ ہے ۵ انا الذی سمتنی امی حیدرہ ۔ ضی نمام آجام ولیث قسورہ + (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنے اسد رکھا ہے یعنے جھاڑیوں کا شیر اور زبردست شیر ببر) اس موقعپر صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ شروع میں حضرت علی کی والدہ نے حضرت علی کا نام (اپنے باپکے نام پر) اسد رکھا تھا۔ اور مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیر سے پہاڑ رہا ہے۔ پس شاید اللہ تعالیٰ نے علی کو مرحب کے خواب سے اطلاع دیدی تھی[۳]۔ اور اس رجز میں علی نے مرحب کو اُسکا خواب یاد دلایا تھا تاکہ اُسکے دل میں خوف اور ہیبت بیٹھ جائے اور ہتیار چلانے کی ہمت نہ رہے۔ ایرونگ کے موافق مرحب نے آتے ہی اپنے تین ہتھیار کے

---

[۱] بخاری، مسلم۔ ازالۃ الخفاء۔ کامل۔ خمیس۔ زرج۔ المرتضیٰ [۲] ایرونگ لکھتا ہے (دیکھو لائف آف محمد) علی میانہ قد تھے۔ مگر قوی ہیکل اور مربع۔ طاقت بہت تھی۔ ہنس مکھ۔ نہایت خوش مزاج۔ گھنگی ڈاڑھی۔ مزاج میں محبت بہت۔ نہایت عقلمند۔ مذہب میں سرگرم۔ بالکل نہ ڈرنے والے بہادر اور اسد اللہ کے لقب سے مشہور تھے [۳] من مطلق سے ۷۰ تولہ مراد ہوتی ہے۔ من مکی ۵۰ تولہ کا اور من شامی دو سو تولہ کا ہوتا ہے۔ یہاں شاید من مکی سے مراد ہو +

[۴] صاحب سیرۃ المحمدیہ نے لکھا ہے علی کو کشف ہوا تھا +

نیزہ سے حملہ کیا مگر علی نے رد کرکے اُسکے سر پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ ذوالفقار قربوس زین پر جا چکی۔ صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ جبرید الدلد کا غضب کا ہاتھ پڑے وہ دو ٹکڑے کیونکر نہو۔ مرحب کے مارے جانے سے یہودیوں کا دل ٹوٹ گیا۔ مگر لڑائی جاری رہی یہاں تک کہ چھ اور نامی سردار جن میں سے عنتر پہلوان۔ ربیع بن ابی الحقیق اور یاسر بہت ہی مشہور ہیں علی کے ہاتھ سے مارے گئے (فوائح میبذی) جب یہودیوں کے ایسے ایسے نامی کامی سردار اور پہلوان مارے جا چکے تو اُنکا حوصلہ بالکل پست ہوگیا قلعے کی طرف بھاگے۔ حضرت علی اُنکے پیچھے مارتے چلے جاتے تھے کہ ایک یہودی نے حضرت کے ہاتھ پر اس زور سے ضرب لگائی کہ سپر دست مبارک سے چھٹکر زمین پر گری دوسرے یہودی نے دوڑکر وہ سپر اُٹھالی اور بھاگ گیا۔ حضرت امیر کو غصہ آیا اور ایک حالت عالم قدرت ربانی سے بقوت روحانی وارد ہوئی کہ خندق سے ایک جست کرکے حصار کے دروازہ پر جا پہنچے اور اُس حصار کا دروازہ آہنی قدرت دست ولایت سے اُکھاڑ لیا۔ اور اُسے اپنی سپر گردانکر[1] جنگ میں مشغول ہوئے۔ اس موقعہ پر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں ؎ سپہ در زمان قتال و جدال۔ بفنداز دست شاہ رجال + بر آشفت آں شاہ عالی اثر۔ در قلعہ را کند و کرد ش سپر + روضۃ الصفا و مدارج میں ہے کہ دروازہ اُکھاڑنے سے قلعہ میں ایسا تزلزل پیدا ہوا کہ صفیہ بنت حی اخطب تخت پر سے گر پڑی اور منہ اُسکا مجروح ہوگیا۔ جابر انصاری کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے در خیبر کو ہاتھ میں لیکر پار کھڑا اور بروایت تاریخ الخمیس پشت پر رکھکر خندق کا پل بنا دیا کہ مسلمان اُسپر سے گذر کر داخل قلعہ ہوئے۔ اور جنگ سے فارغ ہوکر اُس پٹ کو دو بالشت کی مقدار پر تاخت کیا اور پیٹھ کے پیچھے پھینکا کہ اسّی بالشت یعنے ۲۰ گز کے[2] فاصلہ پر جا کر پڑا۔ کہتے ہیں کہ آٹھ طاقتور آدمیوں نے ہر چند کوشش کی کہ اُس پٹ کو اس پہلو سے اُس پہلو پر پھیر دیں نہ پھیر سکے۔ اور چالیس شخصوں نے ارادہ کیا کہ ایک دوسرے کی کمک سے اُس پٹ کو اُٹھاویں نہ اُٹھا سکے۔ طبری فارسی۔ روضۃ الصفا۔ مدارج اور مواہب میں ہے کہ حرکت نہ دیسکے اس در کو ستر شخص مگر بہت ہی مشقت کے بعد۔ اس در کے وزن میں بھی مورخین کو اختلاف ہے۔ صاحب معارج نے آٹھ سو من اور صاحب روضۃ الصفا نے تین ہزار من تک لکھا ہے +

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے وہ در قوت روحانی سے اُکھاڑا نہ قوت جسمانی سے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات عالم قدرت سے تہی نہ عادت سے۔ اور عالم حقیقت سے تہی نہ مجاز سے۔ الغرض جب اہل حصن عموض نے اور خیبر کے تمام قلعہ والوں نے یہ قوت اور قدرت حضرت کی دیکھی فریاد الامان الامان اُن سے بلند ہوئی۔ اور جناب امیر نے رسول خدا سے اجازت لیکر اُنکو امان دی[3] (معارج و مدارج) عہد نامہ میں شرائط ذیل لکھی گئیں (۱) تمام اہل خیبر اور اُنکی اہل و عیال کو جان سے امان دیجائے (۲) تمام اہل خیبر اپنا مال و اسباب بطور تاوان جنگ کے حوالہ کردیں۔ صرف ایک ایک اونٹ غلہ اپنے پاس رہنے دیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا رکھے تو اُس سے جان اور اہل و عیال کے امن کا معاہدہ قایم نہ رہیگا (۳) تمام زمین خیبر کی اُنکی ملکیت میں نہ رہے گی مگر وہ صرف اپنے گھروں میں آباد رہیں گے۔ اور خیبر کی زمینوں پر زراعت کیا کریں گے اور اُنکی پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج دیا کریں گے اور نصف اُجرت میں اپنے پاس رکھا کریں گے (۴) کسی بدعہدی پر آنحضرت کو اختیار ہوگا کہ اُنکو جلاوطن کردیں (اعجاز التنزیل و ابو الفداء و حبیب السیر و مدارج وغیرہ) +

کنانہ بن الربیع نے کچھ مال دفن کرکے چھپا دیا تھا اور جھوٹی قسم کھائی تھی کہ نہیں چھپایا وہ مال برآمد کیا گیا اور کنانہ کو

---

[1] طبری فارسی میں ہے کہ کسی یہودی نے قلعہ پر سے پتھر زور سے حضرت کے ہاتھ پر مارا تھا۔ جس سے سپر چھوٹ گئی تھی۔ [2] مدارج تاریخ الخمیس۔ ابو الفداء۔ روضۃ الاحباب۔ معارج۔ [3] بعض نے لکھا ہے کہ چالیس گز کے فاصلہ پر جا کر پڑا (حیات القلوب) [4] ضیاء سیرۃ المحمدیہ لکھتے ہیں کہ قموص کا ۲۰ دن محاصرہ رہا آخر علی کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔

محمد بن مسلمہ کے ہاتھ سے جسکے بھائی محمود بن مسلمہ کو کنانہ نے چکی کا پاٹ لڑھکا کر شہید کیا تھا قتل کرا دیا گیا۔ اور اُسکی بیوی صفیہ اسیر ہو کر آئی جو آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئی۔ اور بوقت مراجعت منزل صہبا میں زفاف واقع ہوا مال غنیمت بہت سا آیا خمس نکالکر بقیہ اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ بروایت حبیب السیر و مدارج النبوۃ و روضۃ الصفا و سیرۃ المحمدیہ جنگ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئے +

مدارج و معارج النبوۃ و حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب میں ہے کہ جناب علی مرتضی قلعہ خیبر کو فتح کر کے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت اُن کو آتا دیکھکر اسقدر مسرور ہوئے کہ اپنے خیمہ سے باہر نکل آئے اُنکا استقبال فرمایا چھاتی سے لگایا آنکھوں کا بوسہ لیکر فرمانے لگے یا علی میں تمہارے سعی مشکور سے نہایت خوش ہوا۔ خدا بھی خوش ہے اور اُسکے تمام فرشتے بھی۔ یہسنکر امیرالمومنین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے رسول اللہ صلعم نے پوچھا یا علی یہ گریۂ شادی ہے یا گریۂ غم۔ عرض کیا یا رسول اللہ گریہ شادی ہے اور کیونکر خوش نہ ہوں کہ خدا اور اُسکا رسول مجھ سے خوش ہوا[1] +

خیبر فتح ہونے کے بعد زینب بنت حارث یہودیہ نے ایک بکری بھونکر اور زہر آلودہ کر کے آنحضرت کے پاس ہدیہ بھیجی آپنے اُسکا ایک ٹکڑا لیکر چبایا اور تھوک دیا اور اصحاب سے فرمایا کہ اسے نہ کھاؤ۔ اور فرمایا یہ بکری مجھکو خبر دیتی ہے کہ میں زہر آلودہ ہوں۔ بشر بن براء جو ایک لقمہ نگل گئے تھے وہیں مر گئے۔ اور بروایتے ایک سال بعد انتقال کیا۔ آنحضرت اپنی وفات کے وقت فرماتے تھے کہ وہ نوالہ زہر کا جو میں نے خیبر میں چبایا تھا وہ ہمیشہ مجھے تکلیف دیا کرتا تھا آج وہ گھڑی ہے جس میں انقطاع رگ وجان قریب ہے +

(۷۷) فدک[2] معارج النبوۃ اور حبیب السیر و روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے کہ بعد فتح خیبر رسول اللہ صلعم نے علی

---

[1] ینابیع المودت مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۰۱ میں اخطب خوارزم کے حوالہ سے لکھا ہے علی مرتضی فرماتے ہیں کہ جب ہن غیبر خدا کی قدرت سے فتح ہوا رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لوگ تمہارے حق میں وہی کہنے لگیں گے جو نصاری عیسی بن مریم کے حق میں کہتے ہیں۔ تو تمہارے حق میں وہ باتیں بیان کرتا کہ اگر تم مسلمانوں کے گروہ کے پاس سے گذرتے تو وہ تمہارے قدموں کی مٹی تک بچھوڑتے اور بچا ہوا آپ طہارت لیکر اُس سے شفا ڈھونڈھتے تاہم اسقدر کہنا کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تم میرے وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں۔ تمہاری منزلت میرے ساتھ رہی ہے جو ہارون کی موسی کے ساتھ تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا۔ یا علی تم میرا قرض ادا کرو گے میری سنت پر جہاد کرو گے۔ آخرت میں سب سے زیادہ تم میرے قریب ہو گے۔ اور قیامت میں حوض پر تم میرے خلیفہ ہو گے اور حوض پر سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہنچو گے۔ اور تم ہی میرے حوض پر سے منافقوں کو ہنکاؤ گے۔ اور میری اُمت میں سے سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہو گے۔ اور بتحقیق تمہارے محب اور تابعین نور کے منبر و نیر ہونگے۔ اُنکے چہرے سفید نورانی ہونگے۔ میرے گواہ ہونگے اور میں اُنکی شفاعت کرونگا۔ پس قیامت میں وہ میرے ہمسایہ ہونگے۔ اور تمہارے دشمن قیامت میں پیاسے ہونگے اُنکے چہرے سیاہ ہونگے۔ اُنکو آگ کے تازیانے لگائے جائیں گے۔ تمسے لڑنا مجھ سے لڑنا ہے تمسے صلح رکھنا مجھ سے صلح رکھنا ہے۔ تمہارا راز میرا راز ہے تمہارا اعلان میرا اعلان ہے۔ تمہارے دلی خیالات میرے دلی خیالات ہیں۔ تم میرے علم کے دروازہ ہو تمہاری اولاد میری اولاد ہے۔ تمہارا گوشت میرا گوشت ہے۔ تمہارا خون میرا خون ہے۔ بتحقیق حق تمہارے ساتھ ہے اور تمہاری زبان پر ہے اور تمہارے دل میں ہے۔ اور تمہاری آنکھوں کے درمیان ہے اور ایمان تمہارے گوشت اور خون میں اسطرح مخلوط ہے جسطرح میری گوشت و خون میں۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی خوشخبری دوں کہ تمہاری عترت اور تمہاری محب جنت میں ہیں اور تمہارے دشمن جہنم میں۔ تم سے بغض رکھنے والا حوض پر وارد نہ ہوگا اور تمہارا محب اُس سے محروم نہیں رہے گا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ یہسنکر میں سجدہ میں گر پڑا۔ اور حمد خدا بجا لایا۔ کہ اُس نے مجھے اسلام اور قرآن کی نعمت عطا کی اور جناب خاتم النبیین کا محبوب مجھکو قرار دیا۔ گمین لکھتا کہ (جنگ خیبر میں) رسول نے علی کی مثال سے اپنے صحابہ کی اعتقاد اور حرارت میں ہمت دلائی اور اُسے شیر خدا کا خطاب دیا +

[2] شرح مواقف میں ہے کہ فدک نواح خیبر میں ایک قریہ ہے تاریخ الخمیس میں ہے کہ فدک مدینہ سے دو تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے +

مرتضیٰ کو فدک پر روانہ کیا وہاں کے لوگوں نے واقعہ خیبر سے خوفزدہ ہوکر جناب امیر سے اس شرط پر صلح کرلی کہ اُنکو جان کی امان دیجائے اور فدک کی حوالیط خاص رسول اللہ کی ملکیت قرار پائیں۔ اس مصالحہ کے بعد حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ حقتعالیٰ فرماتا ہے وآت ذی القربیٰ حقہ (ای رسول قرابتدار کو اُسکا حق دیدے) آنحضرت نے فرمایا کہ قرابتدار سے کون مراد ہے اور اُسکا حق کیا ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ فاطمہ ہے حوائط فدک اُسکے حوالہ کرو اور جو کچھ فدک میں خدا و رسول کا ہے وہ بھی اُسکو دیدو۔ پس حضرت نے فاطمہ کو بلایا اور اُسکے واسطے ایک حجت لکھدی۔ اور وہی وثیقہ تھا جو رسول اللہ صلعم کے بعد جناب فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس لائی تھیں۔ اور فرمایا تھا کہ یہ نوشتہ رسول ہی کہ میرے اور حسنؑ اور حسینؑ کے واسطے لکھہ گئے ہیں نیز مدارج و معارج و تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ اہل فدک پر چڑھائی ہوئی تو اُنہوں نے لڑائی منظور نہیں کی بلکہ نصف زمین قریہ فدک کی رسول اللہ کی نذر کرکے صلح کرلی اور بقیہ نصف پر حضرت عمر خطاب کے عہد تک خود قابض رہے مگر حضرت عمر نے بیت المال سے پچاس ہزار درہم دیکر اُنکا نصف حصہ بھی بیت المال کے لئے خرید لیا اور اُنکو شام کیطرف جلاوطن کردیا

(۷۸) مہاجرین حبشہ کی مراجعت روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جس روز خیبر فتح ہوا۔ اُسی روز جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسماء بنت عمیس اور ابوموسیٰ اشعری اور پانچ اور شخص اُنکے خاندان کے حبشہ سے خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے آنحضرت جعفر کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے سے زیادہ خوش ہوں یا خیبر کی فتح سے۔ اور جعفر اور اُنکے ہمراہیوں کو خیبر کے مال غنیمت میں سے حصہ دیا +

(۷۹) نکاح بہ ام حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرگئی تھیں وہاں اُنکا شوہر عیسائی ہوکر مرگیا تھا یہ اسلام پر قایم رہی تھیں۔ آنحضرت نے نجاشی کو جب دعوت اسلام کا خط لکھا ہے تو اُسمیں یہ بھی لکھا تھا کہ ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کردے۔ بس نجاشی نے چار سو دینار مہر اپنے پاس سے دیا اور اُسکے حکم سے ام حبیبہ کے چچا کے بیٹے خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ نے ام حبیبہ کا نکاح غائبانہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کردیا تھا۔ اسوقت بقول ایرونگ و صاحب تاریخ الخمیس ام حبیبہ کی عمر کچھ اوپر تیس سال کی تھی۔ جعفر ہی کے ساتھ ۷ھ میں شرجیل بن حسنہ کے ساتھ نجاشی نے مدینہ میں آنحضرت کے پاس بھیجدیا۔ (خمیس) ۴۴ھ میں انتقال ہوا (استیعاب) صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ ام حبیبہ کو عمرو عاص اور خالد بن سعید عام الہدنہ یعنی سال صلح حدیبیہ میں حبشہ سے آنحضرت کے پاس لائے تھے

(۸۰) رجعت شمس صاحب حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و صاحب تاریخ الخمیس نے معتبر کتابوں سے لکھا ہے کہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے جب وادی القریٰ کی طرف جاتے تھے آپ نے مقام صہبا میں قیام کیا وہاں ایک موقعہ حضرت پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ حضرتؐ کا سر علیؑ کی گود میں تھا اور نزول وحی میں اتنا عرصہ لگا کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ نزول وحی سے فارغ ہوکر آنحضرت نے دریافت کیا کہ اے علی تمنے عصر کی نماز بھی پڑھی۔ عرض کی نہیں۔ رسول اللہ صلعم نے دعا کی کہ بارالہا علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا۔ سورج کو اُلٹا پھیر دے تاکہ وہ عصر کی نماز پڑھ لے۔

لہ ابن خلدون لکھتا ہے کہ اُن مہاجرین میں سے جو نجاشی کے ملک میں قبل ہجرت چلے گئے تھے کچھ لوگ تو قبل از ہجرت یہ سنکر کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ مکہ میں واپس آگئے تھے اور پھر مدینہ کو ہجرت کرگئے تھے اور کچھ لوگ غزوہ خیبر سے دو برس پیشتر حبشہ سے مدینہ چلے آئے تھے۔ معدودے چند جو باقی رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے بعد آئے اُنکے نام یہ ہیں جعفر بن ابیطالب اُنکی زوجہ اسماء بنت عمیس اور اُنکے بیٹے عبداللہ محمد عون خالد بن سعید بن عاص بن امیہ اور اُنکی بیوی امینہ اور بیٹا سعید۔ اور ام خالد اور عمرو بن سعید بن عاص۔ اور مطیع بن ابی فاطمہ اور ابوموسیٰ اشعری۔ اور اسود بن نوفل برادر زلوہ خدیجہ۔ جہم بن قیس بن شرجیل اور اُنکے لڑکے عمرو نذیر حارث بن خالد بن صخر عثمان بن ربیعہ حنیفہ بن حذافہ معمر بن عبداللہ ابوطالب بن عمر بن عبد شمس۔ ابوعمرو مالک بن ربیعہ۔ حضور صلعم نے اُنکی واپسی کے واسطے عمرو بن اُمیہ ضمری کو نجاشی کے پاس مع پیغام دعوت اسلام کے بھیجا تھا لہ اُنکا اصل نام رملہ تھا لہ طبری میں ہے (دیکھو صفحہ ۱۲۶)

اسمار بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غائب ہونیکے بعد پھر نکل آیا اور میں نے دیکھا کہ پہاڑ اور جنگل پر چمکنے لگا۔ یہانتک کہ سب نے سورج اور روشنی کو آنکھوں سے دیکھ لیا اور علی نے نماز عصر پڑھی +

(۸۱) غزوہ وادی القری جمادی الآخر سنہ ۷ھ صہبا سے کوچ کرکے وادی القری میں پہنچے لڑائی ہوئی گیارہ یہودی مارے گئے آخر کو بھاگ نکلے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ آخر جزیہ دینا قبول کیا اور صلح ہوگئی۔ اسیطرح تیما کے یہودیوں نے جزیہ قبول کرکے صلح کرلی۔ (حبیب السیر و ابوالفدا) +

اب آنحضرت صلعم فتح و ظفر کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے اور ماہ شوال کے آخر تک مدینہ میں قیام فرمایا اور دیار عرب کے اطراف و جوانب میں سریے روانہ کئے۔ یہانتک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اور نواح میں جتنے یہود تھے سنہ ۷ھ کے اختتام سے پہلے پہلے سب مسلمانوں کے زیر فرمان ہوگئے۔ اور ان سے کسی قسم کا کھٹکا باقی نہیں رہا +

(۸۲) عمرۃ قضا۔ ذیقعدہ سنہ ۷ھ ماہ ذیقعدہ میں آنحضرت عمرہ ادا کرنیکے ارادہ سے مکہ کو تشریف لائے دو ہزار مہاجر و انصار اور ساٹھ شتر اونٹ ھدی کے واسطے ہمراہ تھے پچھلے سال جو لوگ حدیبیہ تک جاکر واپس آئے تھے انمیں سے کوئی بھی بلا وجہ معقول کے جانیسے باقی نہیں رہا کیونکہ یہ عمرۂ قضا تھا۔ حسب شرائط معاہدہ مسلمان تین روز مکہ میں رہ کر واپس آئے اور اس تین دن میں بہت سے اہل مکہ مسلمان ہوئے +

(۸۳) نکاح بمیمونہ اسی عمرہ کے ایام احرام میں آنحضرت نے میمونہ بنت حارث ہلالیہ سے نکاح کیا اور بعد عمرہ زفاف کیا یہ آنحضرت کا آخری نکاح ہے۔ اسوقت میمونہ کی عمر ۲۶ سال کی تھی انکا ۶۳ھ میں انتقال ہوا +

(۸۴) اسلام ابوہریرہ سنہ ۷ھ میں جب رسول اللہ صلعم خیبر میں تھے ابوہریرہ ہجرت کرکے مدینہ میں آئے اور وہاں سے خیبر میں آکر مشرف باسلام ہوئے اور حضرت کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ ۲۸ سال کی عمر میں سنہ ۵۸ یا سنہ ۵۹ھ میں بمقام مدینہ باعتیق وفات پائی۔ مرویات ۵۳۷۴ حدیثیں۔ ۳ سال حضرت کی خدمت میں رہے۔

سنہ ہجری مطابق سنہ ۶۲۹ع

(۸۵) اسلام خالد عمرو عاص ایرونگ لکھتا ہے کہ میمونہ سے نکاح کرنیکی بدولت میمونہ کا بہانجا خالد بن ولید اور اسکا دوست عمرو عاص جو دونوں ابتک

(بقیہ صفحہ ۱۲۶) ام حبیبہ کہتی ہیں ہم مدینہ میں اسوقت آئے کہ رسول اللہ خیبر میں تھے ہم میں سے جس کسی نے چاہا وہ حضرت کے پاس خیبر کو چلا گیا اور میں مدینہ میں رہی جب آنحضرت خیبر سے تشریف لائے تو میں خدمت سے مشرف ہوئی ابن خلدون لکھتا ہے کہ دو کشتیاں آدمی بھر کر نجاشی نے مہاجرین روانہ کردیے انہیں میں جعفر اور ام حبیبہ بھی تھیں یہ لوگ خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۱۲ مولوی عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث رجعت شمس بعلی کی صحیح ہے (ثقہ راویوں سے ثابت ہے) ابن جوزی اور اسکی مانند بعض علماء نے اسکی صحت میں کلام کیا ہے۔ حال یہ ہے کہ ابن جوزی بے پروائی اور جلدی میں جس حدیث کو چاہتا ہے موضوع کہدیتا ہے۔ اور حبیب طحاوی۔ احمد بن صالح۔ طبرانی اور قاضی عیاض قائل اسکی صحت کے اور اسکے حسن کے ہیں اور ذکر کیا ہے انہوں نے اپنی کتابوں میں۔ تو قول ابن جوزی کا درست نہیں ہوسکتا۔ پھر محدث دہلوی نے ان دلائل کو رد کیا ہے جو حدیث رد شمس کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہیں۔ ۱۳ اسوقت میمونہ بیوہ تھیں پہلے ابی رہم بن عبدالعزی یا سبرہ بن ابی رہم سے نکاح میں تھیں ۱۴ بعد میں جب ابوہریرہ پر اعتراض کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم سے اتنی حدیثیں کوئی صحابی بھی بیان نہیں کرتا جتنے تم بیان کرتے ہو تو کہا کہ میرے بھائی مہاجر تو بازار میں لین دین کرنے کرانے پھرتے تھے اور انصار اپنے مالوں کے حساب کتاب اور زمینوں اور باغوں کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ میں ایک غریب مسکین آدمی اصحاب صفہ کی طرح رسول اللہ صلعم کی ملازمت میں رہتا تھا۔ مجھکو سننے کا موقع ملتا تھا اُن کو نہیں ملتا تھا۔ ابوہریرہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پانچ جراب (تھیلے) علم کے حاصل کئے پس میں نے دو جرابیں نکالیں۔ اگر تیسری نکالتا تو مجھکو سنگسار کردیتے (تاریخ الخمیس) +

اسلام کے بڑے دشمن تھے مسلمان ہوگئے۔ اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب یہ دونوں مدینہ کی طرف آرہے تھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری راستہ میں ملا اور تینوں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ یہ تینوں شخص ۸ھ کے شروع میں مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے +

(۸۶) منبر کی ابتدا ابتک آنحضرت مسجد کے ستون سے لگ کر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ بروایت اسد الغابہ اس سال آنحضرت نے تین درجہ کا منبر تیار کرایا۔ دو درجے خالی اور تیسرا بیٹھنے کیلئے۔ پس آنحضرت تیسرے درجہ پر بیٹھتے اور دوسرے پر پاؤں رکھتے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو دوسرے درجہ پر بیٹھتے اور پہلے پر پاؤں رکھتے۔ عمر خلیفہ ہوئے تو پہلے پر بیٹھتے اور زمین پر پاؤں رکھتے۔ عثمان بھی چھ برس تک عمرؓ کی طرح بیٹھتے رہے مگر اسکے بعد آنحضرت کے درجے پر بیٹھنے لگے۔ معاویہ خلیفہ بنا تو اُس نے چھ درجے کا منبر تیار کرایا + منبر رسول عائشہ انصاریہ سے آنحضرت سے اجازت لیکر اپنے رومی غلام باقوم سے جو نجاری کا کام جانتا تھا تیار کرایا تھا (تاریخ الخمیس) +

(۸۷) سریہ موتہ[1] جمادی الاول ۸ھ عمرۃ القضا سے واپس آکر آنحضرت نے چھ مہینہ مدینہ میں قیام کیا۔ پھر سریہ موتہ کو روانہ کیا۔ وجہ اس جنگ کی یہ ہوئی کہ آنحضرت نے حارث بن عمیر کو حاکم بصریٰ کے پاس جو قیصر روم کی طرف سے گورنر تھا دعوت اسلام کی بابت ایک نامہ دیکر روانہ کیا تھا جب وہ مقام موتہ میں جاکر اُترا تو شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر کے امیروں میں سے تھا اُسے قتل کرادیا۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلعم کا سفیر کسی نے نہیں مروایا تھا۔ حضرت کو نہایت شاق گذرا۔ اور اس غرض سے کہ آیندہ حضرت کے ایلچیوں کا لحاظ کیا جاوے۔ حضرت نے ۳ ہزار فوج بسرکردگی اپنے آزاد غلام زید بن حارثہ کے روانہ کردی اس فوج میں حضرت علی کے بڑے بھائی جعفر بن ابیطالب اور عبداللہ بن رواحہ شاعر بھی تھے۔ روانگی کے وقت حکم دیا گیا تھا کہ اول زید بن حارثہ علم اُٹھائے وہ شہید ہوجائے تو جعفر اور جعفر کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ۔ جب وہ بھی شہید ہوجائے تو مسلمان جسے پسند کریں علمدار بنالیں۔ حکم تھا کہ زید بہت جلد جاکر موتہ پر اچانک حملہ کریں باشندوں کو دعوت اسلام کریں اُن سے نرمی سے پیش آئیں۔ عورتوں۔ بچوں۔ پادریوں۔ اندھوں اپاہجوں کو کسی حال میں کچھ نہ کہیں کوئی گھر نہ مسمار کیا جائے نہ جلایا جائے نہ درخت کاٹے جائیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج کو پورا یقین تھا کہ اچانک موتہ پر جا پڑینگے۔ مگر جب مقام معان پر اُترے تو معلوم ہوا کہ ہرقل روم[2] کی ایک لاکھ فوج سے مقام مآب میں اُترا ہوا ہے اور نیز بنی لخم اور بنی جذام[3] وغیرہ کی ایک لاکھ جمعیت مالک بن رافلہ کی ماتحتی میں اُنکے مقابلہ کو آرہی ہے۔ مسلمانوں میں مشورہ کیا گیا۔ بعضوں نے کہا توقف کرنا چاہیئے اور حضرت سے آیندہ احکام کا انتظار کرنا چاہیئے مگر عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ بڑھے چلو اور کچھ مخالف کی تعداد کا خیال نہ کرو۔ ہم ایمان کے لئے لڑتے ہیں اگر مارے گئے تو بہشت ہماری ہے۔ فتح ہوئی یا شہید ہوئے ہمارا بگڑتا ہی کیا ہے۔ عبداللہ کے اس جوش پر اوروں کی بھی ہمت بندھی۔ بڑھے۔ موتہ کے قریب مقابلہ ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ زید زخم کاری کھاکر ۵۵ سال کی عمر میں شہید ہوگئے۔ علم اسلام اُنکے ہاتھ سے گرنے نہ پایا تھا کہ جعفر نے جا سنبھالا[4] قاعدہ ہے کہ علم بردار ہی پر مخالف زیادہ زور سے حملہ کرتا ہے۔ مگر جعفر نے نہایت جانبازی اور بہادری سے علم کو بچائے رکھا۔ یہانتک کہ وہ ہاتھ جس میں علم تھا قطع ہوگیا۔ جعفر نے علم دوسرے ہاتھ میں لیلیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو لہو بہتے بازوؤں سے سنبھالا۔ جب تلوار کی ضرب سے سر شگافتہ ہوگیا تو جعفر زمین پر گرے مگر اس دمگماتے حال میں

[1] موتہ شام کے علاقہ بلقاء کا ایک قریہ ہے کہ یہاں سے بیت المقدس دو یا تین منزل مغرب کو ہے۔ کرک کے قریب واقع ہے (حبیب السیر) [2] ابن اثیر و تاریخ الخمیس۔ [3] یہ رومیوں سے مسلمانوں کی پہلی لڑائی ہے [4] اور گھوڑے سے اُترکر اُسے پے کرڈالنے والے اسلام میں پہلا

بھی علم سے چمٹے رہے۔ پس ایک رومی نے تلوار مار کر جعفر کو دو ٹکڑے کر ڈالا[۱]۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم اٹھایا[۲]۔ مگر وہ بھی شہید ہوئے تو مسلمانوں نے خالد بن ولید کو علمدار بنایا۔ خالد شام تک لڑتے رہے۔ خالد کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں ۹ تلواریں میرے ہاتھ میں ٹوٹیں۔ شام نے فخا صمین میں جدائی ڈالی۔ لڑائی موقوف ہوئی۔ دوسرے دن خالد نے فوجکی آراستگی نئے طور سے کی آگے کی فوج پیچھے دائیں جانب کی بائیں جانب کر کے کچھ اس طرح صف ارائی کی کہ دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ نئی کمک آگئی۔ پس پہلے ہی حملہ پر ہراس سے اُنکے پاؤں اُکھڑ گئے۔ بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے بہت سے قتل کئے اور بہت سا مال غنیمت لیکر مدینہ کی طرف مراجعت کی[۳] طبری۔ ابن اثیر و صفار و روضۃ الصفا وصاحب حبیب السیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ اسی جنگ موتہ کی کارروائی کے صلہ میں خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب آنحضرت صلعم نے عطا فرمایا تھا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ جن مورخین نے اس واقعہ کو فتح کی صورت میں دکھایا ہے وہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ مسلمان شکست کھا کر واپس آئے اور مدینہ کے لوگ اُن سے ملنے شہر کے باہر آئے تو وہ اُنکے منہ پر خاک ڈالتے تھے اور اُنہیں ملامت کرتے تھے کہ تم جہاد سے بھاگ کر آئے ہو۔ ام سلمہ زوجۂ رسول فرماتی ہیں کہ میں نے سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کی بیوی سے پوچھا کہ سلمہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے کیوں نہیں آتا جواب دیا کہ وہ گھر سے نہیں نکلتا جب کبھی نکلتا ہے لوگ اُسکے پیچھے غل مچاتے ہیں کہ یہ جہاد سے بھاگا ہوا ہے ناچار اُس نے خانہ نشینی اختیار کر لی ہے (دیکھو طبری۔ ابن اثیر و تاریخ الخمیس وغیرہ)۔

اہل فوج جعفر کی لاش کو رسول اللہ صلعم کی رشتہ داری کے لحاظ سے دفن کرنے کیلئے مدینہ لیتے آئے تھے اور وہ مدینہ میں آنیکے تیسرے دن دفن کر دی گئی۔ اہل مدینہ کو اسلام کے ان تین نامی بہادروں کے ضائع ہونیکا کمال صدمہ ہوا۔ خصوصاً جعفر کی شہادت کا بہت ہی قلق ہوا۔ حضرت بھی جعفر اور زید کے یتیم بچوں کو دیکھکر کمال مؤثر ہوئے گلے لگا کر بہت روئے کسی دیکھنے والے نے کہا آپ کیوں روتے ہیں وہ بہشت میں گئے۔ حضرت نے فرمایا دوست کی جدائی پر روتا ہوں۔

جب حضرت نے جعفر کی وفات پر لوگوں کو بہت بیتاب دیکھا تو فرمایا کیوں روتے ہو علم اسلام کی حمایت میں جعفر کے ہاتھ جدا ہونیکے صلہ میں باری تعالیٰ نے اُنکو دو پر زمرد کے عطا کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں اور وہاں نعمتہائے بہشت سے متنعم ہوتے ہیں (ابو زنگ طبری۔ خمیس و ابن اثیر وغیرہ)

ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ اُسی روز سے جعفر ذوالجناحین کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔ اسی اعتبار سے انکو جعفر طیار بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ پھر رسول اللہ جعفر کے گھر آئے اُنکے بچوں کو پیار کیا بیوی کو تسلی دی[۴]۔ اُدھر فاطمہ اپنے گھر میں رو رہی تھیں اُنکو تسلی دی اور اپنے گھر سے کہا تا پکوا کر جعفر کے گھر میں بھیجا۔ اور یہ اسلام میں پہلی حاضری ہے جو اہل مصیبت کے گھر بھیجی گئی +

ابن خلدون۔ تاریخ الخمیس۔ طبری۔ ابن اثیر۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے ابن اسحاق نے بھی تحریر کیا ہے کہ جس روز موتہ میں یہ حادثہ ہوا اُسی روز آنحضرت کو بالہام الٰہی من عن تمام واقعات کی اطلاع ہو گئی۔ اور منبر پر چڑھکر تمام واقعات ترتیب وار مسلمانوں سے ارشاد فرماتے گئے۔ اسیطرح خسرو پرویز کے ہاری جانیکی خبر آنجو اُسیدن بالہام ہوئی تھی۔

---

[۱] اسوقت جعفر کی عمر ۴۱ سال کی تھی۔ اُنکے جسم پر نوے زخم نیزہ و شمشیر کے گنے گئے اور سب کے سب آگے کیطرف تھے (تاریخ الخمیس و تفریح الاذکیا وغیرہ) جعفر کے قتل ہونے پر لوگوں نے عبداللہ بن رواحہ کو آواز دی اور وہ لشکر کے ایک جانب اونٹ کی ایک پسلی چچوڑ رہے تھے کیونکہ تین دن سے کچھ کھایا نہ تھا۔ آواز سنتے ہی اُسکو پھینکدیا اور اپنے نفس کو اسطرح ملامت کرتے ہوئے آئے کہ جعفر مارے گئے اور تو دنیا ہی میں پھنسا ہوا ہے[۲] اس روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں (تاریخ الخمیس)

[۳] جعفر پر تین روز تک رونیکی اجازت دی اسکے بعد منع کر دیا کہ اب میرے بھائی پر مت روؤ (تاریخ الخمیس)

موتہ کی لڑائی میں رومیوں صاحب تفریح الاذکیاء اور بروایت ابن خلدون ۱۰ اور بروایت ابن اسحاق ۱۲ صحابی شہید ہوئے اور مخالفین بے انتہا مارے گئے +

(۸۸) سریہ ذات السلاسل جمادی الآخر ۸ھ مدینہ میں خبر آئی کہ قبیلہ بلی اور قبیلہ قضاعہ اور بنی القین کے لوگ جمع ہو کر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہیں پس آنحضرت نے عمرو عاص کو تین سو آدمی کے ساتھ انکی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا یہ ہی خیال تھا کہ عمرو عاص قبیلہ بلی سے قرابت رکھتا ہے شاید اسکے ذریعہ سے باہمی مصالحت ہی سے معاملہ طے ہو جائے مگر وہاں معاملہ طے نہوا اور عمرو عاص نے مدینہ کمک طلب کی چنانچہ یہاں سے ابو عبیدہ ۲ سو فوج کے ساتھ عمرو عاص کی کمک کو بھیجے گئے اس فوج میں ابو بکر اور عمر بھی ابو عبیدہ کے ماتحتی میں روانہ کئے گئے تھے۔ چونکہ عمرو کے مزاج میں ذرا سختی تھی اور امارت فوج کا خیال تھا اہل فوج اور عمر اور ابو عبیدہ عمرو عاص سے ناراض ہو گئے[۱]۔ مخالفین کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی تاہم وہ اندازہ نہ کر سکے اور ہیبت اسلام نے انکو بھاگنے پر مجبور کیا جنگ و جدال کی نوبت نہیں آئی اور فوج اسلام نے کچھ غنیمت اور مویشی لیکر مراجعت کی +

(۸۹) فتح مکہ رمضان ۸ھ اُسوقت تک آنحضرت بہت سے قبائل عرب کے سردار بن چکے تھے۔ حضور کے زیر حکم اب ہزاروں جنگجو موجود تھے جو بھوک پیاس اور دھوپ کے عادی تھے اور جنکو جنگ کرنا کچھ مشقت نہیں بلکہ کھیل معلوم ہوتا تھا حضرت کی تعلیم سے ان لوگوں نے شراب پینی چھوڑ دی تھی۔ باقاعدہ۔ بہادر اور تعمیل حکم کے عادی ہو گئے تھے۔ متواتر فتوحات سے اُنکے دل اور بھی بڑھ گئے تھے اور اپنے پیشوا پر زیادہ بھروسہ ہو گیا تھا جسکے جھنڈے تلے وہ سپاہیانہ فرمانبرداری اور مردانہ جوش کے ساتھ جاتے تھے[۲] + مکہ ابھی کافروں ہی کے ہاتھ میں تھا۔ دس برس کا صلحنامہ لکھا جا چکا تھا۔ مگر مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ مکہ آنحضرت ہی کے حیات میں مسلمان فتح کر لیں۔ اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ وہاں بھی حضرت ہی کی حیات میں بلند ہو جائے۔ اور اسکے اسباب اسطرح پیدا کر دیے کہ صلح نامہ حدیبیہ کے وقت سے قبیلہ بنی بکر قریش کے ساتھ اور بنی خزاعہ آنحضرت کے ساتھ ہم عہد و حلیف تھے۔ یہ دونوں مکہ کے قریب آباد تھے ۸ھ میں ایسا اتفاق ہوا کہ کسی بات پر ان دونوں قبیلوں میں لڑائی ہو گئی قریش نے ہتیار بھیجکر بنی بکر کی مدد کی اور بعض سردار ان قریش خود بھی تبدیل لباس اُنکے شریک ہو گئے اور ان سب نے ملکر بنی خزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ نے ناچار ہو کر رسول کریم سے مدد کی درخواست کی چونکہ اس طرح وہ عہد جو حدیبیہ میں قریش سے رسول اللہ صلعم نے کیا تھا فسخ ہو گیا آنحضرت صلعم دس ہزار فوج سے مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے تیار ہو گئے +۔ قریش کو بھی اپنی اس ناشائستہ حرکت سے ندامت ہوئی اور اسلئے ابوسفیان بن حرب سردار مکہ مدینہ میں آیا کہ اُس عہدنامہ کی تجدید کرے۔ اول اپنی بیٹی ام حبیبہ زوجہ رسول کے گھر پہنچا چاہتا تھا کہ بچھونے پر بیٹھنے لگا ام حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا ابوسفیان خفا ہو کر کہا ای بیٹی مجھے بیٹھنے نہ دیا اور بچھونا تو نے اُٹھا لیا۔ وہ بولی یہ بچھونا رسول اللہ کا ہے اور تو کافر مشرک ناپاک ہے۔ ابوسفیان خفا ہو کر بد دعا کرنے لگا۔ اور اُٹھکر رسول خدا صلعم کے پاس آیا۔ آپ سے کلام کرتا رہا لیکن حضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہاں سے اُٹھکر حضرت ابوبکر کے

---

[۱] سلسل ایک چشمہ اور آبادی ہے مدینہ سے دس منزل وادی القری سے پرے شام کیطرف (تاریخ الخمیس) [۲] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابوسفیان جب رسول اللہ صلعم نے فوج سے عمرو کا حال پوچھا تو فوج نے کہا کہ ایک دن صبح کو اُس نے حالت جنابت میں بغیر غسل کئے نماز جماعت کی امامت کی آنحضرت نے عمرو سے پوچھا جواب ملا سردی بہت تھی اور خدا تعالی فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اپنی نفس کی ہلاکت کے اندیشہ سے میں نے غسل نہ کیا رسول صلعم نے مسکرا کر فرمایا دیکھو منہ اپنی لو کیسا بہانہ نکالا ہے [۳] شیعی مفسرین و محدثین و اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ ذات السلاسل سے وہی جنگ مراد ہے جو ۹ھ میں وادی الرمل میں واقع ہوئی اور جسکا ذکر کشف الغمہ و حبیب السیر و روضۃ الصفا و معارج النبوۃ میں ۹ھ کے واقعات میں لکھا ہے اور جسکا ذکر ہم بھی ۹ھ کے واقعات میں لکھیں گے [۴] ابو الفدا ابن اثیر وغیرہ +

پاس آیا اُنہوں نے بھی کچھہ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت عمر کے پاس وہ بھی کچھہ نہ بولے۔ اسکے بعد حضرت علی کے پاس آیا وہاں سے بھی ناکام پھرا۔ ناچار فاطمہ بنت رسول کے پاس آیا اور گذارش کی کہ آپ ہمیں اپنے بیٹے حسن کی حمایت میں لے لیجئے مگر فاطمہ نے بے رخی سے جواب دیا کہ میرا بیٹا کم سن ہے کسیکا حامی نہیں بن سکتا۔ اور بغیر رسول خدا کی مرضی کے کچھہ نہیں ہوسکتا دوبارہ ابوسفیان پھر علی کے پاس آیا اور کہا کہ میں قریش کیطرف سے سفارت پر آیا ہوں آپ مجھے اِس امر اہم میں کیا رائے دیتے ہیں۔ علی نے جواب دیا میں اس سے بہتر رائے نہیں دیسکتا کہ تو اپنی طرف سے بحیثیت سردار قریش ہونے کے انجمن میں کھڑا ہوکر باواز بلند کہدے کہ میں نے طرفین کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا۔ میں عہدنامۂ حدیبیہ کی تجدید کرنے کی غرض سے آیا ہوں اور اُسکو مضبوط کرتا ہوں یہ کھکر گھر کو واپس چلا جا۔ ابوسفیان بولا مگر کیا آپکے خیال میں اس سے کچھہ فائدہ ہوگا" حضرت علی نے بے پروائی سے جواب دیا کہ یہ تو خبر نہیں کہ فائدہ ہوگا یا نہیں الّا اسکے سوا کوئی چارہ نہیں دکھائی دیتا۔ پس ابوسفیان نے حضرت علی کی رائے پر عمل کیا مسجد میں آیا اور علانیہ سبکے سامنے کہدیا کہ اے قوم جانو اور آگاہ ہوکہ میں نے دونوں طرف سے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا اور میرا گمان یہ ہے کہ محمد میری پناہ کو رد نہ کرینگے۔ یہ کہکر مکہ واپس آیا مکہ والوں نے یہ واقعہ سنکر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھہ نہ کیا علی نے تیرے ساتھ تمسخر کیا ہے (حبیب السیر ابن اثیر)

ایرونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت نے مخفی طور سے مکہ پر اچانک حملہ کرنیکا قصد کیا۔ تمام اطراف سے مددگار مدینہ میں بلائے گئے مگر یہ نہ بتایا کہ چڑھائی کس جگہ کیجائیگی۔ مکہ کی طرف کے تمام راستے بند کردیے گئے کہ چڑھائی کی خبر قریش کو نہ پہنچے مگر مہاجرین میں ایک شخص حاطب بن بلتعہ تھا کہ اُسکی بیوی بچے مکہ ہی میں رہ گئے تھے۔ اور اُنکا کوئی نگران حال نہ تھا۔ حاطب نے چاہا کہ قریش ہی میں سے لوگوں کو اپنے کنبہ کا خبرگیراں اور سرپرست بنائے کہ اُنکو قریش سے آزار نہ پہنچے اور اسلئے اُس نے چڑھائی کا تمام حال لکھکر ایک عورت مساۃ سارہ[1] کے ہاتھ قریش مکہ کے پاس روانہ کیا۔ آنحضرت کو یہ راز کھل گیا اور حضرت علی اور مقداد اور زبیر بن العوام کو سارہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اُنہوں نے اُسے جالیا۔ مگر تلاشی پر کچھہ نہ نکلا۔ اور لوگ تو چھوڑنے کو تھے مگر علی کو کامل یقین تھا کہ خط اسکے پاس سے ضرور نکلیگا۔ رسول اللہ غلط نہیں کہہ سکتے۔ پس تلوار کھینچکر سارہ سے کہا خط نکال نہیں تو تیرا سر قلم کرتا ہوں۔ اُس نے فوراً اپنے بالوں میں سے وہ خط نکالکر حوالہ کردیا۔ خط حضرت کی خدمت میں لایا گیا۔ حاطب کو بلاکر دکھایا گیا اُس نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے یہ خط اپنے محتاج اہل وعیال کی خاطر لکھا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ اسمیں حضور کا کچھہ نقصان بھی نہیں۔ حضرت عمر نے حاطب کے عذر کو نہ مانا اور اُس کا سر قلم کرنے ہی کو تھے کہ رسول خدا نے اُسکی جنگ بدر کی جانبازی کا خیال کرکے اُسکا عذر قبول کیا اور معاف کردیا۔

صاحب تفریح الاذکیار لکھتے ہیں کہ حضور صلعم نے اپنی روانگی سے پیشتر بنا پر توریہ (یعنے ارادہ چھپانے کی غرض سے) یکم رمضان کو ابوقتادہ کو بمعیت ۸ سو غازیوں کے اضم پر روانہ فرمایا تھا جو مدینہ سے ۳ منزل پر مکہ اور یمامہ کے بیچمیں واقع ہے۔ بعد کچھہ عرصہ کے ابوقتادہ منزل سقیا میں آنحضرت سے آملے۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ۱۰ رمضان ۸ھ کو آنحضرت دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کیطرف روانہ ہوئے۔ فوج اسلام پہاڑوں کے سنسان دروں سے ایسے کراہ راستہ سے گئی کہ قریش کو خبر نہ ہوئی یہانتک کہ جحفہ یا ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے یہاں عباس سے ملاقات ہوئی جو اپنے کنبہ کے ساتھ ہجرت کئے چلے آتے تھے[2]۔ حضرت نے اُنکی عیال واطفال کو مدینہ بھجوادیا

---

[1] ابن اثیر نے اس عورت کو کنیز بنی مطلب مساۃ سارہ یا بنی قرینہ کی ایک عورت مساۃ کنود لکھا ہے مگر ابن خلدون نے اسکا نام طعینہ لکھا ہے [2] ابوالفدا ابن اثیر نے علی اور زبیر دو شخص اور ابن خلدون نے مع مقداد تین شخص اور بعض مورخین نے کل ۵ شخص لکھے ہیں [3] عباس جنگ بدر میں اظہار شہادت کرچکے تھے۔ مگر قریش پر ظاہر نہ کرتے اور مکہ ہی میں سکونت رکھتے تھے فتح مکہ کے روز اُنہوں نے اپنا ایمان علانیہ ظاہر کردیا۔ (استیعاب)

اور اُنکو اپنے ساتھ رکھا۔ نقب العقاب[1] پر پہنچے تو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن اُمیہ مخزومی سے ملاقات ہوئی جو ہجرت کئے ہوئے آرہے تھے اور اسوقت مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح لشکر اسلام مرالظہران تک جا پہنچا جو مکہ سے ۱۲ فرسنگ پر واقع ہے۔ رات ہوگئی تھی ڈیرے ڈالے گئے اور اس ساری سفر میں لشکر کو اسوقت اول مرتبہ آگ روشن کرنے کی اجازت ملی (ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ حبیب السیر وغیرہ)

عباس اگرچہ صدق دل سے آنحضرت کے ساتھ تھے لیکن قریش کی ہلاکت پر اُنکا جی بہت کڑھتا تھا۔ پس رات کو وہ سوار ہوکر چلے کہ اگر کوئی ملے تو اُس سے قریش کو خبر کرادوں کہ پیغمبر خدا دس بارہ ہزار فوج سے تشریف لائے ہیں تاکہ وہ لوگ خواہاں امن ہوکر حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوں ورنہ سب ماری جائیں گے۔ ناگاہ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا الخزاعی ملے اور عباس سے پوچھا یہ غل غپاڑہ کیسا ہے اور آگیں کیسی روشن ہیں۔ عباس نے صورت حال بیان کی۔ ابوسفیان یہ سنکر بہت سٹ پٹایا۔ مگر عباس کے کہنے سے طالب امان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں چلا۔ راستہ میں حضرت عمر کے خیمہ کے آگے سے گزرا تو دیکھکر وہیں قتل کرنے پر مستعد ہوگئے۔ عباس نے کہا کہ یہ میری امان میں ہے اور چونکہ عمر اسوقت پیدل تھے اور یہ دونو سوار اس سبب سے وہ آگے نکل گئے اور حضرت تک جا پہنچے پیچھے ہی عمر بھی تلوار کھینچے ہوئے آپہنچے اور عباس کے امان کی کچھ پروا نہ کرکے ابوسفیان کے قتل پر اصرار کرنے لگے۔ اور اُسکے قتل پر حضرت کے اشارہ کے منتظر تھے۔ کہ عباس نے جھلا کر کہا کہ اے عمر اگر یہ بنی عدی سے ہوتا تو تم اسکے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے چونکہ جانتے ہو کہ بنی عبد مناف سے ہے اس سبب سے اِس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ عباس افسوس ہے کہ میری نسبت تمہارا ایسا خیال ہے۔ تم جو چاہو سو سمجھو مگر میں اسکو زندہ نہیں چھوڑونگا۔ عباس اس کلام کا جواب ہی دینے نہ پائے تھے کہ عمر خود ابوسفیان کی طرف جھپٹے۔ آنحضرت نے یہ دیکھکر ارشاد کیا کہ اسے شب بھر کی مہلت دی۔ عمر یہ سنکر دم بخود ہوگئے۔ اور تلوار میان میں کرلی۔ غرض عباس ابوسفیان کو واپس لے آئے اور سمجھایا۔ دوسرے دن جب صبح کو حاضر ہوا۔ آنحضرت نے دعوت اسلام کی۔ ابوسفیان بولا کہ اس امر میں مجھے ابھی کلام ہے۔ عباس بولے کمبخت جلدی سے گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد اُسکا رسول ہے ورنہ ابھی گردن ماری جائیگی۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی تلوار کے خوف سے گھبراکر کہدیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔ مگر تمام مورخین نے اسکو اور اسکے بیٹے معاویہ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا ہے۔ ساتھ ہی حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا نے بھی اسلام قبول کیا (حیات القلوب۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر وغیرہ)

اب مصالح وقت اور حرمت کعبہ پر نظر ڈالکر اور نیز عام اخلاق کے لحاظ سے ہی آنحضرت نے عام حکم دیا کہ کوئی ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں یا مسجد کعبہ میں چلا جائیگا یا اپنا دروازہ بند کریگا اُسکو پناہ ہوگی۔ اور جو ہتھیار لگائے سامنے آئے اُسپر مسلمان ہاتھ نہ اُٹھائیں۔ پھر عباس نے ابوسفیان کو آنحضرت کی فوج دکھائی مسلمانوں کی دس بارہ ہزار سپاہ کو دیکھکر اُسکے حواس جاتے رہے[2] اور عباس سے کہا کہ اے تو تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہے۔ عباس نے کہا کہ کمبخت یہ رتبہ نبوت ہے نہ رتبہ بادشاہت۔ اُس نے کہا ہاں سچ ہے ؎ یہ حال دیکھکر ابوسفیان فوج اسلام سے پہلے مکہ میں داخل ہوا اور آنحضرت کی طرف سے منادی کردی۔ اب وقت ہی نہ تھا کہ کفار جنگ کی تیاری کرتے اور اپنے حلیفوں اور حمایتیوں کو بلاتے ہر ایک اُنمیں سے بجائے خود شدد تھا۔ پس اُن لوگوں نے بھی مناسب سمجھا کہ آنحضرت کو بلا مزاحمت مکہ میں

[1] حیات القلوب میں ثنیۃ العقاب لکھا ہے [2] جب فوج ابوسفیان کے پاس سے گزر رہی تھی سعد بن عبادہ جو انصار کے علمدار تھے یہ کہتے ہوئے گذرے کہ اب لڑائی ہوگی حرمت کسی متبرک مقام کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ مقتولین اُحد کا خوب بدلہ لیں گے۔ ابوسفیان نے سن پایا اور رسول اللہ صلعم سے آکر عرض کیا کہ سعد قریش کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتا ہے حضرت نے جناب علی کو بھیجا کہ سعد سے جاکر علم تم لیلو پس علی نے سعد سے علم لیلیا (روضۃ الاحباب وغیرہ)

داخل ہونے دیں۔ مگر آنحضرت کو چونکہ معلوم نہ تھا کہ کیا صورت پیش آئی ہے مکہ کے قریب منزل ذی طوی پہنچکر اپنی فوج کو ہوشیاری سے تقسیم کیا۔ حضرت علی سپہ سالار تھے ایک حصہ فوج کا زبیر بن العوام کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف جاؤ اور علم کو کوہ حجون پر[1] جاکر گاڑ دینا اور جبتک میں نہ آؤں وہیں رہنا فوج کے ایک حصہ کو خالد بن ولید کے ماتحت مکہ کے زیرین حصہ کی طرف نامزد کیا اور ابو عبیدہ بن جراح کو ایک اور طرف سے روانہ کیا گیا۔ مگر سرداروں کو سخت تاکید تھی کہ تحمل اور نرمی سے کام لیں ہرگز اپنی طرف سے حملہ نہ کریں کیونکہ فتح مکہ نرمی اور رحم کے ساتھ منظور ہے شدت اور سختی مدنظر نہیں ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ شہر میں داخل ہوتے وقت سعد بن عبادہ نے کہا کہ لڑائی کیوقت کسی متبرک مقام کا خیال نہیں کیا جاتا حضرت کو معلوم ہوا تو سعد سے علم لیکر علی کے حوالہ کر دیا +

بڑا حصہ فوج کا بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا فوج کا مؤخر حصہ جو سرخ لباس پہنے ہوئے تھا آنحضرت کے ساتھ داخل ہوا اسوقت حضرت ناقہ قصوی پر سوار تھے لیکن چونکہ گرد و گرد ہجوم بہت ہو گیا تھا۔ حضرت آہستہ آہستہ چلتے تھے یہانتک کہ وہ حجون تک پہنچے جہانکہ زبیر نے اسلام کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ حضرت کے واسطے خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت اپنے نیچے میدان پر نظر ڈالی تو تلواریں اور برچھیاں چمکتی ہوئی اور خالد نظر پڑا جو میسرہ کا سردار تھا۔ اور جس نے گشت خونکا بازار گرم کر رکھا تھا۔ حضرت کو بہت صدمہ ہوا اور غصہ آیا۔ بات یہ تھی کہ عکرمہ بن ابوجہل صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ کچھ آدمیوں کے ساتھ مقام خندمہ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطے آکھڑے ہوئے تھے خالد نے سبقت[2] کرکے آپر حملہ کر دیا خالد اور اُسکی فوج دشمن کو مارتی ہوئی مکہ میں گھس گئی اور اگر آنحضرت کا حکم فوری نہ ہوتا تو مکہ میں قتل عام ہو جاتا۔ خالد کے اس حملہ میں ۱۳ یا ۲۸ اور بروایتے ستر کفار اور دو یا تین مسلمان مارے گئے۔ (حبیب السیر و ابن اثیر وغیرہ) صاحب روضۃ الصفا نے ۲۰ کفار اور دس مسلمانوں کا مارا جانا لکھا ہے۔ اسکے بعد حضرت پہاڑ سے اُتر کر ناقہ پر سوار ہوئے سویرے نکلے دروازۂ مکہ کے قریب آئے ابوبکر اور اسامہ بن زید ساتھ تھے۔ اسوقت آپ کو مکہ سے اپنا بے سروسامانی سے نکلنا اور پھر اس شاہانہ شکوہ سے وہاں داخل ہونا خیال کرکے ایک خاص کیفیت سے متکیف ہوئے۔ حضرت نے اپنی گردن اظہار شکرگذاری کے لئے اونٹ کے کوہان کی طرف جھکائی اور سیدھے کعبہ کے قریب آکر قریش سے کہا اب بتاؤ تمہارے ساتھ کیا کروں۔ عرض کی کہ آپ کریم ابن کریم ہیں۔ فرمایا جاؤ تمہیں معاف کیا۔ پھر کعبہ کے گرد سات طواف کرکے اندر داخل[3] ہوئے اور نماز پڑھی + جتنی تصویریں خانہ کعبہ کے اندر تھیں سب محو کر دی گئیں۔ انمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کی بھی تصویر تھی اور فرشتوں کی تصویریں خوبصورت عورتوں کے بھیس میں بنی ہوئی تھیں۔ کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت لگے ہوئے تھے جن میں ہبل کا بت بہت مشہور تھا۔ جو بت نیچے تھے انکو خود آنحضرت نے لکڑی سے توڑ ڈالا

---

[1] ابن اثیر۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر وغیرہ۔ مگر ایرونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت کا علم اور بڑا حصہ فوج کا علی کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ علم کو کوہ حجون پر پہنچکر گاڑ دیتا اور جبتک میں نہ آؤں وہیں رہنا اور یہ حصہ بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا اور کوہ حجون پر جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا اور علی آنحضرت کی تشریف آوری کے منتظر رہے [2] مکہ کے قریب قبرستان ہے کہ بعض نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں پر تیر باران کئے تھے مگر اکثر کتب سے یہی ثابت ہے کہ خالد ہی نے عجلت اور سبقت کی تھی۔ جیسا کہ تاریخ طبری سے ثابت ہوتا ہے [3] عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ جو کلید بردار تھا اور مرتد ہو گیا تھا۔ آنحضرت کو آتا دیکھکر خانہ کعبہ میں قفل لگا دیا۔ حضرت علی نے اُس سے کنجیاں چھین لیں مگر بعد میں آنحضرت نے واپس کرا دیں اور اُس سے ایسا نرمی کا سلوک کیا کہ آخر کو وہ پھر مسلمان ہو گیا اور کلید برداری کا عہدہ اُسکے خاندان میں موروثی کر دیا گیا اب تک اُسکی نسل سے کلید بردار ہوتا چلا آتا ہے۔ اسیطرح سقایۃ حاج اور چاہ زمزم کی نگرانی کا عہدہ عباس کے خاندان میں موروثی کر دیا گیا +

اور جو اونچے تھے اُنکے توڑنے کے واسطے حضرت علی کو اپنے دوش مبارک پر چڑھایا اور وہ حضرت علی نے توڑ کر گرا دئے۔ خالد بن ولید۔ سعد بن زید اور عمرو بن عاص وغیرہ گرد و نواح کے بت مسمار کرنے کے لئے مامور کئے گئے۔ ظہر کا وقت آیا سقف کعبہ پر آنحضرت نے بلال سے اذان کہوائی۔ ظہر کی نماز باجماعت ہوئی حضرت نے خطبہ پڑھا اور کعبہ میں اللہ اکبر کی دھوم مچگئی۔ اسکے بعد حضرت کوہ صفا پر تشریف لیگئے۔ اور عمر نیچے حضرت سے کھڑے ہوئے اور مکہ کے پہلے مرد اور بعد میں عورتیں آگے سے گذرتے جاتے اور آنحضرت کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے جاتے تھے عورتوں کی بیعت اسطرح ہوئی کہ حضرت نے ایک کپڑا لٹکا دیا تھا یا ہاتھ پر لپیٹ لیا تھا کیونکہ آنحضرت غیر محرم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے +

اس فتحیابی اور کامیابی کی حالت میں بھی حضرت نے کوئی شاہانہ رعب داب لوگوں پر نہیں ڈالا۔ نہ کسی سے اُس اطاعت اور تعظیم کے خواہاں ہوئے جو بادشاہوں کی کیجاتی ہے۔ جس نے ایسا کیا اُسے منع کیا ایک شخص ڈرتا ڈرتا سامنے آیا حضرت نے فرمایا ڈرتا کیوں ہے میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں ایک زن قریشیہ کا فرزند ہوں جو دوپہر میں سوکھا ہوا گوشت کھاتا ہوں۔ حضرت کا برتاؤ امیروں غریبوں سب کے ساتھ یکساں نرم تھا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور قریش سردار جنہوں نے آنحضرت کو تنگ کر کے مکہ سے نکالا تھا اور طرحطرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں سر جھکائے ہوئے آئے کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو قریش کی گردنوں کا مالک بزور کر دیا تھا۔ آپنے ارشاد کیا تمکو میرے ہاتھ سے کیا توقع ہے اُنہوں نے عرض کی جو اچھے سخیوں کا کام ہوتا ہے وہ کرو۔ حضرت نے فرمایا چلے جاؤ تم کو ہمنے چھوڑ دیا +

ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ صرف گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کی نسبت آنحضرت نے حکم دیا تھا کہ اُنکا خون مسلمانوں کو معاف ہے کیونکہ ان لوگوں سے مسلمانوں نے سخت اذیتیں اُٹھائی تھیں۔ لیکن اُنمیں سے بہت کم لوگ مارے گئے کچھ بھاگ گئے کچھ مسلمان ہوگئے اور کتنوں کی خطا دوسروں کی سفارش پر آنحضرت نے معاف کر دی۔ اُنمیں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے +

(۱) ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ مادر معاویہ جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا بہت متخوف تھی بہیس بدلکر اُن عورتوں کے ساتھ آئی جو بیعت کرنے حاضر ہوئی تھیں لیکن جب حضرت نے نظر غور سے اُسکی طرف دیکھا تو وہ پاؤں پر گر پڑی اور معافی کی ملتجی ہوئی حضرت نے اُسے معاف کر دیا +

لہ صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ کئی بڑے بڑے بت ایک بلند مکان پر رکھے ہوئے تھے کہ ہاتھ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا اُن میں سے بڑے بت کا نام ہبل تھا علی مرتضی نے عرض کی کہ اپنا پائے مبارک میرے شانہ پر رکھئے اور ان بتوں کو نیچے اُتاریے فرمایا یا علی تمکو طاقت نبوت کا بوجھ اُٹھانے کی نہیں۔ تم اپنا پاؤں میرے شانے پر رکھو۔ حضرت علی نے امتثالاً للامر پاؤں رسول خدا کے شانے پر رکھا اور اُن بتوں کو نیچے ٹپکا اُسوقت سرور کائنات صلعم نے پوچھا یا علی اسوقت اپنے تئیں کیسا پاتے ہو کہا یا رسول اللہ ایسا دیکھتا ہوں کہ تمام حجاب کے پردے منکشف ہوگئے ہیں اور گویا سر میرا ساق عرش کو پہنچا ہے۔ اور جس چیز پر ہاتھ دراز کروں وہ چیز میرے ہاتھ آتی ہو حضرت نے فرمایا یا علی خوش ہو جیسا حال تمہارا کہ خدا کے کام کرتے ہو اور خوش ہو جیسا حال میرا کہ بار حق اُٹھاتا ہوں۔ صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ وغیرہ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ پھر جب حضرت علی اوپر سے کودے تو ہنسنے لگے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ یا علی کیوں ہنسے۔ عرض کی اس لئے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسیطرح کا الم مجھے نہیں پہنچا فرمایا کیونکہ تم کو الم پہنچانا کہ محمد نے تم کو اُٹھایا اور جبرئیل نے تم کو اُتارا۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ عرضیش کرتے جاتے تھے اور وہ رسول اللہ۔ اطاعت اور فرمانبرداری پر بیعت کرتے جاتے تھے جب یوم فتح مکہ کو مردوں کی بیعت سے فارغ ہوگئے تو وہیں عورتوں کی بیعت شروع ہوئی پس ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان آئی اور وہ خوف زدہ و متفکر تھی۔ لہذا بہیس اُس سلوک کے جو اُس نے حمزہ سے کیا تھا۔ پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میں تم عورتوں سے (دیکھو صفحہ ۱۴۴)

(۲) وحشی قاتل حمزہ مکہ میں فوج کے داخل ہوتے وقت بھاگ گیا تھا بعد میں حضرت کے سامنے اس طرح آکر مسلمان ہوا کہ پہچانا نہ گیا۔ پہچانے جانیکے بعد اُسکا قصور معاف ہوا مگر حضرت نے حکم دیا کہ کبھی میرے سامنے نہ آیو۔ بعد میں اسی وحشی نے خلافت اول میں مسیلمہ کذاب کو قتل کیا +

(۳) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ایک نوجوان قریشی کاتب وحی منافق تھا۔ وحی لکھتا تو الفاظ بدل ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ قرآن تو میرے اختیار میں ہے جو چاہوں لکھ لوں۔ جب اُسکا بھید کھلا تو چھپکر مکہ سے مدینہ چلا آیا اور مرتد ہوگیا۔ چونکہ حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا کئی دن تک حضرت عثمان نے اُسے چھپائے رکھا۔ بعد میں اپنے ساتھ حضرت کے پاس لائے اور اُسکا خون معاف کرانیکی سفارش کی دو دفعہ حضرت نے انکار کیا تیسری مرتبہ بڑے توقف کے بعد کمال کراہت کے ساتھ معاف کیا۔ کیونکہ حضرت عثمان کے چلے جانے پر آنحضرت نے حاضرین جلسہ سے کہا کہ تم میں سے کسیکو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ میری امان دینے سے پہلے اُس کتے کو قتل کر ڈالتا لوگوں نے کہا اگر حضور ذرا بھی آنکھ کا اشارہ کرتے تو ہم لوگ فوراً اُسے مار ڈالتے آپ نے فرمایا کہ آنکھ سے اشارہ کرنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے۔ پس عبداللہ دوبارہ مسلمان ہوا۔ اور بعد میں حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں اُسے مصر کا گورنر بنا دیا تھا +

(۴) عکرمہ بن ابوجہل جس نے آنحضرت کی دشمنی اپنے باپ سے میراث میں پائی تھی۔ جس روز آنحضرت مکہ میں داخل ہوئے اپنی بیوی ام حکیم کو چھوڑ کر تیز گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا تھا۔ ام حکیم مسلمان ہو کر آنحضرت کے قدموں پر گر پڑی اور درخواست کی کہ میرے شوہر کا یہی قصور معاف کر دیجئے آنحضرت نے اُسکی عاجزی دیکھکر عکرمہ کا قصور معاف کر دیا۔ پھر ام حکیم عکرمہ کو ڈھونڈھ کر آنحضرت کی خدمت میں لائی۔ اور وہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت نے اُسے ایک دستہ فوج کا سردار بنا دیا۔ آخر خلافت دوم میں جنگ اجنادین میں مارا گیا +

(۵) کعب بن زہیر شاعر آنحضرت کی ہجو کرتا اور اپنی زبان سے مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچاتا تھا۔ فتح مکہ کے دن بھاگ گیا تھا۔ بعد میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور آتے ہی قصیدہ بانت سعاد و قلبی الیوم متبول مشہور کیا آنحضرت نے پسند کیا + (۶) صفوان جس نے عکرمہ کی فوج کے ساتھ خالد کا مقابلہ کیا تھا بھاگ گیا تھا بعد میں اُس نے حضرت سے ایمان لانیکے لئے مہلت لیلی تھی۔ یہانتک کہ جب جنگ حنین میں مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اور حضرت نے اُسکو بہت سا عطا فرمایا تو مسلمان ہوگیا +

(۷) ہبار بن الاسود کا یہ قصور تھا کہ جب جنگ بدر کے بعد آنحضرت کی صاحبزادی زینب مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئی تھیں تو نیزہ اونٹ پر مارا تھا جس سے ڈر کر اُنکا حمل ساقط ہوگیا تھا یہ بھی مسلمان ہوگیا اور قصور معاف ہوا +

(۸) عبداللہ بن زبعری شاعر آنحضرت اور صحابہ کی ہجو کیا کرتا تھا اور مشرکوں کو مسلمانوں کی حرب پر ترغیب و تحریص دلاتا تھا۔ بھاگ گیا تھا۔ بعد میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا +

(۹) مقیس بن صبابہ کا یہ جرم تھا کہ اُس نے ایک شخص انصاری کو جس نے اُسکے بھائی کو غلطی سے مار ڈالا تھا قتل کیا تھا حالانکہ اُس انصاری نے دیت ادا کر دی تھی۔ مقیس مرتد ہو کر مکہ کو بھاگ گیا تھا مکہ کی فتح کے روز مشرکوں کے ساتھ شراب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۳) ان امور پر بیعت لیتا ہوں کہ کسیکو خدا کا شریک نکرنا۔ چوری نکرنا۔ زنا نہ کرنا۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ کسی پر بہتان نہ لگانا نیکی میں عصیان نکرنا۔ جب حضرت نے ہند سے کہا کہ چوری نکرنا تو ہند نے کہا کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے کیا اُسکا مال بھی چوری سے نہ لوں پس ابوسفیان نے کہا کہ میرا مال جو تجھے ملجائے وہ تجھے حلال ہے۔ اسپر حضرت ہنسے اور اُسے پہچان کر کہا تو ہند ہے۔ ہند نے کہا ہاں یارسول اللہ میری گذشتہ قصور کو معاف کیجئے۔ حضرت نے معاف کر دیا +

پی رہا تھا نیلہ بن عبداللہ کو خبر ہوئی اُس نے اُسے جا کر قتل کر دیا +

(۱۰) عبدالعزیٰ بن خطل مدینہ میں آکر مسلمان ہوا تھا حضرت نے اُسکا نام عبداللہ رکھا تھا بعد میں ایک مسلمان کو مار کر مرتد ہو گیا تھا اور مکہ کو چلا گیا تھا یہ بھی مارا گیا +

(۱۱) حویرث بن نقید شاعر آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تھا۔ حضرت علی نے اُسے قتل کیا +

(۱۲) حارث بن طلاطلہ بھی حضرت کو ایذا پہنچایا کرتا تھا حضرت علی نے اُسے بھی قتل کیا +

عورتوں میں ہند کے علاوہ قرتنا کی جاں بخشی ہوئی اور قریبہ۔ ارنب۔ سارہ اور ام سعد چار قتل ہوئیں۔ ہند اور قرتنا اسلام لائیں +

مکہ ۲۰ رمضان کو فتح ہوا اور ۶ شوال تک حضرت وہاں مقیم رہے۔ اسی اثنار میں ایک بڑی گھرانے کی عورت[1] چوری میں گرفتار ہوئی آنحضرت نے اُسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اُس قوم کے لوگوں نے اسامہ سے سفارش کرائی۔ آنحضرت نے ساعت نفرمایا اور ارشاد کیا اللہ کے حدود امیر و غریب سب کے ساتھ مساوی ہیں پہلی اُمتوں میں اسی سبب سے خرابی واقع ہوئی کہ لوگوں نے تمام قاعدے غریبوں ہی کے لئے نافذ کئے اور اونچے لوگوں کے لئے کوئی قید نہ رہی۔ قسم ہے اُس خدا کی جسکے ید قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرے تو اُسکا ہاتھ بھی اسیطرح کاٹا جائیگا +

(۹۰) خالد اور بنی جذیمہ[2] فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے تھوڑے تھوڑے آدمی اطراف مکہ میں اسواسطے روانہ فرمائے تھے کہ لوگوں کو دعوت اسلام کریں مگر یہ شرط تھی کہ کسی سے لڑائی نکریں (ابن اثیر۔ ابوالفدا) انہیں میں سے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا تھا +

ایام جاہلیت میں بنی جذیمہ نے عبدالرحمن بن عوف کے باپ عوف کو اور خالد بن ولید کے چچا الفاکہ بن مغیرہ کو جبکہ وہ یمن سے آرہے تھے مار ڈالا تھا اور اُنکا اسباب لوٹ لیا تھا۔ وہ لوگ جو واسطے ہدایت خلق کے رسول اللہ صلعم نے روانہ کئے تھے اُنمیں خالد بن ولید بھی تھے۔ بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ساڑھے تین سو آدمی مہاجر و انصار و بنو سلیم سے اُنکے ساتھ تھے خالد بن ولید بنی جذیمہ کے ایک چشمہ پر جاکر اُترے جسکا نام یلملم تھا اور مقام غیصاء اسکے قریب واقع تھا یہ دونو مقام مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر واقع تھے۔ یہاں کے لوگ رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو چکے تھے اسوقت اُنکے صرف حالت دریافت کرنی منظور تھی کہ آیا اپنے عہد پر قایم ہیں یا نہیں[3] بنی جذیمہ مدافعت کی غرض سے مسلح ہو کر خالد کے مقابلہ میں آئے خالد کو دیکھکر اظہار اسلام کیا خالد نے حاکمانہ آواز سے اُن سے پوچھا کہ تم مسلمان ہو یا کافر اُنہوں نے اڑکھڑاتی زبان سے کہا کہ مسلمان ہیں ہمنے مسجدیں بنائی ہیں اُنمیں نمازیں پڑھتے ہیں (روضۃ الاحباب) خالد نے کہا پھر ہتیار بند کیوں آئے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا اس سبب سے کہ بعض قبیلوں سے ہماری دشمنی ہے اور اندیشہ ہے کہ بیخبری میں وہ حملہ کریں غبار دیکھکر ہم تمکو وہی سمجھے تھے۔ خالد نے اُنکا عذر نامانا اور درشتی سے حکم دیا کہ اُتر جاؤ اور ہتیار رکھدو۔ اُنہوں نے ہتیار رکھ دیے اور الگ کھڑے ہو گئے۔ خالد نے فوراً بہت سوں کو گرفتار کر لیا۔ بہت سے بھاگے خالد نے اُنکا تعاقب کر کے بہت سے قتل کئے۔ رہے قیدی ایک ایک آدمی کو ایک ایک اسیر سپرد تھا صبحکو خالد نے حکم دیا کہ ہر ایک اپنے اپنے اسیر کو قتل کر ڈالے۔ بنی سلیم نے جو خالد کے ہم قوم تھے اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دیا مگر مہاجر و انصار نے اپنے اسیروں کو چھوڑ دیا۔ (ابوالفدا۔ ایرونگ۔ روضۃ الاحباب۔ معارج۔ حبیب السیر۔ ابن اثیر۔ طبری)

انمیں کے ایک اسیر نے آنحضرت کی خدمت میں آکر اس واقعہ کی خبر دی پس خالد کے اس فعل کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو

---

[1] اس عورت کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسد مخزومی تھا یہ اسود ام سلمہؓ کا برادر زادہ تھا (حبیب السیر و روضۃ الاحباب) [2] صاحب حبیب السیر ابوالفدا نے بنی خزیمہ اور طبری و ابن اثیر نے بنی جذیمہ لکھا ہے + [3] تہذیب المتین و حبیب السیر +

پہنچی تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنی بڑھائے کہ حضرت کے بغلوں کی سپیدی ظاہر ہوگئی اور خدا سے دعا کی کہ بار خدایا میں بری الذمہ ہوں خالد کے فعل سے کیونکہ اُس نے ممانعت رسول کا کچھ خیال نہ کیا دو بار یہی فرمایا اور حضرت علی کو ارشاد کیا کہ تم مال لیکر جاؤ اور سب کا خونبہا دیکر آؤ۔ حضرت علی بموجب ارشاد پیغمبرؐ وہاں تشریف لیگئے اور جتنے مارے گئے تھے اُنکا خون بہا دیکر آپنے پوچھا کہ کسیکی کوئی دیت رہ گئی ہو تو وہ یاد دلادے سب نے عرض کی کہ اب کوئی باقی نہیں رہا۔ تب حضرت علی نے وہ روپیہ جو اُنکے پاس بچ رہا تھا اُنہیں لوگوں پر تقسیم کر دیا کہ اُن لوگوں کے دل زیادہ خوش ہوں۔ آنحضرت صلعم کو جب یہ خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئی۔ اس معاملہ کے سبب خالد کیطرف سے آنحضرت عرصہ تک قہر و غضب میں رہے۔ جب بنی جذیمہ کو راضی کر لیا تو بعض صحابہ کی سفارش سے آنحضرت نے خالد سے درگذر کی[1]۔

عبدالرحمن بن عوف نے بھی خالد کے اس فعل پر بہت ملامت کی اور کہا تو نے بہت برا کیا۔ خالد نے کہا کہ مینے تیرے باپ عوف کا بدلہ لیا ہے۔ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ نہیں تو نے اپنے چچا انفاکہ بن مغیرہ کا عوض لیا ہے۔ اور یہ فعل تو نے زمانہ جاہلیت کا سا کیا مسلمان ہو کر تجھے ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا۔ عبدالرحمن اور خالد کے اس جھگڑے کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپنے خالد کو ارشاد کیا کہ میرے اصحاب تو اپنے ساتھ نہ رکھ اے خالد تو اُنکی قدر نہیں جانتا۔ قسم ہے خدا کی اگر تیرے پاس سونیکا پہاڑ ہوتا اور تو اُسکو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تب بھی ایسے شخصوں کی بو پاس نہ پاتا (ابن اثیر و ابوالفدا)

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کہتا ہے کہ خالد کے اس سریہ میں مَیں خالد کے ساتھ تھا ایک جوان میری قید میں رسّی میں بندھا تھا اُسکے ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے تھے اُس نے کہا ای شخص ہو سکتا ہے کہ مجکو ذرا کی ذرا اس سامنے کے خیمہ میں ان عورات کے پاس لیچلے کہ اُنسے کچھ حاجت رکھتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا میں اُسکو وہاں لیگیا وہ اُنمیں سے ایک عورت سے ملا اور آپس میں کچھ باتیں کیں پھر میں واپس لے آیا۔ جب اُسے قتل کیا تو وہی عورت آکر بیتابانہ اُسکی لاش پر گر پڑی اور دو تین نعرے مار کر جان بحق تسلیم ہوئی۔ جب اہل سریہ نے یہ قصہ آنحضرت سے بیان کیا تو فرمایا کہ تم میں ایک مرد بھی ایسا نہ تھا جسے رحم آتا۔

(۹۱) جنگ حنین[2] ۱۰ شوال ۸ھ جب فتح مکہ کی خبر اطراف عرب میں پہنچی بنی ہوازن۔ بنی ثقیف۔ بنی جشم بنی سعد اور دیگر پہاڑی اور صحرائی قوموں نے آنحضرت سے لڑنیکے واسطے آپسمیں اتحاد کیا۔ یہ بنی سعد وہی ہیں جنکے پاس آنحضرت کا بچپن حلیمہ سعدیہ کے ساتھ گذرا تھا اور بنی ثقیف وہی ہیں جنہوں نے طائف میں آنحضرت کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ اور بتھراؤ کیا تھا۔ اور لات کی پرستش کرتے تھے۔ مالک بن عوف نضری جو بنی ثقیف کا سردار تھا اس تمام اتحاد کا سرگروہ اور ابو جرول علمدار بنایا گیا۔ پس مالک نے مقام اوطاس پر جو طائف اور حنین کے درمیان ہے چھاؤنی ڈالدی۔ بروایت روضۃ الاحباب چار ہزار اور بروایت مقصد اقصیٰ تین ہزار مرد جرار تھے مگر بعض مورخین مثلاً صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ تیس ہزار مرد جرار کا جمگھٹا ہوگیا تھا۔ یہ لوگ اپنی عورتیں بچے اور ریوڑ بھی ساتھ لائے تھے درید بن صمہ نے جو ایکسو بیس یا ایکسو ساٹھ برس کا بوڑھا اور بنی جشم کا سردار تھا عورتوں بچوں اور ریوڑ کا لانا پسند نہیں کیا جنکو مالک بن عوف اس خیال سے لایا تھا کہ انکی موجودگی میں اُسکی فوج بھاگے گی نہیں۔ درید چونکہ جہاں دیدہ اور تجربہ کار تھا اس سبب سے اسے صرف صلاح مشورہ لینے کے واسطے ایک کجاوہ میں بٹھا لائے تھے۔ ورنہ بسبب پیری کے ڈھانچ ہی ڈھانچ رہ گیا تھا آنکھوں سے اچھی طرح دکھائی بھی نہ دیتا تھا۔ اس نے عورتوں بچوں کے واپس بھیجنے کی صلاح دی مگر اسپر عمل نہیں کیا گیا۔ تاریخ الخمیس میں ہے اس اجتماع کا

[1] سیرت ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ روضۃ الاحباب [2] حنین ایک جنگل ہے جو مکہ سے تین میل طائف کی طرف واقع ہے۔

حال یہ کہ آنحضرت بھی بارہ ہزار (اور بروایتے ۱۶ ہزار) فوج لیکر چل کھڑی ہوئے انمیں دس ہزار مہاجر و انصار تھے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور حسب معمول حضرت علی علمدار تھے۔ اور دو ہزار باشندگان مکہ تھے جن میں سے بعض ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے چنانچہ صفوان بن اُمیّہ کافر بھی ہمراہ تھا۔ اس سے ایکسو زرہ حضرت نے اس جنگ میں عاریت لی تھی تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسّی مشرکین آنحضرت کے ساتھ تھے اُنہیں میں صفوان تھا +

۶ شوال کو آنحضرت مکہ سے باہر آئے دلدل پر سوار تھے۔ مسلمان وادی حنین تک پہنچے تھے کہ غنیم کی فوج پہلے ہی آموجود ہوئی تھی۔ اور وہ لوگ جابجا پہاڑ کے دروں میں چھپ گئے تھے۔ مسلمان اس سے واقف نہ تھے صبح کو راستہ کی تنگی کی وجہ سے متفرق ہو کر آگے بڑھے۔ اس متفرق ہونیکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فتح مکہ سے اور اپنی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں کچھ نخوت بھی آگئی تھی۔ چنانچہ روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس اور حبیب السیر وغیرہ اور کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمانوں کا یہ شاندار لشکر دیکھکر کہا تھا کہ آج ہم کمی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے۔ اس نخوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے آگے بڑھتے ہی دشمن کمینگاہ سے نکل پڑے اور ایسے نکلے کہ مسلمان حیران رہ گئے ماری تیروں پتھروں اور نیزوں کے بولائے اور راہ فرار اختیار کی[1] بہت سے مسلمان مارے گئے۔ کئی زخمی ہوئے۔ حضرت نے بہت پکارا کہ اے اصحاب بیعت الرضوان تم اپنے رسول کو اکیلا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ایک نہ سنی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ نفسی نفسی کی پڑی ہوئی تھی۔ اسطرح مسلمانوں کی شکست ہو گئی +

اس موقعہ پر کفار مکہ اور منافقین کے بغض و کینے خوب ظاہر ہو گئے۔ ابوسفیان بن حرب جو فتح مکہ کے موقع پر ظاہر میں مسلمان ہو چکا تھا اپنے ترکش کو تیروں سے بھرے ہوئے مستعد کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ ابھی تو یہ مسلمان سمندر تک بھاگیں گے صفوان بن امیہ کے بھائی کلدہ نے بھی پکار کر کہا کہ اب محمدؐ کے جادو کا اثر جاتا رہا[2] اور اگر بعض جانباز حضرت کے ساتھ نہ ہوتے تو ایک شخص نے تو آنحضرت کو شہید ہی کر دیا ہوتا۔ حبیب السیر میں ہے کہ مالک بن عوف نے آنحضرت پر حملہ کیا۔ ایمن ابن ام ایمن نے روکا یہانتک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اب ناچار ہو کر خود آنحضرت نے اپنا خچر لڑنیکے واسطے آگے بڑھایا۔ مگر عباس نے لگام تھام لی اور لڑنے سے روکا۔ عباس کی آواز بہت بلند تھی[3]۔ رات کو جب اپنے غلاموں کو آواز دیتے تو دو میل تک آواز جاتی تھی[4]۔ اُنہوں نے آنحضرت کے حکم سے فراری مسلمانوں کو "اے گروہ انصار۔ اے اصحاب السمرہ اور اے اصحاب سورۃ البقر

---

[1] حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد بن ولید نے فرار کیا اسکے بعد کفار قریش نے کہ قریب العہد بجاہلیت تھے۔ بعد ازاں باقی اصحاب مہاجر و انصار نے راہ فرار اختیار کی۔ حضرت ابوبکر اور عمر بھی قدم نہ جما سکے۔ تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر نُسَیبہ عورت کے سامنے سے چلے جا رہے تھے (یہ وہی جنگ احد والی بہادر تھی) اُس نے پکارا کہ اے عمر یہ کیا کام کرتے ہو۔ عمر نے کہا خدا کا حکم یہی ہے۔ حضرت ابوبکر کے فرار کی نسبت ابن ابی الحدید اپنے قصیدۂ رائیہ میں لکھتا ہے ؎ وَلَیْسَ بِمُنْکَمٍ فِی حُنَیْنٍ فِرَارُہٗ ۔ فَفِی اُحُدٍ قَدْ فَرَّ خَوْفًا وَجَبْنًا (جناب ابوبکر کا جنگ حنین میں فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ وہ جناب اس سے پیشتر جنگ احد و جنگ خیبر میں بھی ماریِ خوف کے فرار کر چکے ہیں)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے براء ابن عازب سے پوچھا کہ کیا تم لوگ رسول خدا کے پاس سے بروز حنین بھاگ گئے تھے براء نے کہا مگر رسول خدا نے تو فرار نہیں کیا اور نیز صحیح بخاری میں ہے کہ ابوقتادہ نے کہا کہ بھاگے سب مسلمان اور ہم ہی بھاگے اُنہیں بھاگنے والوں میں عمر خطاب کو دیکھا پوچھا کہ یہ لوگ کیوں بھاگے تو عمر نے کہا کہ حکم خدا یوں ہی جاری ہوا تھا۔ (دیکھو تاریخ الخمیس و زاد المعاد ابن قیم

[2] صفوان بن اُمیہ باوجود دیکھ اتنک مسلمان نہ ہوا تھا مغموم تھا اور اُن لوگوں کو ایسے بیہودہ الفاظ سے روکتا تھا (خمیس)

[3] خمیس میں ہے کہ جب عباس زور سے آواز دیتے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جاتے تھے۔ اور جو پاپوں پر خفا ہوتے تو اُن کا پتہ کٹ جاتا[4] المرتضیٰ + + +

اس زور سے کہکر پکارا کہ وہ تنگ وادی گونج اُٹھا۔ عباس کی آواز سُنکر مسلمان جمع ہونے لگے اور یہ دیکھکر کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا تھوڑے قریب انصار وغیرہ جمع ہوگئے اس اثنا میں دشمن بلندی سے اُترآئے تھے میدان میں خوب جنگ ہوئی صاحب حبیب السیر و صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں کافروں کا علمبردار ابو جرول رجز پڑھتا ہوا آیا اور مبارز طلب کیا۔ دلاوران فوج اسلام اُسکے طول قامت اور عظیم جثہ کو دیکھکر اندیشہ مند ہوئے کوئی اُس سے لڑنے کو نہیں نکلا ناگاہ علی مرتضی نے مقابلہ میں آکر اُس بدبخت کو قتے النار کیا[1]۔ اور یہ بات باعث ہمت بند ہنے مسلمانوں کی اور کمر ٹوٹی کفار کی ہوئی۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جب ہنگامہ جنگ شدت سے برپا تھا آنحضرت صلعم نے جھککر ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور مشرکین پر پھینکی پھینکتے ہی کفار کی فوج کو شکست ہوگئی۔ بہت سے قتل اور بہت سے زن و مرد اسیر ہوئے بہت سے بھاگ گئے۔ مالک اور بنی ثقیف دور طائف میں جاکر پناہ گزین ہوئے کچھ نخلہ کی طرف اور بقیہ اپنی اوطاس کی چھاؤنی میں چلے گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا[2]۔ اس لڑائی میں ستر کافر اور چار مسلمان مارے گئے حبیب السیر سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ جملہ ستر مقتولین کے چالیس صرف حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ فتح حنین کے وقت مسلمانوں کی کامیابی دیکھکر بہت سے مکہ اور نواح کے کافر مسلمان ہوگئے +

اسمیں مورخین کا اختلاف ہے کہ جنگ حنین میں کون کونسے صحابہ نے اپنے پائے ثبات کی حفاظت کی۔ مواہب لدنیہ تاریخ الخمیس اور فتح الباری میں ہے کہ صرف (۱) حضرت علی جو آنحضرت کے سامنے تیغ زنی میں مصروف تھے (۲) عباس جو حضرت کے استر (خچر) کے آگے آگے تھے (۳) ابوسفیان بن حارث جو داہنی رکاب خچر کی تھامے ہوئے تھے اور (۴) عبداللہ بن مسعود جو بائیں طرف تھے صرف یہی چار شخص دشمنوں کی زد سے آنحضرت کو بچاتے تھے۔ بعض نے دس اشخاص لکھے ہیں۔ علی۔ عباس اور عباس کے بیٹے فضل اور قثم اور حارث کے بیٹے ابوسفیان اور ربیعہ۔ عبداللہ بن زبیر۔ عتبہ و معتب پسران ابولہب۔ اور ایمن پسر ام ایمن۔ امام ابن قتیبہ نے صرف آٹھ آدمی لکھے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر عتبہ اور معتب کا نام نہیں لکھا ہے اسامہ بن زید کو شامل کیا ہے اِن روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو صرف تین ہی شخص علی۔ عباس۔ ابوسفیان بن حارث جو تینوں بنی ہاشم ہی آنحضرت کے ساتھ رہگئے تھے ان کے نام سب روایتوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے فرار نہیں کیا۔ بعد میں رفتہ رفتہ اور آتے گئے یہانتک کہ تعداد سو تک پہنچ گئی۔ مگر تاریخ الخمیس و معارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس جنگ میں ایک موقعپر رسول اللہ اکیلے ہی رہ گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے علی کے رسول اللہ صلعم کے سامنے جہاد میں مصروف تھے (ابوالفداء و مدارج) اور جنکا فرار کسی غزوہ سے کسی نے نہیں لکھا سب ہی فرار کر گئے تھے۔ تفسیر کبیر و خازن میں ہے کہ صرف عباس اور ابوسفیان بن حارث صرف دو شخص رسول اللہ کے پاس رہ گئے تھے +

(۹۲) جنگ اوطاس شوال ۸ھ حضرت نے حنین میں قیام کیا اور ابو عامر اشعری کو ایک زبردست فوج کے ساتھ اوطاس پر بھیجا جو حنین اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ ہوازن نے بہادری سے مقابلہ کیا ۷۰ آدمیوں کو مارکر ابو عامر شہید ہوئے اور اُنکے بھتیجے ابوموسی اشعری کمان کرنے لگے۔ بہت سے دشمن مارے گئے اور انکے ہاتھ فتح ہوئی اور ابوموسی اشعری بہت سا مال غنیمت عورتوں اور مرد عورتوں اور بچوں کو قید کئے ہوئے آنحضرت کے سامنے آئے۔ قیدیوں میں شیماء بنت الحارث بھی جو حلیمہ سعدیہ کی بیٹی تھی آئی۔ اُس نے پیغمبر خدا کے سامنے اپنا حال بیان کیا۔ حضرت نے اُسکے لئے اپنی چادر بچھا دی اور اُسکو بڑی خاطر کی اور اُسکو زاد راہ دیکر جہاں اُسنے اپنی قوم کا پتہ بتایا۔ وہاں پہنچوا دیا +

---

[1] ابن جرول کو حضرت علی کے ہاتھ سے مارا جانا ابن ہشام نے بھی لکھا ہے [2] اس تعاقب میں درید بن صمہ ربیعہ بن رفیع کے ہاتھ سے مارا گیا

[1] کذا فی ابن اثیر

طبری - کامل - ابوالفدا - روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ حنین اور اوطاس سے یہ غنیمت ہاتھ آئی تھی چھ ہزار غلام چوبیس ہزار اونٹ چار ہزار اوقیہ[1] چاندی چالیس ہزار سے زیادہ گوسفند + حضرت نے حکم دیا کہ مال غنیمت مقام جعرانہ[2] میں جمع رکھا جائے اور عباد بن بشر انصاری اُسکی محافظت کرے +

(۹۳) غزوہ طائف شوال ۸ھ مال غنیمت اور قیدیوں کو ایک محفوظ جگہ اچھی حفاظت کے ساتھ چھوڑ کر حضرت بنی ثقیف کے تعاقب میں طائف پر چڑھائی کی - علی علمدار تھے - طائف کی شہر پناہ بڑی مضبوط تھی - اُسمیں ایک مضبوط قلعہ بھی تھا - چونکہ بنی ثقیف نے شہر کا دروازہ بند کر لیا حضرت نے طائف کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ بیس دن سے زیادہ اور بروایت حبیب السیر اٹھارہ روز رہا - اس عرصہ میں مسلمان فارسی کی ہدایت سے منجنیق (گوپیوں) اور دیگر قلعہ شکن آلات کا استعمال کیا گیا - ان آلات کا استعمال اسلام میں پہلی دفعہ جنگ طائف ہی میں ہوا ہے - محصورین مسلمانوں کے حملہ کو تیروں سے روکتے رہے جو مسلمان دیوار کے قریب آتا اُسپر پگھلا ہوا لوہا ڈالدیتے - آخر آنحضرت کے حکم سے اُنکے تمام انگور کے درخت کاٹ ڈالے گئے - اور اُنکے تمام کھیت اور باغیچے برباد کر دیے گئے پھر منادی کیگئی کہ جو غلام شہر سے نکل آئیگا آزاد کر دیا جائیگا - تیرہ غلام جو نکلکر آئے مسلمان ہوکر آزاد ہوئے انہیں میں ابوبکرہ نفیع بن حارث تھا (تجنیس) مگر بروایت روضۃ الاحباب بیس غلام باہر آئے تھے + آخر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو محاصرہ ترک کرنے کی رائے ٹھیری + بے فتح واپس ہونے پر بعض اصحاب بڑبڑانے لگے - ناچار چلتے چلتے شہر کے ایک دروازہ پر حملہ کا حکم دیا گیا مگر محصورین نے خوب ہی حفاظت اور مدافعت کی - طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے - کہتے ہیں کہ عبداللہ بن اُمیہ برادر ام سلمہ - عبداللہ بن ابوبکر اور دس دیگر اصحاب اس موقعہ پر مارے گئے[3] اور ابوسفیان جو یہاں بہت بہادری سے لڑا تھا ایک آنکھ کھو بیٹھا (ابن ہشام) آخر طائف سے محاصرہ اُٹھا لیا گیا اور روانگی کو آنحضرت مقام جعرانہ پر واپس آئے جہاں حنین اور اوطاس کا مال غنیمت چھوڑ گئے تھے +

روضۃ الاحباب - حبیب السیر اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ طائف کے محاصرہ کے ایام میں علی مرتضی کے ساتھ ایک جماعت اصحاب نے آنحضرت کے حکم سے اُس علاقہ کے گرداگرد کے دشمنان دین سے محاربہ اور مقاتلہ کیا - اور وادی اور ثقیف اور ہوازن کے قبول کو جو اُس علاقہ میں تھے سب کو توڑ ڈالا اور اُس علاقہ کو ویران کر دیا - اور بروایت حبیب السیر قبیلہ خثعم کا ایک نامی پہلوان شہباب نامی حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا - جب حضرت علی اس کامیابی کے بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت نے علی کو دیکھکر تبسم کیا اور علی مرتضی کے ساتھ ایک خلوت کی جس میں کسی غیر کو دخل ہونیکی مطلق اجازت نہ تھی بطریق راز خفیہ گفتگو آپس میں بہت ہوئی جب بہت ہی دیر ہوگئی تو صحابہ اور بروایت صاحب معارج و حبیب السیر خاص حضرت عمر کہنے لگے کہ پیغمبر ایسے راز دور و دراز اپنے چچیرے بھائی سے کہتا ہے کہ کسی دوست سے نہیں کہتا - حضرت نے فرمایا کہ میں راز نہیں کہتا کسی سے بلکہ مجھے خدا حکم کرتا ہے کہ اُس سے

راز مگو[4]	بفرمان دانا سے راز نہاں	گشادم بایں راز دانا دو زباں

[1] ذلقیہ کو حضرت جعرانہ میں پہنچکر ۱۳ دن قیام کیا یہاں سے ہوازن کیطرف اُس مضمون کی سفارت آئی کہ ہم اطاعت قبول کرتے ہیں ہمارے عورتیں اولاد اور مال واپس

[2] اوقیہ ۴۰ درہم کے برابر ہوتا ہے اور درہم ۳ روپے کچھ زیادہ کا پیچاں حصہ سمجھو [3] جعرانہ مکہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے -

[4] عبداللہ بن ابوبکر کا زخم تیر مندمل ہوگیا تھا مگر بعد میں پھر پھٹ گیا اور اپنے باپ کے عہد خلافت میں اُسی زخم سے انتقال کر گئے روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس پر ہے کہ غزوہ طائف میں ۱۲ صحابی مارے گئے [5] کنز العمال میں بجائے حرم ابوبکر رضہ کا نام لکھا ہے گو ہدایت کا قرینہ اس امر کا مقتضی ہے کہ شخصین مذکورین اصدقہا دونوں ہی نے یہ بات کہی تھی اور غالباً ان دونوں بزرگواروں نے آپس میں یہ گفتگو کی تھی (مؤلف)

کر دیجئے[۱]۔ انکے ساتھ سفارش کو حلیمہ بھی آئی تھیں جنہوں نے حضرت کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت نے انکے واسطے اپنی چادر بچھائی اور بڑی تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے[۲]۔ آنحضرت نے ان لوگوں سے پوچھا تمہیں اپنا مال پیارا ہے یا اہل و عیال اُنہوں نے جواب دیا کہ بال بچے زیادہ پیارے ہیں اسپر آنحضرت نے اپنا اور اولاد مطلب کا قیدیوں کا حصہ اُنکے سپرد کر دیا۔ یہ دیکھکر سب مسلمانوں نے سب لوگوں کو اُنکی عورتیں اور بچے واپس دیدیئے پس وہ سب چھ ہزار قیدی رہا کر دیئے گئے +

انہیں وفود کی معرفت حضرت نے مالک بن عوف کے پاس جو طائف میں قلعہ بند ہو گیا تھا کہلا بھیجا کہ اگر مسلمان ہو جائے اور اطاعت قبول کرے تو اسکا تمام مال جو حنین میں لیگیا ہے واپس کر دیا جائیگا بلکہ سو اونٹ اور بھی دیے جائیں گے مالک نے منظور کر لیا اور رسول اللہ نے اُسکے اہل و عیال اور مال کو واپس دیدیا اور سو اونٹ اس سے علاوہ دیے اور اُسکے قبیلہ کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے اُنکا اُسے سردار بنا دیا (ابن اثیر وغیرہ)

صاحب ازالۃ الخفا نے نسائی سے نقل کیا ہے کہ اسی سفر طائف میں جناب امیر کے ساتھ آنحضرت نے وہ معاملہ کیا جو اُمیدوار خلافت سے کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ قریش سے آئے اور کہا یا حضرت ہم آپکے ہمسائے اور حلیف ہیں ہماری غلام جو آپکے پاس آکر مسلمان ہوئے ہیں درحقیقت اُنکو اسلام سے مطلب ہے نہ فقہ سے صرف ہمارے اموال اور صناع سے فرار کر کے آئے ہیں آپ اُنہیں واپس کر دیں۔ حضرت نے ابوبکر رضہ سے پوچھا اُنہوں نے کفار کی تصدیق کی جس سے حضرت کا چہرہ متغیر ہوا۔ پھر عمر رضہ سے پوچھا اُنہوں نے بھی ابوبکر رضہ کی موافقت کی جس سے حضرت کا چہرہ پھر متغیر ہوا اور فرمایا کہ اے گروہ قریش قسم خدا کی اللہ تعالیٰ پیغمبر ایسے شخص کو مسلط کریگا جس کے قلب کا اُس نے امتحان لیا ہے ایمان کی نسبت۔ اور تم کو وہ دین پر مارے گا۔ یا تم میں سے بعض کو مارے گا۔ کہا ابوبکر نے کہ یا رسول اللہ کیا میں وہ شخص ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ عمر رضہ نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ یہ صفت اُس شخص کی ہے جو جوتی میں پیوند لگا رہا ہے۔ اور رسول اللہ نے علی کو جوتی گانٹھنے کو دی ہوئی تھی +

(۹۴) غنیمت حنین

اب مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہو آنحضرت ہماری پچھلی لڑائیوں کا روپیہ یونہیں اُڑا دیں[۳]۔ لہذا آنحضرت کے گرد ہجوم کیا اور مال غنیمت کی تقسیم کے واسطے غل مچانے لگے۔ حضرت نے نظر غضب سے دیکھا اور فرمایا کیا تمنے مجھے کبھی حریص یا جھوٹا یا بے ایمان یا بد دیانت پایا ہے۔ پھر ایک بال اونٹ کا اُکھیڑ کر بلند آواز سے ارشاد کیا قسم ہے خدا کی میں نے کبھی مال غنیمت سے سوائے خمس کے اس بال کے برابر بھی نہیں لیا اور وہ خمس بھی تمہارے ہی فائدہ میں صرف ہوا ہے۔ پھر حضرت نے حسب معمول مال غنیمت کو تقسیم کیا بلکہ اپنا خمس بھی اُن لوگوں میں تقسیم کر دیا جنکی تالیف قلوب منظور تھی۔ جو مولفۃ القلوب کے نام سے مشہور ہوئے +

قریش کی حالت مشکوک تھی اُنکو حضرت حالت تذبذب میں سمجھتے تھے چنانچہ جنگ حنین کی شکست کے وقت اُنکی شماتت سن چکے تھے۔ پس ابوسفیان بن حرب اور ابوسفیان کے بیٹوں یزید اور معاویہ ان تینوں میں سے ہر ایک کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اور اتنا ہی عکرمہ بن ابوجہل کو دیا گیا۔ صفوان بن اُمیہ کو سو اونٹ اور پھر سو اونٹ۔ اسیطرح حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ ملے۔ حارث بن کلدہ۔ حارث بن ہشام برادر ابوجہل۔ عبداللہ بن ابیربوع۔ سہیل بن عمرو۔ حویطب بن عبدالعزی (یہ سب اشراف قریش سے تھے) اقرع بن حابس تمیمی۔ عیینہ بن حصن الفزاری۔ مالک بن عوف النضری (جو غیر قریش سے تھے) انمیں سے ہر ایک کو سو اونٹ دیے۔ اور انکے علاوہ اور لوگ تھے مخرمہ بن نوفل۔ عمیر بن وہب۔ سعید بن یربوع۔ عدی بن قیس۔ علاء بن حارثہ۔ عثمان بن نوفل

---

[۱] صاحب حبیب السیر کہتے ہیں کہ یہ بیس آدمی اشراف بنی ہوازن سے تھے اُنہوں نے جعرانہ میں آکر اسلام قبول کر لیا تھا [۲] ایروئنگ [۳] حبیب السیر +

ہشام بن عمرو انیس سے ہر ایک کو پچاس اونٹ دیے گئے۔ عباس بن مرداس شاعر کو سو سے کم[1] اونٹ ملے وہ اس سے ناراض رہا اور آنحضرت کی ہجو میں شعر لکھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا اسے یہاں سے لیجاؤ اور اسکی زبان قطع کردو آیرونگ لکھتا ہے کہ عمر جو ہمیشہ سختی کے کاموں کے واسطے تیار رہتے تھے وہیں اُسکی زبان کاٹنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن جو لوگ حضرت کے منشا کو سمجھنے[2] والے تھے عباس کو جو کانپ رہا تھا شارع عام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور کھڑے تھے اور اُس سے کہا انمیں سے جون سے چاہے پسند کرلے عباس جو اپنے دل میں جانتا تھا کہ اب زبان کٹے گی خوش ہو کر بولا کیا اس طرح رسول اللہ نے میری زبان قطع کرنے اور مونہہ بند کرنے کو ارشاد کیا تھا بس میں اپنے ہی حصہ پر راضی ہوں پھر بھی بروایت ابرونگ حضرت اپنی فیاضی سے باز نہ رہے اور اُسے ساٹھ اونٹ بھیجے۔ اسکے بعد یہ شاعر ہمیشہ آنحضرت کا مداح رہا۔ حبیب السیر میں ہے کہ عباس نے اپنے ہی حصہ پر قناعت کی زیادہ نہ لیا۔ ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا مال غنیمت قبیلہ ہوازن کا تقسیم کر چکے اور عیینہ بن حصن اور ابوسفیان وغیرہ کو حصہ جات مذکورہ دیچکے تو ذوالخویصرہ جو بنی تمیم سے تھا آنحضرت سے کہنے لگا کہ یکبار آپکا عدل و انصاف نہ دیکھا پیغمبر خدا کو غصہ آیا ارشاد کیا افسوس ہے تم لوگوں پر اگر میں عدل نہ کرونگا تو پھر عدل کون کریگا حضرت عمر بولے کہ رسول اللہ مجھکو ارشاد کیجیے میں اسکو قتل کردوں۔ آپ نے فرمایا نہیں جانے دو قریب ہے کہ اس سے ایک گروہ ہوگا وہ دین میں بال کی کھال اُتاریگے یہاں تک کہ اسطرح دین سے نکل جائیں گے جسطرح تیر کمان سے[3]۔ یہ روایت محمد بن اسحق سے ہے اور ایک راوی کہتا ہے کہ ذوالخویصرہ نے بروقت فراغت پانے تقسیم مال مذکورہ کے یہ کہا تھا کہ یا محمد آپ نے تقسیم برابر نہ کی اس مال کی۔ اور میں صرف خدا لگتی خالصۃ للہ کہتا ہوں۔ رسول اللہ نے ارشاد کیا قریب ہے کہ نکلے گی اس شخص کے خاندان سے ایک ایسی قوم کہ وہ خارج ہوگی دین سے مثل چھوٹ جانے تیر کے جب کمان سے علیحدہ ہوتا ہے اور پھر وہ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اُن لوگوں کی چھ برگردن کے قریب ایمان نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ذوالخویصرہ میں سے ایک شخص حرقوص بن زہیر البجلی جسکو ذی الثدیہ بھی کہتے ہیں ظاہر ہوا۔ اس شخص سے سب سے اول بیعت خوارج کی ہوئی امامت میں۔ اور اول اول وہی دین سے خارج ہوا۔ یہ نام ذوالخویصرہ پیغمبر خدا نے اُس کا رکھا تھا۔ ابن اثیر نے اس روایت کو لکھکر کہا ہے کہ ذوالخویصرہ کا یہ معاملہ آگے چلکر تقسیم مال یمن کے وقت ہوا تھا۔

جب آنحضرت نے اپنے خمس میں سے مکہ والوں کی تالیف قلوب کی تو انصار شاکی ہوئے اور کہا دیکھو حضرت دغاباز قریشیوں کے ساتھ بے تحاشا فیاضانہ بخششیں کرتے ہیں۔ ہمیں دیکھو کہ تمام خطروں میں وفادار رہے۔ ہمیں ہمارے خالی حصہ کے سوا کچھ نہ ملا۔ ہمنے کیا کیا جو اُن سے گھٹیا رہے۔ آنحضرت کو اُنکے بڑبڑانے کا حال معلوم ہوا تو انصار کے سرداروں کو ایک خیمہ میں بلایا اور ارشاد کیا کہ انکے سوا اور کوئی نہ آئے اور خود حضرت علی[4] کے ساتھ اُس خیمہ میں تشریف لائے اور ارشاد کیا کہ اے اہل مدینہ کیا تم لوگوں میں آپس میں فتنہ و فساد نہیں رہتا تھا اور میں نے تم سب کو ایک دل اور ایک جماعت نہیں بنا دیا کیا تم خطاکار نہیں تھے اور میں تمکو راہ راست پہ نہیں لایا۔ کیا تم غریب نہیں تھے اور کیا میں نے تم کو امیر نہیں کر دیا۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ بیشک آپ کا فرمانا درست ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا میں تمہارے پاس اُس حالت میں آیا کہ لوگ مجھے جھٹلاتے تھے پھر بھی تم مجھپر ایمان لائے تنہی میری ایسے وقت میں حفاظت کی کہ میں نہایت تنگ تھا۔ میں بھاگ کر آیا تنہی مجھے پناہ دی۔ میں بیکس و ناچار تھا تنہی میری نصرت کی۔ کیا تم جانتے ہو

---

[1] بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب چار اونٹ ملے تھے [2] یہ منشا و سمجھنے والے علی تھے جیسا کہ حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے حکم سے علی عباس شاعر کو اُس مقام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور تھے وہ سمجھ گئے کہ حضرت کا منشا یہ ہے کہ دہن سگ لقمہ دوختہ بہ الماس سے اسکی زبان بند کردوں [3] تاریخ الخمیس میں بھی اسی طرح ہے [4] حبیب السیر۔

کہ مجھ میں ان باتوں کی معلوم کرنے کی حس نہیں ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ناشکر یا احسان فراموش ہوں۔ تم شکایت کرتے ہو کہ میں ان لوگوں کو بہت کچھ بخشتا ہوں اور تمہیں کچھ نہیں دیتا۔ سچ ہے میں اُنکو دنیا کی خوشی دیتا ہوں مگر یہ بات اُنکی دنیاوی تالیف قلوب کی نظر سے ہے۔ تم جو میرے ساتھ سچے وفادار ہو میں اپنے تئیں دیتا اور وقف کرتا ہوں وہ (اہل مکہ) بھیڑیں اور اونٹ لیکر جائیں گے اور تم رسول اللہ کو ساتھ لیکر جاؤ گے۔ کیونکہ قسم ہے خدا کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمام دنیا ایک راستہ پر جائے اور تم دوسرے راستہ پر میں تمہاری ساتھ رہونگا اب تمہیں بتاؤ کہ اہل مکہ اچھے رہے یا تم۔ سینے تم کو اچھا انعام دیا یا اہل مکہ کو۔ حضرت کے اس ارشاد سے انصار ایسے متاثر ہوئے کہ رونے لگے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے حصہ پر راضی ہوئے +

۱۸ ذیقعدہ کو آنحضرت مکہ کو واپس آئے۔ فتاح بادشاہ کی طرح نہیں بلکہ عمرہ کرنیکی نظر سے لباس احرام باندھے ہوئے عمرہ بجالائے عتاب بن اُسید بن ابو العیص کو مکہ پر اپنا خلیفہ مقرر کیا جس کی عمر اسوقت ۲۱ سال کی تھی اور اُسکے پاس معاذ ابن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو واسطے تلقین اور وعظ مسائل کے چھوڑا۔ عتاب کی تنخواہ ایک درہم روز بیت المال سے مقرر ہوئی + ان کاموں سے فارغ ہوکر آنحضرت مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں اپنی والدہ آمنہ کی قبر کی زیارت کی بہت روئے اور یکم ذیحجہ کو مدینہ میں داخل ہوئے +

(۹۵) سنہ ۸ھ کے مختلف واقعات (۱) ماہ ذیحجہ میں رسول اللہ صلعم کے ہاں ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے جو سنہ ۱۰ھ میں ۱۵ مہینہ کے ہوکر انتقال کر گئے۔ (۲) اشخاص ذیل نے اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان، یزید بن ابوسفیان، عروہ بن مسعود ثقفی، عکرمہ بن ابوجہل، شیبہ بن عثمان عبدری۔ ابو قحافہ عثمان پدر حضرت ابوبکر۔ حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد، عبداللہ بن عوف نصری (۳) زینب بنت رسول نے وفات پائی۔ جن کو جنگ بدر کے موقعہ پر انکے شوہر ابوالعاص سے جو اسیر کیا گیا تھا اور پھر ابوالعاص کے اسلام قبول کرنے پر حوالہ کر دیا گیا تھا۔ (۴) سودہ کی عمر اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ مرد کی صحبت اُنکو درکار نہ تھی۔ اور آنحضرت بحیثیت عادل ہونے کے فرض تھا کہ اُنکے پاس بھی شب باش ہوتے۔ پس آنحضرت نے سودہ کو طلاق دینا چاہا۔ اسپر سودہ نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ قیامت کے دن ازواج مطہرات میں میرا ہی شمار ہو مجھ سے طلاق نہ لیں اور میری باری میں بھی آپ عائشہ کے گھر رہیں۔ آنحضرت نے منظور کیا اور طلاق نہ دی (تجلیس۔ مدارج النبوت وغیرہ)۔ (۵) سنہ ۸ھ کے آخر میں علاء حضرمی کو حضرت نے منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس روانہ کیا وہ مسلمان ہوا اور آنحضرت کی تحریر کے مطابق یہودیوں اور مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے لگا۔ (۶) مکہ اور حنین کی فتح کے بعد آنحضرت نے سریے بھیجکر جا بجا بتوں کو مسمار کرایا +

سنہ ۹ ہجری مطابق سنہ ۶۳۰ عیسوی

(۹۶) بنی تمیم پر حملہ محرم سنہ ۹ھ نویں سال ہجری میں آنحضرت کو شہنشاہ عرب کی پوری حیثیت حاصل تھی۔ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض تھی ہر متمول مسلمان اپنے سرمایہ کا چالیسواں حصہ بیت المال میں جمع ہونے کے واسطے ادا کرتا تھا۔ جو مسلمان نہ تھے وہ جزیہ دیتے تھے۔ پس یہی خراج تھا جو آنحضرت کے عہد میں رعایا سے وصول ہوتا تھا[1]۔ شرح

---

[1] ہیرونگ لکھتا ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کے نام سے مسلمانوں سے بطور ذیل وصول کیا جاتا تھا۔ ایسی زمین کی پیداوار جو چشمہ اور ندیوں سے سیراب ہوتی تھی ایک دسواں حصہ۔ ایسی زمین کی پیداوار سے جہاں آبپاشی کرنی پڑتی تھی بیسواں حصہ۔ دس اونٹ والے سے دو بھیڑیں۔ بیس اس سے زیادہ میں سے ایک گائے۔ تیس اس میں سے ایک دو سالہ بچھڑا۔ چالیس بھیڑوں میں سے ایک۔ اس سے زیادہ دینا رعایا کی مرضی پر منحصر تھا۔ اختیار تھا کہ بطور خود جتنا جی چاہے زیادہ دے۔ جزیہ کی شرح ہم پہلے لکھ چکے ہیں +

محرم ۹ھ میں مسلمان قبیلوں سے زکوۃ وصول کرنے کو عامل مقرر کیے گئے +
بنی تمیم کے بہکانے سے بنی کعب باوجود مسلمان ہونے کے راہ حق سے منحرف ہوگئے اور یہانتک نوبت پہنچی کہ عامل رسول خوف زدہ ہوکر آنحضرت کے پاس بھاگ آیا یہاں سے عیینہ بن حصن الفزاری پچاس سوار کے ساتھ مخالفوں کی گوشمالی کے لئے تعینات کیا گیا - مخالف مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ گئے - اور کچھ لوگوں کو اسیر کرکے مسلمان واپس آئے - اسکے بعد چند سردار آئے اور خطائیں معاف کرکے قیدیوں کو چھڑا لیگئے +

(۹۷) اسلام کعب بن زہیر ۹ھ | کعب بن زہیر بہت بڑا شاعر تھا آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تھا - فتح مکہ کے وقت مکہ سے بھاگ گیا تھا - اب ایک قصیدہ آنحضرت کی شان میں رکھکر مدینہ میں حاضر خدمت ہوا - اور مسجد نبوی میں حضرت کے سامنے پڑھا - آنحضرت اُسکے اشعار سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنی چادر اُسپر ڈالدی - جو اُسے ایسی عزیز ہوئی کہ اشرفیوں کی عوض اُسے جدا نہ کرتا تھا معاویہ اُسکے دس ہزار مثقال دیتا تھا نہ دی - بعد میں اُسکی اولاد سے معاویہ نے بروایت ابن اثیر ۲۰ ہزار درہم کو اور بروایت ابوالفدا ۱۰ ہزار درہم کو خرید لیا خلفاء بنی اُمیہ اور بنی عباس بطور تبرک کے اُسی بعض موقعوں پر اوڑھتے رہے +

(۹۸) اسلام بنی ثقیف رمضان ۹ھ | جب شہر پہ شہر اور قلعہ پہ قلعہ قبائل عرب کا مسلمان ہو رہا تھا - اور رسول اللہ کی اطاعت قبول کر رہا تھا اہل طائف یعنی بنی ثقیف لات کی پرستش میں مصر رہے - اہل شہر کو اپنے پہاڑی مسکن مضبوط فصیل اور قلعہ پہ بڑا بھروسا تھا - مگر جب طائف کا گرد و نواح کل مسلمان ہوگیا تو اُنکو اپنے قلعہ اور شہر سے نکلنا محال ہوگیا اور مجبور ہوکر اُنہوں نے صلح کی غرض سے اپنے ایلچی ایک سردار عبد یالیل کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں بھیجے - حضرت نے فرمایا اسلام اور اطاعت قبول کرو - ایلچی تو وہیں مسلمان ہوگئے مگر اہل طائف کی نسبت کہا کہ وہ یکلخت لات کی پرستش نہیں چھوڑینگے - اُنکو لات کی پرستش کرنیکے لئے تین سال کی اور اجازت دیجائے حضرت نے نامنظور کیا پھر ایلچیوں نے کہا کہ کم سے کم ایکماہ کی اجازت دیجئے کہ عوام کی طبیعتیں راہ راست پر لانیکے لئے تیار کی جائیں - حضرت نے اسے بھی نامنظور کیا - پھر اُنہوں نے کہا کہ روزی کی نماز انہیں معاف کردیجائے آنحضرت نے فرمایا بغیر نماز کے صحیح مذہب نہیں ہوسکتا - ناچار اُنہوں نے بغیر کسی شرط کے اطاعت منظور کی اور مسلمان ہوگئے - پس ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ لات کے توڑنیکے واسطے جو پتھر کا بت تھا طائف بھیجے گئے اور مغیرہ بن شعبہ نے ہتوڑے سے بت کو توڑ دیا - اور اُسکا قیمتی لباس - چوڑیاں - کنٹھا - بالیاں اور تمام سونے اور جواہرات کا زیور اُتار لیا - طائف کی عورتیں اپنی اس دیوی کے لئے رولی پیٹتی رہ گئیں +

(۹۹) صنم فلس کے توڑنے کو علی بھیجے گئے - ربیع الآخر ۹ھ | فلس ایک بت تھا قبیلہ طے کا - حضرت علی اُسکے توڑنے کو قبیلہ طے کی طرف ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ بھیجے گئے - اُنہوں نے اس بتخانہ کو مسمار کیا - عدی بن حاتم جو قبیلہ طے کا سردار تھا شام کی طرف بھاگ گیا - بہت سے قیدی اور مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا - حضرت علی نے مال غنیمت اور قیدیوں کو تقسیم کردیا مگر قیدیوں میں عدی کی بہن سفانہ بھی جو پیچھے رہ گئی تھی - اُسکو جناب علی نے قیدیوں میں شامل نہیں کیا - اپنے ساتھ مدینہ میں لائے - اُس نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا حضرت میرا باپ حاتم مرگیا اور میرا بھائی عدی جو میری حفاظت کرتا مجھے چھوڑکر بھاگ گیا مجھ پر رحم کیجیے خدا آپ پر رحم کرے گا - حضرت نے اُسے آزاد کردیا اور لباس اور نقد دیکر فوراً قافلہ کے ساتھ شام میں اُسکے بھائی کے پاس بھجوا دیا - سفانہ نے اپنے بھائی سے ملکر کہا کہ حضرت بیشک رسول اللہ ہیں اور اب تمام دنیا میں اُنکی حکومت ہونیوالی ہے تو بھی جلدی سے جاکر حضرت کی اطاعت اور اسلام قبول کرلے پس عدی ۹ھ میں مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوا

---

(۱) جو قبیلہ طے میں مضرب المثل ہے عیسائی مذہب تھا ۱۲ حبیب السیر ۱۲ حبیب السیر و خمیس وغیرہ) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عدی مسلمان ہوکر مدینہ ہی میں آکر مسلمان ہوا تھا (خمیس)

جب عدی مسجد میں آیا تو آپنے اُسکی کمال عزت کی اپنے ساتھ اپنے گھر لائے آپ زمین پر بیٹھے اُسے بچھونے پر بٹھایا راستہ میں ایک عورت ملگئی تھی جبتک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے۔ عدی اس خلق سے مسخر ہوگیا یقین کر لیا کہ حضرت کو بادشاہی کا خیال نہیں بلکہ بیشک رسول اللہ ہیں (ابن خلدون)

(۱۰۰) رجم غامدیہ ۹ھ | اس سے قریب تین سال پیشتر قبیلہ غامدیہ کی ایک عورت مسماۃ سبیعہ نے پیغمبر کے پاس حاضر ہوکر کہا کہ میں نے زنا کیا ہے یا رسول اللہ مجھے گناہ سے پاک کیجے یعنے مجھپر حد شرع جاری کیجے حضرت نے فرمایا تو حمل سے ہے وضع حمل تک صبر کر۔ جب وضع حمل ہوا حاضر ہوئی فرمایا اسکے دودھ چھوٹنے تک انتظار کر۔ جب بچہ کا دودھ چھوٹگیا پھر حاضر ہوئی۔ حضرت نے اُسکے بچہ کو ایک مسلمان کے سپرد کر دیا اور اُسے آدھا زمین میں گڑوا کر اُسے سنگسار کرایا پھر نکلوا کر نماز پڑھکر دفن کرادیا (روضۃ الاحباب وغیرہ)

(۱۰۱) جنگ تبوک رجب ۹ھ | عرب کے متفرق قبیلے جو ایک دوسرے کی ایذا رسانی میں کوشاں رہتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے خطرناک حالت میں بسر کرتے تھے اور اس نااتفاقی کی وجہ سے باقی دنیا کے مقابلہ میں کمزور تھے اُنکو آنحضرت نے تعلیم اسلام سے متفق کرکے ایک زبردست قوم بنا دیا تھا اور اسطرح بیرونی اقوام سے مقابلہ اور بیرونی فتوحات کے لایق کر دیا تھا اور چونکہ رسول اللہ تھے لوگوں کے دلوں پر حضرت اسقدر حاوی تھے کہ غیر ملکوں میں مذہب اسلام پھیلانے کی غرض سے اس خوفناک قوت کو بیجانا بالکل حضرت کے اختیار میں ہوگیا تھا +

حضرت کی بے انتہا فتوحات اور موتہ کے واقعہ نے شہنشاہ ہرقل کے کان کھڑے کر دیے تھے اور وہ اب مدینہ پر حملہ کرنے اور اس دشمن کے کچلنے کیلئے عرب کی سرحد پر ایک فوج جمع کر رہا تھا[1] آنحضرت نے اُس پر سبقت کی اور ارادہ کیا کہ قلب شام میں جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑ دیں + پس ماہ رجب ۹ھ میں آنحضرت نے رومیوں سے لڑائی کا حکم دیا۔ لوگوں کو بسبب دور ہونے راہ کے اور قوی ہونے دشمن کے اور بسبب اسکے کہ گرمی شدت سے پڑتی تھی اور شہروں میں قحط بھی ہو رہا تھا چشمے کنوئیں ندیاں خشک پڑی تھیں یہ مہم گراں معلوم ہوتی تھی۔ اسیواسطے اس لشکر کا نام جیش العسرۃ رکھا گیا ہے اور ایک بات یہ بھی تھی کہ لوگوں کی کھجوریں پک رہی تھیں وہ چاہتے تھے کہ اسی مقام پر رہیں۔ تاکہ اپنی کھجوروں کی خبرداری کریں۔ چنانچہ عبداللہ بن ابے منافق نے یہ سب باتیں لوگوں کو خاصکر اپنی قوم بنی خزرج کو جتا کر اس مہم میں جانے سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ مگر جب جانے سے انکار کرنیوالوں کی شان میں اس مضمون کی آیت نازل ہوئی کہ "آتش جہنم زیادہ گرم ہے اور دنیا کے امن کے خیال سے جو خدا کے کام میں پہلوتہی کرتے ہیں قیامت کے دن اپنی سزا پر بہت روئیں گے" تو سب لوگ مجبور سامان جنگ تیار کرنے اور جانے پر مستعد ہوگئے +

ابتک حضرت کی تمام مہمیں عموماً مخفی طور پر ہوتی تھیں سوائے خاص خاص معتبر صحابہ کے کسیکو آنحضرت کی تدبیر اور ارادہ کی

---

[1] تاریخ الخمیس۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں ہے کہ شام سے ایک قافلہ آیا تھا اُس نے یہ خبر مشہور کی تھی مگر جب تبوک میں پہنچکر چند روز قیام کیا تو معلوم ہوا کہ وہ خبر بالکل بے بنیاد تھی مگر طبرانی نے لکھا ہے کہ نصاری نے ہرقل سے ۴۰ ہزار فوج منگائی تھی (مواہب اللدنیہ) روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ایک قافلہ تاجروں کا شام سے آیا اُس نے اہل مدینہ سے کہا کہ بادشاہ روم نے بہت سا لشکر جمع کیا ہے اور بہت سے قبیلے اپنے علاقہ کے عربوں کے بھی اپنے سے ملائے ہیں اور یہ سب قصد مدینہ کا رکھتے ہیں اور اُسکا مقدمہ لشکر الیغار کرکے آپہنچا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نصاری عرب نے ہرقل کو لکھا کہ جس مرد نے نبوت کا دعوی کیا ہے قحط و تنگی اُسکے اصحاب میں نمودار ہوگئی ہے اور اُنکے مال ضایع ہوگئے ہیں۔ اُس کا ملک اب آسانی سے لے سکتے ہیں پس قیصر نے ایک روم کے سردار قباد کے ماتحت ۴۰ ہزار آدمی مدینہ پر تاخت کرنیکے واسطے نامزد کئے +

خبر نہ ہوتی تھی۔ مگر چونکہ اس مہم عظیم کے واسطے بڑی تیاری کی ضرورت تھی دور دراز کا طولانی سفر تھا حضرت نے شروع ہی سے علانیہ صاف صاف اس مہم کا منشاء کھول دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ جو کچھ جس سے ہو سکے اس مہم کے لئے سامان نقد یا رسد وغیرہ کا مہیا کرے بہت سے اصحاب نے معقول مالی امداد کی بعض عورتوں نے اپنا گہنا تک اُتار دیا (روضۃ الصفا وغیرہ) اسوقت آنحضرت کے پاس بدقت تمام دس ہزار سوار اور بیس یا تیس ہزار پیادے جمع ہو گئے تاریخ الخمیس کے موافق تیس یا چالیس یا ستر ہزار جن میں دس ہزار سوار تھے ۔

تاریخ ابوالفدا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب سب مجاہدین واسطے جنگ روم کے آمادہ ہو چکے تب عبداللہ بن اُبی منافق مع اپنے تابعین منافقین کے پیچھے رہ گیا اور تین شخص انصار میں سے بھی پیچھے رہ گئے تھے ایک کعب بن مالک دوسرا مرارہ بن ربیع تیسرا ہلال بن اُمیہ ۔ بروایت حبیب السیر اُس روز پیغمبر خدا نے بجائے اپنے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا گئے تھے اور امہات المومنین سے کہہ گئے تھے کہ امام المسلمین کے کہنے سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ پھر لکھتے ہیں کہ آنحضرت جناب علی کو اس غزوہ میں اسوجہ سے ساتھ نہیں لیگئے تھے کہ روانہ ہونے کے وقت حضرت کے دل پر ظاہر ہو گیا تھا کہ اس سفر میں اعدائے دین سے مقاتلہ کی نوبت نہیں آئیگی ۔ منافقین نے حضرت علی کے حال پر حسد کر کے علی سے کہا کہ رسول اللہ آپ کو بوجہ ہلکا کرنے کے واسطے چھوڑ گئے ہیں ادہر حضرت علی کچھ تو یہ خیال کر کے کہ جب تمام غزوات میں ساتھ رہا ہوں تو اسمیں پیچھے کیوں رہوں اور کچھ منافقین کو فضیحت کرنے کی نظر سے اپنے ہتھیار لیکر پیغمبر خدا سے مقام جرف میں جا ملے۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ علی کو فرمانبرداری سے چارہ نہ تھا مگر اُنکو اس بات کا افسوس تھا کہ میں تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ رہا۔ اور اس غزوہ میں شریک نہ ہوا۔ غرض جناب علی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منافقین کی طعنہ زنی کا حال بیان کیا۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں میں تمکو اپنی جگہ اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ تم جاؤ اور میری خلافت کرتے رہو[1] کیا تم راضی نہیں ہو اس بات سے کہ تمہارا رتبہ میرے ساتھ وہ ہے جو ہارون کا رتبہ تھا غرض وہی حضرت موسیٰ کے مگر اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی) ایرونگ لکھتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہی ہے اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا ٹھانا ہوا تھا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں۔

علی راچہیں گفت خیر الانام ۔ کہ لے کردہ در کار دیں اہتمام ۔ تراز من آن منزلت شد پدید۔ کہ نسبت زہاروں بموسیٰ رسید
مگر آنکہ نبود پس از من نبی ۔ نبوت زمردم شود اجنبی ۔ اور پھر صاحب کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے اس حدیث میں نبوت کو اس سبب سے مستثنیٰ کیا ہے کہ لوگوں کو تحقیق ہو جائے کہ سوائے مرتبہ نبوت کے جو مرتبہ کہ ہارون کو موسےٰ کے ساتھ میسر تھا شاہمرداں کو بھی اُن حضرت کے ساتھ وہی منزلت مقرر اور مقدر ہے اور یہ خصلت ہو کہ کوئی بشر اسمیں شریک نہیں ہے۔ یہ سُنکر حضرت علی کو اطمینان ہوا اور مدینہ میں واپس آکر حکومت کرنے لگے ۔

جو لوگ آنحضرت کے ساتھ آئے تھے اب اُنکو جلتے ہوئے میدانوں کا مقابلہ پیش آیا بہت سے تو دوسرے ہی دن واپس چلے آئے اور بعضے تیسرے دن اور چوتھے دن۔ جب کبھی لوگوں کے چلے جانے کی خبر آنحضرت کو ملتی فرماتے کہ اگر اُنکے ساتھ رہنے میں فائدہ ہے تو خدا اُنکو واپس بھیجیگا اور اگر نہیں تو ہم بوجہ سے ہلکے ہوئے۔ جب بعض واپس جا رہے تھے تو بعضوں کو جو مدینہ میں رہ گئے تھے اپنی ضعیف الایمانی اور پیچھے رہجانے پر پچھتاوا آیا۔ ایک شخص ابوخیثمہ تھا ایک دن گرمی کے وقت اپنے باغیں داخل ہوا جب اُسکی دو بیبیوں نے اُسکے واسطے ایک ٹھنڈے خیمہ میں کھانا اور ٹھنڈا پانی لاکر رکھا تو اُس نے ڈیوڑھی میں قدم رکھا ہی تھا کہ رُک گیا اور کہنے لگا کہ محمد تو گرم صحراؤں میں کوؤں میں چلیں اور

[1] ابوالفدا۔ ابن اثیر اور طبری میں یہ اور ہے کہ میری اور اہل میں میری نیابت کرو ۔

نیشہ اپنی خوبصورت بیویوں میں ٹھنڈے خیمہ میں عیش منانے کی قسم ہے خدا کی میں خیمہ میں داخل نہیں ہونگا اور فوراً تلوار اور برچھا لیکر اور اونٹ پر سوار ہو کر اسلام کے جھنڈے سے آملا +

راستہ میں مسلمانوں کو بھوک اور پیاس کی تکلیف بہت اٹھانی پڑی سات دن کے دشوار سفر کے بعد مقام حجر پر پہنچے یہاں قدیم زمانہ میں قوم ثمود رہتی تھی جسپر عذاب الٰہی نازل ہو چکا تھا۔ یہاں چشمہ اور سبزہ زار دیکھکر مسلمانوں کو قیام کرنے کی رخصت ہوئی۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ فوج نے قیام کرنا شروع کر دیا کیونکہ آنحضرت اپنے معمول کے موافق اب بھی فوج کے پیچھے تھے۔ حضرت کا دستور یہی تھا کہ کمزوروں کی مدد کرنے اور راہ گم کرنے والوں اور پیچھے رہ ہوئے لوگوں کو ساتھ لینے کے لئے فوج کے پیچھے ہی رہا کرتے تھے۔ جب پیغمبر خدا نے دیکھا کہ لوگ اُترنے لگے ہیں تو حضرت نے سبکو منع کر دیا کہ اس چشمہ کا پانی نہ پینا اور اگر پیاس میں کسی نے پیلیا ہو تو قے کر ڈالے۔ اگر آٹا گوندھا ہو تو اونٹوں کو کھلا دیں اور جلد۔ رحلہ ہو سکے اس سرزمین معذب سے نکل چلو۔ پس آنحضرت نے چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر اپنے مرکب کو ایڑ کی اور فوج بھی وہاں سے ایسی جلدی نکل گئی جیسے کوئی دشمن سے بھاگتا ہے۔ اسکے بعد کی رات کو فوج نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ مقام کیا مگر پانی نتھا۔ موسم از حد گرم تھا۔ صبح اکی لو بہونے ڈالتی تھی۔ اور پیاس الگ مار ڈالتی تھی۔ دوسرے دن خوب مینہ برسا آدمی اور جانور سب میں جان آگئی اور اب بغیر کسی تکلیف کے فوج تبوک تک پہنچی جو سلطنت روم کی سرحد پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اور مدینہ اور دمشق دونوں سے دس دس منزل پر واقع ہے۔ یہاں ایک چشمہ کے قریب سبزہ زار میں حضرت نے چھاؤنی ڈالدی۔ مگر ہرقل کی کوئی فوج نہ آئی۔ تو حضرت نے بیس روز تک وہاں قیام کیا۔ اس اثناء میں یہاں سے حضرت نے اپنے کپتانوں کو گرد و نواح کے علاقوں میں اسواسطے روانہ کیا کہ لوگوں کو مسلمان کریں یا جزیہ لگائیں۔ بعض قرب و جوار کے شاہزادوں نے ایلچی بھیجکر اسلام یا جزیہ قبول کیا۔ چنانچہ یوحنا بن رؤبہ حاکم ایلہ[1] حضرت کے پاس آکر بروایت ابوالفدا سو دینار اور بروایت ابرونگ ۳ ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا قبول کر کے صلح کر گیا۔ اور اہل اذرح نے اقرار کیا کہ ہر رجب کے مہینہ سو دینار جزیہ دیا کرینگے۔ یہی اہل جربا نے کیا جو اذرح سے تین دن کی راہ پر واقع ہے +

اسی قیام تبوک کے زمانہ میں آنحضرت نے خالد بن ولید کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل[2] کیطرف بھیجا یہاں کا بادشاہ اکیدر بن عبدالملک کندی نصرانی تھا۔ خالد کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اور خود بیس دن تک تبوک میں قیام کر کے مدینہ کیطرف مراجعت کی۔ خالد پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ ایسا زبردست ہے کہ فتح نہیں ہو سکے گا۔ ایک چال کر کے اکیدر اور اُسکے بھائی مصاد کو گرفتار کر کے آنحضرت کے پاس مدینہ بھیجدیا۔ یہاں اُسکی قوم نے فدیہ بھیجکر اُسے چھڑا لیا اور جزیہ دینا قبول کیا۔ اس طرح بحیرۂ قلزم کے شمالی سرے سے دریائے فرات کی حد تک تمام قبائل آنحضرت کے محکوم ہو گئے +

(۱۰۳) واقعہ عقبہ

دالمنثور، روضۃ الاحباب، تاریخ الخمیس، معارج النبوۃ، شواہد النبوۃ، برتفسیر جلالین میں ہے کہ تبوک سے مراجعت کرتے وقت ایک عقبہ (مسمی عقبہ ذی فتق) پر آیا حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس شب کو اس عقبہ پر نہ جائیے جبتک کہ رسول خدا نہ گذر جائیں۔ پس حضرت اونٹ پر سوار اُسپر تشریف لیگئے حذیفہ بن الیمان مہار پکڑے ہوئے تھے اور عمار پیچھے سے اُسکو ہانکتے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں

[1] ایلہ بحر قلزم کے قریب عیسا ہوا تھا یہی مقام ہے جہاں پہلے یہودی رہتے تھے اور جسکو حضرت نے جمعہ کے دن شکار کرنے کے گناہ میں بندر بنا دیا تھا

[2] دومۃ الجندل جو اب ایک چھوٹی سی بستی کی صورت میں رہ گئی ہے جغرافیہ نویسوں کے قول میں یہ ملک دمشق سے ۱۵ منزل مدینہ سے ۱۵ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے

کہ یکایک بجلی چمکی اور دیکھا مینے کہ ۱۲ یا ۱۴ سوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے کہ اونٹ کو بٹھا کر حضرت کو نیچے گرا دیں۔ مینے آپ کو آگاہ کیا آپ نے انکو ڈانٹا وہ بھاگے اور بروایتے عمار نے آگے بڑھکر اُنکے اونٹوں کے مُنہ پھیرا۔ حضرت نے فرمایا تمنے پہچانا کہ یہ کون تھے کہا نہیں یارسول اللہ اُنکے مُنہ پوشیدہ تھے اور رات کا اندھیرا تھا فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے۔ جانتے ہو کہ انکا کیا ارادہ تھا۔ چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑکا ئیں اور مجھکو گرا کر ہلاک کریں۔ حذیفہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ اُنکے سر کاٹ ڈالیں۔ فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمد نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔ غالب ہوئے تو ہاں اُنکو قتل کرتے ہیں۔ بعد ازاں اُنکے دوران کے باپوں کے نام حذیفہ کو بتلائے اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھو اور انکو رسوا نکرو[1] اسیوجہ سے حذیفہ اصحاب رسول میں صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہ (ایسے بھید کے جاننے والے جسے سوا اُنکے کوئی اور نہیں جانتا) کے نام سے مشہور ہو گئے۔

[1] چونکہ وہ منافق منہ ڈھانکے ہوئے تھے اس وجہ سے حضرت کو خیال ہوا کہ کہیں رسول خدا نے مجھکو بھی اُن لوگوں میں نہ سمجھ لیا ہو چنانچہ صحاح البنوۃ میں ہے کہ امیر المومنین عمر کبھی بھی حد تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دیکر پوچھتے رہتے کہ مجھکو رسول اللہ نے کہیں منافقین میں شامل نہیں کیا۔ حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں۔ اور کتاب سواد و بیاض میں ہے کہ چونکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ منافقوں کے احوال سے حذیفہ واقف ہے اسلئے امیر المومنین عمر نے دو مرتبہ اُنکے پاس جاکر اور دو مرتبہ اُنکو اپنے نزدیک بلاکر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے مجھے بتلا کہ میں بھی اُن میں شامل ہوں یا نہیں۔ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہ کرونگا۔ اسیر حضرت عمر نے بروایت میزان الاعتدال فرمایا یا حذیفہ انا باللہ من المنافقین (اے حذیفہ قسم خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں)۔

روضۃ الاحباب میں مسلم سے ایک روایت یہ بھی درج ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ سے قسم دیکر پوچھا کہ اصحاب عقبہ کتنے آدمی تھے حضار مجلس نے کہا کہ اے حذیفہ سبب قسم دیکر پوچھتا ہے تو بتا دو حذیفہ نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ ۱۴ آدمی تھے اور تجھ سمیت ۱۵ ہوتے ہیں۔ قسم خدا کی اُن میں سے ۱۲ دنیا اور دین میں دشمن خدا اور رسول کے ہیں اور اُنمیں سے ۳ نے عذر کیا کہ اُنکو آنحضرت کی منادی کی خبر نہ پہنچی تھی اور نہ منافقوں کے ارادہ کی خبر تھی۔ اور نیز مسلم میں عمار سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں ۱۲ منافق ہیں کہ بہشت کی صورت نہ دیکھیں گے اور اُس کی بو نہ سونگھیں گے یہانتک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نکل جائے اور اُن میں سے آٹھ مرض دُبیلہ سے مرینگے۔ انسان العیون میں ہے کہ لیلۃ العقبہ کی صبح کو اُسید بن حضیر کو رسول اللہ صلعم سے ان منافقین کا حال معلوم ہوا تو اُسید نے عرض کی کہ یا حضرت آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلہ کا تھا اُس کو قتل کریں اگر مناسب ہو تو اُنکے نام مجھے بتا۔ یہ قسم خدا کی ابھی اُنکے سر لاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں جن کی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح و غلبہ پایا اب اُنہیں کو قتل کرتے ہیں۔ اُسید نے کہا یا رسول اللہ وہ آپکے اصحاب نہیں ہو سکتے آپ نے فرمایا کیا وہ اظہار شہادتین نہیں کرتے۔

افسوس ہو کہ اصحاب عقبہ کے نام کسی مورخ نے نہیں لکھے اس سبب سے مسلمانوں کے ایک فریق کو بہت بڑی جرأت مل گئی ہو وہ کہتے ہیں کہ مورخین نے جانکر اُنکے ناموں کو نہیں لکھا۔ حالانکہ یہ لکھا ہے کہ حضرت کی دعا کے موافق اُنمیں سے آٹھ مرض دُبیلہ فوت ہوئے اور تین نے عذر کیا کہ ہمنے منادی سُنی نہیں اور منافقوں کے مشورہ سے آگاہ نہ تھے غلطی سے عقبہ پر چلے گئے تھے جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نام نہ لینے کی یہ وجہ تھی کہ وہ اکابر صحابہ سے تھے کیونکہ عوام میں سے جو منافق گذرے ہیں اُنکی تشہیر و ملامت میں اہل سنت نے درگذر نہیں کی۔ اور اُنکی مالداری اور قوم میں رسوخ ہی کی وجہ تھی کہ رسول اللہ نے حذیفہ اور عمار کو اُنکے نام ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی تھی۔ کبھی عام منافقین کی نسبت حضرت نے ایسا نہیں فرمایا۔ اسی بنا پر اُس فریق کے عالم ابن بابویہ نے حذیفہ کو ایمان کی زبانی اہلسنت کے جلیل القدر صحابیوں کا نام لکھا ہے مگر ہم ترک ادب سمجھکر اعتراض کرتے ہیں۔

غرض ماہ رمضان میں آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے مگر نہایت سادگی کے ساتھ۔ راستہ میں جو لوگ مدینہ سے استقبال کو آتے ایک ایک سے ملنے کو ٹھہر جاتے اُنکے بچوں کو اپنے پیچھے مرکب پر بٹھا لیتے۔ اس دور دراز کے سفر سے مال غنیمت کے ساتھ بخیریت واپس آنے پر تمام مسلمان کمال خوش ہوئے صرف وہ لوگ شرمندہ اور خجل تھے جو ساتھ نہ گئے تھے اُنمیں سے اکثروں کا حضرت نے عذر قبول کرکے معاف کر دیا مگر کعب ابن مالک۔ مرارہ ابن ربیعہ اور ہلال ابن اُمیہ کی نسبت حضرت نے حکم دیا کہ ان سے کوئی شخص کلام نہ کرے۔ اُن سے سب نے بولنا چھوڑ دیا۔ اس امر سے وہ بہت تنگ ہوئے اور جان اُنکی ضیق میں آگئی چنانچہ اسی حال پر پچاس روز تک رہے۔ بعد ازاں جب ایک آیت قرآن شریف میں اُنکی توبہ کی بابت نازل ہوئی اُسوقت مسلمانوں نے اُن سے ملاپ کیا اور بول چال ہوئی +

(۱۰۳) وفات نجاشی جب سنہ ۹ ہجری میں نجاشی یعنے اصحمہ بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوگیا آنحضرت کو خبر ہوئی تو اُسپر جماعت صحابہ کے ساتھ غائبانہ نماز پڑھی اور فرمایا کہ وہ مسلمان تھا +

(۱۰۴) ہدم مسجد ضرار رمضان تبوک سے واپس آتے ہوئے آنحضرت نے مسجد ضرار کو مسمار کرا دیا + صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ ہجرت سے پہلے ابو عامر راہب اشراف قبیلہ خزرج سے تھا اور دین نصرانیت اختیار کر چکا تھا اور توریت اور انجیل کے علم میں مہارت اور داعیۂ ریاست کا رکھتا اور وصف و نعت پیغمبر آخر الزماں کے اہل مدینہ کو سنایا کرتا تھا۔ لیکن جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے اور ابو عامر کی کوئی قدر نہ رہی تو اُس نے حسد کرکے کہنا شروع کر دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا وصف میں بیان کیا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو حضرت کی متابعت سے روکنے لگا جب اہل اسلام نے بدر کی لڑائی میں فتح پائی تو ابو عامر مدینہ سے مکہ کیطرف بھاگ گیا۔ اور کفار قریش کو آنحضرت کی جنگ پر برانگیختہ کیا۔ جنگ احد میں کفار کے ساتھ آیا اور اول تیر لشکر اسلام پر اُسی نے چلایا۔ آخر جنگ اُحد سے بھاگ کر ابو عامر روم میں چلا گیا[1]۔ اور ہرقل کا نوکر ہوگیا اور چاہا کہ اُس سے فوج لیکر حضرت پر حملہ کرے مگر اسکے لئے ایک مدت درکار تھی پس اُس نے یہ ترکیب کی کہ وہاں سے اپنی قوم کے منافقان مدینہ کو لکھا کہ تم مسجد قبا کے مقابلہ میں اپنے محلہ میں میرے لئے ایک مسجد بناؤ تاکہ جب میں مدینہ میں آؤں اُس مسجد میں افادہ علوم میں مشغول ہوؤں اور تاکہ ہم وہاں بیٹھکر اپنے تمام مہموں کو اطمینان کے ساتھ سوچا اور سرانجام دیا کریں۔ پس اُن لوگوں نے ایک عالیشان مستحکم مسجد بنالی۔ اور اُسکی تعمیر آنحضرت کی روانگی تبوک سے پہلے تمام ہوگئی۔ جب حضرت غزوہ تبوک کی روانگی کے ارادہ سے نکلے تو اُنہوں نے حضرت کی خدمت میں آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمنے اپنے محلہ میں بیمار و اضعیف اور وقت سرما و بارندگی کے واسطے ایک مسجد بنائی ہے ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ تشریف لیجا کر اُس مسجد میں نماز پڑھکر مشرف فرمائیے اور مطلب یہ تھا کہ حضرت اُسمیں نماز پڑھینگے تو اُسے استحکام ہو جائیگا +

حضرت نے اُن منافقوں کے جواب میں فرمایا اب تو ہم جنگ پر جاتے ہیں آتے وقت دیکھا جائیگا۔ پس جب تبوک سے واپس ہوئے اور منزل ذی اوان پر پہنچے کہ وہاں سے مدینہ کا ایک گھنٹہ کا راستہ ہے تو اُس مسجد والے لوگ آئے اور درخواست کی کہ وعدہ پورا کیجئے اُسیوقت جبرئیل یہ آیت لائے۔ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا الخ (یعنے ایک قسم کے منافق وہ ہی ہیں جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور خدا و رسول کے ساتھ کفر کریں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں اور اُن لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ پہلے لڑ چکے ہیں اور پوچھا جائیگا تو قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہمنے تو بھلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ

[1] ایک روایت یہ ہے کہ جنگ حنین میں بھی شریک تھا۔ جنگ حنین سے بھاگ کر روم کو گیا تھا (روضۃ الاحباب)

گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ پس حسن بن عیسیٰ بن الجہواور اُسکے بھائی عامر نے آنحضرت کے حکم سے جاکر اُس مسجد کو گرادیا اور اُسکے عملہ کو آگ لگادی اور وہ جگہ آنحضرت کے حکم سے اہل مدینہ کا کوڑی خانہ مقرر ہوگیا +

(۱۰۵) عبداللہ بن ابے کی وفات ذیقعدہ ۹ھ تھوڑے ہی دنوں بعد ماہ شوال میں عبداللہ بن اُبے منافق ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی اُمید نہ رہی آنحضرت اُسکی عیادت کو جاتے رہے اور جب وہ مرگیا۔ تو اُسکے جنازہ کے ساتھ گئے اور اُسکے بیٹے کے منت کرنے سے حضرت نے اُسکے جنازہ پر نماز پڑھی حضرت عمر نے اعتراض کیا کہ آپ نے منافق پر نماز کیوں پڑھی جواب میں اُسیوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ منافقوں پر خواہ نماز پڑھ خواہ نہ پڑھ جیسا تو چاہے لیکن اگر تو ستر مرتبہ بھی نماز پڑھیگا تو بھی اُنکو معاف نہیں کیا جائیگا" + اس نماز پڑھنے میں مصلحت یہ تھی کہ بنی خزرج اور عبداللہ بن اُبے کے زبردست رشتہ دار وں کی تالیف قلوب منظور تھی۔ اور دراصل اسکا نتیجہ بھی حضرت کی مصلحت کیموافق ہوا تمام بنی خزرج اور عبداللہ کے بڑے بڑے رشتہ دار آنحضرت کے جاں نثار بنگئے۔ اور اب مدینہ میں کوئی خلل انداز نہ رہا۔ گویا آنحضرت امن سے مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔ اسکے تھوڑے عرصہ بعد ایک آیت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ جو بے ایمانی کی حالت میں مرا ہو اُسپر نماز نہ پڑھو

(۱۰۶) آنحضرت کا اپنے ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ رہنا تعدد ازواج سے جو بے نظمی کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت بھی اُس سے خالی نہ رہے۔ آنحضرت کا برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ بڑے عدل اور انصاف کے ساتھ تھا۔ ہر بی بی کے رہنے کے واسطے ایک جدا گھر تھا۔ اور باری باری ایک ایک دن ایک ایک بی بی کے گھر میں گذارتے تھے محبت میں تو فرق ضرور تھا مگر برتاؤ میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ اور نہ نفقہ میں کوئی کمی بیشی تھی۔ جب کوئی وافر مال آتا تھا تو اکٹھا سال بھر کا یا ایک معتد بہ زمانہ کا نفقہ آپ سب کو دیدیتے تھے اور پھر اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ ہمیشہ اسطرح بسر کرتے تھے کہ صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا۔ فقر و توکل پر پورے طور سے عمل تھا آپ چاہتے تو شروع سے خدیجہ کے مال کی بدولت آپ کا شمار متمولوں میں ہوتا۔ اور شاہ عرب ہو جانے پر تو فقر پاس پھٹکنے نہ پاتا لیکن آپ دولت دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اس شاہی حالت میں بھی آپ پر اور آپ کے لواحقین پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا (عباسی) + آنحضرت کی ازواج کے دو فرقے تھے جیسا کہ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جناب عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی بیویوں کے دو گروہ تھے میں اور سودہ اور حفصہ اور صفیہ ایک طرف اور زینب بنت

لہ اُسکی وصیت یا اُسکی بیٹے کی درخواست پر اپنے پیراہن کا اُسکو آنحضرت نے کفن دیا۔ ۲ روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرت کا جامہ پکڑ لیا۔ حضرت نے منع کر فرمایا کہ اے عمر چھوڑ دے مگر عمر مبالغہ کرتے تھے۔ نیز لکھا ہے کہ دفن کرنیکے بعد آنحضرت عبداللہ بن اُبے کی قبر پر گئے اُسے باہر نکلوایا اُسکا سر اپنی گود میں رکھا اور اپنا لعاب دہن اُسکے منہ میں ڈالا ۳ آنحضرت کی کثرت ازواج شہوت پرستی کی نظر سے نہ تھی اسکے ثبوت میں اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کبھی زنا سے متہم نہیں ہوئے۔ اور ۲۵ برس کی عمر تک کسی عورت سے قربت نہیں کی۔ اور عین شباب کو ستر اسی برس کے بڈھوں کی طرح کاٹا۔ اسکے بعد شادی بھی کی تو اپنے سے زیادہ سن والی عورت (خدیجہ) سے جو حضرت سے ۱۵ برس بڑی تھیں۔ اور جبتک خدیجہ جیتی رہیں دوسرا نکاح نہ کیا۔ اُنکے بعد بھی بمصلحت وقت اسلام کی قوت بڑھانے کی نظر سے حضرت نے متعدد نکاح کئے بھی تو بیوہ عورتوں سے۔ سوائے عائشہ کے کوئی کنواری نہ تھی۔ اور گو کہ عائشہ زیادہ پیاری تھیں مگر اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے ہر ایک بی بی کو ہر ایک ایک دن دینا پڑتا تھا۔ اس سبب سے عائشہ کا نمبر زیادہ دنوں میں آتا تھا اور اس سبب سے یہ قیاس کرنا کہ عورتیں لطف بڑھانے کی غرض سے نکاح میں لائی گئی تھیں بالکل خلاف ہے ہوتا۔ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے زوجات کے گھر تک درست نہ تھے سامان عیش و نشاط کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کیا شہوت پرستی کی یہی نشانی ہے کہ مشن ہوائیں گھر میں بند کرکے اُنکے ساتھ چٹائی چمڑے کی فرش پر سویا جائے اور فقر و فاقہ میں بسر کیجائے؟ اچھا پھر اتنی بیویوں بڑھانیکی ضرورت کیا تھی؟ یہ ایک مصلحت ملکی تھی اور وہ یہ کہ مختلف قبیلوں میں شادی کرنے سے آنحضرت سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے جاں نثاروں کا گروہ بڑھ جائیگا۔ اور ایک غرض یہ بھی تھی کہ لوگ بدوؤں سے عقد کرنے میں عیب نہ سمجھیں ۴ خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ میں بڑی گفت تھی دونوں سوتن کا ڈاہ رکھتی تھی۔ جب اکٹھی

مطالعہ کنندگان کتب تواریخ و قضایا پر بے سنے رائے نہیں ہو +

جحش - اور ام سلمہ اور باقی بیویاں دوسری طرف - پس ایک پارٹی میں جو ایک کی رائے ہوتی تھی اُس پارٹی کی بقیہ اُس میں شریک ہو جاتی تھیں اور اسطرح کبھی باہمی مذاق اور شکر رنجی کی نوبت پہنچ جاتی تھی - علامہ عباسی کہتے ہیں کہ عائشہ بنت ابوبکر اور حفصہ بنت عمر زیادہ گستاخ تھیں کیونکہ انکے باپ آنحضرت کے دربار میں اور لوگوں کی نظروں میں رسوخ زیادہ رکھتے تھے - یہ دونوں آنحضرت سے نفقہ اور لباس میں زیادتی کی اور ایسی ایسی فرمائشیں کرکے تنگ کرتی تھیں جو حضرت سے بہم نہ پہنچ سکتی تھیں چنانچہ اس حرکت پر حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو اور حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو مارا اور اُنہوں نے توبہ کی کہ آیندہ ایسا نہ کرینگے (روضۃ الاحباب) - یہی ہوا کہ زینب بنت جحش کے پاس کچھ شہد ہدیہ میں آیا تھا آنحضرت صلعم کو شہد بہت بھاتا تھا - زینب نے آنحضرت کے واسطے وہ شہد رکھ چھوڑا - جب حضرت زینب کے گھر جاتے وہ اُسکا شربت بنا کر پلاتیں چونکہ شہد کے گھلنے میں دیر لگتی عائشہ اور حفصہ کو زینب کے گھر زیادہ ٹھیرنا ناگوار گزرتا دونوں نے مسکوٹ کی کہ اب جو رسول اللہ میرے تمہارے پاس آئیں تو یہ کہیں گے کہ آپکے منہ میں سے مغافیر کی بدبو آتی ہے - القصہ آنحضرت حفصہ کے پاس آئے اور اُنہوں نے وہی مقرر کردہ بات حضرت سے کہی حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہرگز مغافیر نہیں کھایا بلکہ زینب بنت جحش کے پاس شہد کا شربت پیا ہے حفصہ نے کہا کہ پھر اُن مکھیوں نے جن کا شہد ہے مغافیر کا پھول چوسا ہوگا - حضرت نے فرمایا کہ اب ہرگز اُس شہد میں سے نہیں پیونگا اور بروایتے قسم بھی کھائی، مگر اس بات کو کسی سے بیان نہ کیجو - اُسوقت تو اقرار کرلیا اور بعد میں یہ بھید حضرت عائشہ سے کہدیا - اُنہیں دنوں میں یہ بھی ہوا کہ ایک دن آنحضرت حضرت حفصہ کے گھر میں تھے وہ اجازت لیکر اپنے باپ کے گھر ملنے گئیں حضرت نے حفصہ کے گھر میں اپنی کنیز ماریہ قبطیہ کو بلا کر اُس سے صحبت کی - اتنے میں حفصہ واپس آگئیں گھر کا دروازہ بند دیکھا - تھوڑی دیر توقف کیا حضرت نے دروازہ کھولا حفصہ رونے پیٹنے اور حضرت پر عتاب کرنے لگیں اور کہا یا رسول اللہ میرے ہی گھر میں میرے ہی بستر پر ایک کنیز سے آپنے صحبت کی - میرے ہی گھر میں اور میری ہی واری میں آپ کو ایسا کرنا بھی تھا - حضرت نے حفصہ سے فرمایا آیا تو اُسپر راضی نہ ہو جائیگی کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلوں - حفصہ نے کہا اسپر میں راضی ہوں - حضرت نے فرمایا میں نے اسکو اپنے اوپر حرام کرلیا - اُس سے صحبت نکرونگا - مگر یہ بھید کسی سے بیان نہ کیجو حفصہ نے اقرار کرلیا کہ کسی سے نہ کہونگی لیکن جب حضرت باہر گئے تو عائشہ سے جو دیوار بیچ رہتی تھیں اس بھید کو کہدیا اور یہ بھی کہا کہ مبارک ہو حضرت نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا - جب حضرت عائشہ آنحضرت سے ملیں تو طعن سے کہا کہ یا رسول اللہ میری باری میں آپ ماریہ سے صحبت کرلیا کیجے تاکہ دوسری بیویوں کے دن سالم رہیں - رسول اللہ صلعم یہ بات سنکر کمال متغیر ہوئے - سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ سے ثیبات والبکارا تک انہیں ایام میں اور اسی بارہ میں نازل ہوئی ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے اے نبی کسواسطے حرام کرتا ہے تو اپنی ذات پر اُس چیز کو کہ حلال کیا ہے اللہ نے واسطے تیرے - طلب کرتا ہے تو (اُس حلال کو حرام کرنے میں) خوشنودی بیویوں کی اور خدا بخشنے والا ہے (تجھکو ترک کرنے پر امر اولے کے) مہربان ہے (رجوع کرنے میں طرف افضل اور اولی کے) تحقیق مقرر کیا ہے خدا نے واسطے تمہارے (اے بندو) کھولنا قسموں تمہاری کا (کفارہ سے)

لہ حضرت کو بدبو سے سخت نفرت تھی اور مغافیر ایک قسم کا بدبودار گوند ہوتا ہے لہ عمدۃ البیان میں ہے کہ پہلے حضرت عائشہ کے گھر گئے تو عائشہ نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کے ناک کو بند کیا حضرت نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا عائشہ نے کہا کہ تجھ میں سے مغافیر کی بدبو آتی ہے - حضرت نے فرمایا کہ مغافیر تو میں نے نہیں کھایا - زینب کے گھر شہد کا شربت پیا ہے - کہا اُسکی مکھی نے اُسکا پھول چوسا ہوگا اور جسوقت حفصہ کے گھر تشریف لائے اُنہوں نے بھی ناک پکڑ لی اور کہا کہ یہ کیا ناخوش بو ہے جو تجھ میں سے آتی ہے اور جو کچھ عائشہ نے کہا تھا وہی اُنہوں نے بھی کہا - جسوقت حضرت نے دو مرتبہ دو عورتوں سے یہ خبر سنی تو فرمایا کہ اُس شہد کو میں نے اپنے اوپر حرام کرلیا - عمدۃ البیان میں اس موقعہ پر یہ نہیں لکھا کہ اس بھید کو کسی سے نہ کہنا ٭

اور خدا کارساز تمہارا ہے اور وہ جاننے والا ہے (بندوں کی مصلحتوں کا) حکمت والا ہے (اور یاد کرو تم اے مومنین) جسوقت راز کے طور پر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے (یعنے حفصہ سے) ایک بات (ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنا) پس جسوقت کہ خبر کی اُس نے (حفصہ نے عایشہ کو) سات اُس بات کے اور مطلع کیا اللہ نے پیغمبر کو (بواسطہ جبرئیل) اُس بات پر (کہ حفصہ نے عایشہ سے کہدی) اور اُس میں سے بعض بات (حفصہ سے کہی (پیغمبر نے کہ تو نے عایشہ سے ایسا ایسا کہا) اور منہ پھیر لیا بعض سے (یعنے بعضی نہ کہی ہر چند خدا نے سب بتلادی تھی) پس جسوقت خبر کی (پیغمبر نے) اُسکو (حفصہ کو) سات اُس بات کے تو کہا اُس (حفصہ نے تجھے کسنے یہ خبر دی (کہ حفصہ نے راز فاش کر دیا ہے) کہا (پیغمبر نے) خبر دی ہے مجھکو خدا جاننے والے مہربان نے۔ اگر توبہ کرو تم دونو (اے عایشہ اور حفصہ) طرف اللہ کے (اور پیغمبر کے آزار دینے میں ایک دوسرے کی مدد نکرو تو بہتر ہے واسطے تمہارے۔ کیونکہ تمنے پیغمبر کا راز فاش کرنے میں بڑا جرم کیا ہے۔) پس بہ تحقیق کج ہو گئے ہیں دل تم دونوں کے۔ اور اگر تم دونو ایک دوسرے کی کمک کرو[1] اوپر اُسکے (یعنے پیغمبر کے آزار پہنچانے پر تو کچھ اندیشہ نہیں ہے) پس تحقیق خدا وہی اُسکا مددگار ہے اور جبرئیل اور مردنیک تمام مومنین سے۔ اور فرشتے بعد اسکے اُسکے مددگار ہیں۔ قریب ہے کہ خدا اُسکا (پیغمبر کا) اگر وہ پیغمبر تمکو طلاق دیدے تو بدلہ میں دیوے اُسکو عورتیں بہتر تمسے۔ فرمانبرداری کرنیوالیاں ایمان لانیوالیاں۔ عاجزی کرنیوالیاں یا نماز پڑھنے والیاں۔ توبہ کرنیوالیاں۔ عبادت کرنے والیاں۔ روزہ رکھنے والیاں شوہروں کے پاس گئی ہوئی اور کواریاں۔ الغرض جب آنحضرت کو اللہ تعالیٰ نے حفصہ کے راز افشا کرنے کی خبر دی تو حضرت نے حفصہ سے فرمایا کہ میں نے منع کیا تھا اور تو نے راز میرا فاش کر دیا حفصہ نے کہا آپ نے کیونکر جانا حضرت نے فرمایا مجھے خدائے علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔ اور بروایت تاریخ الخمیس و استیعاب حفصہ کو طلاق دیدی طلاق رجعی۔ اور چونکہ مدت سے آنحضرت درگذر کر رہے تھے اب تنگ ہو کر ازواج کی تادیب کی غرض سے قسم کھالی کہ ایک ماہ تک انسے تعلق نہ رکھونگا۔ اور حضرت نے مسجد کے ایک حجرہ میں عزلت اختیار کی۔ صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر کو حفصہ کی طلاق کا حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی اور کہا کہ دیکھئے اسکے بعد خدا عمر اور اُس کی بیٹی کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب حضرت عمر کو حفصہ کے طلاق کی خبر پہنچی تو وہ مسجد میں آئے اور رباح غلام حبشی سے جسے رسول اللہ نے حجرہ کے دروازہ پر بٹھا رکھا تھا کہ کسیکو اندر نہ آنے دے اندر جانے کی اجازت منگائی دو دفعہ حضرت نے کچھ جواب نہ دیا تیسری مرتبہ حضرت عمر نے حجرہ کے دروازہ کے پاس اگر بآواز بلند کہا کہ اے رباح رسول اللہ سے کہدے کہ میں حفصہ کی سفارش کو نہیں آیا ہوں اگر حضرت حکم دیں تو میں حفصہ کو گردن مارڈوں میرے لئے اندر جانے کی اجازت مانگ یہ کہکر اُلٹے پھر آئے۔ حضرت نے یہ سنا تو رباح سے کہا عمر کو اندر بلالے حضرت عمر اندر گئے تو دیکھا کہ حضرت تہ بند باندھے ہوئے بوریے پر بیٹھے ہیں اور بوریے کے نشان حضرت کے پہلوئے مبارک میں پڑ گئے ہیں۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں اندر گیا تو حضرت سے ایسی ہنسی کی باتیں کرنے لگا کہ حضرت نے تین مرتبہ تبسم فرمایا اور آخر کو میں نے حضرت کو ہنسا دیا اور آثار غضب کے حضرت کے چہرہ پر باقی نہ رہے۔ پھر میں حضرت سے بہت سے عذر اور طلب آمرزش کر کے چلا آیا اور مسجد کے دروازہ پر بآواز بلند پکار دیا کہ حضرت نے اپنی بیویوں کو طلاق

---

[1] بخاری جلد ۴ ص ۲۱ کتاب اللباس تاریخ الخمیس اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابن عباسؓ سے صحت کو پہنچا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا ایک سال تک ہیبت کے سبب نہ پوچھ سکا۔ یہانتک کہ ایک سفر میں موقع دیکھکر میں نے پوچھا کہ مراد ان دو عورتوں سے جو ان تظاہرا علیہ الخ اگر تم دونو ایک دوسرے کی کمک کرو میں مذکور ہیں کونسی عورتیں ہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ دونو عایشہ اور حفصہ ہیں صحیح بخاری جلد ۳ ص ۶۸ کتاب الطلاق اور فتح الباری جزو ۹ ص ۱۷۲ میں اسیطرح شہد کے شربت کا واقعہ لکھکر تحریر کیا ہے کہ آیات یا ایہا النبی لم تحرم سے ان تتوبا الی اللہ تک عایشہ اور حفصہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں +

نہیں دی ہے - پس آنحضرت ایک ماہ تک اپنی بیویوں سے علیحدہ اس حجرہ میں رہے اور وہ مہینہ ۲۹ دن میں تمام ہوگیا تو حضرت اول عائشہ کے پاس آئے عائشہ نے استقبال کیا اور کہا کہ یا حضرت آپ نے تو مہینہ بھر کی قسم کھائی تھی ابھی تو ۲۹ ہی دن ہوئے ہیں - حضرت نے فرمایا یہ چاند ۲۹ ہی دن کا ہے +

(۱۰۷) تبلیغ سورۂ برات | تفسیر معالم التنزیل و تاریخ ابوالفدا وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول کریم نے اس سال حج کے موسم میں آخر ماہ ذیقعدہ میں ابوبکر صدیق کو حاجیوں کا امیر مقرر کرکے بھیجا - بروایت ابوالفدا و صاحب تاریخ الخمیس تین سو آدمی اور اپنی طرف سے بیس اونٹ واسطے قربانی کے ساتھ کئے - اور سورۂ برأت کی شروع کی چالیس آیتیں حاضرین حج کو سنانیکا حکم دیا مگر اُنکے پیچھے علی مرتضی کو خاص اپنی اونٹنی عضبا پر جو سب سے زیادہ تیز تھی سوار کرکے روانہ کیا اور فرمایا کہ سورۂ برأت کی وہ آیتیں مکہ - منیٰ - اور عرفات کے مقام میں تم لوگوں کو سنادو[۱] - حضرت علی مرتضی کو حضرت صدیق کے بعد روانہ کرنے کی وجہ ترمذی میں یہ لکھی ہے کہ رسول کریم نے ابوبکر کو آیات سورۂ برات دیکر مکہ بھیجا اور پھر اُنکو واپس بلالیا اور فرمایا کہ کسی آدمی کو میری اہلبیت کے سوا مناسب نہیں کہ یہ پیغام پہنچائے - اور علی مرتضی کو بلاکر سورۂ برات کی آیتیں اُنکو دیں - اور امام احمد بن حنبل اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا اس کو کوئی نہیں پہنچا سکتا مگر وہ آدمی کہ میری اہل بیت سے ہو وہ میرا ہو اور میں اُسکا ہوں - نیز لکھا ہے کہ جب ابوبکر واپس آئے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا ہے کہ آپ کی جانب سے ہرگز کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا مگر یا تو خود آپ یا وہ آدمی جو آپ کا ہو[۲] - پس ابوبکر نے لوگوں کو حج کرایا اور اُسکے بعد جب قربانی کا وقت آیا تو علی مرتضی نے یہ تقریر کی (۱) کوئی شخص برہنہ ہوکر کعبۃ اللہ کا طواف نکرے (۲) جس شخص سے رسول کریم کا کچھ معاہدہ ہے وہ میعاد مقرر تک اسمیں رہ سکتا ہے - اور جس سے عہد و پیمان نہیں ہوا اُسکے واسطے چار مہینے تک مدت مقرر کی گئی ہے (۳) بہشت میں مومن کے سوا کوئی نہیں جائیگا (۴) کوئی مشرک آئندہ حج کو نہ آئے + اصطلاح میں یہ فرمان ابرار نامہ کہلاتا ہے +

روضۃ الاحباب میں ہے کہ آخر ذیقعدہ میں پیغمبر خدا نے چاہا کہ حج کریں مگر سنا کہ مشرک عادت جاہلیت کے موافق حاضر ہوتے اور برہنہ طواف کرتے ہیں حضرت کو اُنکی مخالطت مکروہ معلوم ہوئی اُس سال ابوبکر کو سو سوآدمیوں کا امیر بنا کر حج کو بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں کو مراسم حج کرائیں اور مناسک حج تعلیم کریں - اور سورۂ برات کی شروع کی تیس چالیس آیتیں لوگوں کے سامنے پڑھیں - سعد بن ابی وقاص - عبدالرحمن بن عوف - جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوہریرہ وغیرہ بھی ہمراہ ہوئے اور اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کرنے کو حضرت نے ابوبکر کے ساتھ کئی جنکی حفاظت ناجیہ بن جندب کے سپرد کی - ۵ اونٹنیاں ابوبکر اپنے واسطے قربانی کرنے کو ساتھ لیگئے - اور مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھا - اور روانہ ہوئے جبرئیل آں حضرت پر نازل ہوئے اور کہا ادائے رسالت و پیغام سوائے تمہارے یا ایسے شخص کے جو تم ہی سے ہو دوسرا کوئی اور نہیں کرسکتا - آنحضرت نے حضرت علی کو طلب کیا اور کیفیت واقعہ سے اطلاع دی - اور فرمایا جاؤ ابوبکر کے

---

[۱] اور بروایت نسائی صحیح ہوتے حضرت علی حضرت ابوبکر سے مقام عرج پر جاملے - طبری نے بھی عرج پر ملاقات لکھی ہے اور نیز ذوالحلیفہ پر - [۲] اعلام الوری میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا "لیکن جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے خدا کی طرف سے - اور کہا کہ تیری طرف سے نہیں ادا کرسکتا سوائے تیرے یا ایسے شخص کے جو تجھ سے ہو - اور علی مجھ سے ہے اور وہ بھائی ہے میرا اور وصی ہے میرا اور وارث ہے میرا اور خلیفہ ہے میرا میرے اہل بیت میں اور میری اُمت میں بعد میرے - ادا کرے گا میرا دین اور پورا کرے گا میرے وعدہ کو اور نہ ادا کرے گا یہ بھی طرف سے سوائے علی کے" +

پیچھے[1] اور اوائل سورہ برات کو اُن سے لیلو اور موسم حج میں لوگوں کو سناؤ۔ اور یہ چار کلمے لوگوں کو پہنچاؤ (۱) مومن کے سوا کوئی جنت میں نجاویگا (۲) کوئی برہنہ طواف خانہ کعبہ کا نکرے (۳) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے (۴) کافروں میں سے جس کیساتھ رسول اللہ سے کسیقدر مدت کا عہد ہے تو وہ عہد قایم رہے گا اُس مدت تک اور جس کیساتھ عہد نہیں ہے اُسے چار مہینہ تک امان ہے بعد اسکے اگر مسلمان ہوگا مال اور خون اُسکا بدر ہو جائے گا۔ یہ فرما کر اپنا ناقہ خاص کہ عضبا اُسکا نام تھا علی کو دیا۔ تاکہ اُس پر سوار ہو کر امور مذکور کے نافذ کرنے کے واسطے ابوبکر کے پیچھے روانہ ہوں۔ حضرت علی روانہ ہوئے اور منزل ضجنان[2] یا منزل عرج پر راستہ ہی میں ابوبکر سے جا ملے۔ صدیق نے پوچھا امیر ہو کر آئے ہو یا مامور ہو کر۔ فرمایا مامور ہو کر۔ مگر سورہ برات مجھکو عنایت کیجئے کہ حکم یہی ہے۔ کہ میں لوگوں کو سناؤں اور ان چار کلموں کو پہنچاؤں۔ ابوبکر نے فوراً وہ آیات علی کے حوالہ کیں۔ اور جب مکہ میں پہنچے اور مناسک حج بجالائے ابوبکر نے وہ خطبے جو ایام حج کے لئے مقرر ہیں پڑھے اور مناسک حج تعلیم کئے اور علی سے کہا اُٹھئے اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کو بجا لائیے۔ علی اُٹھے اور مجمع عام میں سورہ برأت پڑھی اور حضرت کے چاروں حکم سنا دیئے۔ خیموں اور مجمعوں کے پاس آتے اور سب کو سورہ اور احکام سناتے اس سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف مراجعت کی۔ اور حضرت صدیق نے حضرت رسول اللہ صلعم سے آکر پوچھا کہ یا حضرت مجھ سے کیا صورت واقع ہوئی کہ آپنے سورہ مجھ سے چھین لیا اور ایک روایت یہ ہے کہ ابوبکر نے راستہ ہی سے واپس جا کر حضرت سے پوچھا تھا (جیسا کہ ابوالفدا۔ طبری اور ابن خلدون نے بھی لکھا ہے اور صاحب روضۃ الصفا نے بھی اعلام الوری سے نقل کیا ہے) حضرت نے فرمایا کہ نہ ابوبکر تم سے کوئی صورت تو واقع نہیں ہوئی اور تم سے کوئی قصور ہی نہیں ہوا تم تو میرے ساتھی ہو غار کے اور حوض کوثر پر۔ لیکن جبرئیل آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اس امر کو سوائے آپکے یا ایسے شخص کے جو آپ ہی سے ہو دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مینے ایسا کیا ✤

(۱۰۸) سریہ وادی الرمل معارج النبوۃ۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ صلعم سے بیان کیا کہ وادی الرمل[3] میں عرب کی ایک قوم جمع ہوئی ہے اور یہ لوگ مدینہ پر شبخون کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت نے یہ سنکر اصحاب کو

---

[1] کنز العمال میں سورۂ توبہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر سورۂ برات کے ساتھ اہل مکہ کی طرف پہنچے گئے ابوبکر کی روانگی کے بعد آنحضرت نے حضرت علی کو بھیجا اور کہا کہ ابوبکر کے پاس جلدی سے پہنچکر ابوبکر کو واپس بھیجدو اور تم اس سورۃ کو پہنچاؤ پس علی نے ایسا ہی کیا پس ابوبکر اپنے آکر روئے اور کہا یا رسول اللہ کیا میرے بارہ میں کچھ نازل ہوا ہے (جو آپنے مجھے واپس بلا لیا) علام آنحضرت نے فرمایا میرے بارہ میں کچھ نازل نہیں ہوا مگر جو کچھ نازل ہوا اچھا نازل ہوا ہے مجھے حکم ہوا ہے کہ اسے یا تو میں پہنچا سکتا ہوں یا ایسا شخص جو مجھ سے ہے۔ یہی روایت حموینی نے درر السمطین میں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں ابن جریر سے لکھی ہے [2] یا ذو الحلیفہ (ابن خلدون) [3] اہل تشیع اس روایت میں امیر و مامور کے جملہ کو معتقدین کا ساختہ پرداختہ بتاتے ہیں اور یہ دلیل قایم کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر راستہ ہی سے مدینہ واپس ہوئے اور علی کہ کو جا رہی تھی تو ضرور وہ ۳ سو آدمی حج کرنے آئے تھے علی کے ساتھ ہو لئے ہونگے۔ حالانکہ کسی تاریخ میں اُن لوگوں کا حضرت ابوبکر کے ساتھ واپس جانا یا پھر حضرت ابوبکر کو اُنہیں ساتھ لیجا کر حج کرانا درج نہیں ہے۔ نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر کو اب تک وہ لوگ مقام عرج یا ذو الحلیفہ ہی میں اُنکے انتظار میں ٹھیرے رہے یہ ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک کام سے حضرت ابوبکر معزول کئے جائیں اور دوسرے کام پر جو اُسی قسم کا ہو بحال رہیں اور کیا علی حج کرانے کی قابلیت نہ رکھتے تھے کہ واپسی کے بعد پھر ابوبکر ہی جوں توں کر کے حج کرانے کو بھیجے جاتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو ممکنے یہ ہونگے کہ خود امیر بنکر نہیں آیا ہوں بلکہ خدا و رسول کیطرف سے مامور ہو کر آیا ہوں [4] یہ مقام مدینہ سے ۵ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ بعض مورخین نے خصوصاً مورخین اہل تشیع نے جنگ وادی الرمل کو جنگ سلاسل ہی کے نام سے لکھا ہے۔ جنگ سلاسل کا جو حال واقعات ۸ھ میں بیان ہوا ہے وہ اس جنگ کا وہ حصہ سمجھنا چاہیئے جو عمرو عاص کے جانے سے متعلق ہے ✤

جمع کیا اور فرمایا کہ کون ہے جو اُن لوگوں کی شہر کو دفع کرے۔ اصحاب صفہ میں سے ایک گروہ اس امر پر آمادہ ہوا حضور پر نور نے علم جناب صدیق کو دیا اور اُس گروہ پر اُنکو سردار بنا کر دشمنوں پر بھیجا۔ مخالفوں کا مقام ایک وادی میں تھا جس میں پتھر اور درخت کثرت سے تھے ایسا کہ وہاں سے گذرنا دشوار تھا۔ بعد قطع منازل صدیق نے اُنکی منزل کے قریب پہنچکر چاہا کہ وادی میں داخل ہوں۔ ناگاہ ارباب نفاق بہیئت اجتماعی وادی سے باہر آئے اور نیزہ و شمشیر ہاتھ میں لیکر جنگ میں مصروف ہو گئے۔ آخر مسلمانوں نے شکست کھائی بعض مسلمان مارے گئے اور بعض بھاگ کر مدینہ واپس آئے پھر آنحضرت نے جناب فاروق کو علم دیکر مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا۔ اُنکے ساتھ بھی یہی پیش آیا کہ جب وادی میں قدم رکھنے کو تھے مشرکوں نے درختوں اور پتھروں کے پیچھے سے جہاں وہ گھات میں تھے باہر آکر مسلمانوں پر حملہ کیا اور بعد کشش و کوشش کے لشکر اسلام بھاگ کر مدینہ واپس آیا بعد ازاں عمرو عاص نے جو بکر و حیلہ کے ساتھ مخصوص تھا درخواست کی کہ اب مجھے بھیجئے تاکہ بمقتضائے الحرب خدعۃ (لڑائی میں فریب جائز ہے اور اُسی سے کام چلتا ہے) عمل کرکے اعدا کو فریب دوں آنحضرت نے عمرو عاص کو بعض مسلمانوں کا سردار بنا کر دشمنوں کی طرف روانہ کیا اور وہ بھی مقابلہ میں شکست پاکر منفعل واپس آیا۔ اسکے ساتھ بھی بعض مسلمان شہید ہوئے۔ عمرو عاص کے واپس آنے کے چند روز بعد آنحضرت نے علم حضرت علی کو عنایت کیا۔ اور ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر حضرت علی کے لئے دعا کی۔ اور مسجد احزاب تک حضرت علی کو پہنچانے تشریف لائے۔ اور حکم دیا کہ صدیق اکبر فاروق اور عمرو عاص علی کے ساتھ اس سفر میں مرافقت کریں۔ اور اُن جناب کے حکم سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔ اور مرتضیٰ علی طریق وادی الرمل کو چھوڑ کر عراق کی طرف متوجہ ہوئے چند منزل طے کرنے کے بعد مخالفوں سے لڑنے کا عزم کرکے اُس راہ سے کہ وہاں وادی پر منتہی ہوتی تھی مقصد کی جانب رخ کیا۔ رات کو چلتے اور دن کو راستہ سے ہٹ کر آسایش و آرام سے سوتے تھے۔ جب اہل خلاف کے سکنوں کے قریب پہنچے حکم دیا کہ فوج آہستہ چلے اور خود لشکر کے آگے روانہ ہوئے۔ اور چونکہ امیر المومنین کی حرکات و سکنات سے عمرو عاص کو یقین ہو گیا کہ ضرور فتح ہوگی چاہا کہ کام کو بگاڑ دے۔ اور اس ارادہ اور غرض کو مدنظر رکھکر صدیق اور فاروق سے کہا کہ اس راستہ میں درندوں اور وحشیوں سے خطرہ ہے۔ اب مصلحت وقت یہ ہے کہ وادی کی بلندی پر سے دشمنوں پر شبخون ماریں۔ اور شیخین نے اس بارہ میں حضرت علی سے گفتگو کی حضرت نے منظور نہ کیا۔ عمرو عاص نے کہا کہ اے مسلمانو ہم اپنی جانوں کو ضایع نہیں کر سکتے آؤ تاکہ وادی کی بلندیوں کی طرف سے چلیں۔ سپاہ اسلام نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا نے ہمکو علی کی مخالفت سے منع کیا ہے اب تیری بات مانکر ہم کیونکر اُسکے خلاف کریں۔ علی عمرو عاص کی رائے کو غلط سمجھکر اُسی طرح چلے جاتے تھے یہانتک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر جا پہنچے اور جس طرح کہ چاہتے تھے اُس قوم بیباک سے انتقام لیا۔ صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ انوار ذوالفقار حیدر کرار کی تاب نہ لاکر ایسے بھاگے جیسے سوج سے چرگاڈر۔ مولف کشف الغمہ نے لکھا ہے کہ سورہ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضرت رسول نے اصحاب کو فتح کی بشارت دی۔ جب علی مراجعت کرکے مدینہ کے قریب پہنچے حضرت نے اصحاب کو امیر المومنین کے استقبال کے واسطے حکم دیا اور خود اُنکے آگے آگے روانہ ہوئے۔ اور جب جناب ولایت مآب کی نظر آنحضرت کے چہرۂ مبارک پر پڑی گھوڑے سے اُتر پڑے حضور نے فرمایا کہ اے علی سوار ہو کہ خدا اور رسول خدا تجھ سے راضی ہیں۔ امیر المومنین ماری زیادتی خوشی کے رونے لگے۔ رسول اللہ نے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ طوائف اُمت تیری شان میں وہی بات کہنے لگیں گے جو کچھ نصاری عیسی بن مریم کے باب میں کہتے ہیں تو البتہ تیرے حق میں ایسی بات کہتا کہ کسی گروہ پر تو نہ گزرتا مگر یہ خاک تیری دو قدموں کے نیچے سے اُٹھاتے اسکے آگے صاحب حبیب السیر یہ اشعار لکھتے ہیں ؎ چنین گفت آں روز خیر الانام ۔ کہ اندیشہ دارم نہ بعضے ہم

وگرنہ حدیثے نہ قدر علی ہمی گفتم از غایت یکدلی + کہ بر ہر کہ کمر دے زامت گزر - نہادے بجائے قدم ہائش سر +
زخاک قدم ہائش برداشتے - ازاں آبروئے وگر داشتے +

(۱۰۹) سریہ علی ابن ابی طالب بطرف یمن | صاحب حبیب السیر نے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد عمرو بن معدیکرب بنو زبید کی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا ایک دن ابلہ بن عشعث خشعی کو جس نے اُسکے باپ کو مارا تھا مدینہ میں دیکھکر گھسیٹتا ہوا آنحضرت کے پاس لایا اور قصاص کا طالب ہوا حضرت نے فرمایا کہ معاف کر دیا اسلام نے اُسکو جو کچھ جاہلیت میں ہوا اسبات پر عمرو بن معدیکرب مرتد ہوکر اپنے وطن زبید (یمن) کو چلا گیا اور بنی حارث کے ایک گروہ کو اپنے قبیلہ سے ملا لیا - حضرت کو جب خبر ہوئی تو علی مرتضی کو جو ابھی یمن سے ایک گروہ پر امیر بناکر عمرو اور اُسکی قوم پر بھیجا - اور خالد بن ولید کو ایک فوج کے ساتھ اعراب جعفی پر روانہ کیا - اور مقرر کیا کہ جب دونوں لشکر ملیں تو دونوں لشکروں کے سردار علی ہوں - علی نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنی فوج کا ہراول بنایا اور خالد بن ولید نے ابوموسی اشعری کو - جب چند منزل پر پہنچ چکے تو وہ لوگ جنپر خالد کو بھیجا تھا دو فرقے ہوگئے ایک فرقہ یمن کو چلا گیا اور دوسرا بنی زبید سے جا ملا - یہ سنکر علی مرتضی نے خالد کو پیغام بھیجا جہانتک آیا ہے وہیں ٹھیرا رہ جبتک کہ میں نہ آؤں - خالد نے حکم نہ مانا تو علی نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کے پیچھے بشتابی روانہ ہو - اور جہاں اُس سے ملے وہیں ٹھیرا لے - خالد بن سعید نے ایسا ہی کیا - علی بھی آپہنچے اور خالد کو عدول حکمی پر ملامت کی اور پھر عمرو بن معدیکرب نے چڑھائی کی - عمرو مقابلہ کو آیا لیکن حضرت کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلا - مسلمانوں نے حملہ کرکے اُسکے بھائی اور بھتیجے کو قتل کیا - اور اُسکی منکوحہ کو مع دیگر عورتوں کے قید کر لیا - پس علی نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لئے وہاں چھوڑا اور حکم دیا کہ جو کوئی بھاگے ہوؤں میں سے واپس آئے اور ایمان لائے تو اُسے امان دینا - اور علی کے واپس آنیکے بعد عمرو بن معدیکرب خالد بن سعید کے پاس آکر مسلمان ہوا اور اُسکے اہل وعیال کی خلاصی ہوگئی - روایت ہے کہ اسی سفر میں فتح وظفر کے بعد امیر المومنین علی نے خمس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کو اپنے واسطے اختیار کیا تھا خالد بن الولید نے اس امر کی اطلاع رسول خدا کو لکھی اور وہ مکتوب بریدہ بن الحصیب کے ہاتھ آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا[1] بریدہ کہتے ہیں کہ اثنائے راہ میں علی کو دشمن رکھتا تھا - میں نے وہ مکتوب آنحضرت کے ہاتھ میں دیا اور علی کی شکایت کی پڑھتے ہی آنحضرت کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا علی کے بارہ میں گمان بد مت کر وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ ولی تمہارا ہے اور جس کسی کا میں ولی ہوں علی بھی اُسکا ولی ہے علی سے دشمنی نکر اُس سے دوستی رکھ - بریدہ کا حصہ اس خمس میں سب سے زیادہ تھا[2]

[1] اور بریدہ نے لشکر سے پہلے مدینہ میں پہنچکر خالد کے نوشتہ کو آنحضرت کے حوالہ کیا اور جبکہ آنحضرت نے اُس مکتوب کے مضمون سے اطلاع پائی تو فوراً حضرت کا چہرہ متغیر ہوگیا اور حضرت کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہوگیا - بریدہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ایسے ایسے کام کرنے کی اجازت پائینگے تو مسلمانوں کا تمام مال غنیمت ضائع ہوگا - آنحضرت نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر اے بریدہ تو نے احداث نفاق کیا علی کے بارہ میں - بدرستیکہ مال غنیمت میں سے جو کچھ مجھکو حلال ہے وہ علی کو بھی حلال ہے اور علی بن ابی طالب سب آدمیوں سے بہتر ہے تجھ سے بھی اور تیری قوم سے بھی - اور تمام اُمت میں میرے بعد جتنی آدمی ہونگے - اُن سب سے بہتر ہے - اے بریدہ علی کے دشمن رکھنے سے پرہیز کر ورنہ خدائے تعالی تجھے دشمن رکھیگا - بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت مجھے یہ آرزو ہوئی کہ زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں - اور میں نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غصہ سے اور اُسکے رسول کے غصہ سے میرے لئے معافی کی دعا کیجئے کہ اب سے ہرگز علی سے عداوت نکرونگا - اور سوائے خیر وخوبی کے اُنکی شان میں نہ کہونگا - حضرت رسول اللہ نے میرے واسطے طلب معافی کی اور اسکے بعد سے میں شاہ مرداں کو تمام خلقت سے زیادہ محبوب رکھنے لگا (روضۃ الصفا و حبیب السیر) [2] اکثر مورخین نے اس کمینے کے واقعہ کو سنہ ۸ھ میں لکھا ہے حضرت علی دوبارہ یمن بھیجے گئے تھے روضۃ الاحباب میں حضرت علی کا دو دفعہ یمن میں بھیجا جانا لکھا ہے ایک سنہ ۸ھ میں اور ایک سنہ ۱۰ھ میں

بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت سے میں علی کو سب سے زیادہ دوست رکھنے لگا (روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا حبیب السیر وغیرہ)

(۱۱۰) سنہ ۹ھ کے مختلف واقعات (۱) شعبان سنہ ۹ھ میں حضرت کلثوم بنت رسول زوجہ عثمان نے وفات پائی۔ (۲) سنہ ۹ھ کے آخر میں پیغمبر خدا مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ہر چہار اطراف سے عرب کے مختلف علاقوں سے قاصد تحایف و ہدایا کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جگہ جگہ کے لوگ آنکر مسلمان ہوئے۔ اور پھر اپنے وطن میں واپس آکر اسلام کو پھیلانے کی کوششیں کرنے لگے۔ اکثر باشندگان یمن اور شاہان حمیر نے دین اسلام قبول کیا۔ اس سنہ میں وفود[1] کی وہ کثرت ہوئی کہ یہ سال سنۃ الوفود کے نام سے مشہور ہو گیا اور یہی کثرت وفود کی سنہ ۱۰ھ کے شروع تک رہی (۳) اسی سنہ میں صدقات فرض ہوئے۔ طبری نے لکھا ہے کہ سنہ ۹ھ میں آیہ خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم نازل ہوئی جس سے مسلمانوں پہ صدقات واجب ہوئے +

سنہ ۱۰ھ مطابق سنہ ۶۳۱ء

(۱۱۱) ابو عامر ایک بدوی شاہزادہ قبیلہ عامر بن طفیل بن عامر کا سردار بڑا خوبصورت اور شاہانہ شان و شوکت کا بادشاہ تھا مگر پرلے درجہ کا عیاش اور آن طعن کا آدمی تھا۔ عکاظ کے میلہ میں جو طائف اور نخلہ کے درمیان واقع ہے جہاں سودا گر حاجی اور شاعر عرب کے تمام علاقوں سے آکر جمع ہوا کرتے تھے اسکا منادی ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا کہ جسے کسیکو بار برداری کا جانور درکار ہو یا جو کوئی بوجھ کا ہو یا جس کسیکو کسی ظالم کی طرف سے خطرہ ہو وہ عامر کے پاس آئے وہ اُسکو جانور دیگا کھانے کھلائیگا اور حفاظت کرے گا یا پناہ دیگا۔ اپنی فیاضی اور عالی حوصلگی کی وجہ سے وہ ہردل عزیز ہو گیا تھا۔ آنحضرت کے عروج کو اور خصوصاً مکہ وغیرہ کی فتوحات کو دیکھکر عامر کو بہت حسد آیا۔ اور اپنے چچا کے بیٹے اربد کے ساتھ اس ارادہ سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ موقع پاتے تو آنحضرت کو قتل کر ڈالے۔ مگر جب موقع نہ پایا تو حضرت سے کہا کہ آپ مجھ سے یارانہ اور دوستی کر لیجئے حضرت نے فرمایا کہ جبتک تو مسلمان نہ ہو ہرگز میں تجھ سے دوستی نہیں کر سکتا۔ عامر بولا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا تم اس بات پہ قناعت کروگے کہ تم شہر کے عربوں پر حکومت کرو اور میں صحرائی عربوں[2] پر۔ حضرت نے جواب دیا یہ نہیں ہو سکتا۔ عامر نے کہا پھر مجھے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ۔ حضرت نے فرمایا تمام مسلمان تیرے بھائی ہو جائیں گے۔ عامر بولا میں ایسے بھائی بنے سے باز آیا اور منہ بنا کر اپنے شہر کی طرف روانہ ہوا مگر راستہ میں وہ طاعون سے اور اربد بجلی سے ہلاک ہو گیا۔ بعض مورخین نے اس واقعہ کو سنہ ۹ ہجری میں درج کیا ہے +

(۱۱۲) وفات ابراہیم اسی سال حضرت کے ۱۵ مہینہ کے صاحبزادے ابراہیم نے وفات پائی جس سے حضرت کو بہت خلق ہوا۔ عبدالرحمن نے حضرت کو روتا دیکھکر پوچھا کہ کیا آپنے ہمکو مردوں پر رونے کو منع نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا نہیں۔ میں نے تمہیں چیخنے اور چلاہٹ کرنے اور منہ پیٹنے اور کپڑے پھاڑنے کو منع کیا ہے۔ یہ شیطانی کام ہیں مگر مصیبت پہ جو آنسو بہائے جائیں۔ وہ رحم دل میں آپنے جب ابراہیم کو قبر میں اُتارا تو اُسپر تلقین پڑھی (ایرونگ)

(۱۱۳) روانگی علی بطرف یمن سنہ ۱۰ھ ربیع الثانی یا جمادی الاول میں خالد بن ولید چار سو صحابیوں کے ساتھ اہل یمن یعنی نجران اور اُسکے اطراف و جوانب کی طرف بغرض دعوت اسلام روانہ کئے گئے تھے یہ چھ مہینہ تک وہاں کے لوگوں کو دعوت اسلام کرتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ انکی شکایتیں آنحضرت کی خدمت میں وصول ہونے لگیں (صرف اتنا ہوا کہ اکثر اہل نجران نے اسلام قبول کیا

[1] وفود کے معنی سفارت کے لوگوں کا ایمان لانے کے لئے آنا۔ [2] طبری و ابن اسحٰق و روضۃ الصفا و ابن اثیر وغیرہ [3] صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ ابو عامر نے کہا کیا آپکے بعد بھی خلیفہ بنایا جائیگا فرمایا خلیفہ بنانا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے بناتا ہے۔ اسپر ابو عامر نے کہا کہ ایسا آپ شہر کے عربوں پر حکومت کریں میں صحرائی عربوں پر۔ فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا [4] ابن خلدون و طبری +

تب آنحضرت نے خالد کو معزول کیا اور علی کو ۳ سو سواروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا اور فرمایا خالد بن ولید کو واپس بھیج دینا۔ اہل یمن سے لڑنا نہیں جبتک وہ نہ لڑیں۔ روانگی کے وقت علی نے کہا کہ یارسول اللہ آپ مجھے اہل کتاب کے ملک میں بھیجتے ہیں میں نو عمر ہوں اور علم قضایا سے بخوبی واقف نہیں ہوں حضرت نے علی کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی بار الٰہا علی کی زبان کو ثبات دے اور اُسکے دل کی رہنمائی کر اور قضائے احکام کے واسطے ایک قاعدہ یہ بتا دیا کہ اے علی جو دو آدمی یا دو گروہ تمہارے پاس فیصلہ کرانے آئیں تو جبتک دونوں فریقوں کے بیان نہ سُن لو صرف ایک فریق کی گفتگو سُنکر فیصلہ نکرنا۔ پھر علم اسلام ہاتھ میں دیکر اور سر پر عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھ کر حضرت علی کو رخصت کیا۔ علی نے مقامات یمن میں پہنچکر لوگوں کو جمع کیا بعد حمد و ثنائے الٰہی کے آنحضرت کا فرمان پڑھکر سنایا۔ پس قبیلہ ہمدان کے سب لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگئے۔ اور علی نے آنحضرت کو اطلاع تحریر کی تو آنحضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا اور تین بار السلام علی ہمدان ارشاد فرمایا۔ اسکے بعد اہل یمن جوق جوق مسلمان ہوتے گئے اور اُنکے وفود آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور علی تمام اطلاعیں آنحضرت کو دیتے رہے۔ پھر آنحضرت نے جناب علی کو حکم بھیجا کہ قبیلہ نجران سے جزیہ اور مال وصول کرو اور واپس چلے آؤ پس حضرت علی نے اہل نجران سے مال و جزیہ وصول کرکے مراجعت کی اور رسولی سے حجۃ الوداع میں درمیان مکہ کے ملاقات کی۔ (ابن خلدون ابوالفدا ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر بروضۃ الصفا

(۱۱۴) حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ ماہ ذیقعد کے پانچ دن باقی تھے کہ جناب رسول خدا حج کے واسطے روانہ ہوئے[۱] اور ۴ ذوالحجہ کو اتوار کے دن مکہ میں پہنچے ہجرت کے بعد حضرت کا یہی پہلا اور یہی آخری حج ہے۔ اس سفر میں بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ایک لاکھ ۱۴ ہزار یا ایک لاکھ ۲۴ ہزار مسلمان حضرت کے ہمراہ تھے۔ تمام امہات المومنین اور جناب فاطمہ بھی ساتھ تھیں۔ اسی سفر میں محمد بن ابوبکر اسماء بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ صورتین میں اختلاف ہے کہ آیا حج اور عمرہ دونوں ساتھ تھے یا صرف تمتع تھا۔ (یعنے بعد عمرہ کے سر منڈانا وغیرہ اور حلال ہو جانا اور بعد ازاں حج کرنا) یا فقط حج ہی تھا۔ کثرت اس بات پر ہے کہ حج اور عمرہ دونوں تھے[۲] اور حضرت نے ہمراہ لوگوں کے حج کیا +

پس اوہر تو رسول اللہ مدینہ سے مکہ پہنچے اور اُدہر علی نے یمن سے اپنے لشکر سے آگے بڑھکر آنحضرت کو آسلام کیا۔ اور جو کچھ یمن میں گذرا اور جو کچھ وہاں سے حاصل ہوا تھا آنحضرت سے بیان کیا۔ آنحضرت اُن حالات سے اور علی کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے اور پوچھا اے علی تمنے کیا نیت باندھی ہے۔ عرض کی یارسول اللہ مجھے آپنے اپنی نیت تو کہی ہی

[۱] صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حضرت نے قبائل اطراف میں اسلام کے نہایت دور دور کے علاقوں میں خبر بھیجی کہ ہمنے حج کا ارادہ کر لیا ہے جس کسی کا حج کرنے کا ارادہ ہو اُسے چاہئے کہ ہمسے آملے پس بہت سے لوگ مدینہ میں آکر جمع ہوگئے۔ تاکہ اول ہی سے حضرت کے ساتھ چلیں اور مناسک و آداب حج سے واقفیت حاصل کریں۔ اور حضرت علی کو جو یمن میں تھے لکھا کہ ہم حج کو جاتے ہیں ہم سے راستہ میں آملو اور قسم حج سے مطلع نہیں کیا [۲] روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آنحضرت مقام عقیق پر پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور وقت احرام لوگوں سے فرمایا کہ جس کا جی چاہے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور جسکا جی چاہے صرف عمرہ کا احرام باندھے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ ذوالحلیفہ میں حضرت نے احرام باندھا تھا اور لوگوں نے بھی حضرت کے ساتھ احرام باندھا + صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ موضع صرف میں فرمایا کہ جس کسی کے پاس قربانی کا اونٹ نہ ہو وہ اور چاہے کہ حج کو عمرہ کرلے اُس سے کہو ایسا ہی کرے اور جس کسیکے پاس قربانی کا اونٹ ہو وہ حج کی نیت پر قایم رہے۔ پس جنکے پاس قربانی کے اونٹ نہ تھے بعض نے احرام عمرہ کا باندھ لیا اور حج کی نیت توڑ دی۔ اور بعض احرام حج پر قایم رہے اور جنکے پاس قربانی کے اونٹ تھے وہ احرام حج ہی پر قایم رہے۔ ابوموسیٰ اشعری یمن سے آکر مقام بطحا میں حضرت سے ملے اور کہا یارسول اللہ میں نے اپنی نیت کو آپکی نیت سے متعلق کیا ہے۔ لیکن قربانی میرے پاس نہیں ہے فرمایا تو بھی وہی کر جو تیرے یاروں نے کیا ہے + +

جسنے یہ نیت باندھی ہو کہ جو بارا کہا جو رسول اللہ نے نیت باندھی ہے وہی میری نیت ہے۔ اور ۳۴ اونٹنیاں لایا ہوں حضرت نے فرمایا اللہ اکبر ۶۳ میں لایا ہوں اور تو حج اور عمرہ کا اور قربانی میں میرا شریک ہو۔ پس تو اپنے احرام پر قایم رہ۔ اور اپنے لشکر والوں میں واپس جا اور انہیں جلدی میرے پاس لاکر حاضر کر۔ یہانتک کہ ہم مکہ میں جمع ہوں۔ پس علی اپنے لشکر سے ملے جو قریب آگیا تھا دیکھا کہ اُن سب نے کپڑے بدل لئے ہیں جو اُنکے ساتھ علی کے توشہ خانہ میں تھے۔ علی نے اُس شخص سے پوچھا جسے نائب چھوڑ گئے تھے کہ ان لوگوں نے کپڑے کیوں بدلے ہیں۔ عوض کی پہنے کپڑے اسواسطے بدلوا دیے ہیں کہ مکہ کے لوگوں میں عزت کے ساتھ جائیں حضرت علی نے فرمایا افسوس ہے۔ آنحضرت کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں سے کپڑے واپس کرکے توشہ خانہ میں رکھ لے اُس شخص نے ایسا ہی کیا فوج کے کچھ لوگوں نے آنحضرت کے سامنے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے لوگو علی کا شکوہ نکرو وہ خدا کی بات اور خدا کی راہ میں سخت ہے ابھی حضرت یہ فرما رہے تھے کہ باقی لوگوں نے جو پیچھے رہ گئے تھے آنحضرت کے روبرو شکایتوں کے پل باندھ دیے۔ حضرت نے فرمایا کہ علی کو برا نہ کہو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔ اور اُسکے دین میں مداہنت کرنیوالا نہیں ہے۔ پس اُسکے رتبہ کو پہچانو (سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور و کشف الغمہ طبری)

(۱۱۵) خم غدیر — الغرض حج و قربانی سے فارغ ہو کر آنحضرت نے ۱۸ ذیحجہ کو مکہ سے مدینہ کی طرف مراجعت کی۔ اثنائے مراجعت میں جب ۱۸ ذیحجہ کو منزل غدیر خم پر پہنچے جو نواحی جحفہ میں واقع ہے ایسے مقام پر جو بسبب پانے اور چارہ اور سایہ ہونیکے قابل نزول نہ تھا دوپہر کے قریب آنحضرت نے سب کو اُترنے اور مقام کو خس و خاشاک سے صاف کرنیکا حکم دیا۔ اور سبب نزول صاحب حبیب السیر و کشف الغمہ نے یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے جناب رسالت مآب حسب وحی سماوی مامور ہوئے تھے کہ جناب علی کو اپنی خلافت پر نصب کریں اور وہ حضرت اس معاملہ کے اظہار میں ایسے وقت کے انتظار میں تھے کہ جس میں اختلاف نہ ہو اور جب موضع غدیر خم پر پہنچے اور معلوم ہوا کہ اس مقام سے چلنے کے بعد گروہ گروہ کے لوگ جدا ہو کر اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہو جائینگے اور ارادہ ازلی اس بات کا مقتضی تھا کہ وہ تمام لوگ اس بات سے باخبر ہو جائیں۔ یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک (اے رسول استخلاف علی اور نصب امامت علی کی بابت جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھپر نازل ہوا ہے[1] وہ اُمت کو پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو نے اُسکی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ اور اللہ تجھکو لوگوں کی شر سے بچائیگا) پس اس آیت کی تعمیل ضروری ہوئی اور آنحضرت اُس مقام پر اُتر پڑے اور زمین کو صاف کرکے پالان ہائے شتر سے ایک منبر تیار کرایا۔ اور بلال نے حضرت کے حکم سے آواز لگائی الصلوۃ الجامعہ اور بروایتے حی علی خیر العمل۔ لوگ جمع ہو گئے رسول اللہ صلعم اُس منبر پر تشریف لیگئے حضرت کے حکم سے علی بھی اوپر چڑھے اور دائیں پہلو میں کھڑے ہو گئے اور آنحضرت نے بعد ادائے حمد و ثنائے باری اپنے انتقال کی لوگوں کو خبر دی اور فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑتا ہوں اور وہ قرآن اور میرے اہلبیت[2]

---

[1] تفسیر کبیر تفسیر الدر المنثور تفسیر نیشاپوری۔ [2] سیرۃ الحلبیہ۔ علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ اس کا منشا بظاہر یہ تھا کہ قرآن تمہارے واسطے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہوں جو ضروریات زندگی میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآن کے سمجھانیکے لئے میرے اہلبیت سے زیادہ قابل یہ ہیں کہ فیض صحبت نے انہیں دوسرے اصحاب سے زیادہ تر فیضیاب بنا رکھا ہے۔ ..... زمانہ وفات قریب تھا اس سبب سے مسلمانوں کو آئندہ زمانہ کے لئے یہ سب باتیں اس طرح کہی گئیں جسطرح مرنیوالے وقتاً فوقتاً وصیت کے طور پر اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ ... اسمیں کلام نہیں کہ دس بارہ برس کے سن سے ہوش سنبھالنے کے بعد حضرت علی سے ایسے ایسے نمایاں کام ہوئے اور اشاعت اسلام میں ایسی کچھ مدد دی کہ آنحضرت کے نزدیک یہ بہت زیادہ ممتاز اور پیارے تھے جو خونی تعلق آنحضرت کو اُن کے ساتھ تھا اُس سے قطع نظر کرکے دیکھیے جب ہی مسلمانوں کی جماعت میں حضرت علی سے زیادہ کوئی دوسرا بہ صفت موصوف نہ تھا۔ شجاعت۔ تہور۔ زہد۔ ایثار۔ انقطاع الی اللہ۔ سخاوت۔ توکل۔ اسلام کے جان نثار محمدؐ پر جان قربان کرنے والے۔ جس پہلو سے دیکھو یہ شخص اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اسکو پیغمبر کا درجہ نہیں ملا ورنہ ہا۔ اپنے موسیٰ کے ساتھ اتنا نہیں کیا جتنا علی نے محمدؐ کے ساتھ کیا۔ انگریزی مورخ بھی اس مرد میدان کے مداح ہیں۔ بعض مسلمانوں نے علی کی محبت کو جزو ایمان سمجھ رکھا ہے

ہیں کہ اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اُن میں ایک دوسرے سے بزرگ ہے۔ دیکھو احتیاط رکھنا کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کس طرح پیش آتے ہو اور اُنکی رعایت حقوق کس کیفیت سے کرتے ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی (اہلبیتی) ماان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی واحدہما لاکبر منہ فتمسکوا بہ لاتضلوا ولاتقدموہما فتہلکوا ولاتقصروا عنہما فتہلکوا ولاتعلموہم فانہم اعلم منکم ہم لن یخرجوکم من باب ہدی ولن یدخلوکم فی باب ضلالۃ (بعدی واحدہما لاکبر منہ فتمسکوا بہ لاتضلوا ولاتقدموہما فتہلکوا ولاتعلموہم فانہم اعلم منکم ہم لن یخرجوکم من باب ہدی ولن یدخلوکم فی باب ضلالۃ) واحدہما اکبر من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی الا وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض) پھر فرمایا ایہا الناس کیا میں تمہارے نزدیک تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں۔ ہر طرف سے آواز آئی بلاشک آپ ہمارے نفسوں سے اولیٰ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کے نفس سے میں اولیٰ ہوں علی بھی اُسکے نفس سے اولےٰ ہے اور علی کا ہاتھ پکڑکر اُٹھایا اور اسقدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل کی نظر آنے لگی اور فرمایا من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث کان (جسکا میں مولا ہوں اُسکا علی بھی مولی ہے۔ بارالہا جو اسکو دوست رکھے اُسکو تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کر اور جو اُس کی مدد کرے اُسکی تو مدد کر اور جو اُسے چھوڑے تو بھی اُسے چھوڑ دے اور پھرا تو حق کو اُسکے ساتھ جہاں کہیں وہ ہو) تین مرتبہ کہکر ارشاد کیا کہ تم حاضرین کو چاہیئے کہ غائبین تک اس خبر کو پہنچاؤ۔ یہ فرماکر منبر سے اُتر آئے اور حضرت امیرالمومنین آنحضرت کے حکم سے ایک خیمہ میں بیٹھے تاکہ گروہ گروہ کے لوگ اُن حضرت کی خدمت میں آکر مبارکباد دیں۔ چنانچہ عمر خطاب نے جناب علی سے کہا بخ بخ یا بن ابیطالب اصبحت مولای ومولا کل مومن ومومنۃ (یعنی خوشحال آپکا اے علی ابن ابیطالب خوشحال آپکا کہ آپ میرے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے مولا ہو گئے) مردوں کے بعد امہات المومنین اور دیگر عورتوں نے آنحضرت کے حکم سے علی کے خیمہ میں جاجاکر مبارکباد دی۔ اسکے بعد لوگ متفرق نہ ہونے پائے تھے۔ کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (آجکے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا) نازل ہوئی پس حضرت نے فرمایا اللہ اکبر دین کے کامل اور نعمت کے تمام ہونے پر اور میری رسالت اور علی کی ولایت سے خدا کے خوشنود ہونے پر (در المنثور سیوطی۔ حبیب السیر وکشف الغمہ) اسوقت زوال آفتاب شروع ہو گیا تھا حضرت منبر سے اُترے مؤذن نے اذان کہی اور حضرت نے نماز ظہر باجماعت ادا فرمائی[1] (کشف الغمہ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ مودۃ القربیٰ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ خصائص نسائی۔ در المنثور۔ جامع الصغیر۔ فرائد السمطین۔ مناقب الابرار۔ اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب۔ روضۃ الاحباب۔ ارجح المطالب۔ مطالب السئول۔ ینابیع المودت) اسکے بعد آنحضرت بمدینہ میں واپس تشریف لائے۔

(۱۱۶) الحاق یمن حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت آنحضرت کو خبر پہنچی کہ باذان حاکم یمن نے وفات پائی جو بوجہ مسلمان ہونے کے اپنی یمن کی حکومت پر بلا شرکت غیرے بحال رکھا گیا تھا۔ اُسکی وفات پر آنحضرت نے یمن کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ (۱) صنعاء میں باذان کے بیٹے شہر کو گورنر بنایا (۲) علاقہ ہمدان میں عامر بن شہر ہمدانی (۳) مارب میں ابوموسیٰ اشعری (۴) جند میں یعلی بن اُمیہ (۵) عک اشعر میں طاہر بن ابی ہالہ (۶) نجران وزمع وزبید کے درمیانی علاقہ میں سعید بن عاص (۷) نجران میں عمرو بن حزم (۸) حضرموت میں زیاد بن ولید (۹) سکاسک وسکون میں عکاشہ بن ثور

[1] انسان العیون۔ نور الابصار وارجح المطالب میں تفسیر ثعلبی سے لکھا ہے کہ اس موقع پر ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے آنحضرت پر اعتراض کیا اور گمان کیا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ آنحضرت نے بغیر حکم خدا اپنی طرف سے خواہش نفسانی سے محبت علی میں فرمایا ہے اور خدا سے سوال کیا کہ اگر درحقیقت رسول اللہ نے تیرے حکم سے یہ کہا ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا اسیوقت اُسکے سر پر ایک پتھر آکر پڑا اور سر سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اسیوقت آیہ سئل سائل بعذاب واقع نازل ہوئی۔ نزہت المجالس میں بھی تفسیر ثعلبی سے اس واقعہ کو لکھا ہے مگر نام نضر بن حارث لکھا ہے۔

گورنر مقرر کئے گئے (ابن خلدون) ۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے عدی بن حاتم بنی طے کے اور اسد اور مالک بن نویرہ بنی حنظلہ کے اور علی ابن ابیطالب بنی نجران کے اور علاء حضرمی بحرین کے صدقات وجزیہ وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے اور بنو سعد کا صدقہ انہیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ انہیں سے علی بن ابیطالب نجران سے صدقات وصول کر کے حجۃ الوداع میں آکر شریک ہو گئے تھے

(۱۱۷) کثرت وفود

عرب در اصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کے اسلام و مخالفت کا انتظار کر رہا تھا اور یہ دیکھ رہا تھا کہ آنحضرت اور قریش میں کیا نبٹتی ہے۔ کیونکہ قریش تمام عرب کے سردار انکے ہادی انکے بیت اللہ اور معبد کے مجاور اور قومی اور ملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ انکے سردار اور ہادی ہونے اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں ہونے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ قریش آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ اور آپ سے لڑنے پر مستعد رہتے اور آپ کے دین کے صریحی دشمن ہو گئے تھے اسوجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا۔ لیکن جب اللہ جل شانہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تو اُسوقت عرب کو معلوم ہو گیا کہ اب نہ کسیکو آنحضرت سے لڑنے کی طاقت ہے اور نہ کوئی آپکی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ بایں لحاظ عرب گروہا گروہ بعد فتح مکہ آکر مشرف باسلام ہونے لگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔ چنانچہ سنہ ۹ھ میں بعد غزوہ تبوک سب سے پہلے بنی تمیم کا وفد آیا اور یہ سب مسلمان ہوا (آنحضرت کا قاعدہ تھا کہ آپ وفود کی عزت کیا کرتے اور رخصت کے وقت صلہ مرحمت فرماتے تھے) پھر ملوک حمیر کا وفد آیا اور مسلمان ہوا۔ پھر ہمدان کا وفد جسمیں تیرہ آدمی تھے سب مسلمان ہوئے۔ اسکے بعد بنو الحکا۔ بنو فزارہ کے وفد اور عدی بن حاتم بنی طے کا وفد ہو کر یکے بعد دیگرے آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال بنو سعد اور بنو قضاعہ کے وفود آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال فیروز دیلمی خواہر زادۂ نجاشی خدمت میں حاضر اور مشرف باسلام ہوا۔

سنہ ۱۰ھ میں خالد بن ولید (جو نجران کی طرف بھیجے گئے تھے) آنحضرت کی تحریر کے موافق بنو حرث بن کعب کے وفد کے ساتھ مدینہ کو آئے اس وفد میں قیس بن الحصین اور یزید بن عبد المدان اور پانچ شخص اور تھے۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کے شروع میں جب یہ لوگ مدینہ سے نجران کو واپس ہوئے تو آپ نے آپنے قیس بن حصین کو سردار مقرر فرمایا اور اُن کے پیچھے عمرو بن حزم نجاری کو بغرض تعلیم فرائض وسنن نجران کا عامل بنا کر روانہ کیا۔ اور چلتے وقت یہ نصیحتیں فرمادیں "ہمیشہ حق پر چلنا جیسا اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے۔ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دینا۔ قرآن کی تعلیم دینا اور اُس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتانا اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو ہاتھ نہ لگائے مگر یہ کہ وہ طاہر ہو۔ اور عام طور سے اُنکے منافع و مضرات سے مطلع کرتے رہنا۔ راہ راست پر چلنے میں لوگوں سے نرمی کرنا اور ظلم کرنے کی حالت میں اُنپر سختی کرنا کیونکہ اللہ جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اُسکے کرنے سے روکا ہے۔ آدمیوں کو جنت کی بشارت دینا اور اُسکے ملنے کے اعمال بتانا۔ دوزخ سے ڈرانا اور اُس سے بچنے کی تدبیر سکھانا۔ لوگوں کو ملائے رکھنا تاکہ اشاعت دین ہو اور لوگ بہ رضا و رغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج و عمرہ کے فرائض و سنن اور حسب کا اللہ جل شانہ نے حج و عمرہ میں حکم دیا ہے اُسکو بتلانا۔ نماز کی تعلیم کرنا اس طرح پر کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا پشت پر ڈالکر نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اسقدر بڑا ہو کہ اُسکے دو کنارے دونوں مونڈھوں کو ڈھانک لیں۔ اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرمگاہ کو نہ کھولے رکھے اور صرف اللہ جلشانہ سے دعا کی جائے اور اُسی سے مدد مانگی جائے۔ کوئی شخص اپنی ہمجنس مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے

ف ۵ ای بغیر حبکہ خدا کی مدد اور فتح آچکی اور تمنے لوگوں کو دیکھ لیا کہ لوگ دین خدا میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیساتھ اُسکی تسبیح (بقیہ)

میں مشغول ہو جاؤ اور اُس سے معافی مانگو بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے (اکثر مفسرین نے اس آیت میں فتح سے فتح مکہ مراد لی ہے) ۔

اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع نہ کرے تو چاہیئے اُسکی گردن تلوار سے پہلائی جائے۔ تا آنکہ اللہ جل و علا ذکرہ سے دعا مانگے۔ اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے رکوع و سجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا۔ اور مدینہ نماز صبح شب کے آخری اندھیرے میں اور ظہر بعد زوال آفتاب اور نماز عصر جو وقت سایہ اصلی سے سایہ بڑھ جاوے اور مغرب رات کے آتے ہی ستارے نکل آنے سے پہلے اور عشا اول ثلث شب میں پڑھنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان کل کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل رکھنے کا حکم دینا۔ خمس و صدقہ و زکوٰۃ مومنین سے لینا۔ جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے ایمان لائے اور دین اسلام قبول کرے اُسکے حقوق وہی ہونگے جو اور مسلمانوں کے لئے ہیں اور جو یہودی یا نصرانی یا اور کسی مذہب کا پابند ہو مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اُس سے جزیہ ایک دینار یا اُسکی عوض کپڑا وغیرہ لینا۔ پس جو شخص یہ جزیہ ادا کردے گا وہ اللہ اور رسول کی ذمہ داری میں رہے گا۔ اور جو شخص اسکے دینے سے انکار کرے گا۔ وہ اللہ اور اُسکے رسول اور کل مومنین کا دشمن ہے"۔

رمضان سنہ ۹ھ میں بنی غسان اور بنی عامر کی وفد آکر مسلمان ہوئے۔ شوال میں۔ مسلمان۔ ازد اور جرش کے وفد آکر مسلمان ہوئے اسی سال ہمدان کا قبیلہ سارا علی کے ہاتھ پر ایک دن میں مسلمان ہوگیا جیسا کہ لکھا گیا۔ اسی سال بنی مراد اور عبد قیس کا وفد آکر اسلام سے مشرف ہوا۔ اسی سنہ میں بنو حنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب کذاب اور طلق بن علی بن قیس اور رجال بن عنفوہ اور سلمان بن حنظلہ اُنکا سردار تھا۔ یہ مدینہ میں پہنچکر مسلمان ہوئے چند روز ٹھیرے رہے اور ابی بن کعب سے قرآن سیکھتے رہے رجال اور طلق وغیرہ اکثر آنحضرت کی خدمت میں آتے اور مسیلمہ اپنی جائے قیام پر باجازت آنحضرت بغرض حفاظت اسباب رہتا تھا۔ پھر جب یہ سب یمامہ میں واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعوی کیا اور طلق نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ صلعم نے مسیلمہ کو اپنا شریک بنایا ہے۔ اکثر آدمی اس فتنہ میں پڑ گئے جیسا آگے بیان ہوگا۔ اسی سال کندہ کا وفد آیا جسکا سردار اشعث بن قیس تھا مسلمان ہوئے اسی سال کنانہ کے وفد کے ساتھ حضرموت کا وفد بھی آیا۔ اور وایل بن حجر حضرمی بھی انہیں ایام میں حاضر خدمت ہوا یہ سب مشرف باسلام ہوئے۔ اسی سال بنی محارب کا اور بنی مذحج سے الرہا کا وفد آکر مسلمان ہوا۔ اسی سنہ میں حضرموت سے صدف کے وفد نے حجۃ الوداع میں آکر اسلام قبول کیا۔ طبری کہتا ہے کہ عدی بن حاتم کا وفد بھی اسی سنہ میں آیا تھا۔ اسی سنہ میں خولان اور طے کے وفد آکر مسلمان ہوئے[1] (ابن خلدون)

(۱۱۸) مباہلہ | رسول خدا نے نجران کے عیسائیوں کے پاس دعوت اسلام کا خط بھیجا۔ اُنمیں سے ستر یا تیس یا چودہ شخص آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت کا حال تحقیق کریں۔ عبد المسیح جسکا لقب عاقب تھا اس وفد نجران کا سردار تھا اور اہل نجران کا امیر اور خداوندرائے اور صاحب مشورت تھا۔ ایہم جسے سید کہتے تھے یہ صاحب الرحال اور مہتمم اس گروہ کا تھا۔ ابو الحارثہ بن علقمہ مدرس اور عالم اس جماعت کا تھا اور یہی اسقف تھا یہ لوگ مناظرہ کرنے لگے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اسپر رسول خدا نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے مباہلہ کرو جسکا ذکر آیہ مباہلہ سورہ بقر میں خدا نے کیا ہے) پس ۲۴ ذیحجہ تاریخ مباہلہ قرار پائی۔ رسولخدا اس قرارداد کے موافق علی اور اُنکے دونو بیٹوں حسن اور حسین اور بی بی فاطمہ کو گھر سے لیکر

[1] ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں نصاریٰ نجران کا وفد آیا جسمیں ۷۰ سوار اور اُنکا سردار عاقب عبد المسیح کندہ سے اور اُنکا اسقف ابو حارثہ بنی بکر بن وائل سے اور سید ایہم تھا۔ ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہوکر دینی امور میں بحث و مباحثہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں سورہ آل عمران کے شروع کی آیات اور آیہ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصاریٰ نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا۔ اور آنحضرت نے اُنکی استدعا کے بموجب اُنسے صلح کرلی اُنہوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ ابو عبیدہ بن جراح اُنکے عامل مقرر کرکے اُنکے ہمراہ روانہ کئے گئے۔ اسکے بعد عاقب اور سید نے آکر اسلام قبول کیا[2] مباہلہ کے

نکلے اور اُنکو سمجھانے لگے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہتے جانا - جب اسقف نے ان پانچوں تنو نکو دیکھا تو پوچھا کہ یہ محمدؐ کے ساتھ چار آدمی کون کون ہیں جب اُسے معلوم ہوا کہ حضرت کا داماد بیٹی اور نواسے - علی - فاطمہ اور حسنین ہیں تو بہت گھبرایا اور کہا کہ ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرینگے اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر ہم مباہلہ کرینگے تو ہم سب ہلاک ہونگے اور ایک نصرانی بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہیگا - اور ابن اثیر کے موافق یہ کہا کہ یہ صورتیں تو وہ صورتیں ہیں کہ اگر خدا سے پہاڑ کے اُکھڑ جانے کی دعا کریں تو خدا پہاڑوں کو اُنکی جگہ سے اُکھاڑ دے - پس وہ لوگ مباہلہ سے باز رہے اور چالیس چالیس درہم کے دو ہزار حلے دینے کر کے صلح کر لی اور حضرت نے اُنکو اپنی حمایت میں لیلیا - مگر جب حضرت عمر نے اپنے عہد میں نصاریٰ حجاز سے جلاوطن کیا تو نصاریٰ نجران بھی کوفہ اور شام کی طرف جلاوطن کئے گئے + صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قل تعالوا ندع ابناءنا الخ تو آپنے علی فاطمہ حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں[۱] - اسی موقعپر صاحب حبیب السیر نے یہ اشعار رقم کئے ہیں ؎

چو جثیم نصارا و اہل عناد	براں پنج عالی گہر اوفتاد	چنیں گفت اسقف کہ ایں پنج فرق	کہ مانند شاں نیستند و غرب و شرق
چو خواہی از کردگار جہاں	کہ ایں کوہ را بر کند از میاں	شود آں دعا در زماں مستجاب	ز نفرین ایشاں کنند اجتناب
شنیدم کہ در گرد آں پنج شمع	کہ در سایہ پروردہ بودند جمع	چو پروانہ میگشت روح الامین	کہ ای بادشاہان دنیا و دین
	درین سایہ گر جائے باشد مرا	کنم سر فرازی بہر دو سرا	

نصاریٰ نجران نے چلتے وقت حضرت سے امین مانگا حضرت نے ابو عبیدہ کو امین[۲] مقرر کیا - اور اسکے تھوڑی عرصہ بعد اہل نجران مسلمان ہوگئے - تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ یہ آیت ایسی دلیل ہے کہ اس سے قوی ترکوئی دلیل فضیلت آل عبا پر نہیں ہے

(۱۱۹) اسود عنسی — اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذوالخمار تھا شیریں کلامی شعبدہ بازی اور کہانت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اُس سے مانوس ہوجاتے تھے کہف حناد میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی بڑا ہوا تو نبوت کا دعویٰ[۳] کیا - مذحج و نجران والوں نے سمعاً و طاعتاً اُسکی تحریر کو قبول کر لیا - چنانچہ نجران والوں نے مجتمع ہوکر مسلمان عاملوں عمرو بن حزم اور خالد بن سعید کو نکالدیا اور شہر اسود کے حوالہ کر دیا اور قیس بن عبد یغوث نے دفعتاً حملہ کر کے فروہ بن مسیک کو جلاوطن کر دیا جو نبی مراد پر آنحضرت کی طرف سے عامل تھے - اسکے بعد اسود عنسی نے سات سو سواروں کو لیکر صنعاء پر چڑھائی کی اور شہر بن باذان شکست کھاکر مارا گیا - اُسود نے اُسکی بیوی سے شادی کر لی اور تمام علاقہ مابین صنعاء و حضرموت پر اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک قابض ہوگیا - اس واقعہ سے اکثر اہل یمن مرتد ہوگئے - عمرو بن معدیکرب جو مسلمان ہو چکا تھا خالد بن سعید سے جدا ہوکر اسود سے جا ملا اور اسود نے اُسے مذحج کا سردار بنا دیا - اسود کے لشکر کا ایک سردار قالہ اور دوسرا قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اور ابناء پر اُس کی طرف سے فیروز اور داذویہ حکمرانی کر رہے تھے غرض جب یمن میں بغاوت عام پھیل گئی تو آنحضرت کے عامل جابجا جا چھپے اور عمرو بن حزم اور خالد بن سعید نے مدینہ میں آکر آنحضرت سے بیان کیا آنحضرت نے سب کی گوشمالی کے واسطے جس طرح ممکن ہوا ایک خط لکھکر ایک قاصد کی معرفت ابو موسیٰ و معاذ اور طاہر کے پاس جو اس ہنگامہ میں چھپ گئے تھے بھیجا - اسمیں لکھا کہ جس طرح ممکن ہو قبیلۂ حمیر و ہمدان سے مدد لیکر اسود عنسی کو قتل کرو +

(بقیہ نوٹ ۱۶۱) یہ ہیں کہ دو شخص جو آپس میں کسی امر پر نزاع رکھتے ہوں اپنی اپنی اولاد اور عورتوں کو ہمراہ لیکر میدان میں جائیں اور ایک جا ہوکر بہ مبالغہ تمام خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت نازل ہو اور خدا اُس کو تباہ کرے [۱] دیکھو حبیب السیر روضۃ الصفا تفسیر کشاف وغیرہ آیہ مباہلہ [۲] یہ عہدہ آجکل کے پولیٹیکل ایجنٹ کے موافق تھا [۳] روضۃ الاحباب میں ہے کہ پہلے مسلمان ہوا تھا پھر مرتد ہوکر نبوت کا دعویٰ کیا + + +

فیروز جسکے چچا کی بیٹی شہر کی بیوی کو اسود نے اپنے گھر میں ڈالا تھا اور جو بعض مورخین کے نزدیک خواہرزادہ بخاشی تھا اور سنہ ۱۰ھ میں مسلمان ہوا تھا اسود کی حرکتوں سے جلتا تھا۔ ادہر قیس بن عبد یغوث اسود کی نخوت سے پیچ و تاب کھاتا تھا۔ رسول اللہ کے عاملوں نے ان دونوں کو اپنے سے ملالیا۔ اسود کو قیس اور فیروز کی بددلی کی خبر ہوئی تو انہیں چشم نمائی کی یہ لوگ روپوش ہو گئے اور پوشیدہ مراسلت اسکی بیوی آزاد سے جو اسود کی جان کی دشمن تھی جاری رکھی ایک روز موقع پاکر رات کو فیروز اور قیس اسود کے گھر میں نقب لگا کر گھس گئے۔ اور اسکو پکڑ کر فرج کر ڈالا اسود نے زور سے خرخراہٹ کی آواز نکالی۔ دربانوں نے پوچھا کیا معاملہ ہے آزاد نے کہا حضرت نبی پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ صبح ہوئی تو محمدی جھنڈا شہر پر لہرا رہا تھا منادی کی گئی کہ اسود عنسی مارا گیا۔ اور صنعاء و نجران مرتدین مبتدعین سے خالی ہو گیا۔ آنحضرت کے عامل جیسا کہ پہلے تھے اپنے اپنے علاقوں میں چلے آئے اور صنعاء کے عامل معاذ بن جبل مقرر ہوئے اس واقعہ سے فراغت پاکر ان لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت صلعم کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن اُسکے پہنچنے سے پہلے بذریعہ الہام آپ کو خبر ہو گئی اور آپنے یہ فرمایا کہ شب گذشتہ کو اسود مارا گیا اُسکو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے قتل کیا ہے" جب وہ قاصد مدینہ میں آیا تو حضرت کا انتقال ہو چکا تھا اسود مذکور آنحضرت کی وفات سے ایک رات اور ایک دن پہلے مقتول ہوا تھا۔ چار مہینہ کے اندر اس کی ابتدا ہی ہو گئی اور انتہا بھی۔ (ابن خلدون و ابوالفدا)

(۱۲۰) دیگر مدعیان نبوت — صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر حضرت علیل ہو گئے یہ علالت غیر مرض موت کہی تھی۔ اور جب حضرت کی علالت کی خبر اطراف و جوانب میں پہنچی تو بعض لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا مثلاً بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور بنو اسد میں طلیحہ بن خویلد اور اسود عنسی اور سجاح بنت حارث تمیمیہ۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے بعد اسود عنسی کے زمانہ خروج میں مسیلمہ کذاب یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں مدعی نبوت ہوئے آنحضرت نے انکا مقابلہ کیا اور اپنے اُن عمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے مسیلمہ و طلیحہ پر بھیجا دکرنے کو لکھا اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے وہ لکھے جا چکے۔ باقی رہے مسیلمہ اور طلیحہ۔ انکی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا۔ مسیلمہ کا ایک خط آنحضرت کی خدمت میں آیا جس میں اُس نے لکھا کہ مسیلمہ رسول اللہ کیطرف سے محمد رسول اللہ کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو کہ میں تمہارے کام میں تمہارا شریک ہوں پس آدھی زمین میری اور آدھی آپکی۔ جواب میں آنحضرت نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کیطرف سے مسیلمہ کذاب کو۔ سلام اُس شخص پر ہو جو ہدایت کا تابع ہو۔ بجواب تحریر ہے کہ زمین اللہ کی ہے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہے اُسکا مالک بنائے اور بھلائی آخرت سے ڈرنیوالوں کے لئے ہے[۱]۔

(۱۲۱) نزول سورۂ ہل اتی — ۲۵ ذیحجہ سنہ ۱۰ھ کو صاحب شہید اسلام نے نزول سورۂ ہل اتی[۲] لکھا ہے مگر مصنف لکھتے ہیں

[۱] طبری نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے طلیحہ نے صلح کا پیغام بھیجا پھر بعد انتقال جو کچھ واقعات مسیلمہ و طلیحہ پر گذرے وہ آیندہ بیان ہونگے [۲] کتب تفاسیر میں سورۂ ہل اتی کی آیہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیرا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حسن و حسین بیمار ہوئے علی فاطمہ اور انکی کنیز فضہ نے نظر مانی کہ اگر یہ اچھے ہو جائیں گے تو ہم تین روزے رکھیں گے۔ وہ اچھے ہو گئے تو روزے رکھنے شروع کئے مگر کھانیکو کچھ بھی نہ تھا۔ علی نے شمعون خیبری یہودی سے تین صاع جو قرض لئے فاطمہ نے ایک صاع بیسکر پانچ روٹیاں پکائیں اور شام کو روزہ کھولنے کے لئے وہ روٹیاں لیکر یہ پانچوں آدمی بیٹھے کہ اتنے میں ایک مسکین نے آواز دی اُنہوں نے وہ پانچوں روٹیاں اُسکے حوالہ کر دیں اور پانی سے افطار کر کے سو رہے دوسرے دن اسی طرح پھر جب کھانے بیٹھے تو ایک یتیم نے آواز دی اور اُسکو وہ روٹیاں دیدی گئیں اور تیسرے دن ایک اسیر افطار کے وقت آگیا پانچوں روٹیاں اُسے دیدیں۔ پس جبرئیل آنحضرت کے پاس سورہ دہر لیکر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد اللہ تعالی نے یہ

آپنے ہدیہ بھی سامان میں نازل کی ہے (بیضاوی) [۳] اسی طرح آنحضرت کی زمانہ حیات ہی میں طائف کے رئیس دو الخلاع نے نبوت کی طرح خدائی کا دعوی کر کے لوگوں

مجھے اس تاریخ کے قبول کرنے میں تردد ہے ۱۸ ذیحجہ تک حضرت رسول مع حضرت علی مقام خم میں تھے ۲۵ ذیحجہ تک حضرت کا مدینہ میں پہنچنا مشکل تھا نہ کہ سفین کا بیمار ہونا۔ نذر کا جانا۔ صحت پانا۔ اور ایفاء عہد سب کچھ ۱۸ سے ۲۵ تک ہوگیا ہو۔ اس کتاب کا مؤلف کہتا ہے کہ ۲۵ ذیحجہ کی تاریخ تو صحیح ہے اکثر علماء نے لکھی ہے مگر سنہ ۱۰ھ سے پہلے کسی اور سنہ کا واقعہ ہے غالباً سنہ ۹ ہجری کا واقعہ ہوگا +

سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۶۳۲ عیسوی

(۱۲۱) بھیجنا جیش اسامہ

روضۃ الاحباب اور مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ ۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو آنحضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ روم سے جنگ کرنے کے واسطے لشکر تیار ہو جائے اور دوسرے دن اسامہ بن زید بن حارثہ کو طلب کیا اور فرمایا میں تجھکو اس لشکر کا امیر بناتا ہوں نواحی اُبنیٰ میں جاکر جہاں تیرا باپ مارا گیا ہے رومیوں پر تاخت کر اور اُنکے علاقہ کو پامال کر دے۔ اور اسقدر جلدی جا کہ تیرے پہنچنے سے پہلے اُنکو خبر نہ ہو۔ اسی فکر میں تھے کہ ۲۸ صفر کو چہار شنبہ کے روز آنحضرت کو وہی مرض لاحق ہوا جس سے انتقال فرمایا یعنے تپ اور دردسر۔ مگر باوجود مرض دوسرے دن جمعرات کو اپنے دست مبارک سے ایک لوا اُسکے واسطے ترتیب فرمایا۔ پس اسامہ لوا لیکر باہر گیا اور بریدہ بن الحصیب کو اپنا علم دار بنایا اور مقام جُرف پر جو مدینہ سے تین میل بجانب شام واقع ہے جاکر مقام کیا تاکہ لشکر وہاں آکر جمع ہو جائے۔ اور حکم عالی یوں صادر ہوا کہ اعیان مہاجر و انصار مثل صدیق اکبر و عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین اور سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ بن جراح و سعید بن زید اور قتادہ بن النعمان اور سلمہ بن اسلم کے اُسامہ کی ماتحتی میں روانہ ہوں مگر علی مرتضیٰ کو ہمراہ نکیا اپنے پاس رکھا۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار گذری کہ ایک غلام کو اکابرین مہاجرین و انصار پر امیر بنایا گیا اور مجلسوں میں ان باتوں کا ذکر کرتے تھے جب یہ خبر پیغمبر خدا کو پہنچی کمال رنجیدہ اور غضبناک ہوئی۔ اور باوجود تپ اور دردسر کے عصابہ مبارک پر باندھکے گھر سے باہر آئے۔ منبر پر تشریف لائے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی ارشاد فرمایا اے لوگو میںنے اسامہ کو جو تمپر امیر بنایا تم اُس سے انحراف کرتے ہو اور اُسکے باپ کی امارت میں بھی غزوہ موتہ کے موقع پر اعتراض کرتے تھے یہ کیا بات ہے۔ قسم خدا کی کہ وہ سزاوار ہے امارت کا اور اُسکا باپ بھی سزاوار امارت تھا زید محبوب ترین مردم سے تھا مجھ کو۔ اور اسامہ بھی مجھکو دوست ترین مردم سے ہے اُسکے بعد۔ اور یہ دونو منظنہ جمیع خیرات ہیں۔ پس وصیت میری اُسکے بارہ میں نیکی کے ساتھ قبول کرو۔ اور اُسکے ساتھ نیکی بجالاؤ کہ وہ تمہارے اخیار میں سے ہے[۵]۔ اسکے بعد منبر سے اُترے اور دولت سرا میں تشریف لیگئے[۵]۔ کہتے ہیں کہ اسامہ کی عمر اسوقت ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی۔ یہ واقعہ شنبہ کے روز کا ہے + الغرض جو مسلمان کہ اسامہ کے ساتھ جانیوالے تھے آتے تھے اور حضرت سے وداع ہوکر لشکر گاہ میں چلے جاتے تھے۔ اور اُس روز بیماری آنحضرت کی اور دنوں سے زیادہ تھی اور فرماتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ یکشنبہ کو آنحضرت کے مرض نے اور بھی شدت پکڑی اور اسامہ اپنے لشکر گاہ سے آنحضرت سے وداع ہونے آیا اور حضرت نے سر اور ہاتھوں پر بوسہ دیا مگر مرض کی زیادتی اتنی تھی کہ حضرت بات نہیں کر سکتے تھے۔ اسامہ رخصت ہوکر لشکر گاہ میں آیا اور دوشنبہ کو صبح کے وقت پھر حاضر خدمت ہوا اُسوقت حضرت کو تھوڑی سی خفیف حاصل ہوئی تھی۔ حضرت نے اسامہ کو رخصت کیا اور اُسکے واسطے دعا کی حضرت کے حکم سے اسامہ لشکر گاہ کو پھرا اور کوچ کا حکم دیا اور خود سوار ہونیکو تھا کہ اُسکی ماں ام ایمن نے کہلا بھیجا کہ حضرت حالت نزع میں ہیں۔ یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو باہر گئے تھے واپس پھر آئے۔ اور بریدہ بن الحصیب نے لوا آنحضرت کے دروازہ پر لاکر کھڑا کر دیا

[۵] مدارج النبوۃ [۵] اور بروایتے یہ بھی فرمایا کہ لعنت ہو اُسپر جو تخلف کرے اسامہ سے پیچھے رہے۔ ملل و نحل [۵] اسکے بعد جناب عمر نے کہا اسامہ کو

تا آنکہ اُسی دن آنحضرت کا انتقال ہوگیا اور اس طرح لشکر اسامہ کی روانگی اسوقت ملتوی ہوگئی۔ اور بعد میں اسامہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں روانہ کئے گئے) اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور امثال اُنکے جو مدینہ ہی میں تھے۔ (یعنے اسامہ کے ساتھ نہیں گئے تھے)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی چوتھی جلد میں ابوبکر جوہری سے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے "رسول اللہ صلعم نے اپنے مرض موت میں اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا جس میں بڑے بڑے مہاجر اور انصار تھے مثل ابوبکر رضؓ عمر رضؓ ابوعبیدہ بن جراح۔ عبدالرحمن بن عوف۔ طلحہ اور زبیر کے۔ اور اُسے حکم دیا کہ مقام موتہ پر جاکر لڑے جہاں اُسکا باپ قتل ہوا تھا اور وادی فلسطین میں غزوہ کرے پس اُسامہ نے ڈھیل کی اور اُسکی ڈھیل سے لشکر نے بھی ڈھیل کی۔ اور رسول اللہ کے مرض کا یہ حال تھا کہ کبھی زیادہ ہوجاتا تھا اور کبھی تخفیف ہوجاتی تھی۔ اور اس لشکر کی روانگی میں بار بار تاکید کرتے تھے یہانتک کہ اسامہ نے آنحضرت سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں چند روز ٹھیرا رہوں یہانتک کہ اللہ تعالی آپ کو شفا عطا فرمائے فرمایا نکل کھڑا ہو اور خدا کی برکت پر روانہ ہوجا۔ اسامہ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں روانہ ہوگیا اور آپ کا یہ حال ہے تمام راستہ میرے دل میں آپ کی طرف سے کھٹکا لگا رہے گا۔ فرمایا تو نصر اور عافیت کے ساتھ روانہ ہوجا۔ اُسامہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حال سواروں سے پوچھتا پھروں۔ حضرت نے فرمایا جو میں نے حکم دیا ہے اُسکی تعمیل کر۔ یہ فرماکر رسول اللہ صلعم بیہوش ہوگئے اور اُسامہ کھڑا ہوگیا۔ اور روانگی کی تیاری کی۔ جب رسول اللہ صلعم ہوش میں آئے تو اُسامہ اور روانگی لشکر کا حال پوچھا پس خبر دی گئی کہ لوگ روانگی کی تیاری کر رہے ہیں۔ پس حضرت فرمانے لگے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ لعنت ہے اُسپر جو اُس (لشکر) سے پیچھے رہ جائے۔ اور بار بار یہی فرماتے تھے۔ پس اسامہ شہر سے نکل کھڑا ہوا اور لوا اُسکے سر پر تھا۔ اور صحابہ اُسکے آگے تھے۔ یہانتک کہ جرف میں پہنچکر قیام کیا اور اُسکے ساتھ ابوبکر رضؓ عمر رضؓ اور اکثر مہاجرین و انصار تھے مثل اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد وغیرہ کے سرداروں میں سے۔ پس اسامہ کے پاس ام ایمن کا قاصد آیا اور کہا کہ شہر میں چلو رسول اللہ قریب بمرگ ہیں۔ اُسامہ فوراً کھڑا ہوگیا اور مدینہ میں داخل ہوا اور لوا اُسکے ساتھ تھا پس اُسے لاکر رسول اللہ کے دولت خانہ پر گاڑ دیا۔ اُسوقت حضرت کا انتقال ہو چکا تھا۔ ابوبکر جوہری کہتا ہے کہ اسوقت سے ابوبکر اور عمر رضؓ مرتے دم تک اسامہ کو امیر کہکر پکارا کرتے تھے"۔

(۱۲۳) ایام مرض و امامت عائشہ صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر وفات سے ایک ماہ پیشتر سے آنحضرت اپنی وفات کی خبر دیتے تھے ایک دن حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا خطبہ پڑھا وعظ فرمایا علاوہ دیگر نصائح کے یہ بھی فرمایا کہ میں نہیں خوف کرتا تمکے کہ میرے بعد تم مشرک ہوجاؤگے لیکن خوف ہے اس بات کا کہ تم دنیا کی رغبت کروگے فتنے میں پڑوگے اور ہلاک ہوگے جیسے ہلاک ہوئے وہ لوگ جو تمسے پہلے تھے۔ (مدارج و روضۃ الاحباب)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اواخر ماہ صفر میں ایک دن رات کو میری باری میں میرے گھر سے آنحضرت [illegible] استغفار کرنے تشریف لیگئے۔ اُسیوقت میری آنکھ کھل گئی۔ جب آپ کی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے اس [illegible]

۱؎ مدارج ۲؎ نیز ملاحظہ ہو شرح مواقف تذییل فی ذکر الفرق اور ملل و نحل شہرستانی در ضمن اختلافات صحابہ اور تاریخ [illegible] ابن ابی الدم ۳؎ صاحب ازالۃ الخفا لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت نے حضرت ابوبکر صدیق سے یہ بھی فرمایا کہ "شرک تم میں مخفی ہے چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ" حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک بھی ہے کہ غیر خدا کی عبادت کیجائے۔ آنحضرت نے فرمایا قسم ہے تجھے روئے اے صدیق میں کہتا ہوں کہ شرک تم میں مخفی ہے چیونٹی کی چال سے بھی۔ و فیہ شرک کے لئے ہر روز تین مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو۔ اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم (ازالۃ الخفا اُردو جلد ۱ ص ۲۱۴)

چپکے سے میں بھی پیچھے ہوئی یہانتک کہ حضرت اہل بقیع کے واسطے دعا کرکے واپس پھرے میں پہلے سے آکر لیٹ رہی۔ حضرت نے میری حالت سے حقیقت حال دریافت کرلی۔ مجھ سے پوچھا۔ میں نے اقرار کیا۔ میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مار کر فرمایا اے عائشہ شیطان نے تیرے دل میں شک ڈالا کہ میں کسی دوسری بیوی کے پاس گیا ہوں حالانکہ خدا نے مجھے حکم کیا تھا گورستان بقیع پر دعا کرنے کا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے مرض حضرت کو میمونہ کے گھر میں ہوا جب اُسکی باری تھی وہاں سے میرے گھر تشریف لائے اور مجھے درد سر عارض ہوا تھا اور میں کہہ رہی تھی ہائے درد سر حضرت نے فرمایا اے عائشہ بلکہ مجھے درد سر ہے اور حضرت نے میری تسلی کے لئے بطریق مزاح کے فرمایا۔ اے عائشہ اسمیں تیرا کیا نقصان ہے کہ تو مجھ سے پہلے انتقال کرجائے۔ اور میں تیری تجہیز و تکفین کروں اور تیرے جنازہ پر نماز پڑھکر دفن کروں۔ پس میں بھی بطریق مزاح کے کہا گمان کرتی ہوں کہ تم میرا مرنا چاہتے ہو۔ اگر میں مرجاؤں تو تم اُسی روز میرے گھر میں دوسری بیوی کرلوگے پس حضرت متبسم ہوکر فرمایا کہ اے عائشہ تیرا درد اچھا ہوجائیگا۔ مگر میرا اس درد سے بچنا مشکل ہے۔ اور اسوقت بروایت روضۃ الاحباب اُلٹے آنحضرت میمونہ کے گھر چلے گئے اور وہاں مرض شدید ہوگیا۔ اور ہر نبی بی کے گھر پر اُسکی باری میں جانا دشوار ہوا تو سب بیویاں جمع ہوئیں اور بروایتے حضرت کی فرمایش سے اور بروایتے جناب فاطمہ کی رائے سے ایسا قرار پایا کہ حضرت کو عائشہ کے گھر میں لیجا کر وہاں سب حضرت کی تیمارداری کریں تاکہ بار بار ہر ایک کے گھر میں جانیکی دقت نہ اُٹھانی پڑی پس آنحضرت عائشہ کے گھر میں آگئے[1]۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ اس حالت میں میں آنحضرت کے پاس آیا حضرت مخمل کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ بخار کی یہ شدت تھی کہ بدن پر ہاتھ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ فرمایا حضرت نے کہ انبیا کی بلا سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے اس سبب سے اُنکا اجر بھی مضاعف ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ یہ اثر اُس گوشت کا ہے جو یہودیہ نے جنگ خیبر میں کھلایا تھا۔

آنحضرت کی تاریخ ابتدا مرض میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ ماہ صفر کے آٹھ یا دس دن باقی تھے جب حضرت بیمار ہوئے بعض کہتے ہیں کہ صرف دو دن باقی تھے مدت بیماری اکثر نے تیرہ دن اور بعض نے آٹھ بعض نے دس بعض نے بارہ اور بعض نے ۱۴ دن لکھی ہے +

شدت مرض میں جناب فاطمہ آپ سے ملنے آئیں آپ حضرت فاطمہ سے بڑی عزت و تعظیم سے پیش آتے تھے جب فاطمہ آتی تھیں تو کھڑے ہوجاتے تھے اور آگے بڑھکر ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیکر اپنی جگہ بٹھاتے تھے جب رسول اللہ تشریف لاتے تو فاطمہ بھی ایسا ہی کیا کرتی تھیں اب جو تشریف لائیں مرحبا یا بنتی کہکر پہلو میں بٹھالیا۔ اور چپکے سے کچھ کان میں کہا فاطمہ زہرا رونے لگیں پھر اُسی طرح کان میں کچھ کہا تو ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ نے رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا فاطمہ زہرا نے کہا میں رسول اللہ کا بھید نہیں کہہ سکتی حضرت کی وفات کے بعد جب عائشہ نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا اول بار رسول خدا نے مجھ سے کہا کہ اجل میری نزدیک پہنچی ہے میں رونے لگی دوسری بار فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں تم میرے پاس آجاؤگی اور جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی۔ اسپر میں خوش ہوکر ہنسی تھی (ایر ونگ۔ روضۃ الاحباب

---

[1] طبری۔ ابوالفدا اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابتدا مرض زینب بنت جحش کے گھر سے ہوئی اواخر صفر میں۔ اور رسول اللہ اپنی بیویوں کے گھروں میں باری باری جاتے رہے یہاں تک کہ مرض نے شدت پکڑی میمونہ کے گھر میں۔ اور وہاں سے سب کی رضامندی سے سب بیویوں کے ساتھ عائشہ کے گھر میں آگئے کہ وہاں سب تیمارداری کریں۔ ان مورخوں نے دوسری روایت میں لکھا ہے کہ حضرت نے بقیع سے واپس آکر دیکھا کہ عائشہ درد سر کی شکایت کررہی ہیں۔ اسکے بعد حضرت ازواج کے گھروں میں باری باری جاتے رہے۔ [2] حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ فضل بن عباس اور ایک دوسرے شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھکر آئے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ دوسرا شخص علی تھے (دیکھو صفحہ ۱۶۷)

جس دوشنبہ کو حضرت کا انتقال ہوگا اُس سے پہلے کی جمعرات کو جبکہ لوگ حضرت کے گھر میں جمع تھے حضرت نے فرمایا مجھے کاغذ قلم دوات لادو آؤ میں تمکو ایک ایسی وصیت لکھدوں جسکے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو پس کہا حضرت عمر نے کہ تحقیق اس مرد کی بیماری شدت پر ہے کیا اسے ہذیان ہوگیا ہے (بہک رہا ہے) اور بروایتے البتہ بہک رہا ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے حسبنا کتاب اللہ (ہمیں کتاب خدا کافی ہے) پس جو لوگ گھر میں تھے اُن میں اختلاف واقع ہوا اور جھگڑنے لگے بعض تو کہتے تھے کہ سامان کتابت لادو کہ رسول اللہ وصیت تحریر کردیں اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا تھا۔ پس جب بانگ خروش اور اختلاف زیادہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ نبی کے پاس تنازع اور آواز بلند کرنا مناسب نہیں ہوتا کھڑے ہوجاؤ میرے پاس سے دور ہو۔ کیونکہ وہ حال جس میں میں ہوں اُس سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو۔ ساتھ ہی اسکے حضرت نے فرمایا کہ اچھا تین باتوں کا تو خیال رکھنا۔ اول مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا۔ دوسرے وفود جو آئیں اُنکا انعام اور صلے دینا اور تیسری بات کو راوی بھول گیا یا اُسکے ظاہر کرنے میں مصلحت نہ دیکھی۔ راوی کہتا ہے کہ ابن عباس اس جمعرات کے دن کو یاد کرکے اسقدر روتے تھے کہ سنگریزے اُنکے پاس تر ہوجاتے تھے۔ اور کہتے تھے ہائے وہ کیسا جمعرات کا دن تھا کہ لوگوں نے رسول اللہ کو وصیت نہ لکھنے دی۔ یہ کیسی سخت مصیبت ہے۔ اور کل مصیبتوں کی جڑ یہی ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ طبری سراج العالمین غزالی)

✣ ✣ ✣

صاحب مدارج و ابن حجر عسقلانی و صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ زیادہ تر لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت اس وصیت نامہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۶) علامہ نبی القدیر علی کا نام خیر کے ساتھ لینا پسند نہیں کرتی ہیں۔ (طبری و روضۃ الصفا) مدارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اسی موقع پر ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپکی تیمارداری کروں فرمایا کہ لے ابوبکر اگر میں تیمارداری بغیر اجرت کے کسی اور سے کراؤں تو مصیبت اُنکی زیادہ ہوگی۔ اور تحقیق اجر تیرا خدا عزوجل پر ہے جس نیت سے تو نے کہا ثابت ہوا ۱۲ وفات سے چار دن پہلے بروایت ابن خلدون آپ اپنے صحابہ کو جمع کرکے اُنکے حق میں دعائے خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی سلسلہ کلام میں آپنے یہ بھی فرمایا میں تمکو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ نے تمکو وصیت کی ہے اور میں تمکو تمہیں چھوڑتا ہوں اور تمہیں اُسکے سپرد کرتا ہوں بیشک میں تمکو دوزخ سے ڈرانیوالا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں)۔ آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ کے ملکوں اور بندوں میں برتری نہ کرو کیونکہ اُس نے کہا ہے تمکو یہ مکان آخرت اُن لوگوں کے لئے ہے جو زمین پر نہ برتری کا قصد کرتے ہیں اور نہ فساد کا اور تمکو آخرت کی متقین کے لئے ہے اور کہا کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانا تکبر کرنیوالوں کا۔ بعد اسکے لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا آپ نے فرمایا جو قریب تر میرے اہل سے ہیں۔ پھر کفن کو دریافت کیا آپ نے ارشاد کیا میرے انہی کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانی ہو۔ پھر نماز کے بارہ میں پوچھا آپ نے کہا کہ مجھکو میرے سریر پر میری قبر کے کنارہ رکھ کر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تا آنکہ ملائکہ مجھپر نماز پڑھ لیں بعد ازاں گروہا گروہ مجھپر نماز پڑھنا۔ پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں بعد ازاں اُنکی عورتیں۔ قبر میں اُتارنے کی بابت فرمایا کہ میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں یہ کہکر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ میں تمکو کچھ لکھدوں تاکہ بعد اُسکے گمراہ نہو۔ (روضۃ الصفا وغیرہ میں اصحاب کو خانہ عائشہ میں جمع کرکے اس طرح وصیت کرنا وفات سے ایک ماہ قبل لکھا ہے) اور اصحاب کے حق میں فرمایا کہیں نہیں ڈرتا ہوں تمپر کفر اور شرک کی بابت لیکن ڈرتا ہوں کہ دنیا کی رغبت کروگے اور آپس میں لڑوگے (مدارج) ۱۲ ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب اس واقعہ کے بعد عیادت کو آئے تو اُسوقت حضرت نے اس طرح فرمایا۔ اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ نے دوات اور کاغذ مانگا اور فرمایا تاکہ میں تمکو ایسی وصیت لکھدوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہو۔ تو اُنمیں تنازع ہونے لگا اور نبی کے پاس تنازع مناسب نہیں۔ پس کہا اُنہوں نے تحقیق کہ رسول اللہ بہک رہے ہیں پس وہ حضرت کو بیمار پرسی کرنے لگے پس فرمایا دور ہوجاؤ میں جس حال میں ہوں اُسی میں اچھا ہوں تمہاری خطاب سے۔ (اُس سے جسکی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو)

خلافت کے بارہ میں لکھتے کہ آنحضرت کے بعد کون خلیفہ ہو۔ اسکے بعد ایک دن آنحضرت انصار کی بیتابی کی خبر سُنکر جوان ایام میں دولتسرائے مبارک کے گرد پریشان پھرتے تھے علی اور فضل بن عباس کے شانوں پر بدقت تمام ہاتھ رکھکر مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ میں ارشاد فرمایا تم میری وفات سے پریشان کیوں ہوتے ہو کوئی بنی ہمیشہ زندہ رہا ہے جو میں زندہ رہوں گا مہاجرین کو انصار کے حق میں اور انصار کو مہاجرین کے حق میں مواسات اور نیکی کرنیکی وصیت کی اور سب لوگوں کو نیکی میں بسر کرنیکی ہدایت فرمائی اور جب مہاجرین کو آپس میں نیکی کرنے کی وصیت کی تو حضرت نے سورہ والعصر کو آخر تک پڑھا اور یہ آیت پڑھی فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (روضۃ الاحباب و مدارج)

آنحضرت فضل بن عباس اور علی کے سہارے مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھے اور بعد حمد وثنای الٰہی کے فرمایا کہ اے لوگو جس کسی کی پیٹھ میں میں نے کوڑا مارا ہو اب میری پیٹھ حاضر ہے عوض لیلے جس کسی کو میں نے بُرا کہا ہو وہ مجھے بُرا کہہ لے اور اپنا بدلہ لیلے جس کسی سے میں نے کچھ مال لیا ہو یہ مال میرا موجود ہے اپنا مال لیلیوے اور کچھ حکومت اور سیاست کا میری طرف سے خیال نکرے۔ کیونکہ یہ میری شان سے بعید ہے۔ پھر آپ منبر سے اُترے اور ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر چڑھے اور جو اول فرمایا تھا وہی ارشاد کیا ایک شخص نے دعوی کیا کہ مجھکو آپ سے تین درہم لینے ہیں حضرت نے اُسکو دلوا دیئے پھر ارشاد کیا یاد رکھو فضیحت ہونا دنیا کا آسان ہے آخرت کی فضیحت سے۔ پھر آپ نے اصحاب احد کے واسطے طلب مغفرت جناب باری سے کی اور ارشاد کیا کہ سُنو بندہ کو خدا تعالی نے دین اور دنیا دونو پر اختیار دیا ہے جو چاہے اختیار کرے اسکے بعد حضرت گھر تشریف لائے اور بروایت مدارج وحبیب السیر نصیحت کی ازواج کو اور فرمایا کہ تمکو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ میں رہنا اور اپنے کو نامحرموں سے چھپانا اور اُن سے پردہ کرنا +

ایام مرض میں جب وقت نماز آتا بلال آنحضرت کو اطلاع دیتے اور حضرت باہر آکر نماز پڑھاتے مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علی کو بلا بھیجو پس علی کو بلانے گئے

لہ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ عقیدہ مذہب شیعہ کا یہ ہے کہ اصحاب نے وہ کتابت اسواسطے نہ لکھنے دی کہ رسول اللہ علی کو ولیعہد کر نیکا وصیت نامہ لکھنا چاہتے تھے جیسا کہ کاشف الغمہ کی ان دو بیتوں سے مفہوم ہوتا ہے ؎ اوصی النبی فقال قائلہم - قد ظل یہجر سید البشر + وادی ابابکر اصاب والم یہجر وقد اوصی الی عمر + (نبی وصیت کرنے لگے تو اُنکے کہنے والے نے کہا کہ سید البشر کو ہذیان ہوگیا ہے اور ابوبکرؓ نے وصیت کی تو اُنکو ہذیان نہیں ہوا وہ عمرؓ کے لئے وصیت کر گئے۔ وہ ہذیان نہ سمجھا گیا) لہ پھر کیا یہ قریب ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد کرو اور قطع رحم کرو +

سلہ روضۃ الصفا میں ہے کہ بعد اسکے حکم دیا کہ اصحاب کے گھروں کے دروازے جو مسجد کیطرف کھلے ہوئے ہیں بند کر دیے جائیں سوائے دروازہ خانہ علی کے کہ مجھے اُسکی صحبت سے اور اُسے میری صحبت سے چارہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اتنا موکھا رکھوں کہ اُسمیں سے آپ کو گھر سے باہر آتا ہوا دیکھ لیا کروں حضرت نے منظور نہیں کیا اصحاب میں سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ مراد فتح ابواب سے کیا تھی اور سبب انکے مسدود کرنیکا کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہ کہو لنا میرے حکم سے تھا اور نہ بند کرنا۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا عباس کو مع دیگر اصحاب کے مسجد سے خارج کر دیا۔ پس عباس عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ ہمیں مسجد سے نکالتے ہیں اور وجہ یہ کہ ہم آپ کے ساتھ رشتہ پدری میں نسبت رکھتے ہیں اور آپ کے چچا ہیں اور آپ نے علی کو مسجد میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے نہ تمکو نکالا ہے نہ اسکو رکھا ہے بلکہ خدا نے تمکو نکالا اور اسکو رکھا ہے (رجح المطالب) صاحب نزل الابرار نے احمد۔ نسائی اور حاکم سے بطریق صحیح نقل کیا ہے کہ بعض اصحاب نے مکانوں کے دروازے مسجد رسول میں تھے حضرت نے حکم دیا کہ یہ سب دروازے بند کرو سوائے دروازہ علی کے۔ پس کلام کیا لوگوں نے اس باب میں تو فرمایا رسول اللہ نے کہ والله ما انا سددت شیئا ولا فتحتہ بلکہ حکم دیا کیا مجھ کو خدا کی حرمت سے پس میں اُسکے بجا لایا + + +

عائشہ نے کہا اگر ابو بکر کو بلالوں تو کیا حرج ہے اور حفصہ نے کہا اگر عمر کو بلالوں تو کیا حرج ہے۔ پس یہ سب آل حضرت کے پاس آکر جمع ہوگئے پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اب تو چلے جاؤ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلالوں گا۔ پس یہ لوگ چلے گئے اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا نماز کا وقت آگیا جواب ملا البتہ۔ فرمایا بس تو ابو بکر کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں پس عائشہ رضؓ نے کہا کہ وہ مرد رقیق القلب ہیں عمرؓ کو حکم دیجیے۔ فرمایا عمر رضؓ ہی کو حکم کرو۔ جب عمرؓ سے کہا گیا تو عمرؓ نے کہا مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں تو تقدم کروں اور ابو بکر دیکھا کریں۔ پس ابو بکر نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ اسوقت رسول اللہ کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی اور باہر تشریف لائے۔ پس جب ابو بکر کو حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ صلعم نے اُنکا کپڑا پکڑ کر کہا کہ اپنے مقام پر کھڑے رہو۔ اور بیٹھ گئے رسول اللہ پس پڑھایا رسول اللہ نے نماز کو اُس جگہ سے جہاں سے ابو بکر نے چھوڑا تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ پھر یہ ہوتا رہا کہ ابو بکر تو آنحضرت کی نماز سے پڑھتے تھے اور لوگ ابو بکر کی نماز سے۔ کہتے ہیں اسطرح ۱۷ نمازیں پڑھی گئیں + ایک روایت یہ ہے کہ جب موذن نے آنحضرت کو وقت نماز کی اطلاع دی تو حضرت نے عبد اللہ بن زمعہ سے کہا کہ جاکر لوگوں سے کہدو کہ نماز ادا کرو۔ پس دروازہ مسجد پر عبد اللہ بن زمعہ کو عمر خطاب ملگئے اُس نے عمرؓ سے کہدیا کہ نماز پڑھا دو۔ عمر نے نماز پڑھانی شروع کی اور تھے وہ بلند آواز۔ رسول اللہ نے اپنے حجرہ میں سے عمرؓ کی آواز سنی اور گھر کی کھڑکی سے منہ نکالکر کہا نہیں نہیں۔ چاہیئے کہ ابو بکر نماز پڑھائیں پس عمر ہٹ گئے اور عبد اللہ سے کہا کہ تو نے بڑا کام کیا مینے تو جانا تھا کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے۔ عبد اللہ نے کہا لا واللہ مجھے تو رسول اللہ نے کیسکے نام بھی حکم نہیں دیا تھا (مدارج و روضۃ الاحباب)

اور ایک روایت یہ ہے کہ اذان کے بعد بلال حسب معمول آنحضرت کو نماز کی اطلاع کرنے آئے۔ حضرت تیار ہوئے مگر بیہوش ہوگئے۔ ایسا ہی تین مرتبہ ہوا۔ پس جب ہوش آیا فرمایا کہدو ابو بکر سے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے۔ عائشہ کہتے ہیں کہ پس کہا مینے کہ یا رسول اللہ باپ میرا مرد رقیق و نہناک نرم دل ہے جب آپکی جگہ کھڑا ہوگا نہیں سنا سکیگا قرآن لوگوں کو۔ اگر عمر خطاب کو فرماؤ تو ہوسکتا ہے۔ حضرت نے پھر فرمایا کہو ابو بکر کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ۔ پھر مینے وہی کہا۔ حضرت نے پھر وہی فرمایا۔ مینے حفصہ سے کہا کہ تم کہو کہ یا رسول اللہ ابو بکر مرد نرم دل ہے جب کھڑا ہوگا آپ کی جگہ تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیگا۔ حضرت حفصہ نے کہا تو فرمایا حضرت نے کہ تم اے عورتوں صواحب یوسف ہو یعنے اپنی بات اڑکرتی ہو اور دل میں کچھ رکھتی ہو اور ظاہر میں کچھ کہتی ہو۔ امر کرو ابو بکر کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ پس حفصہؓ عائشہ سے کہا اے عائشہ مجھے تمسے کبھی کچھ فائدہ نہ پہنچا ایسے وقت میں تنے مجھ سے رسول اللہ کو رنجیدہ کیا۔ القصہ ایک شخص نے آکر بلال سے کہا کہ رسول اللہ نے ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ بلال نے ابو بکر سے کہا۔ پس جب ابو بکر نے نماز پڑھانی شروع کی۔ آنحضرت کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی۔ علی و عباس کے کندھوں پر سہارا دیکر اس طرح کہ پاؤں حضرت کے زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے۔ مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابو بکر حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں پس ارشارہ کیا حضرت نے کہ اپنے حال پر رہیں۔ اور خود ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے ابو بکر نے کھڑے ہوئے اقتدا کی رسول خدا کی اور اقتدا کی لوگوں نے ابو بکر کی یعنے لوگوں کو ابو بکر کی تکبیر کے واسطے سے آنحضرت کے افعال اور انتقالات کی خبر ہوتی تھی (مدارج و روضۃ الاحباب و بخاری و فتح الباری)

+ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ یہ جمعرات کا دن گزرکر شب جمعہ نماز عشاء کا واقعہ ہے + عائشہ کہتی ہیں کہ مینے یہ اس سبب سے کہا تھا کہ میں خیال کرتی تھی کہ لوگ کسی شخص کو دوست نہیں رکھیں گے کہ آنحضرت کی قایم مقامی کرے نماز میں۔ اور اُسکے ساتھ حسد کرینگے۔ میں چاہتی تھی کہ یہ ابو بکر سے ٹل جائے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ابو بکر نے عائشہ سے کہدیا تھا کہ وہ حضرت سے کہدیں کہ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیجیے (روضۃ الاحباب)

کہیں سے کچھ دینار حضرت کے پاس آئے تھے حضرت نے فقیروں پر تقسیم کرا دیے تھے صرف سات دینار بچے تھے عائشہ پاس رکھوا دیے تھے ایام مرض میں رسول اللہ نے عائشہ سے کہا کہ وہ دینار بھی فقیروں میں تقسیم کرا دو اور بیہوش ہو گئے عائشہ نے وہ تقسیم نہ کئے۔ حضرت نے ہوش میں آکر پھر کہا مگر عائشہ نے ایثار نہ کئے یعنی بار ایسا ہی ہوا کہ حضرت کہکر بیہوش ہو گئے۔ اور عائشہ نے ایثار نہ کئے پس آنحضرت نے وہ دینار علی کے پاس بھجوا دیے اور علی مرتضی نے وہ دینار تصدق کر دیے پس جب شب دوشنبہ آئی جسکی دوپہر کو حضرت کا انتقال ہوگا تو گھر میں تیل بھی نہ تھا کہ عائشہ نے کسی انصار کی عورت سے چراغ بھیجکر تیل منگایا (مدارج۔ روضۃ الصفا وغیرہ)

جس دوشنبہ کی دوپہر کو آنحضرت کا انتقال ہوا ہے۔ رسول اللہ صلعم دو آدمیوں کے سہارے سے سر پر عصابہ باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ جبکہ ابوبکر صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت کی آہٹ معلوم کرکے ابوبکرؓ اپنے مصلے سے اٹھنے لگے۔ حضرت نے پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہا کہ نماز پڑھائے جاؤ۔ اور رسول اللہ ابوبکر کے دائیں پہلو میں بیٹھ گئے[1]۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت نے ایک مختصر خطبہ ایسی بلند آواز سے پڑھا کہ مسجد کے دروازے سے باہر آواز جاتی تھی اس میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو آگ بھڑک اٹھی اور فتنے آن پہنچے جیسے کہ اندھیری رات کا سب سے اندھیرا حصہ ہوتا ہے۔ جب حضرت کلام سے فارغ ہوئے ابوبکر نے کہا کہ اے بنی الداب تو آپ کو خدا کی فضل سے بہت آرام ہے۔ پس ابوبکر تو اپنے بال بچوں میں اپنے گھر محلہ سُنح میں چلے گئے اور رسول اللہ دولت سرا میں تشریف لائے اور عائشہ کی گود میں سر رکھکر لیٹ رہے (طبری ج ۳ ص ۱۹۶ ابن خلدون)

اسکے بعد حضرت کا حال بگڑ گیا۔ قریب وفات اپنی بیویوں کو پاس بلا کر وصیت کی انمیں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ اپنے گھروں میں رہنا اور نامحرموں کے سامنے نہ ہونا۔ جب حالت بہت غیر ہوئی اور جناب فاطمہ رونے لگیں تو حضرت نے اُنکے آنسو اپنے ہاتھ سے پاک کئے اور فرمایا کہ اے فاطمہ مت رو کہ تیرے رونے سے حاملان عرش روتے ہیں اور بہت دلداری کی اور بہت سی بشارتیں دیں۔ اور کہا بار خدایا اسے میری مفارقت میں صبر عطا فرما۔ پھر فاطمہ سے کہا کہ حسنؓ حسینؓ کو پاس بلاؤ حسنؓ حسینؓ نے آکر سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے اور حضرت کو اس حال میں دیکھکر رونے لگے۔ ورس سے روئی کہ انکو دیکھکر گھر کے سب آدمی رونیلگے۔ حسنؓ نے منہ پر پیار حسینؓ نے اپنا سر حضرت کے سینہ پر رکھدیا حضرت نے انہیں کھولکر شفقت سے انکی طرف دیکھا انکی بوسی لی اور بوسونگھی اور انکی

[1] بخاری جلد ۱ ص ۸۰ میں ہے کہ پیر کے دن (جسکو) لوگ نماز کی صفیں باندھے کھڑے تھے کہ رسول اللہ نے اپنے حجرہ کا پردہ اٹھایا حالانکہ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے پھر مسکرائے اور ہنسے۔ ابوبکر یہ سمجھکر کہ حضرت نماز پڑھانے آتے ہیں صف میں جانے کے لئے پیچھے ہٹے۔ آپ نے اشارہ کیا کہ نماز کو تمام کرو اور یہ وہ ڈال دیا اور اُسی دن انتقال فرمایا۔ یہ امامت نماز حضرت ابوبکر کی روایتیں ایسی متضاد اور ایسی ایک دوسرے کے خلاف ہیں کہ کوئی صاحب تحقیق انپر اعتماد نہیں کر سکتا۔ بلکہ صاف سمجھ جاتا ہے کہ خوش اعتقادوں کی بندش ہے یا اُن لوگوں کے ساختہ پرداختہ ہیں جو معاویہ کے انعام کی اُمید پر اس قسم کی حدیثیں گھڑا کرتے تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید اور صاحب لمعات المشارق الکافیہ نے لکھا ہے کہ معاویہ احادیث فضائل ثلاثہ بنوایا کرتے اور بنانے والوں کو مالا مال کیا کرتے تھے۔ [illegible]

ہم شیخین رضی اللہ عنہما کی بابت ایسا سوءظن نہیں کر سکتے کہ رسول اللہ صلعم بار بار فرمائیں کہ جو شخص لشکر اسامہ کے پیچھے رہ جائیگا اُسپر خدا کی لعنت اور پھر شیخین لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے ہوں۔ پھر جب یہ دونوں بزرگ لشکر اسامہ کے ساتھ چلے گئے کیونکہ یہ بھی اسامہ کی ماتحتی میں مامور ہوئے تھے) اور یہ مدینہ میں تھے ہی نہیں تو رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کیونکر۔ حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ ان آخری سترہ نمازوں کے پڑھانے کو بھی رسول اللہ مسجد میں تشریف لاتے رہے سوائے اس جو آنحضرت کے مکان سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ (تاریخ الخمیس)

[illegible] ابن ابی الحدید کی جیش اسامہ کی روایت سے ثابت ہی ہے۔ اور کل وکل یہ بھی ہے

تعظیم احترام محبت کے بارے میں وصیت کی۔ پھر فرمایا میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ علی آئے اور سر جھانے آکر بیٹھ گئے حضرت نے اپنا سر سہارے سے اٹھایا علی نے آنحضرت کے سر کو اپنی بازو پر رکھ لیا حضرت نے فرمایا اے علی فلاں یہودی کا مجھ پر اتنا قرضہ آتا ہے کہ تجہیز جیش اسامہ کے لئے اُس سے لیا تھا میری طرف سے اُسے ضرور ہی ادا کر دینا اے علی اول تم ہی مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو گے۔ اور میرے بعد تمہیں بہت بہت تکلیفیں پہنچیں چاہیئے کہ دلتنگ نہ ہونا تحمل اور صبر کا طریقہ اختیار کرنا اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں تم آخرت کو اختیار کرنا (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج۔ معارج)

سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور[1] میں لکھا ہے۔ کہ جب آنحضرت کی وفات کا وقت قریب آیا فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضرت ابوبکر کو بلا لیا[2]۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے سر اُٹھا کر اُنکو دیکھا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حفصہ سے کہا کہ تم اپنے باپ عمر کو بلا لو شاید آنحضرت اُن سے ملنا چاہتے ہیں بی بی حفصہ نے اُنکو بلایا جب وہ آئے تو آپ نے اُنکو دیکھکر پھر بالین پر سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے کہا حضرت علی کو بلاؤ آنحضرت سوا اُنکے اور کسی کو طلب نہیں کرتے۔ حضرت علی آئے تو حضرت نے سر اُٹھا کر دیکھا اور وہ کپڑا جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اُسکو اُٹھایا اور علی کو اُس میں لیلیا اور علی آنحضرت سے بغلگیر رہے یہانتک کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا + حضرت عمر کے عہد خلافت میں کعب الاحبار نے مدینہ میں آکر جناب عمر سے پوچھا کہ آنحضرت کی زبان سے آخری کلام کیا نکلا تھا حضرت عمر نے کہا علی سے پوچھو۔ علی نے جواب دیا کہ جسوقت وہ جناب میرے سینہ پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور سر آپکا میری دوش پر تھا فرمایا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کعب نے کہا کہ آخر عہد و وصیت انبیاء کی یہی ہوتی ہے۔ اور وہ اسی پر مامور اور مبعوث ہوئے ہیں۔ علی کہتے ہیں کہ حضرت مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ اور آپ دہن حضرت کا مجھکو پہنچتا تھا۔ ناگاہ حال حضرت کا متغیر ہوا۔ عورتیں پس پردہ سے بے طاقتی کرتی تھیں اور میں بھی حضرت کو اس حال سے دیکھ نہ سکتا تھا پس آواز دی کہ اے عباس آنا۔ عباس آئے اور ہم دونوں نے حضرت کو بستر پر لٹا دیا اور حضرت نے الرفیق الاعلیٰ کہکر جان دیدی (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج)

عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ عائشہ فخر کیا کرتی تھیں کہ قبض روح حضرت کا میرے آغوش میں ہوا ہے اور مشہور یہی ہے اور اوپر کی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت سر مبارک علی کی گود میں تھا کہ حاکم اور ابن سعد نے متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے پس ثابت ہوا کہ عائشہ کی مراد قرب وفات سے ہے کہ علی سے پہلے اُنکے سینہ پر تھا (مدارج)

(۱۲۴) وفات رسول ۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو بوقت دوپہر آنحضرت کا انتقال ہوا (اسی روز ابوبکر رضؓ کی بیعت ہوئی) اور دوسرے دن منگل کا دن گذر کر شب چہارشنبہ کو آنحضرت آدھی رات کو دفن ہوئے۔ یہ وہ روایت ہے جسکو علمائے شیعہ صاحب کشف الغمہ وغیرہ نے اور نیز علماء اہل سنت مثل ابن حجر عسقلانی۔ صاحب تاریخ الخمیس طبری حلبی۔ ابن خلدون وغیرہ نے معتبر مانا ہے۔ اور ابن اثیر اور ابوالفدا نے بھی لکھا ہے۔ صاحب حیات القلوب نے ۲۸ صفر کو ترجیح دی اور مستند سمجھا ہے۔ دیگر روایات یہ ہیں کہ (۱) بارہ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم دوشنبہ کو وقت دوپہر انتقال کیا اور دوسرے دن منگل کو بوقت دوپہر کہ آفتاب کا زوال شروع ہوگیا تھا حضرت دفن ہوئے۔ یہ روایت واقدی سے طبرستی نقل کی ہے اور نیز ابن خلدون و صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھی ہے (۲) ایک روایت طبری نے یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکر غائب تھے تین دن بعد آئے اس عرصہ میں کوئی حضرت کا مونہہ

[1] نیز دیکھو سوانح عمری علی مرتضیٰ ص ۳۹ (از دار قطنی والرازی) اور حیاۃ القلوب ص ۵۲ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کو آنحضرت کی وفات سے پہلے بلا لیا تھا۔ لیکن تمام مورخین نے لکھا ہے کہ عین وفات کے وقت ابوبکر موجود نہ تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت آکر چلے گئے تھے +

کہنے کی جرات نکر سکا یہانتک کہ حضرت کا پیٹ پھولگیا۔ ابوبکر آئے اُنہوں نے مُنہ کھولکر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ زندگی میں خوشبودار تھے اور بعد وفات بھی۔ اور وفات کے تین دن بعد جب ابوبکر کی بیعت سے فراغت ہو چکے تو لوگ حضرت کو دفن کرنے آئے۔ (ابوالفدا۔ طبری) (۳) دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا کسینے کہا حضرت کی مسجد میں دفن کرتے ہیں اور کسی نے کہا کہ اپنے صحابیوں کے پاس دفن کئے جائیں۔ ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ نبی اُس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اُسکی روح قبض ہوتی ہے۔ پس رسول اللہ کا فرش اُٹھایا گیا جہاں حضرت کا دم نکلا تھا اور وہاں قبر کھودی گئی۔ پھر لوگ تھوڑے تھوڑے آکر نماز پڑھتے گئے بغیر امام کے پھر عورتوں نے اور پھر بچوں نے نماز پڑھی اور پھر غلاموں نے۔ پھر شب چہارشنبہ آدھی رات کو دفن ہوئے (طبری) (۴) حیات القلوب میں ہے کہ دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت ۸ ۲ صفر کو انتقال ہوا دوشنبہ اور سہ شنبہ کا دن ختم ہو کر رات تک نماز حضرت پر دس دس آدمیوں نے حجرہ میں جاکر پڑھی یہانتک کہ مدینہ اور نواح مدینہ کے مرد و زن خورد و بزرگ سب نے آن حضرت پر نماز پڑھی مگر جو لوگ بیعت کے فکر میں لگے ہوئے تھے وہ شریک نہ ہوئے۔ باوجودیکہ علی نے اطلاع دی وہ نماز پڑھنے نہ آئے اُنکی بیعت کا کام اسوقت ختم ہوا جب حضرت دفن ہو چکے تھے + (۵) کنز العمال جلد سوم صفحہ ۱۴۷ میں ابن ابی شیبہ سے بروایت سوید لکھا ہے کہ ابوبکر و عمر دفن رسول میں شریک نہیں ہوئے وہ انصار میں گئے ہوئے تھے پس آنحضرت ان دونوں کے آنے سے پہلے دفن ہو چکے تھے۔ مولوی عبید اللہ امرتسری اور نہج المطالب ص۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر سقیفہ سے لوٹے تو سرور عالم دفن ہو چکے تھے اسلئے شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا حلق اُنکو تا مدت العمر باقی رہا (۶) مولوی عبدالرحمن امرتسری الرضی میں لکھتے ہیں کہ آپکی وفات کو تھوڑی عرصہ بعد جبکہ تجہیز و تکفین ہو نیکو تھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق انصار کی شورش کا حال سُنکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلیگئے جہاں رسول اللہ کی جانشینی کی تجویز ہو رہی تھی۔ ادھر وہاں اُنکے نزاع میں ایسے مصروف ہوئے کہ ادھر کا خیال بھی نہ رہا اس نازک حالت میں تجہیز و تکفین کا کام علی و قضیٰ نے بنی ہاشم کی امداد سے انجام دیا (۷) تاریخ صغیر بخاری ص۶۳ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ حدیث فی کم تکفنتم النبی کی شرح میں کہ جب وقت وفات ابوبکر کا نزدیک آیا تو اُنہوں نے عائشہ سے پوچھا کہ تم نے رسول خدا کو کتنے پارچہ میں کفن دیا۔ جواب دیا کہ تین پارچہ میں پھر پوچھا کس روز آنحضرت نے وفات پائی کہا بروز دوشنبہ۔ پس صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ بعید ہے باوصف قریب عہد کے ابوبکر کو تعداد پارچہ کفن حضرت رسالت پناہ یاد نہ رہی ہو لیکن اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر نہ تھے کیونکہ اُسوقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اخذ بیعت میں مشغول تھے۔ لیکن تعین روز وفات کی بابت اُنکا استفسار کرنا پس ہو سکتا ہے کہ چونکہ وہ حضرت شب چہارشنبہ کو دفن ہوئے تو اُنکو تردد ہو گیا کہ آیا انتقال دوشنبہ کو ہوا یا سہ شنبہ کو +

(۸) بیعت سے فارغ ہو کر اصحاب دفن رسول کے واسطے آئے اور آنحضرت منگل کو دفن ہوئے۔ اگرچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تین دن بے دفن رہے مگر روایت اول صحیح ہے (ابن اثیر)

(۹) ابوالفدا نے قاضی شہاب الدین ابن ابی الدم کی تاریخ سے لکھا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے ایک گروہ رسول اللہ پر جمع ہو کر کے جمع ہوا اور وہ مضطرب اور پریشان ہو کر کھڑے تھے کہ رسول اللہ فوت نہیں ہوئے بلکہ مثل عیسیٰ کے آسمان پر چلے گئے ہیں اور دروازہ پر منادی کر دی کہ حضرت کو دفن نکرنا کیونکہ آپ فوت نہیں ہوئے ہیں چنانچہ اسی طرح چھ آپ کا جنازہ رکھا

لہ کہ دفن رسول کے وقت حضرت ابوبکر کی موجودگی ثابت نہیں اس سبب سے یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے صحیح وہی ہے جو صاحب حیات القلوب نے لکھا ہے کہ حضرت علی کی رائے سے ایسا کیا گیا ۱۲ سب سے پہلے بیعت رسول نے اور بنی ہاشم نے پھر اور مردوں نے (حیات القلوب)

دفن نہ کرنے دیا یہانتک کہ آپ کا شکم پھول گیا اسوقت آپکے چچا عباس تشریف لائے اور کہا قسم خدا کی مجھکو شک نہیں ہے کہ رسول اللہ نے وفات پائی چنانچہ آنحضرت کو چوتھے دن وفات سے دفن کیا گیا۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ لوگوں کو سکتہ کا شبہ ہوا تھا۔ (۱۰) طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح مکہ والوں کے قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ زید بن سہل اہل مدینہ کی۔ جب آنحضرت کے واسطے قبر کھودنے کی ضرورت ہوئی تو عباس نے ایک آدمی ابو عبیدہ کے بلانے کے واسطے اور ایک ابو طلحہ کے واسطے بھیجا۔ اور کہا بارالٰہا ان دونوں میں سے جسے تو چاہے اپنی نبی کے واسطے اختیار کر پس قاصد پہنچا تو ابو طلحہ موجود تھے انکو بلایا (مگر ابو عبیدہ موجود نہ تھے ورنہ وہ ضرور آتے) اس سے بھی ثابت ہوا کہ اب تک ابو عبیدہ شیخین ہی کے ساتھ سقیفہ میں سرانجام خلافت میں مصروف تھے +

بروایت صاحب سیرۃ الحلبیہ جسوقت رسول اللہ کا انتقال ہوا ہے تو حضرت عمر اور حضرت ابوبکر موجود نہ تھے انکے بیٹوں عائشہ اور حفصہ نے آنحضرت کے انتقال کی خبر ان دونوں کو کھلا بھیجی ابوبکر کے بلانے کو سالم بن عبید بھیجا گیا تھا +

ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت کا انتقال ہوتے ہی صحابہ میں ایک عظیم پریشانی پھیل گئی جو شخص اس واقعہ کو سنتا تھا حیران اور ششدر رہ جاتا تھا نہ تو انکے ہوش و حواس باقی تھے جو اسوقت حجرہ شریفہ اور مسجد اقدس میں موجود تھے۔ اور نہ وہ حیرت و پریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سنکر جوق جوق چلے آتے تھے۔ ابوبکر اسوقت اپنے گھر محلہ سنح میں گئے ہوئے تھے (جو ایک میل کے فاصلہ پر تھا) عمر خطاب اور اکثر اجلہ صحابہ موجود تھے عمر خطاب اس حادثہ ناگہانی سے متحیر ہوگئے کچھ ہوش و حواس نہیں رہے (بروایت حلبی موقعہ میں کف بھرے ہوئے) تلوار کھینچکر کھڑے ہوگئے (اور بروایت ایرونگ تلوار کھینچے ہوئے گھوم رہے تھے) اور آواز بلند سے کہنے لگے بیشک منافقوں کے چند گروہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ انتقال کر گئے ہیں حالانکہ وہ نہیں مرے اور بیشک وہ اپنے رب کے پاس گئے ہیں جیسا کہ موسیٰ گئے تھے اور بیشک وہ واپس آئینگے (جو کوئی کہیگا کہ انتقال ہوگیا میں اس تلوار سے اسکا سر قلم کر ڈالونگا۔ طبری) اتنے میں ابوبکر بھی آپہنچے اور عمر سے کہا چپ رہو اور لوگوں کے سامنے یہ خطبہ پڑھا۔ اے لوگو! جو شخص محمد کی پرستش کرتا رہا ہو پس بیشک محمد مر گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو پس بیشک اللہ زندہ ہے۔ نہیں مریگا۔ اور نہیں تھے محمد مگر اللہ کے بھیجے ہوئے اُن سے پہلے اور بھی رسول آئے ہیں پس کیا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنی پچھلی عادت کی طرف لوٹ جاؤ گے اور جو شخص لوٹ جائیگا اپنی پچھلی عادت پر پس وہ ہرگز کچھ نقصان نہ پہنچائیگا اللہ کو اور عنقریب اللہ شاکرین کو جزا دیگا (وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین) عمر کہتے ہیں کہ پہلے میں نے ابوبکر کے کہنے پر مطلق خیال نہیں کیا تھا لیکن جسوقت اُنہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت ہی نازل ہوئی ہے مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور میں زمین پر گر پڑا اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعد بن عبادہ کی بیعت کیا چاہتے ہیں۔ اور انمیں سے اکثر یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک قریش سے۔ ابوبکر و عمر

---

۱۰ تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیخین دفن رسول بلکہ تجہیز و تکفین میں بھی شریک نہ ہو سکے اور جن روایتوں سے ایسا پایا جاتا ہے وہ بوجہ اختلاف قابل اعتماد نہیں حضرت عثمان کی شرکت کسی مورخ نے لکھی ہی نہیں احوال سقیفہ کی فصل میں معلوم ہوگا کہ وہ اپنی خلافت کا رنگ الگ ہی جما رہے تھے۔ ۱۲ اور بروایت طبری ابن اثیر روضۃ الصفا۔ روضۃ الاحباب۔ غیرہ عمر مسجد نبوی میں موجود تھے اور بوبکر موجود نہ تھے اپنے گھر محلہ سنح میں گئے ہوئے تھے ۱۳ مگر عمر نہ مانے اور چپ نہ ہوئے پھر ابوبکر نے عمر سے علیحدہ ہو کر لوگوں کے سامنے

---

۱۰ خود تقریر پڑھ لیجئے تو مانگے (طبری)

ہم ایک گروہ مہاجرین صحابہ کے اس شور وغل کی روک تھام کو سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف گئے اور علی اور عباس اور انکے دونو لڑکے فضل و قثم اور اسامہ بن زید آنحضرت کی تجہیز و تکفین پر متعین ہوئے۔ (ابن خلدون طبری۔ ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب حبیب السیر۔ مدارج النبوۃ۔ معارج۔ ایرونگ وغیرہ) +

ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ ابو ذویب کہتے ہیں کہ ہم جو مدینہ میں آئے تو تمام مدینہ میں شور ماتم قایم تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے انتقال کیا۔ مسجد میں گیا تو اسکو خالی پایا۔ حجرۂ رسول کیطرف گیا تو وہاں رونے کی آواز بلند تھی اور حضرت لٹائے ہوئے تھے اور صرف آپکے اہل بیت وہاں تھے میں نے پوچھا کہ اور لوگ کہاں ہیں کہا کہ سقیفہ میں وہاں گیا تو سب کو پایا۔ ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ۔ سالم اور ایک گروہ قریش کا وہاں موجود تھے +

(۱۲۵) تجہیز و تکفین | ابن خلدون لکھتا ہے کہ علی آپ کی پشت کو سہارا دیے ہوئے غسل دے رہے تھے اور عباس اور اُنکے دونوں لڑکے کروٹ پھراتے جاتے تھے اور اُسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب اکابر مہاجرین و انصار کو تحقیق ہوگیا کہ آنحضرت نے وفات پائی۔ ابوبکر صدیق عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن جراح کو ساتھ لئے ہوئے مہم خلافت کا فیصلہ کرنے کے واسطے سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ اور مردان اہل بیت نے حجرۂ مبارک کا دروازہ بند کرکے یمنی چادر کا ایک پردہ ڈالا اور علی مرتضی اور عباس کے دونو بیٹے فضل و قثم اور اسامہ بن زید اور صالح آزاد کردۂ رسول جس کا لقب شقران تھا جسد مطہر کو اُن حضرت کے اُٹھا کر پردہ کے اندر لیگئے اور غسل میں مشغول ہوئے۔ علی مرتضی حضرت کو غسل دینے کے متعہد تھے اور فضل پیرہن حضرت کا اونچا کرتے جاتے تھے اور عباس و قثم کروٹ دلاتے جاتے تھے اور اسامہ بن زید اور شقران پانی ڈالتے جاتے تھے۔ ان چھ آدمیوں کے سوا کوئی اور غسل میں شریک نہ تھا۔ اور بعد غسل جو پانی کے قطرے آنحضرت کے گوشہ چشم اور پلکوں میں جمع ہوئے تھے علی نے چاٹ لئے اور وہ علی کے ازدیاد علم کا باعث ہوئے۔ بعد غسل حضرت کو ایک سریر پر لٹا دیا اور آنحضرت کی عترت اور اصحاب عالیمقدار نے آنحضرت پر نماز پڑھی۔ اصحاب میں دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا اور آخر کو شاہ ولایت کی صلاح سے جسکو حضرت کی روح قبض ہوئی تھی فرش کو اُٹھا کر ابو طلحہ نے قبر کھودی۔ اور نیم شب چہار شنبہ یا صبح چہار شنبہ کو علی مرتضی اور عباس اور فضل و قثم اور عبد الرحمن بن عوف اور بقول عقیل بن ابیطالب اور اُسامہ اور شقران بھی قبر میں اُترے[1] اور حضرت کو دفن کیا۔ کہتے ہیں آخر شخص جو حضرت کی قبر سے باہر آیا وہ علی مرتضی تھے الغرض مٹی دیکر اور پانی چھڑک کر یہ لوگ سب سے پہلے جناب سیدہ کے دروازہ پر آئے اور پرسا دیا +

(۱۲۶) حلیہ شریف | ابو الفدا لکھتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول نہ لانبے تھے نہ ٹھگنے۔ میانہ قد تھا۔ سر مبارک بڑا تھا۔ ڈاڑھی بڑی اور گھنی دار۔ ہتیلیاں اور تلوے سخت۔ تمام اعضائے بدن فربہ۔ چہرۂ مبارک سرخ۔ چشم سیاہ۔ مو کشادہ۔ رخسارے نرم۔ گردن لانبی مثل چاندی کی صراحی کے۔ انس کہتے ہیں کہ آپ کی ڈاڑھی میں صرف بیس بال سفید تھے اور چند یا پر بھی سفید بال تھے۔ مینہدی اور نیل سے خضاب کرتے تھے۔ دونوں مونڈھوں کے بیچوں بیچ مہر نبوت تھی یہ ایک پارۂ گوشت علیحدہ کبوتر کے انڈے کے برابر تھا رنگ اسکا سرخ تھا اور گرد اگرد بال تھے انتہی + مسلمان مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت کا انتقال ہوتے ہی مہر نبوت حضرت کے جسم پر سے غائب ہوگئی +

ایرونگ لکھتا ہے کہ سینہ بہت چکلا تھا۔ جسم مضبوط۔ ہاتھ اور پاؤں بڑے۔ بچپن میں غیر معمولی زبردست اور طاقتور لڑکا تھا۔ جوانی میں فربہ زیادہ ہوگئے تھے۔ سر بہت بڑا اور خوشنما تھا۔ چہرہ بھنوی۔ پیشانی بڑی کنپٹیوں کے قریب

[1] بروایت روضۃ الصفا یہ لوگ قبر کے قریب تھے +

چوڑی - پیشانی پر گیں ابروؤں تک آئی ہوئی تھیں جو غصہ کے وقت پھول جاتی تھیں - ناک اُبھری ہوئی لونگدار - آنکھیں سیاہ - بھویں محراب نما جو آپس میں پیوستہ تھیں لچکدار بڑا دہانہ جو فصاحت کا نشان تھا - سفید دانت جو کیقدر چھدرے اور غیر منتظم تھے - سیاہ بال جو گھونگر والے نہ تھے - اور شانہ تک آئے ہوئے تھے - لمبی اور گھنی ڈاڑھی بڑے قایم مزاج تھے مگر کبھی کبھی مزاح بھی کرتے تھے - تاہم زیادہ تر سنجیدہ اور بہاری بہر کم رہتے تھے - مسکراتے تو گویا پھول جھڑتے تھے - چہرہ اس سے زیادہ سرخ تھا جیسا کہ عربوں کا ہوتا ہے اور بہت چمکدار +

(۱۲۷) اخلاق واوصاف ابو الفدا لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا سب آدمیوں سے زیادہ تیز عقل - ذی ہوش اور صاحب ادراک تھے - ہمیشہ ذکر خدا کرتے - لغویات آنحضرت سے کبھی سرزد نہ ہوتے - بشاش - ہنس مکھ - چپ چاپ - نرم خو - خوش خُلق رہتے تھے - آپ کے نزدیک قریب بعید - قوی وضعیف اپنے حق میں برابر تھے - مساکین اور غربا سے محبت رکھتے فقیر کو بسبب افلاس کے کبھی حقیر نہ سمجھتے - کسی بادشاہ سے بسبب اُسکی سلطنت اور حکومت کے کبھی نہ ڈرتے - اشرافوں کی تالیف قلوب فرماتے - اپنے اصحاب سے بہت گھلے ملے رہتے - کبھی اُن سے نفرت نہ فرماتے - جو کوئی شخص حضرت کے پاس آکر بیٹھتا تحمل فرماتے اور کبھی گھبرا کر اُس سے مونہہ نہ موڑتے جبتک وہ خود ہی نہ چلا جاتا - اور جس سے مصافحہ کرنے اول اُسکا ہاتھ نہ چھوڑتے جبتک وہی نہ چھوڑتا - اور جو کوئی اپنی غرض کے لئے حضرت کو کھڑا کر لیتا اُسکے ساتھ کھڑے رہتے جبتک وہی نہ چلا جاتا ہرگز وہاں سے نہ ہلتے - اور اپنے یاروں پر بڑی مہربانی فرماتے - زمین پر بیٹھکر بھیڑوں کا دودھ دوہتے - اپنی جوتی آپ گانٹھ لیتے - گسّی ہوئی جوتی اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے - ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے مرتے دم تک تمام عمر میں جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی - اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ایک دو دو مہینے متواتر اہلبیت پر ایسی سختی گذرتی تھی کہ چولہے میں آگ تک نہیں سلگتی تھی - کھجوریں کھا کر اور پانی پیکر بیٹھ رہتے تھے - اور رسول اللہ بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے +

مسلمان مورخین واہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا[1] تھا - مگر حضرت لکھ پڑھ سکتے تھے - اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ محققین اہل فرنگ نے اپنی تصانیف میں آنحضرت کے اخلاق واوصاف کی بابت کیا رائے قایم کی ہے + ایرونگ لکھتا ہے کہ حضرت کے دماغی اوصاف بلاشبہ غیر معمولی اور عجیب قسم کے تھے - بڑے تیز فہم تھے - حافظہ بہت تیز - قوت متخیلہ نہایت چونچال - طبیعت پر ایجاد - معمولی گفتگو سنجیدہ قلیل الالفاظ - کثیر المعانی ہوتی تھی جو فصاحت اور خوش الحانی سے دوبالا ہو جاتی تھی - بڑے پرہیزگار اور متقی تھے - روزے بہت رکھتے تھے لباس کی شان وشوکت کا کچھ خیال نہ تھا جو چھوٹی طبیعت کی نمود ہوتا ہے - لباس کی سادگی بناوٹی نہ تھی - بلکہ ایسے خفیف اور بے حقیقت ذریعہ سے اپنے کو ممتاز کرنا درحقیقت بیفائدہ اور فضول سمجھتے تھے - اکثر بالوں کے کپڑے پہنتے - بعض اوقات یمن کے دھاری دار روئی کے کپڑے - اکثر اُنمیں پیوند ہوا کرتا تھا - عمامہ باندھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ عمامہ فرشتوں کا لباس ہے - شملہ چھوڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں - صفائی کا بہت ہی خیال تھا اور اکثر غسل کیا کرتے تھے - خوشبو کے بہت شایق تھے - معاملہ میں بڑے منصف - اپنے پرائے امیر غریب قوی ضعیف سب کے ساتھ یکساں انصاف برتتے - حسن محبت سے عوام الناس سے پیش آتے تھے اور اُنکی شکایتیں سنتے تھے ہر دلعزیز ہو گئے تھے - اگرچہ پیدائشی زود رنج اور تنک مزاج تھے مگر طبیعت پر ایسے حاوی تھے اور مزاج پر ایسا قبضہ رکھتے تھے

[1] اکثروں کے نزدیک اسی وجہ سے آنحضرت نبی اُمّی کے نام سے مشہور ہیں - مگر اصل میں حضرت کے اُمّی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت مکہ ہی میں پیدا ہوئے اور ۴۰ برس کی عمر تک مکہ ہی میں رہے اور مکہ کا نام اُم القریٰ ہے - ام القریٰ سے منسوب کرکے حضرت اُمّی مشہور ہیں +

کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت مہربان بردبار اور متحمل تھے۔ حضرت کے خادم انس کہتے ہیں کہ میں (دس سے) آٹھ برس کی عمر سے حضرت کی خدمت میں تھا کسی بات پر مجھے نہیں جھڑکا اگر چہ مجھسے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔ خود غرض نہ تھے کیونکہ جنگی فتوحات سے جو غرور و نخوت خود غرضوں میں پیدا ہو جاتی ہے حضرت میں مطلق نہ ہوئی۔ نہایت عروج اور اقتدار کے زمانہ میں بھی حضرت ایسے ہی سادے رہے جیسا کہ افلاس اور ادبار کے زمانہ میں۔ بادشاہی شان و شوکت تو درکنار اگر کسی کمرہ میں داخل ہوتے وقت کوئی غیر معمولی تعظیم کیجاتی تو حضرت بہت ناراض ہوتے۔ اگر دنیا کی سلطنت کا خیال تھا تو اسلام پھیلانے کے خیال سے۔ دولت جو جزیہ اور خراج اور مال غنیمت سے حاصل ہوتی تھی مذہبی فتوحات کی ترقی میں اور مفلس مسلمانوں کی پرورش میں صرف ہوتی تھی۔ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ کبھی ایک درہم نہ بچتا تھا۔ عمر بن حارثہ کہتا ہے کہ وقت انتقال حضرت نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ نہ کوئی لونڈی نہ غلام۔ سوائے کھوری استر دلدل کے اور ہتیاروں اور زمین کے۔ جو اپنی بیویوں اور بچوں اور غریبوں میں تقسیم کر دی۔ دنیا سے مطلق غرض نہ تھی۔ ہمیشہ نماز میں مصروف رہتے جو اسلام کا رکن اعظم اور روح کی صفائی کرنے والی چیز ہے۔ مصیبت اور دل شکستگی کے وقت توکل پر پورا بھروسہ تھا۔ آخرت کی خوشیاں خدا کے رحم پر منحصر سمجھتے تھے فرماتے تھے کہ اگر خدا رحم نکرے تو میں بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اپنے اکلوتے بیٹے ابراہیم کے بستر مرگ اور وفات پر رضا بقضا ظاہر فرمائی۔ اور یہ کہکر تسلی دی کہ بہشت میں پھر دونوں ملیں گے۔ خود مرتے وقت جبکہ کوئی دنیوی تحریک یا ترغیب مکر کرنے کے واسطے نہیں ہو سکتی حضرت کی مذہبی سرگرمی بدستور تھی۔ آخری لفظوں سے جو حضرت کے موہنہ سے نکلے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں اس بات کا بھروسہ تھا کہ جلد اُن پیغمبروں سے جا کر ملتا ہوں جو مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں۔ پس ایسے پرجوش مستقل زہد والے شخص کو کافر یا کہنٹی نہیں کہہ سکتے اور نہ ایسی بے کھوٹ عالی مرتبہ۔ بلند پایہ۔ پر اخلاق تعلیم کو جیسی قرآن میں ہے ایسی طبیعت کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جسمیں کمینی ہوا و ہوس بسیر الیتی ہو اور صرف دنیاوی ذلیل اغراض مدنظر رکھتی ہو۔ گبن لکھتا ہے "منصف یقین کرے گا کہ محمدؐ کے اصل ارادے (خیالات) خالص اور اصلی خیر خواہی کے تھے۔ شاہی شان و شوکت کو حقیر سمجھتے تھے۔ گھر کے ادنی ادنی کام کرتے تھے۔ آگ سلگاتے۔ جھاڑو دیتے۔ دودھ دُہتے۔ اپنی جوتیاں گانٹھتے۔ کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے۔ جَو کی روٹی کھاتے مہمانوں کو اچھا کھلاتے مگر آپکے گھر میں اکثر مہینوں آگ نہ سلگتی۔ دودھ اور شہد بہت بہاتا تھا۔ معمولی خوراک کھجوریں اور پانی"۔ گلمن اپنی تاریخ اسلام میں لکھتا ہے "کیا ہم اُس حالت کو تصور میں لا سکتے ہیں جو عربوں کی ہوئی جب اُنہوں نے سُنا کہ رسول اللہ نے انتقال کیا۔ کیا ہم بتا سکتے ہیں کہ اُنکی اور اُنکی رسالت کی بابت وہ نہ دل سے کیا کچھ خیال کرتے تھے۔ دس برس تک مدینہ کے لوگوں کے سامنے چلتے پھرتے رہے اور وہ اُنکی غریب سلیم زندگی کے ہر بھید سے واقف تھے۔ اُنکے سادہ لباس سے اُنکی سادہ خوراک سے۔ نمود نہ کرنے کی عادت سے اُنکی پرہیزگاری سے اُنکے تقوی سے اُنکے روزہ نماز سے اُنکے نیک مشورہ سے اُنکے حلم و تحمل سے۔ خوش صحبتی سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں یاد تھا کہ کس طرح اپنی دائی حلیمہ کے ساتھ جب وہ اُنکی جوانی میں آئی تھی گفتگو کی تھی۔ اور کس طرح اپنی والدہ آمنہ کی قبر پر روئے تھے جب مکہ سے آتے ہوئے اُنکی قبر کے قریب سے گذرے تھے اُنہیں محبت کی ہمدردی کے ساتھ یہ بھی یاد تھا کہ جب اُنکی اُمید اور اُنکی دولت ابراہیم اُنکے ہاتھ سے چھینا گیا تو اُنکو کیسا رنج ہوا تھا۔ کیا وہ اُنکا وعظ کرنا بھول سکتے تھے۔ کیسا لڑکوں کو سمجھاتے تھے کہ اپنے ماں باپ سے محبت کرو اُنکی عزت کرو اور اُنسے نرمی سے پیش آؤ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ کیسا سمجھاتے تھے کہ زن و شوہر کے ایک دوسرے پر برابر حقوق ہیں محبت اور اُلفت میں کیسی بیوی کی عزت افزائی کی اُس ذلیل حالت سے نکالکر جو اُن سے پہلے تھی اور تعداد ازواج کی حد مقرر کر دی (کیونکہ

آنحضرت سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ جسکا جتنی بیویاں رکھنے کو جی چاہتا تھا کر لیتا تھا کوئی حد نہ تھی) بت پرستی کی حالت سے عربوں کو کیسی خدا پرست قوم بنا دیا اور اُنہیں بتا دیا کہ وہ ایک ہی کوئی اُسکا شریک نہیں کیا وہ اُنکی معزز اور عالیمرتبہ صورت کو بھول سکتے تھے جب وہ بازاروں میں سے گذرتے تھے یا مجمع میں آتے تھے اُنکی عنخوار سیاہ آنکھہ جو ایک ہی ملاقات میں مسخر کر لیتی تھی۔ وضعدار مسکراہٹ یا مسکرانے کی ادا۔ بڑی ہلتی ہوئی ڈاڑھی۔ تیز اور غواص نظر سختی سے ابرو کا بل کیا یہ سب باتیں اُنکے دل پر نقش نہ تھیں۔ اُنکی دیانتداری ٹکسٹ تھی۔ آج جو کچھہ نقص اُنمیں نکالیں اور اُس سے بھی زیادہ نکتہ چینی یا تنقید کریں جتنی اُنکے مقلدین کر سکتے تھے وہ ایسے نقص تھے جو اہل عرب کی خصلت اور ساتویں صدی مسیحی میں ہونے بعید نہ تھے۔ اُنہوں نے ایک اخلاقی اور تمدنی ضابطہ تیار کیا جسکو وہ آخر دم تک سمجھاتے رہے۔ کہ خدا کی طرف سے تمام دنیا کو ترقی دیگا۔ اگرچہ اس قانون میں تعدد ازدواج اور غلام بنانیکا نقص موجود ہے مگر پھر بھی ان سے پہلے ان دونوں باتوں میں جو زیادتی تھی اُس میں بہت کمی کر دی۔ اور اُنکی حالت میں بہت ترقی دی۔ کیا ہم محمد میں یہ نقص نکال سکتے ہیں کہ اُس نے اللہ کو کریم الرحیم بتایا اور عرب کے سینکڑوں بتوں کے مقابلہ میں خدا کو وحدہ لاشریک جتایا۔ کیا اس سے محمد کی بزرگی اور عظمت ظاہر نہیں ہوتی کہ اُس نے ایسا اعلے درجہ کا خیال ظاہر کیا۔ کیا اس سے اُسکی سچائی ثابت نہیں ہوتی کہ مرتے دم تک اپنی تمام زندگی کے اس بڑے اعلے خیال پر مستقل طور سے جما رہا۔" مورس اپنی کتاب مذاہب العالم' میں لکھتا ہے کہ "محمد نے ایک بکھری ہوئی قوم کو جسکا صدیوں سے کوئی خاص معبد یا دارالحکومت نہ تھا جسکو تمام قومیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں اتحاد کی رسی میں باندھکر ایک کر دیا تھا۔ اور اُنکو ایسا کٹر بھگت بنا دیا تھا کہ وہ اپنا مال بلکہ جان تک اُسکی مدد میں قربان کرنے کو تیار رہتے۔ کیونکہ اُن کو یقین ہو گیا تھا کہ خدا ہی نے ہمکو اس کام کا حکم دیا ہے۔"

ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ آیر لینڈ اپنی کتاب 'بلوث اوف دی بریرین' میں لکھتا ہے "یہ پرانا خیال کہ محمد صرف ایک دغاباز آدمی تھا ایسا ناقابل یقین ہے کہ کوئی شخص بھی جو ذرا بھی تاریخی تحقیقات میں شعور رکھتا ہے اس خیال کو نہیں مان سکتا" ڈاکٹر اوگسٹ ویل لکھتا ہے "بطور مصلح قوم کے جو کہ اصل میں محمد تھا اور ہونا چاہتا تھا وہ ہماری تعریف و توصیف کا مستحق ہے وہ رسول کے نام کا شایاں ہے" ای۔ لے فری مین اپنی تاریخ فتوحات اسلام میں لکھتا ہے۔ "اسمیں کوئی شک نہیں کہ سوائے سچے راستبازی کے ارادوں کے جو اُسکے دل میں تھے محمد ہرگز ایسا مستقل استوار اور ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا بغیر اسکے کہ کبھی ڈگمگاتا یا لغزش کرتا۔" جان ڈیون پورٹ۔ اپنی کتاب 'اپالوجی فور محمد' میں لکھتا ہے "محمد کی صداقت اور خلوص کا یہ پکا ثبوت ہے کہ سب سے اول جو ایمان لانے والے ہیں وہ اُسکے گھر والے اور اُسکے ہمدم دوست ہیں۔ یہ سب اُسکے خانگی طریق زندگانی سے بخوبی اور پورے پورے واقف تھے اگر اُس میں خلوص نہ ہوتا تو وہ ضرور اُن اختلافات کو پکڑتے جو ہمیشہ کم و بیش ریاکار فریبیوں کے دعووں اور اُن کے خانگی کاموں میں ہوا کرتے ہیں۔" اعجاز التنزیل میں ہے سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ "کتب مقدسہ سماویہ میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بھی بجز ایک کے آپ سا عالیمرتبہ و جلیل الشان معلوم نہیں ہوتا" پیل مقدمہ ترجمہ قرآن لکھتا ہے کہ "کسی اور کتاب میں نہیں پڑھا کہ خدیجہ کو محمد کی رسالت کے دعوی میں کبھی شبہ ہوا ہو یا اُسکو فریبی اور مکار سمجھی ہو" ٹامس کارلائل لکھتا ہے کہ "صحرا کا عواص طبیعت والا باشندہ (محمد) اپنی چمکتی ہوئی کالی آنکھوں اور کھلی صاف ملمع اور وسیع روح (عقل) کے ساتھ بلند نظری اور ہمدردی کے [illegible] کہ [illegible] کہتا تھا کہ سخن گمبھیر بڑے اعلے درجہ کی روح ودیعت نہایت سرگرم پرجوش لوگوں میں سے تھا۔ جنکو خدا ہی نے خلوص اور صداقت کے ساتھ

پیدا کیا ہے۔ اور لوگ تو قاعدوں اور سُنی سنائی باتوں پر چلتے ہیں اور اُنپر قناعت کرتے ہیں یہ شخص قانون اور قواعد پر قناعت نکرتا تھا بلکہ اپنی روح کو چیزوں کی اصلی ماہیت پر متوجہ کرتا اور اُسپر غوض و فکر کرتا تھا ہستی کا بڑا بھید اپنی خوبیوں اور شوکتوں کے ساتھ اُسپر کھل گیا تھا۔ اس قسم کا خلوص سچ مچ کوئی چیز خدا کی طرف سے ہے۔ ایسے شخص کا کلام خود خدا کی آواز ہے۔ انسان اسکو سنتا ہے اور ضرور ہے کہ سُنے اور سوا اسکے کچھ نہ سنے اسکے مقابلہ میں اور سب ہوا ہے۔ اپنے سفروں اور حجوں کے زمانہ میں بدوؤں سے ہزار ہا خیالات اس شخص کے دل میں تھے۔ یعنے میں کیا چیز ہوں؟ یہ تمام چیز کیا ہے جس میں میں رہتا ہوں جسکو لوگ عالم کہتے ہیں؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ میں کس چیز کا یقین کرتا یا کس پر ایمان لاؤں؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کوہ حرا اور کوہ طور کی چٹانوں نے اور ریتیلے بنجر ویرانوں نے اسکا جواب نہیں دیا اور ہرے آسمان نے جو سر پر تھا اور اُسکے ستاروں نے جواب نہیں دیا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ اُس آدمی کی اپنی روح نے اور خدا کے الہام نے جواب دیا۔ محمدؐ نے جو صرف ایک سیدھا سادہ عرب تھا۔ اپنے ملک کی بکھری ہوئی چھدری تنگی بھوکی قوموں کو ایک ٹھوس (مستحکم) اور زبردار جتھا بنا دیا۔ اور دنیا کی قوموں میں اُنکو نئے خطابوں اور نئی خصلتوں سے ممتاز کیا۔ تیس برس سے کم میں اس منصوبے اور نظام نے شہنشاہ قسطنطنیہ کو شکست دی۔ ایران کے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ شام۔ عراق۔ عرب اور مصر کو فتح کر لیا اور بحیرۂ خزر سے ظلمات تک فتوحات کو پھیلا دیا اور بارہ صدی سے اب تک سوائے سپین کے ان حدود میں برابر مسلمانوں کی سلطنت چلی آتی ہے اور اسلام شمالی ایشیا۔ وسط افریقہ اور علاقہ کیسپین میں پھیل گیا۔ اور پھیلتا چلا جاتا ہے +

آنحضرت کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی

اگسٹیو لیبان فرانسیسی مورخ کی رائے۔ آنحضرت۔ قرآن اور اسلام کی بابت + آنحضرت کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی آپ نہایت غور پسند۔ کم سخن اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے۔ آپ کا سادہ پن تعجب انگیز تھا۔ اسکے ساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک و صاف رکھتے تھے۔ تمام عمر میں اور اسوقت میں بھی جبکہ آپ صاحب مال و متاع ہو گئے تھے حضرت نے کبھی اپنا ذاتی کام دوسرے سے نہیں لیا۔ حضرت میں محنت و مشقت اُٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تھی جسقدر آپ متعدد تھے اُسیقدر صابر و شاکر بھی تھے۔ جنگ میں نہایت جری تھے۔ خطرہ سے کبھی نہ بھاگتے ساتھ ہی بے سبب اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالتے۔ آپ میں اسقدر دور اندیشی تھی کہ وہ بے اندازہ تہور و جسارت جو قوم عرب میں پائی جاتی تھی آپ میں نہ تھی آپ متحمل بھی انتہا درجہ کے تھے۔ گو کہ اُمی تھے مگر حضرت میں اعلیٰ درجہ کی عقلمندی تھی جو ہمیں حضرت سلیمان کے اُس فہم و ادراک کو یاد دلاتی ہے جسکا ذکر کتب یہود میں ہے۔ اگرچہ حضرت نے ۱۵ نکاح کئے مگر یہ تعداد حضرت سلیمان کی تعداد ازواج سے بہت کم ہے۔ حضرت بے انتہا صاحب الرائے تھے +

حضرت نے چادر کے دو ٹکڑے کئے۔ آفتاب کو غروب سے عود کرایا تاکہ حضرت علی کی نماز قضا نہ ہو جائے۔

یہ کہنا کہ حضرت دھوکہ باز شخص تھے میرے نزدیک ایسا قول ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھیر سکتا۔

اس میں شک نہیں کہ حضور صلعم نے ملک عربستان میں وہ نتائج پیدا کر لئے جو کوئی مذہب قبل اسلام جن میں مذہب یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں پیدا نہ کر سکا تھا حضرت نے غیروں کے ساتھ بے انتہا سلوک کیا +

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُنکے کاموں سے کیا جا سکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ آنحضرت رجال التاریخ میں ایک بہت بڑی شخص اندرے ہیں۔ قدیم مورخوں نے تعصب مذہبی کی وجہ سے اُنکے کاموں کی پوری وقعت نہیں کی۔ لیکن فی زمانہ خود مورخین نصاریٰ انصاف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ موسیو بارتھلیمی سینٹ ہلیر جو اس زمانہ کے مشہور مورخین میں سے ہیں حضرت کے بارہ میں یوں لکھتے ہیں "حضرت رسالت مآب اپنے زمانہ کے عربوں میں

سب سے زیادہ تیز فہم زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے آپنے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی۔ جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنہوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمی ثابت ہوا"

اگرچہ قرآن من جانب اللہ نازل ہوا لیکن اُسکے اجزا میں بہت کم تناسب ہی عبارت تو اُسکی حیرت انگیز ہے لیکن سلسلہ مضامین اور دلائل منطقی اسمیں اکثر مفقود ہیں۔ قرآن فی الحقیقت دن بدن اور وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے نازل ہوتا رہا حضرت جبرئیل کی وساطت سے جب کوئی ضرورت پڑتی یا کسی مشکل کا سامنا ہوتا تو ایک نئی وحی نازل ہوتی۔ اور اشکال کو رفع کر دیتی اور یہ وحی فوراً شریک قرآن ہو جاتی۔ قرآن شریف کی ترتیب بعد آنحضرت کے ہوئی اپنی حین حیات میں خود آپ ایک ہی آیت کا کئی طرح سے پڑھا جانا جائز رکھتے تھے لیکن خلیفہ ثالث نے مختلف روایتوں اور قرأتوں کا جو صحابہ میں جاری تھیں مقابلہ کرنے کے بعد ایک آخری نسخہ قرار دیدیا۔ قرآن میں یہود و نصاری کے ساتھ ہمدردی ہے یہود و نصاری اور اسلام ایک ہی درخت کی تین ٹہنیاں ہیں۔ اسلام ایک قسم کا مذہب عیسائی ہے مشکلات اور پیچیدگیوں سے نکلا ہوا۔ تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُسنے پہلے پہل وحدانیت خالص و محض کی دنیا میں اشاعت کی۔ اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور ساری شان ہے۔ اور یہی سادگی باعث ہوئی ہے اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی +

اسلام قلوب میں اس قسم کا زندہ اور پُرزور جوش ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ پھر اُسمیں مطلقاً شک اور تذبذب کی گنجایش نہیں رہتی + اسلام کا ملکی اور تمدنی اثر فی الواقع بے حد و بے پایاں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب تمام کا ملک چھوٹے چھوٹے خود مختار صوبوں اور قبیلوں میں منقسم تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑا کرتے تھے ظہور پیغمبر اسلام سے ایک صدی کے اندر عربوں کا ملک دریائے سند ھ سے اندلس تک پہنچ گیا تھا اور اُن تمام شہروں میں جہاں اسلامی پرچم جلوہ فگن تھا ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام وہ مذہب ہے جسکے اعتقادات کو مسائل علوم طبیعی کے ساتھ پورا توافق ہے اور ان اعتقادات کا خاصہ یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کو نرم کریں اور ہم میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کریں +

بعض مورخین کا یہ خیال کہ اشاعت قرآن اور دین اسلام کی حیرت انگیز سرعت اس سبب سے ہوئی کہ اس مذہب میں شہوات نفسانی کی باگ ڈھیلی کر دی گئی ہے اور علاوہ اسکے یہ مذہب بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ نہایت آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے کہ بالکل غلط ہے۔ ہاٹنگر نے ایک بڑی لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلا خوشامد مذہب اسلام کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولات سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہو سکتا +

یہ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر نہیں پھیلا سکتا جسوقت عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کر لیا اُسوقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا۔ لیکن مذہب کا بدلنا قبول نہیں کیا۔ چین میں اگرچہ عربوں نے گز بھر زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا تاہم اسوقت چینی مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ نفوس[1] سے زیادہ ہے +

---

[1] چین کی مسلمانوں کی ایمانداری بالکل مسلم ہے اُنمیں حق پرستی اور دیانتداری کا نہایت درجہ خیال ہے انمیں سے جو سرکاری ملازم ہیں اُن سے رعیت خوش بھی ہے اور اُنکی عزت بھی کرتی ہے۔ اور جنہوں نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے وہ نہایت نیکنام ہیں۔ اصول مذہبی نے اُنکو محنتی بنا دیا ہے دوسرے مذاہب کے مقابل میں پورا تحمل خیال کی آزادی ہر ایک رسم و رواج و قانون و اعتقادات کی پوری ہمدردی اور عزت کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے چینی مسلمانوں کے لئے وہی حقوق پیدا کر دیے ہیں جو اور چینیوں کو حاصل ہیں۔ وہ ملک میں عامل بھی ہو سکتے ہیں اور ہر قسم کی فوجی خدمات پانیکے بھی مجاز ہیں یہانتک کہ وہ خود شاہنشاہ کی درباری خدمات سے بھی ممتاز ہو سکتی ہیں (تمدن عربیہ۔ گستیو لیبان)

فصل چہارم ازواج آنحضرت

حضور صلعم کی تمام بیویاں سوائے حضرت عائشہ کے ثیبہ تھیں یعنی سب کا پہلے کسی اور سے نکاح ہو چکا تھا۔ حضور کی بیویوں کی دو پارٹیاں تھیں ایک پارٹی کی سرگروہ عائشہ تھیں اور حفصہ بنت عمر اور سودہ وصفیہ اُن کے ساتھ تھیں اور دوسری پارٹی میں باقی ازواج جنکی سرگروہ ام سلمہ تھیں (روضۃ الاحباب) ✣

(۱) خدیجہ بنت خویلد (بن اسد بن عبدالعزّیٰ بن قصیٰ بن کلاب) کنیت اُمّ ہند۔ انکی والدہ فاطمہ بنت زایدہ بن اصم بن عامر بن لوے کی نسل سے۔ خدیجہ کے پہلے شوہر کا نام عتیق بن عایذ بن عبداللہ مخزومی تھا اُس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اُسکے بعد ابو ہالہ مالک بن النباش بن زرارہ تمیمی کی زوجیت میں آئیں اُس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ہالہ اور ہند۔ ابو ہالہ کے مرنے کے بعد حضور کی زوجیت میں آئیں ✣

خدیجہ بڑی فاضلہ۔ عاقلہ اور جازمہ تھیں اور زمانہ جاہلیت میں اُنکو طاہرہ کہتے تھے۔ نسب عالی اور مال وافر رکھتی تھیں ✣ حضرت کا اول نکاح خدیجہ ہی سے ہوا اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور آنحضرت کی ۲۵ سال تھی ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا ✣ جتنی اولاد آنحضرت کی ہوئی خدیجہ سے ہوئی سوائے ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تھے۔ نکاح مکہ میں ہوا۔ انکی حیات میں حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا ✣

دنیا بھر میں سب سے پہلے خدیجہ حضرت پر ایمان لائیں اور تصدیق کی۔ اُنہوں نے سب سے پہلے اپنے مال سے حضرت کی مدد کی۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ چار عورتیں بہشت میں سب سے بزرگ ہیں۔ مریم بنت عمران مادر عیسیٰ۔ خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم زن فرعون ✣

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر ایسا حسد نہیں آیا جتنا خدیجہ پر۔ اگرچہ جب میں حضرت کے نکاح میں آئی خدیجہ زندہ نہیں تھی کیونکہ حضرت اُنکے مرنیکے بعد اُنکو اکثر یاد کیا کرتے تھے کبھی کبھی ایسا کیا کرتے تھے۔ کہ گوسفند ذبح کرکے اُسکے پارچے خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے اور میں مارے حسد کے حضرت سے کہتی تھی کہ گویا سوائے خدیجہ کے کوئی عورت دنیا میں ہے ہی نہیں۔ جواب میں آنحضرت فرماتے تھے اُس میں بہت سی عمدہ صفتیں تھیں اور میرے اولاد اُسی سے پیدا ہوئی۔ ایک دفعہ حضرت نے خدیجہ کو یاد کیا میں نے رشک سے کہا کہ اُس قریش کی بڑھیا کو یاد کئے جاؤ گے کہ بڑھاپے سے اُسکے دانت بھی منہ میں نہ رہے تھے۔ اور اپنی عمر گذار چکی تھی اور حقتعالی نے اُسکی عوض میں اُس سے بہتر آپ کو عنایت کی ہے۔ حضرت ایسے غضبناک ہوئے کہ پیشانی کے بال ہلنے لگے اور فرمایا قسم خدا کی کہ اُس سے بہتر کوئی عورت خداوند تعالی نے مجھے نہیں دی۔ وہ مجھپر ایمان لائی جبکہ تمام لوگ کافر تھے اور میری تصدیق کی جب کہ سب مجھے جھٹلاتے تھے اور (اپنے مال سے) میری مواساۃ کی اسوقت جبکہ سب لوگ مجھے محروم رکھتے تھے اور خدا نے مجھے اُس سے فرزند عطا کئے۔ عائشہ کہتی ہیں اُسوقت سے میں نے اپنے دل میں بچار لیا کہ آیندہ کبھی خدیجہ کو بدی سے یاد نکرونگی ✣ خدیجہ نے ماہ رمضان سال دہم بعثت میں وفات پائی اور مقبرۂ حجون میں دفن ہوئیں اسوقت انکی عمر ۶۵ سال کی تھی آنحضرت کمال ملول و محزون ہوئے۔ (روضۃ الاحباب)

(۲) سودہ بنت زمعۃ (بن قیس بن عبدالشمس بن عبدود) از نسل عامر بن لوی۔ کنیت ام الاسود۔ انکی والدہ شموس بنت قیس از نسل رشید خداش ✣ سودہ مکہ میں اوائل بعثت میں مسلمان ہوئی تھیں۔ پہلے اپنے چچازاد سکران بن عمرو بن عبدشمس کے نکاح میں تھیں اور اُس سے ایک بیٹا مسمی عبدالرحمن جنی تھیں جو جنگ جلولا میں شہید ہوا۔ سودہ نے سکران کے ساتھ حبشہ میں ہجرت بھی کی تھی۔ بعد مدت مکہ میں آکر رہنے لگیں جب اُنکا شوہر مرگیا تو دسویں سال بعثت میں خدیجہ کی وفات کے بعد (عائشہ کے نکاح سے پہلے) سودہ سے آنحضرت نے نکاح کیا

اور آٹھویں سال ہجری میں طلاق دینے کا ارادہ کیا سودہ نے عاجزی کی اور کہا کہ مجھ سے آپ کچھ سروکار نہ رکھئے مجھے اب شوہر کی خواہش نہیں رہی ہے آپ میری باری میں بھی عائشہ ہی کے پاس رہا کیجئے مگر طلاق نہ دیجئے تاکہ قیامت کے روز آپ کی زوجات میں محشور ہوں۔ حضرت اپنے ارادہ سے باز رہے۔ ان سے ۵ حدیثیں مروی ہیں (روضۃ الاحباب)

(۳) عائشہ بنت ابوبکر کنیت ام عبداللہ۔ انکی ماں کا نام امّ رومان بنت عمیر۔ بڑی علامہ فقیہہ۔ فصیحہ۔ فاضلہ اور عقلمند تھیں۔ حضرت کی محبوبہ تھیں۔ مکہ میں ۶ برس کی عمر میں شوال سنہ ۱ بعثت میں ہجرت سے ۳ سال پہلے آنحضرت سے نکاح ہوا اور ۹ برس کی عمر میں زفاف واقع ہوا۔ اور ابھی تک گڑیاں کھیلتی تھیں۔ آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت عمر نے اپنے عہد میں دیگر زوجات کا دس دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور حضرت عائشہ کا بارہ ہزار کیونکہ وہ حضرت رسول کی سب سے زیادہ محبوبہ تھیں۔ انکی مرویات کتب معتبرہ میں دو ہزار دو سو دس حدیثیں ہیں۔ صحابہ و تابعین میں سے اکثر لوگ عائشہ سے روایت کرتے ہیں +

وفات شب سہ شنبہ ہفتدہم ماہ رمضان ۵۸ھ ہجری جبکہ عمر ۶۶ سال کی تھی۔ بقیع میں دفن ہوئیں[۱] (روضۃ الاحباب) مگر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تاریخ حافظ ابرو اور ربیع الابرار اور کامل السفینہ میں منقول ہے کہ سنہ ۵۶ھ میں معاویہ بن ابوسفیان یزید کی بیعت لینے کیواسطے مدینہ گیا اور حسین بن علی اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو بیخ پہنچایا صدیقہ نے زبان ملامت و اعتراض سے کھولی۔ معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھدوا اور اسکا منہ خاشاک سے بند کیا اور کرسی آبنوس اُسپر رکھی پھر صدیقہ کو اپنے یہاں دعوت میں بلایا اور اُس کرسی پر بٹھایا یہانتک کہ وہ کنوئیں میں جا پڑیں اور معاویہ نے کنوئیں کا منہ چونے سے مضبوط کر دیا اور مدینہ سے مکہ چلا گیا[۲] +

اسماء الرجال مشکوۃ میں ہے کہ نکاح کے ۱۸ مہینہ بعد ماہ شوال سنہ ۲ھ میں مدینہ میں زفاف واقع ہوا۔ مگر اسپر سبکا اتفاق ہے کہ وقت زفاف ۹ برس کی عمر تھی اور ۹ برس حضرت کے ساتھ رہیں حضرت کی وفات کے وقت انکی عمر ۱۸ سال کی تھی سنہ ۵۸ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی جبکہ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا (رجال مشکوۃ)

نوٹ حضرت عائشہ میں رشک اور کھسایٹ کی عادت تھی۔ خدیجہ سے تو اسدرجہ کہ اگرچہ خدیجہ خود زندہ نہیں مگر خدیجہ کی بیٹی فاطمہ اور داماد علی سے ہمیشہ نفرت اور کراہت رکھتی تھیں۔ تمثیلاً۔ تاریخ الخمیس اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ درمیان دولتخانہ جناب سیّدہ و جناب رسولخدا جسمیں عائشہ رہتی تھیں ایک کھڑکی تھی اور اس راہ سے اکثر آنحضرت بھی پکارا جایا کرتے اور ہر دفعہ خیریت حسنین و جناب سیّدہ و جناب امیر دریافت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آدھی رات کو بی بی عائشہ اس کھڑکی سے جناب سیدہ کے ہاں آئیں اور لڑائی لڑنے لگیں اس گفتگو سے جناب سیدہ کو اسقدر ملال ہوا کہ خود رسول اللہ سے عرض کیا یا حضرت اس دریچہ کو بند کرا دیجئے پس آنحضرت نے وہ دریچہ بند کرا دیا۔

شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ نے اسماء بنت عمیس سے وصیت کی کہ عائشہ کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا +

ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب الصلوۃ میں لکھتے ہیں (اس حدیث کی شرح میں کہ عائشہ نے کہا کہ رسول خدا عباس اور ایک شخص پر تکیہ کر کے مسجد میں تشریف لائے) کہ وہ دوسرا شخص علی تھا اور یہ کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ عائشہ کا دل ذکر خیر علی سے خوش نہیں ہوتا تھا۔ اور زہری کی روایت ہے کہ عائشہ کی

---

[۱] کتاب المعارف میں ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ "وفات کے وقت اُن سے دریافت کیا گیا کہ آیا آپ کو رسول اللہ کی قبر کے قریب دفن کیا جاوے تو اُنہوں نے جواب دیا نہیں مجھے حضور انور کے بعد بعض نئی باتیں (احداث) کی ہیں اس لئے مجھکو میری بہنوں کے پاس دفن کرنا چنانچہ وہ بقیع میں دفن ہوئیں۔ عبداللہ بن زبیر اُنکے وصی تھے۔ [۲] واقدی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی مضمون لکھا ہے۔ پہلی روایت میں ہے کہ بقیع میں دفن کیگئیں اور دوسری میں ہے کہ سماء نے اپنا پانی کنوئیں میں زندہ درگور کر دیا۔ یہ اختلاف اسطرح رفع ہو سکتا ہے کہ پہلے عائشہ کسی بیماری میں قریب مرگ پہنچ گئی ہونگی اُسوقت بقیع میں [illegible]

قدرت نہیں رکھتی تھیں کہ علی کو بخیر یاد کریں اسکا نتیجہ جنگ جمل وغیرہ کے واقعات ہیں۔ جب حضرت علی کی وفات کی خبر عائشہ کو پہنچی تو علامہ دمیری حیات الحیوان میں لکھتے ہیں کہ عائشہ نے اس شعر کو پڑھا فالقت عصاھا فاستقر بھا النوی کما قر عینا بالایاب المسافر ۔ (معنی) ڈالدیا اُس نے اپنا عصا اور جائے اطمینان ملگئی جیسا کہ مسافر کا دل منزل پر پہنچ جانے کے بعد خوش ہوتا ہے۔ علامہ دمیری کہتے ہیں کہ القا عصا سے کنایہ ہے حصول اطمینان سے محاورہ عرب ہے کہ جب کوئی جائے اطمینان پر پہنچ جاتا ہے اور کل امور اُسکے درست ہو جاتے ہیں تو اُسکو القی عصاھا کہتے ہیں کہ عصا اپنا ڈالدیا ۔

پس اس شعر سے مسروری جناب عائشہ کی ثابت ہوئی ۔ ابن جوزی کی تذکرہ خواص الامہ اور تاریخ ابوالفدا ۔ اور روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام حسن کے واسطے ایک قبر رسول اللہ صلعم کی قبر کے قریب کھودی گئی اور جنازہ اُن جناب کا اُسپر لاکر رکھا گیا مگر دفن کرنے سے پہلے حضرت عائشہ کو اس بات کی خبر لگ گئی وہ ایک خچر پر سوار ہو کر اُس مقام پر پہنچیں جناب امیر کے شیعہ غل کرنے لگے اور کہا کہ کبھی تو اونٹ پر بیٹھکر جناب امیر سے لڑتی ہو اور کبھی خچر پر سوار ہو کر پیغمبر خدا کے نواسے کے جنازہ پر جھگڑتی ہو اور دفن نہیں کرنے دیتیں ۔ بہت کوشش کی مگر مفید نہ ہوئی کیونکہ لوگ دو گروہ ہو گئے اور ایک دوسرے کیطرف تیر پھینکنے لگے یہانتک کہ چند تیر جنازہ میں بھی آلگے اسوقت جناب امام حسین اُس وصیت کے موافق جسکا پہلے ذکر ہوا جنازہ کو گورستان بقیع میں لیگئے ۔

مدارج النبوۃ میں بذیل قصۂ تزویج اسماء بنت النعمان بن ابی الجون درج ہے کہ جب حضرت رسول اللہ نے اُن سے عقد کیا اور دولتسرائے میں لائی گئیں تو ازواج کو بڑا رشک ہوا کیونکہ نہایت حسین وجمیل تھیں ۔ اُنکے حسن وجمال کا آوازہ تمام مدینہ میں مشہور ہو گیا تھا ۔ اُسوقت ان ازواج نے یہ ترکیب سوچی کہ اُنکو رم پٹی دیکر فریب دینا چاہیئے ۔ چنانچہ پہلے اُنہوں نے حضرت کے سامنے بڑی خوشی ظاہر کی اور اپنی طرف سے مطمئن کیا بعدہ اُس نوعروس کے ساتھ محبت کا برتاؤ شروع کیا جب ہر طرح اُنپر اپنی محبت جتائی تو بی بی عائشہ نے حفصہ سے کہا کہ تم انکے مہندی لگاؤ ہم کنگھی چوٹی کرتے ہیں اس حالت میں بکمال دردمندی وخیر خواہی یہ تعلیم کیا کہ جب حضرت تشریف لاویں اور قصد کریں تو تم اعوذ باللہ منک کہنا اس سے حضرت بہت خوش ہونگے چنانچہ جب حضرت اندرون حجرہ تشریف فرما ہوئے تو اُس سادہ لوح نے بنا بر تعلیم ہر دو معلمۂ کاملہ عائشہ و حفصہ وہی لفظ کہے جسپر حضرت فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بڑی پناہ مانگی جا اپنی قوم وقبیلہ سے ملحق ہو اور ابو اسید سے کہا اسے پہنچا آؤ ۔ بعد اسکے لوگوں نے خبر دی کہ یا حضرت ان ازواج عائشہ وحفصہ نے یہ فکر کیا ہے حضرت نے فرمایا انہن صواحب یوسف وان کیدھن عظیم یعنے یہ عورتیں حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی ساتھیوں سے ہیں اور انکا کید بڑا عظیم ہے انتہیٰ ۔

(۴) حفصہ بنت عمر ۔ (بن خطاب) ماں کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب ۔ حفصہ پہلے خنیس بن حذافہ کی بیوی تھی خنیس مہاجرین حبشہ اور حضار غزوہ بدر سے تھے ۔ خنیس نے واقعہ بدر یا واقعہ احد کے بعد وفات پائی ۔ رسول صلعم سے سال دوم یا سوم میں نکاح ہوا ۔ آنحضرت سے پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان سے انکا نکاح کرنا چاہا مگر اُنہوں نے نامنظور کیا تھا ۔ نقل ہے کہ کسی افشای راز پر آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تھی ۔ بعد میں (حضرت عمر کے کہنے سے) رجعت کی ۔ ولادت حفصہ ۵ سال قبل از بعثت ۔ وفات میں اختلاف ہے ۴۱ یا ۴۵ یا ۴۷ یا ۵۰ ہجری کی روایت ہے ۔ عمر ۶۰ سال ۔ انکی مرویات کتب متداولہ میں ۶۰ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۵) زینب بنت خزیمہ بن الحارث ۔ پہلے طفیل بن حارث بن عبد المطلب کی زوجہ تھیں اُس نے طلاق دی تو اُسکے بھائی عبیدہ بن حارث نے اُن سے شادی کر لی ۔ عبیدہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے اور قول صحیح یہ ہے کہ

عبداللہ بن جحش نے ان سے شادی کی وہ بنی جنگ احد میں شہید ہوئے۔ پس رمضان سال سوم ہجرت میں آنحضرت نے نکاح کرلیا ۳ یا ۸ ماہ حضرت کے گھر میں رہ کر ربیع الثانی سال چہارم ہجری میں وفات پائی ام المساکین انکا لقب ہے (روضۃ الاحباب)

(۶) ام سلمہ بنت ابی امیہ حذیفہ یا سہل بن مغیرہ بن عبداللہ مخزومی | انکا اصل نام ہند تھا آنحضرت کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ پہلے ابوسلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد کی بیوی تھیں اور یہ حضرت کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا تو یہ کا دودھ آنحضرت اور ام سلمہ دونوں نے پیا تھا۔ ابوسلمہ سے ام سلمہ کے چار بچے تھے۔ زینب۔ سلمہ۔ عمر۔ درّہ۔ ابوسلمہ اور ام سلمہ نے حبشہ کی بھی ہجرت کی تھی اور وہاں سے آکر مدینہ میں ہجرت کی تھی۔ ابوسلمہ نے جنگ احد میں ایک زخم کھایا تھا جس کے باعث بعد مدت وفات پائی ابوسلمہ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اُن سے خواستگاری کی ام سلمہ نے منظور نکیا شوال سال چہارم ہجرت میں حضرت نے ان سے عقد کیا۔ زینب بنت خزیمہ کا مکان (جسمیں انہوں نے وفات پائی تھی) رہنے کو ملا۔ ازواج رسول میں سب سے آخر انہوں نے عہد یزید میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۶۱ھ میں وفات پائی۔ جب خبر قتل امام حسین علیہ السلام آئی تو اہل عراق پر لعنت کی بقیع میں دفن ہوئیں عمر ۸۴ سال۔ مرویات ۳۷۸ +

(۷) زینب بنت جحش بن رئاب | اصل نام برہ تھا حضرت نے زینب نام رکھا۔ کنیت ام الحکم۔ ماں کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب جو پھوپھی تھیں رسول اللہ کی۔ انکا اول نکاح زید بن حارثہ سے ہوا۔ چونکہ ان بن رہتی تھی زید نے انکو طلاق دیدی اور ماہ ذیقعدہ ۵ھ میں آنحضرت نے ان سے نکاح کرلیا۔ اسی موقع پر آیہ حجاب نازل ہوئی +

(۸) زید کو حضرت نے [illegible] تھا اور حضرت ہی نے زینب کا نکاح زید سے کیا تھا۔ درخواست کے وقت زینب نے جانا تھا کہ حضرت نے اپنے واسطے درخواست کی ہے۔ اگرچہ بوقت نکاح اگرچہ حضرت کے سمجھانے سے مان گئیں تاہم ہمیشہ زید کے ساتھ ان بن رہی۔ کئی دفعہ اس نے طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر حضرت نے روک روک دیا ناچار جب کسی طرح گذارا نہ ہوا تو زید نے طلاق دیدی اور بعد گذرنے عدت کے آنحضرت نے زید کی معرفت اپنا پیام دیا اور نکاح ہوگیا ڈیونپورٹ انگریز مورخ اپنی کتاب اپولوجی فور محمد میں لکھتا ہے "اصل حقیقت یہ ہے کہ اشاعت اسلام سے بہت پہلے سے اہل عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہدیتا تھا تو پھر اُس سے جماع نہیں کرسکتا تھا۔ یا اگر کسی لڑکے کو بیٹا کہدیتا تھا تو اس لڑکے کو اصلی بیٹے کے حقوق حاصل ہوجاتے تھے۔ اب قرآن نے ان دونوں رسموں کو منسوخ کردیا۔ محمد اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب کو بہت عزیز رکھتے تھے اور ایسا ہی اپنے آزاد کردہ زید بن حارثہ کو جسے متبنےٰ کرلیا تھا بہت چاہتے تھے۔ زینب کی شادی زید سے کردی تھی۔ چونکہ دونوں میں موافقت نہ ہوئی زید نے طلاق دینی چاہی محمد نے بہت کچھ سمجھایا کہ ایسا نکرے مگر آخر زید نے طلاق دے ہی دی۔ محمد کو خیال ہوا کہ میں نے ہی زینب کی شادی زید سے کی تھی اور اس طلاق کا الزام مجھ ہی پر رہے گا پس زینب کو روتا پیٹتا دیکھکر صرف یہی علاج مناسب سمجھے کہ اُس سے خود نکاح کرلیں۔ حالانکہ حضرت کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اہل وطن اپنی رسم کے موافق مجھپر اعتراض کرینگے مگر سوا اسکے چارہ بھی نہ تھا + تعدد ازواج کے بارہ میں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ شہوت رانی کا زور بعد چالیس برس کے نہیں رہتا۔ آنحضرت نے جتنے نکاح اور کئے ہیں وہ سب خدیجہ کی وفات کے بعد جب حضرت کی عمر پچاس برس کی ہوچکی تھی اسلئے حضرت کا متعدد نکاح کرنا بنظر شہوت پرستی نہ تھا بلکہ بغرض خاص مصلحتوں کے خدا کے حکم سے تھا" +

عائشہ کہتی ہیں کہ کوئی عورت زینب سے زیادہ دین میں خیر اور متقی اور سچی اور صلہ رحم بجالانیوالی اور زیادہ صدقہ دینے والی نہیں ہوئی۔ وفات [illegible] میں عمر ۵۳ سال۔ مدفن بقیع۔ حضرت کے بعد آپکی [illegible]

سب سے پہلے انہوں ہی نے وفات پائی - مرویات ۱۱ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۸) جویریہ بنت الحارث بن ابوضرار | اصل نام برّہ حضرت نے جویریہ نام رکھا - پہلے اپنے چچازاد بھائی المسافع بن صفوان کی بیوی تھی - جب وہ جنگ مریسیع میں مارا گیا مسلمانوں نے قید کرلیا پھر آزاد کیا - حضرت نے شعبان سال پنجم یا رمضان سال ششم ہجری میں ان سے عقد کیا وفات مدینہ میں ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں عمر ۶۵ سال مرویات ۷۰ حدیث

(۹) ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ | اصل نام رملہ یا ہند - ماں کا نام صفیہ بنت ابوالعاص بن اُمیہ بن عبد شمس - عثمان بن عفان کی پھوپھی ام حبیبہ پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کی بیوی تھی اوائل اسلام میں دونوں نے مسلمان ہوکر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی - وہیں حبیبہ انکی لڑکی پیدا ہوئی - اور وہیں عبیداللہ عیسائی ہوگیا - اور ۷ھ میں شراب پیتا مرگیا تھا حضرت نے معرفت نجاشی بادشاہ حبشہ کے ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا اور ۷ھ میں ام حبیبہ مدینہ میں آکر شرف مصاحبت حضرت سے ممتاز ہوئی ۴۲ھ یا ۴۴ھ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی - مرویات کتب متداولہ میں پینسٹھ ۶۵ حدیث +

(۱۰) صفیہ بنت حیّ بن اخطب | یہود بنی نضیر سے نسل ہارون علیہ السلام سے تھیں اول سلام بن مشکم کی بیوی تھیں جب دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے اپنی زوجیت میں لیا - کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا یہ قید ہوکر آئیں حضرت نے اپنی زوجیت میں لیا - منزل صہباء میں زفاف واقع ہوا - اسوقت آپکی ۱۷ سال کی عمر تھی - عائشہ اور حفصہ انکو ستاتی رہتی تھیں آنحضرت نے دونو کو دھمکا دیا - صفیہ کی وفات ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں ہوئی - مدفن گورستان بقیع - مرویات دس حدیث +

(۱۱) میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن حزم | ماں کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حرب بنی حمیر سے یا بنی کنانہ سے - اصل نام برّہ حضرت نے بدلکر میمونہ رکھا - میمونہ کی بہن ام الفضل لبابہ کبری - عباس عم پیغمبر کی زوجیت میں تھی - یہ دونو حارث سے تھیں - میمونہ کے ماں نے اول شوہر جو کیا تھا - عمیس خثعمی اُس سے ایک اسماء بنت عمیس تھی کہ اول جعفر بن ابوطالب کی اور اُنکے بعد ابوبکر کی اور ابوبکر کے بعد حضرت علی کی زوجیت میں آئی - اور دوسری سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ کی زوجیت میں تھی اور تیسری زینب بنت عمیس شداد بن الہاد کے بیوی تھی - میمونہ زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمر ثقفی کے بیوی تھی دونو میں مفارقت واقع ہوئی اور ابورہم بن عبدالعزی یا حویطب بن عبدالعزی یا عبد یلیل بن عمرو کے نکاح میں آئی اور شوہر ثانی کی وفات کے بعد میمونہ ذیقعدہ سال ہفتم ہجری میں عمرۂ قضاء سے واپس ہوتے ہوئے آنحضرت کی زوجیت میں آئیں اور منزل سرف میں[1] جو مکہ کے قریب ہے زفاف واقع ہوا بعد میں اسی مقام پر میمونہ کا انتقال بھی ہوا اور وہیں دفن بھی ہوئیں[2] - سنہ وفات ۵۰ھ یا ۵۱ھ ہے یا ۶۱ھ یا ۶۳ھ یا ۶۶ھ پس اگر ۶۳ یا ۶۶ھ میں وفات ہوئی تو سب سے آخر زوجات میں سے انکا انتقال ہوا نہ کہ ام سلمہ کا - مرویات ۷۶ احادیث + ان گیارہ عورتوں سے حضرت نے نکاح کیا ہے اسپر سب کا اتفاق ہے - ان میں سے خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ حضرت کی حیات میں اور باقی ۹ بعد میں مریں - نوٹ علاوہ ازیں آنحضرت نے اسماء بنت النعمان ابی الجون الکندیہ سے نکاح کیا مگر زفاف سے پہلے اُسکے قبیلہ میں واپس بھجوا دیا - یہ نہایت خوبصورت تھیں انکے باپ نے انہیں حضرت کے پاس مدینہ بھجوایا تھا - وہ اہل کندہ کا سردار تھا امہات المومنین کے رشک نے انکو طلاق دلوائی تھی جیسا حضرت عائشہ کے حال میں لکھا جا چکا ہے (دیکھو مدارج النبوت وروضۃ الاحباب) +

[1] مکہ سے دس میل پر [2] میمونہ کی ایک بہن ام خالد لبابہ صغرا ولید بن مغیرہ کے نکاح میں تھی +

علاوہ ان آزواج کے ۴ کنیزیں بھی حضرت کی زوجیت میں تھیں +

(۱) ماریہ قبطیہ بنت شمعون کہ مقوقس بادشاہ اسکندریہ مصر نے بطور ہدیہ حضرت کو بھیجی تھی۔ ان سے ابراہیم پیدا ہوئے وفات ماریہ سنہ ۱۶ ہجری میں۔ مدفن گورستان بقیع (روضۃ الاحباب)

(۲) ریحانہ بنت زید بن عمرو۔ بنی نضیر یا بنی قریظہ کی بندیوں میں آئی تھیں۔ حضرت نے سنہ ۶ھ میں آزاد کرکے اُن سے نکاح کیا بعض اُن کو کنیزوں میں اور بعض ازواج میں داخل کرتے ہیں۔ وفات بقولے حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں اور بقولے خلافت حضرت عمر میں۔ پہلے قول کو ترجیح ہے۔ مدفن بقیع (روضۃ الاحباب)

(۳) ایک کنیز کا جمیلہ نام جو بندیوں میں آئی تھی +

(۴) ایک کنیز کا جو زینب بنت جحش نے آنحضرت کو دی تھی +

فصل پنجم اولاد[۲] آنحضرت

حضرت کے تین بیٹے تھے اور ۴ بیٹیاں۔ سوائے ابراہیم کے کہ ماریہ قبطیہ سے تھے باقی سب اولاد حضرت خدیجہ سے تھی +

قاسم[۳] بعثت سے پہلے مکہ میں پیدا ہوئے دو سال کی عمر میں مر گئے۔ حضرت کا پہلوٹھی کا لڑکا۔ اسی کے نام سے حضرت کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ عبداللہ جو طیب و طاہر کے نام سے مشہور ہیں مکہ میں قبل بعثت پیدا ہوئے طفولیت ہی میں مر گئے۔ ابراہیم مدینہ میں سنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے ساتویں دن حضرت نے عقیقہ کیا بکرا ذبح کیا سر منڈوایا۔ بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق کی۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں سنہ ۱۰ ہجری میں ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ قبر بنا کر اُس پر پانی ڈالا گیا اسلام میں یہ اول قبر ہے جس پر پانی ڈالا گیا +

زینب[۴] سنہ ۳۰ عام الفیل میں پیدا ہوئیں اپنی خالہ ہالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس سے قبل بعثت بیاہی گئیں۔ بعد بعثت اگرچہ اسلام اُس کا فرسے زینب کو علیحدہ کرتا تھا مگر حضرت مکہ میں مغلوب تھے جدا نہ کر سکے ابوالعاص کو جنگ بدر میں مسلمانوں نے گرفتار کیا۔ زینب نے اُسکی زر خلاصی کے طور پر وہ قلادہ (گلوبند) جو اُنکو خدیجہ نے دیا تھا مکہ سے مدینہ بھیجا۔ حضرت کو وہ قلادہ دیکھکر خدیجہ یاد آئیں بہت روئے۔ واپس کر دیا اور ابوالعاص کو چھوڑ دیا مگر کہدیا کہ مکہ جاکر زینب کو ہمارے پاس بھیج دینا۔ کہ اسلام اور کفر نے تم دونوں میں جدائی ڈالدی ہے ابوالعاص نے مکہ جاکر وعدہ پورا کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد محبت اسلام ابوالعاص کے دل میں پیدا ہوئی مدینہ میں آکر مسلمان ہوا حضرت نے بروایت ابن اثیر اُسی پہلے نکاح پر زینب کو محرم سنہ ۷ھ میں اُسکے حوالہ کیا۔ اور بقولے تجدید عقد کیا۔ زینب کے ابوالعاص سے ایک لڑکا علی نام اور ایک لڑکی امامہ نام پیدا ہوئی۔ علی نے قریب بہ جوانی انتقال کیا۔ اور امامہ سے جناب فاطمہ کی وفات کے بعد

---

[۱] انکے ساتھ انکی بہن سیرین کو بھی بھیجا تھا جسے آنحضرت نے حسان بن ثابت کو دیا جس سے عبدالرحمن بن حسان پیدا ہوا +

[۲] یہ فصل حبیب السیر سے لکھی گئی ہے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ صاحب اعلام الوریٰ اور بعض دیگر سالکان مذہب امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت کی سوائے جناب فاطمہ کے کوئی لڑکی نہیں ہوئی۔ زینب اور رقیہ اور ام کلثوم خدیجہ کے ساتھ آئی تھیں اور وہ حضرت کی دختران ربیبہ ہیں۔ اور ظاہر کلام مؤلف کشف الغمہ کا (جو شیعہ تھے) اس باب میں موافق مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ جب اُنہوں نے حضرت علی کی بیویوں اور اولاد کو گنایا تو لکھا ہے کہ محمد اوسط کی والدہ امامہ بنت ابی العاص تھی جو زینب بنت رسول اللہ کے شکم سے تھی اور اسی طرح عتیق بن عائذ مخزومی سے اور ابوالعاص سے جو اولاد ہوئی اُسمیں زینب اور رقیہ اور ام کلثوم کا ذکر نہیں کیا واللہ اعلم عند اللہ۔ مولف کہتا ہے کہ شیعہ اپنے ثبوت میں یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر سب صاحبزادیاں آنحضرت ہی کی ہوتیں تو جس طرح رسول اللہ جناب فاطمہ کی تعظیم کرتے تھے اور لڑکیوں کی بھی کرتے اور جسطرح فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے دوسری لڑکیوں کے بھی فرماتے اور جسطرح بیشمار فضائل جناب فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کی زبانی کتب فریقین میں مرقوم ہیں اُسیطرح دیگر صاحبزادیوں کے بھی ہوتے حالانکہ نہیں ہیں

[۳] نام بہ نمبر بہ لحاظ ترتیب پیدائش دیے گئے ہیں +

حسب وصیت جناب فاطمہ حضرت علی نے نکاح کیا۔ زینب کا انتقال ۸ھ میں ہوا +

رقیہؓ ۳۳ سنہ عام الفیل میں پیدا ہوئیں قبل بعثت۔ عتبہ بن ابولہب سے بیاہی گئیں۔ جب آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے تو زفاف واقع ہونے سے پہلے ابولہب نے بیٹے سے کہکر طلاق دلادی اور رقیہ کا بعد میں عثمان بن عفان سے نکاح کر دیا گیا اور ان دونو زن وشوہر نے ہجرت حبشہ کی۔ اسی ہجرت کے زمانہ میں حبشہ میں عثمان سے عبداللہ پیدا ہوا جب اُسکی عمر ۶ سال کی ہوئی تو ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری۔ اُسکے صدمہ سے بیمار ہوکر ہلاک ہوگیا[1]۔ رقیہ کا انتقال ۲ھ میں ہوا اور ابتک حضرت غزوہ بدر سے مدینہ واپس نہیں پہنچے تھے +

ام کلثومؓ۔ اصل نام آمنہ۔ رقیہ کے بعد ۳۴ یا ۳۵ عام الفیل میں پیدا ہوئیں۔ قبل بعثت عتیبہ بن ابولہب سے عقد ہوا ابولہب نے زفاف واقع ہونے سے پہلے طلاق دلوادی۔ رقیہ کی وفات کے بعد ۳ھ میں حضرت عثمان سے بیاہی گئیں۔ ان سے اُنکے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ام کلثوم نے ۹ھ میں انتقال کیا +

فاطمہؓ زہرا سیدۃ النساء۔ تمام علماء وفضلاء کا اتفاق ہے کہ پیغمبر آخرالزماں کو سب اولاد سے زیادہ عزیز تھیں۔ کل اولاد سے شرف ذات۔ محاسن صفات علو مرتبت اور سمو منقبت میں ممتاز ومستثنے تھیں۔ کشف الغمہ میں لکھا ہے (اور تاریخ الخمیس میں بھی ہے) کہ ابن خشاب نے تاریخ موالید ووفات اہل بیت سید کائنات میں اپنی اسناد سے ابی جعفر محمد بن علی الباقر رضؓ سے نقل کیا ہے کہ پیدائش فاطمہ رضؓ ظہور نبوت اور نزول وحی کے پانچ سال بعد ہوئی اور ۱۸ سال ۵ ماہ ۱۵ دن کی عمر میں انتقال کیا اور بروایتے سن عزیز اُنکا ۲۸ سال ایک ماہ ۱۵ دن تھا۔ مکہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۸ سال کی عمر تک رہیں پھر مدینہ میں حضرت کے ساتھ ہجرت کرکے ۱۰ سال تک رہیں۔ تلقیح ابن جوزی میں مذکور ہے کہ ولادت فاطمہ رضؓ پانچ سال قبل از بعثت واقع ہوئی روضۃ الاحباب میں اس باب میں دو روایتیں مذکور ہیں۔ اول وہی جو تلقیح سے نقل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ سنہ ۴۱ عام الفیل میں وہ جناب پیدا ہوئیں۔ اور اس کتاب میں وفات فاطمہ رضؓ شب سہ شنبہ سوم ماہ رمضان ۱۱ھ کو لکھی ہے پیغمبر صلعم کی وفات کے ۶ ماہ بعد۔ بقولے ۳ ماہ اور بروایتے ۲۹ روز۔ اور ایک فرقے کے نزدیک ۳۵ روز اور ایک گروہ کے اعتقاد میں ۴۰ روز۔ اول قول صحیح تر ہے۔ روضۃ الاحباب کی دونو روایتوں کی رو سے عمر جناب فاطمہ کی ۲۸ یا ۲۲ سال ہوتی ہے۔ سنہ ہجری میں جناب فاطمہ کا حضرت علی سے نکاح ہوا اسوقت بروایت اہل سیر عمر حضرت فاطمہ کی ۹ سال کی تھی

[1] بعض مورخین نے وقت وفات عبداللہ کی عمر دو ہی سال کی لکھی ہے مگر سنہ وفات عموماً سب نے سنہ ۶ھ ہی لکھا ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ حبشہ میں پیدا نہیں ہوا تھا ۱۲ ہم اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ سنی وشیعہ میں متفق علیہ ہے۔ کشف الغمہ میں سالکان طریقہ اللہ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ شب معراج کو بہشت کے درخت سے ایک خرما مینے تناول کیا جو مکہ سے زیادہ نرم تھا اور شہد سے میٹھا۔ اور اُس خرمے سے نطفہ میری پشت میں بنا جب زمین پر آیا خدیجہ سے نزدیکی کی۔ اُنکو فاطمہ کا حمل رہا۔ اس سبب سے جب بہشت کی خوشبو سونگھنی چاہتا ہوں تو فاطمہ کے پاس جاتا ہوں اور اُسے سونگھتا ہوں۔ ملا کمال الدین حسین واعظ نے روضۃ الشہداء میں روضۃ الواعظین شیخ مفید سے نقل کیا ہے کہ جب خدیجہ کو فاطمہ کا حمل رہا تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ تو لڑکی جنے گی اُسکا نام فاطمہ رکھنا۔ کہ پاکیزہ اور بابرکت نام ہے۔ جب وضع حمل کا وقت قریب پہنچا تو اپنے کنبہ کی بعض عورتوں کو بلایا کہ موافق دستور کے بنی ہاشم کی عورتیں مشابہ زنان بنی ہاشم کے خدیجہ کے پاس آئیں۔ خدیجہ کو اُن کیطرف سے توہم ہوا اُن میں سے ایک نے کہا ڈر نہ کیونکہ ہے خدا تعالیٰ نے ہمکو تیرے پاس بھیجا ہے اور ہم تیری بہنیں ہیں۔ میں سارہ (زوجہ ابراہیم) ہوں اور دوسری مریم بنت عمران (مادر عیسیٰ) ہے اور تیسری کلثوم خواہر موسیٰ اور چوتھی آسیہ زن فرعون ہے اور یہ تیری (دیکھو صفحہ ۱۸)

بعض کے نزدیک ۷۴ اعمال اور بعض کے نزدیک ۷۵ سال + صحاح اخبار میں وارد ہوا کہ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے سب سے زیادہ پیغمبر خدا کو کون عزیز تھا جواب دیا فاطمہؑ - پھر مردوں میں سے - جواب دیا شوہر اُسکا - اور نیز حضرت عائشہ منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے فصاحت کلام اور سکینہ اور وقار اور بیٹھنے اور اُٹھنے میں فاطمہ سے کسیکو رسول خدا سے زیادہ مشابہ نہیں پایا - جب فاطمہ پیغمبر خدا کے پاس آتیں حضرت کھڑے ہو جاتے اور بوسہ لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے - اور جب جناب رسالت پناہ فاطمہ کے گھر جاتے فاطمہ اُسی طرح اپنے والد بزرگوار سے پیش آتی تھیں - نیز درجہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ فاطمہ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اغضبھا فقد اغضبنی یعنے فاطمہ میرا ٹکڑا ہے

(بقیہ صفحہ ۱۸۶) بہشت میں رفیق ہونگی - پس یہ چاروں داہنی بائیں آگے پیچھے خدیجہ کے بیٹھ گئیں یہانتک کہ فاطمہ پیدا ہوئیں - اور اسوقت اس مولود سے اتنا نور چمکا کہ مکہ کے مکانوں کا اُس نور نے احاطہ کر لیا - اور زمین کے مشرق اور مغرب میں کوئی ایسا گھر نہ رہا جو اُس نور سے روشن نہ ہوا پھر دس حوریں خدا تعالی نے جنت سے بھیجیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک آبریق (آفتابہ) آب کوثر کا اور ایک طشت تھا جو عورت خدیجہ کے سامنے بیٹھی تھی اُس نے فاطمہ کو اُٹھا کر اُس پانی سے نہلایا اور خوشبودار سفید کپڑا نکالکر اُسمیں فاطمہؑ کو لپیٹا - اور ویسا ہی دوسرا کپڑا لیکر بطور مقنعہ سر پر ڈالا اور کہا لے خدیجہ - وہم نکر - کہ یہ بت اس لڑکی میں ہے اور اسکی نسل میں اور دوسری عورتوں نے خدیجہ کو مبارک باد دی - خدیجہ نے نہایت خوشی اور بہجت کے ساتھ فاطمہ کو لیلیا - جب حضرت پیغمبر خدا آئے تو اُنکی قرۃ العین کو اُنکی گود میں دیا اور حضرت نے فاطمہ نام رکھا - اور ام محمد کنیت مقرر کی جلقاب فاطمہ کے القاب - مبارکہ - طاہرہ - زکیہ - راضیہ - مرضیہ - محدثہ - بتول - زہرا - امام بحق ناطق جعفر صادق رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت مقدس نبوی نے ایک دن فاطمہ سے کہا لے فاطمہ آیا جانتی ہے کہ تیرا نام فاطمہ کیوں ہے ؟ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے وجہ تسمیہ کے پوچھنے میں سبقت کی - حضرت نے جواب دیا لانہا فطمت ہی وشیعتہا عن النار (اس سبب سے کہ وہ اور اُسکے شیعہ نار جہنم سے الگ ہیں) + اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلعم سے پوچھا گیا کہ بتول کے کیا معنے ؟ جواب دیا کہ بتول وہ عورت ہے جسے حیض نہ آتا ہو - پس تحقیق حیض مکروہ ہے انبیاء کی بیٹیوں میں + مروی ہے کہ سید النساء جناب فاطمہ کو زہرا جو کہتے ہیں امام محمد باقرؑ سے سوال کیا گیا پس فرمایا ان اللہ خلقہا من النور عظمتہ فلما اشرقت اضاءت السماوات والارض بنورہا وغشیت ابصار الملائکۃ وخرت الملائکۃ سجدا وقالوا الٰہنا وسیدنا ما ہذا النور فاوحی الیہم ہذا نور من نوری اسکنتہ فی سمائی وخلقتہ من عظمتی اخرجہ من صلب نبی من انبیائی افضلہ علی جمیع الخلائق واخرج من ذلک النور ائمۃ یقومون بامری ویہدون الی حقی واجعلہم خلفائی فی ارضی بعد انقضاء وحی - یعنی بتحقیق اللہ نے پیدا کیا اسکو (فاطمہ کو) اپنی عظمت کے نور سے - پس جب وہ نور طلوع ہوا تو اسکی چمک سے زمین و آسمان روشن ہو گئے اور آنکھیں ملائکہ کی بند ہو گئیں - اور گر پڑے ملائکہ سجدے میں اور عرض کی کہ بارالہا لے سردار ہمارے ! یہ نور کیسا ہے پس وحی کی اللہ نے طرف اُنکے کہ یہ نور میرے نور میں سے ہے کہ ساکن کیا میں نے اسکو آسمان میں اور پیدا کیا اسکو اپنی عظمت سے نکالوں گا اسکو اپنے ایک نبی کی پشت سے جسے میں تمام خلایق پر افضل کرونگا - اور اُس نور سے ایسے امام پیدا کرونگا جو میرے امر کو قایم رکھیں گے (یا میرے امر پر قایم رہیں گے) اور میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور کر دنگا میں اُنکو اپنا خلیفہ اپنی زمین میں بعد اسکے کہ وحی منقطع (یعنے بند) ہو جائیگی (حبیب السیر) + تنبیہ اُن اماموں سے جنکا اس حدیث میں ذکر ہے ائمہ اثنا عشر مراد ہیں جن میں سے سوائے علیؑ کے باقی گیارہ حضرت فاطمہ کی اولاد ہیں - اُنکے نام یہ ہیں - علیؑ حسنؑ حسینؑ - زین العابدین - محمد باقر - جعفر صادق - موسی کاظم - علی رضا - محمد تقی - علی نقی - حسن عسکری - مہدی آخر الزمان علیہم السلام یہی وہ بارہ امام ہیں جن کی پیشین گوئیاں رسالتمآب صلعم سے کتب فریقین میں درج ہیں - دیکھو ینابیع المودت - مودۃ القربی وغیرہ

لے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جناب فاطمہ کے لئے خواستگاری کی تھی مگر آنحضرت نے یہ کہکر انکار کیا کہ میں وحی کا منتظر ہوں پھر حسب الوحی حضرت علی سے نکاح کر دیا ۵ بخاری - مسلم - ترمذی -

جس نے اُسے ستایا اُس نے مجھے ستایا جس نے اُسے غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔ بعض اخبار میں ایسا آیا ہے ان اللہ یغضب بغضب فاطمۃ ویرضی لرضاہا۔ تحقیق اللہ غضبناک ہوتا ہے فاطمہ کے غضبناک ہونے سے اور راضی ہوتا ہے اُسکے راضی ہونے سے +

پیغمبر خدا کے غلام ثوبان سے مروی ہے کہ جب خیر البشر کسی سفر کو جاتے تھے تو فاطمہ زہرا سے سب سے آخر میں وداع ہوتے تھے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا بتول عذرا سے ملاقات کرتے تھے + اور کشف الغمہ میں بطریق ابن عزفہ ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی بطان عرش سے منادی کریگا کہ اے اہل محشر اپنے سر نیچے کرلو۔ اور آنکھیں بند کرلو یہانتک کہ فاطمہ صراط پر سے گذر جائیں۔ پس گذریں گی فاطمہ کے ساتھ ہزار حوریں بطور جاریہ کے۔ اور ابو سعید خدری سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ خیر النساء اہل الجنۃ الا ما کان من مریم بنت عمران (فاطمہ زنان جنت میں سوائے مریم بنت عمران کے سب سے بہتر ہے اور کتب فریقین میں متعدد طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ جب آیہ کریمہ وآت ذا القربیٰ حقہ (دے قرابت دار کو حق اُسکا) نازل ہوئی تو خواجۂ کائنات سے مزرعۂ فدک کو فاطمہ زہرا کو دیدیا۔ اور امیر المومنین ابو بکر نے اپنے اوائل ایام خلافت میں اُس مزرعہ کو مع تمام متروکات سید کائنات کے داخل بیت المال کیا اور پھر جناب فاطمہ کو دیدیا۔ اور نیز متروکات سید کائنات سے کچھ بھی بتول عذرا کو نہ دیا + ارباب اخبار بیان کرتے ہیں کہ جب فاطمہ علیہا السلام رسول اللہ صلعم کی مصیبت میں گرفتار ہوئیں تو صبح سے شام اور شام سے صبح تک اسقدر گریہ وزاری اور نالہ و بیقراری کرتی تھیں کہ اہل مدینہ اُنکی گریہ سے تنگ آگئے اور عرض کی کہ اے دختر پیغمبر خدا اگر آپ دن کو روتی ہیں تو رات کو چپ رہا کیجئے تاکہ ہم کو بھی آرام پہنچے اور اگر رات کو روتی ہیں تو دن کو خاموش رہا کیجئے کہ ہمیں بھی آسایش حاصل ہو اور امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ فرمایا بہت رونے والے دنیا میں پانچ ہوئے ہیں ۱ اول آدم کہ بہشت سے نکالے جانے کے بعد اسقدر روئے کہ دو نالیاں اُنکے رخسار پر پیدا ہوگئیں۔ دوسرے یعقوب کہ فراق یوسف میں اتنا روئے کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ تیسرے یوسف کہ زندان میں مفارقت یعقوب سے اسقدر روئے کہ قیدی تنگ آگئے تھے۔ چوتھے فاطمہ کہ فراق خیر الانام میں اسقدر روئیں کہ اہل مدینہ نے اُنکو پیغام دیا کہ اے قرۃ العینین خواجۂ کونین لقد اذ تینا بکثرۃ بکائک (بہ تحقیق کہ آپ کے رونے کی کثرت سے ہم ایذا پاتے ہیں) اُسوقت سے بتول عذرا راتوں کو مقابر شہداء میں جاکر رویا کرتی تھیں۔ پانچویں امام چہارم (حضرت زین العابدین) کہ بسبب مصیبت کربلا کے ہمیشہ آنسو بہاتے تھے۔ یہانتک کہ کبھی کھانا اُس امام عالی مقام کے آگے نہ رکھتے تھے کہ آنسوؤں سے تر نہ ہوتا ہو۔ امام عالی مقام محمد باقر سے مروی ہے کہ فرمایا بعد وفات حضرت سید انبیا کے کسی نے فاطمہ کو مرتے دم تک ہنستا نہ دیکھا +

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم ایک پشم کی چادر اوڑھے ہوئے گئے۔ حسن بن علی پاس آئے اُنکو اُس چادر میں لیلیا۔ پھر حسین ابن علی آئے اُن کو بھی چادر کے نیچے لیلیا۔ پھر فاطمہ

---

۱ بخاری اور مسلم میں سیدۃ نساء اہل الجنۃ وسیدۃ نساء المومنین اور مستدرک حاکم میں سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء المومنین و سیدۃ نساء اہل الجنۃ وسیدۃ نساء ہذہ الامۃ لکھا ہے (ارجح المطالب ص ۳۸۱) ۲ قضیۂ فدک کو ہمنے آگے کسیقدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے ۳ حضرت علی نے بقیع میں ایک مکان جناب فاطمہ کے رونے کے واسطے بنا دیا تھا جو بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے اور جہاں جناب سیدہ صبح سے جاکر دن بھر رویا کرتی تھیں اور شام کو حضرت علی اُنکو گھر لے آتے تھے۔ (حبیب السیر و رواج المصطفے وغیرہ)

اور علی آئے اُنکو بھی اُس میں لیلیا اور پھر اُن چاروں کی شان میں فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا دسوائے اسکے نہیں ہے کہ اللہ تعالی ارادہ کیئے ہوئے ہے کہ تمسے ہر قسم کی ناپاکی دور رکھے اے اہل بیت اور تمکو پاک رکھے جو حق ہے پاک رکھنے کا) اور پھر فرمایا انا حرب لمن حاربہم وسلم لمن سالمہم (جو اُن سے لڑا وہ مجھ سے لڑا جس نے اُن سے صلح رکھی اُس نے مجھ سے صلح رکھی) مروی ہے کہ آنحضرت جناب علی اور فاطمہ کے گھر پر آکر کھڑے ہوتے اور فرماتے السلام علیکم اہل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا +

ایک دن رسول اللہ صلعم جناب فاطمہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ اونٹ کے بالوں کا ایک موٹا جامہ پہنے ہوئے بیٹھی ہیں آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ اے فاطمہ آج دنیا میں مشقت اور تنگی پر صبر کرو تاکہ کل قیامت کے دن بہشت کی نعمتیں تمہارے لئے ہوں + شیخ نجم الدین عمر و نسفی اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر خدا صلعم جناب فاطمہ زہرا کے مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ فاطمہ محزون و ملول بیٹھی ہیں اور روتی ہیں - پوچھا کہ محزون و ملول کیوں ہو - عرض کیا یا رسول اللہ بطور حکایت روتی ہوں نہ بطور شکایت تین دن سے ہمارے گھر میں کھانا نہیں ہے - حسن اور حسین بیتاب ہو کر ماری بھوک کے روتے تھے مجھے اُنکے رونے پر رونا آیا اور علی بھی روتے تھے - اور آپ سے ہمنے پوشیدہ رکھا تھا - مگر آج حسن اور حسین سے ایسی بات سُنی کہ مجھے طاقت نہ رہی کہ ضبط کروں کہنے لگے کوئی بچہ بھی ایسا ہوگا جیسے کہ ہم ہیں یہ سنکر جہاں مجھپر اندھیر ہوگیا - باوا جان آپ کیا فرماتے ہیں اگر بندہ خدا تعالی کے ساتھ مناجات میں گستاخی کرے تو عیب تو نہیں ہے - فرمایا نہیں کچھ عیب نہیں ہے - لے فرزند خدا تعالی بندوں کی گستاخی کو دوست رکھتا ہے - فاطمہ گئیں اور غسل کیا اور ایک گوشہ میں نماز کو کھڑی ہوئیں نماز سے فارغ ہو کر دعا کی اور ہاتھ اُٹھائے - اور روئیں اور کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ عورتوں میں پیغمبروں کی سی طاقت نہیں ہو سکتی اگر تجھکو میرے باپ کے ساتھ (معاملہ کرنے میں) کوئی بھید ہے مجھکو اُس بھید کی دریافت کی طاقت نہیں ہے یا تو مجھے طاقت دے یا اس بلا سے راحت دے یہ کہکر بیہوش ہوگئیں - جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اُٹھو - فرمایا کیا ہوا - عرض کیا کہ فاطمہ نے فرشتوں کو رُلا رکھا ہے - اُسکی خبر لیجے خواجہ عالم تشریف لائے اور بیٹی کو دیکھا کہ بیہوش پڑی ہیں اُنکا سر زمین سے اُٹھایا اور گود میں لیا فاطمہ کو ہوش آیا اُٹھیں اور مثل شرمندہ کے گردن جھکا کر ہو بیٹھیں - حضرت نے فرمایا اے فاطمہ تحمل قسمت پڑھا کرو اور خدا تعالی کو قسم سمجھو تاکہ مشقتیں تمپر آسان ہو جائیں - پھر اپنا دست مبارک اُنکے سینہ پر رکھا اور کہا خداوندا اسکو بھوک سے محفوظ رکھ - فاطمہ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے کبھی بھوک کی تکلیف نہ معلوم ہوئی +

نقل ہے کہ جناب فاطمہ چند روز بیمار رہیں جسدن انتقال ہوگا - علی مرتضی کسی کام کو باہر گئے ہوئے تھے - سلمی سے جو پیغمبر خدا کی آزاد کردہ تھی پانی تیار کرایا اچھی طرح غسل کیا پھر اپنے جاء نماز پاک کو طلب کیا اور پہنے - بچھونا بچھوا کر قبلہ کی طرف منہ کرکے اور دایاں ہاتھ منہ کے نیچے رکھکر لیٹ گئیں اور کہا کہ اے سلمی اب میں اس دنیا سے جاتی ہوں مینے غسل کر لیا ہے چاہئے کہ کوئی مجھکو برہنہ نکرے - یہ کہکر انتقال کر گئیں - جب علی تشریف لائے تو کمال محزون ہوئے اور اُسی غسل سے دفن کیا - محمد بن سعد کاتب واقدی نے اپنی طبقات میں اور صاحب کشف الغمہ نے مسند احمد بن حنبل سے اسیطرح نقل کیا ہے - لیکن مشہور یہ ہے کہ بعد وفات اسماء بنت عمیس نے حسب وصیت غسل دیا - حسنؑ اور حسینؑ پانی لیجاتے اور ڈالتے تھے - اور زار زار روتے جاتے تھے +

نقل ہے کہ جب علی مرتضی نے آکر دیکھا کہ فاطمہ کا انتقال ہوگیا تو فرمایا کہ اے بنت رسول اللہ آنحضرت کی وفات کے بعد

لہ ۱ ی سبب سے ان چاروں کو آل عبا کہتے ہیں -

تمسے اپنے دل کو تسکین دیتا تھا۔ اب تمہاری بعد کس سے تسکین دونگا۔ اور اُنکی مفارقت پر بہت روئے اور یہ دو بیتیں ارشاد فرمائیں۔ ؎ لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ۔ وکل الذی غیر الفراق قلیل + وان افتقادی فاطما بعد احمد دلیل علی ان لا یدوم خلیل + وفات جناب فاطمہ بروز سہ شنبہ پچھتر روز بعد وفات سرور کائنات۔ بقیع میں بوقت شب دفن کی گئیں۔ مرویات کتب متداولہ میں مذاحد بیثیں +

اولاد۔ صاحب حبیب السیر نے ابن اسحٰق اور لیث بن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ اور علی کے آٹھ اولاد ہوئیں حسنؑ۔ حسینؑ۔ محسنؑ۔ زینبؑ۔ ام کلثومؑ۔ رقیہؑ۔ انمیں سے محسن اور رقیہ نے صغر سن میں وفات پائی۔ آنحضرتؐ کی نسل حسنؑ اور حسینؑ سے قایم ہوئی فقط انہیں دونوں کی اولاد کا نام سید ہے +

قضیۂ فدک۔ فدک ایک قریہ ہے مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریب ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پیشتر یہودیوں کے قبضہ میں تھا ۷ھ ہجری میں جو خیبر کے قلعے حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہوئے تو فدک کے باشندوں نے ڈر کر صلح کی درخواست کی۔ حبیب السیر و معارج النبوت وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت نے علی کو بھیجا اور مصالحہ اُن حضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا۔ اس طریق سے کہ علی اُنکے خون سے درگذر کریں اور باغہائے دیواری خاص رسول اللہ صلعم سے متعلق رہیں اور چونکہ بغیر جنگ اور بلا کسی کوشش کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا تو بموجب آیات قرآنیہ خاص رسول اللہ کا مال ہوا۔ پس جب جبرئیل آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ (اے رسول قرابت دار کو اُسکا حق پہنچا دو) لیکر نازل ہوئے تو حضرت نے پوچھا کہ میرے ذوی القربیٰ کون ہیں اور اُن کا حق کیا ہے کہا رشتہ دار فاطمہ زہرا اور اُنکا حق باغ فدک ہے۔ فدک فاطمہ کے حوالہ کردو۔ اور جو کچھ حصہ خدا اور رسول کا اُسمیں ہے وہ بھی فاطمہ کو دیدو۔ آنحضرت نے جناب سیدہ کو بلایا اور فدک اُنکو عنایت کیا (نیز دیکھو کنز العمال اور در المنثور) اور ایک وثیقہ اس باب میں لکھدیا کہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تھا + غرضکہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تھا اور وہ فدک پر قابض تھیں۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا اور حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے فدک کو ضبط کر لیا اور اموال فی وخمس کو اُنپر بند کر دیا جناب سیدہ نے حضرت ابوبکر سے داد خواہی کی نوشتہ پیش کیا۔ اُسوقت حضرت عمر بھی حضرت ابوبکر کے پاس تھے دونوں نے جناب فاطمہ کی تصدیق سے اعراض کیا اور وثیقہ کا خیال نہ کیا۔ بلکہ حضرت عمر نے اُس وثیقہ کو پھاڑ ڈالا اور جناب فاطمہ سے گواہ طلب کئے جناب فاطمہ نے اپنی کنیز ام ایمن۔ جناب علیؑ۔ حسنینؑ اور ام کلثوم کو پیش کیا۔ مگر انکی شہادت دربار خلافت میں مقبول نہ ہوئی حسنینؑ اور ام کلثوم بوجہ صغر سنی رد کر دیے گئے۔ علی اور ام ایمن سے نصاب گواہان پورا نہ ہوا ایک مرد یا ایک عورت کی کسر تباہی گئی۔ جب اسماء بنت عمیس کو شریک کر کے نصاب پورا کیا گیا

لہ صاحب روضۃ الاحباب یہ بھی لکھتے ہیں کہ دوسرے دن ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور تمام اشراف صحابہ حضرت علی پر خفا ہونے لگے کہ ہمیں کیوں خبر نکی جو ہم بھی آپکیساتھ نماز پڑھ کر شرف حاصل کرتے۔ علی نے عذر کیا کہ میں نے اُنکی وصیت کے سبب سے ایسا کیا تھا ۱۲ محسن کا حمل اسقاط ہو گیا تھا۔ اسپر علماے شیعہ کا اتفاق ہے۔ اور بعض علماے اہل تسنن نے بھی لکھا ہے (دیکھو نزہۃ المجالس) ملا محسن فیض میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ نظام کہتا ہے کہ حضرت عمر نے لات ماری بطن فاطمہ علیہا السلام پر یہانتک کہ محسن اُنکے بطن سے نکل پڑا ۱۳ معجم البلدان یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور چشمہائے آب رواں اسمیں جاری ہیں اور درختان خرما بکثرت اور محاصل اسکے فراوان ہیں۔ صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اہل فدک سے ۲۴ ہزار دینار سالانہ پر (جو ایک لاکھ ۲۴ ہزار روپیہ ہندوستانی رائج الوقت ہوتا ہے) مقاطعہ کیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُسکی آمدنی میں ترقی ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں غلات فدک کی قیمت ۴۰ ہزار دینار کو پہنچگئی تھی ۱۵ فخر الدین رازی نے لکھا ہے جب فاطمہ نے کہا کہ باغ فدک مجھے رسول اللہ نے ہبہ کیا ہے تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں تیرے قول کی تصدیق نہیں کرتا یا تیری مصالحت

علماے شیعہ اس اختلاف اور روایت سے ۱۶ انسان العیون ۱۷ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا اس مقام پر گواہ طلب کرنا دیکھو صفحہ ۱۹۱

تو حضرت ابوبکر فدک کی واگذاشت پر راضی ہوگئے مگر عمرؓ مانع ہوئے اور کہا فاطمہ ایک عورت ہے اور علی اُسکا شوہر ہے اُس نے اپنے فائدہ کے لئے گواہی دی۔ باقی رہیں دو عورتیں اُنکی گواہی اندوہی شرع کافی نہیں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی اس بات کو نہ مانا اور یہی جواب فاطمہؓ کو دیدیا پس فاطمہؓ رنجیدہ ہوئیں اور قسم کھائی کہ تم دونوں کی شکایت رسولؐ سے کرونگی۔ اور قریب وفات حضرت علی کو وصیت کی کہ آپ کو پوشیدہ دفن کریں تاکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ آپکے جنازہ پر نہ آنے پائیں۔ یہ روایت تاریخ آل عباس کی صاحب تہذیب المتین نے نقل کی ہے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھکو دو تو حضرت ابوبکر نے فرمایا النبی لا یورث (نبی کا ورثہ نہیں ہوتا) جناب فاطمہ نے فرمایا کیا سلیمان نے داؤد کا ورثہ نہیں پایا"۔ ابوبکر نے غضبناک ہوکر فرمایا نبی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ پس جناب فاطمہ نے ارشاد کیا "کیا زکریا نے خدا سے یہ دعا نہیں کی فہب لی من لدنک ولیا یرثنی و یرث من آل داؤد" (پس عنایت کر مجھکو ایک ولی جو وارث ہو میرا اور آل داؤد کا) پس فرمایا جناب ابوبکر نے نبی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ جناب فاطمہ نے پھر فرمایا "کیا خدا تعالیٰ نہیں فرماتا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (اللہ تمکو وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ نبی کی اولاد کا ورثہ نہیں ہوتا"۔ حضرت ابوبکر نے پھر بھی جواب دیا کہ نبی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ القصہ اس قضیہ میں درمیان امیرالمومنین علی و فاطمہ اور شیخین رضی اللہ عنہم کے جیسا کہ بعض کتب مبسوطہ میں مذکور ہے بہت کچھ گفت و شنید واقع ہوئی اور ابوبکر صدیق نے فدک اہل بیت کو واپس نہ دیا۔ اور نیز متروکات جناب سید کائنات سے کچھ بھی جناب فاطمہ کو نہ دیا اور یہ معاملہ جمہور کے نزدیک نہایت عجیب و غریب ہے +

الغرض جب ہبہ اور ورثہ دونوں میں جناب فاطمہ کے کسی دعوی کی سماعت دربار خلافت میں نہ ہوئی تو مقنعہ سر پر ڈالکر اور اپنے کو چادر سے محفوف کرکے چند زنان بنی ہاشم کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف لائیں جہاں مہاجرین اور انصار حضرت ابوبکر کے پاس جمع تھے ایک پردہ چادر سفید کا درمیان میں ڈالدیا گیا۔ اور جناب سیدہ نے مہاجر و انصار کے سامنے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ سنی اور شیعہ دونوں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے چنانچہ اہل تسنن میں سے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اور ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے کتاب السقیفہ میں اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں درج کیا ہے اور احمد بن طاہر نے کتاب بلاغت النساء میں چند سندیں اسکی دی ہیں اور ابن اثیر نے نہایہ کے لغت لمہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے اور زمخشری نے فائق لغت ہنیئہ میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ سیوطی نے لالی مصنوعہ میں اُسکی اصلیت کا اقرار کیا ہے اور شیخ رحمۃ اللہ نے کتاب مختصر تنزیہ الشریعہ میں اسکی اصلیت ظاہر کی ہے بوجہ موافقت صحیحین کے۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں اسکے چند فقرے نقل کئے ہیں اور مسعودی نے مروج الذہب میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ علمائے شیعہ سے علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں ابوبکر جوہری کی کتاب السقیفہ سے نقل کیا ہے۔ سید مرتضیٰ نے کتاب شافی میں۔ شیخ صدوق نے علل الشرائع میں اور نیز شیخ مفید اور احمد بن ابی طالب طبرسی نے کلاً و جزءً اس خطبہ کو روایت کیا ہے۔ اس خطبہ کے چند فقروں کا ہم ترجمہ لکھتے ہیں +

بعد حمد و صلوٰۃ آپ فرماتی ہیں "اے بندگان خدا تم مخاطبان امر و نہی اسلام حاملان حلال و حرام دین خدا الامام اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۰) خلاف قاعدہ شرع نازوا تھا کس لئے کہ جناب فاطمہ فدک پر رسول اللہ کے زمانہ سے قابض و متصرف چلی آتی تھیں۔ والقبض دلیل الملک (اور قبضہ ملکیت کی دلیل ہے) اور اس حدیث کے موافق کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر (گواہ لانا مدعی کا کام ہے اور منکر پر قسم ہے) گواہ حضرت ابوبکر کو لانے چاہیئے تھے کہ وہ مدعی ہے نہ کہ حضرت فاطمہ سے طلب کرتے +

اُمنائے خدا و رسول ہو۔ کہ دین اسلام کو اپنی بعد کی نسلوں اور آیندہ اُمتوں تک پہنچاؤ۔ پس ڈرو خدا سے اور اُسکی اطاعت کو واجب جانو۔ تاکہ مسلمانی کے بعد کافر نہ ہو جاؤ اور بجالت کفر تمہاری موت نہ ہو۔ ایہا الناس میں فاطمہ دختر رسول ہوں نہ جھوٹ کہتی ہوں نہ غلط۔ نہ کوئی فعل میرا خلاف حق ہے۔ پیغمبر خدا میرے باپ تھے نہ تمہاری عورتوں کے۔ میرے شوہر کے برادر و ابن عم تھے نہ تمہارے مردوں کے۔ حضرت نے تبلیغ رسالت کی۔ جہاد کیا بتوں کو توڑا۔ مشرکوں کے سرگروہوں کو ہلاک کیا یہانتک کہ دین حق ظاہر ہوا۔ تم لوگ بسبب کفر و شرک کے جہنم کے گڑھے کے کنارہ تھے اور ذلیل و خوار کہ ہر شخص تمپر حکومت کرنیکا ارادہ کرتا تھا۔ سڑا ہوا پانی پیتے تھے۔ جس میں پیشاب اور مینگنیاں اونٹ کی ملی ہوتی تھیں۔ درختوں کے پتے چباتے نہایت ذلت میں بسر کرتے تھے ہر وقت ڈرتے تھے کہ کوئی دھاوا نہ کر بیٹھے۔ خدا نے تمکو ان بلاؤں سے بذریعہ محمدؐ کے نجات دی۔ جب کوئی معرکہ جہاد قایم ہوا حضرت نے اپنے بھائی علی کو بھیجا جنہوں نے موہنہ نہیں موڑا اور آتش فساد کو سرد کیا۔ اُنکے سرکشوں کو پامال کیا اور اعلائے دین خدا میں کسی رنج و تعب کی پروا نہ کی۔ یہ علی وُہی ہیں جو رسول اللہ سے کسیوقت جدا نہ ہوتے تھے جنہوں نے اطاعت رسول پر کمر محکم باندھی تھی۔ اور خلایق کی خیرخواہی پر آمادہ تھے تم لوگ ان حالتوں میں امن سے تھے۔ عیش کرتے آرام مناتے تھے۔ اور ہر وقت ہم لوگوں کی بلا و مصیبت کی خبر سننے کے منتظر رہتے تھے۔ لڑائی کے وقت بھاگ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو تمہارے دلوں میں کفر و شقاق کا کانٹا چبھنے لگا۔ آثار عصبیت و نفاق ظاہر ہونے لگے۔ اور وہ لوگ باتیں سنانے لگے جو تلوار کے خوف سے چھپے تھے چند گمنام جو سب سے زیادہ ذلیل تھے ظاہر ہوئے اور شیطان کی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اُسکے بہکانے سے تم اہل حق پر غضبناک ہو گئے دوسروں کا حق اپنے گھر لیجانے لگے۔ حالانکہ ابھی رسول اللہ قبر میں اُتارے نہیں گئے تھے تم نے بہانہ کیا کہ بخوف فتنہ ایسا کیا۔ حالانکہ خود فتنے میں پڑے۔ اور جہنم محیط ہے کافروں پر۔ افسوس افسوس تم اور تدبیر اُمت کرو۔ تم اور دین و ملت کے محافظ بنو۔ دیکھو شیطان تمکو کہاں لیجاتا ہے۔ تم نے قرآن کو پس پشت ڈالدیا۔ بس اتنا صبر تمنے کیا کہ خلافت باطل تمہاری مضبوط ہو جائے پھر تو آگ لگانا تمنے شروع کیا اور بدعت فتنہ کی چنگاریاں چھوڑنے لگے۔ انوار دین خدا کو بجھانے لگے۔ سنت پیغمبر کو محو کرنے لگے۔ دینداری کے پردہ میں دین کو مٹاتے ہو اور بدعت جاہلیت کو زندہ کرتے ہو۔ اور رسول اللہ کا کینہ اُنکی اہل بیت سے نکالتے ہو ہمارا صبر ایسے حال میں ویسا صبر ہے کہ جیسے کسیکے جگر میں چھری چبھو دو۔ اور نیزہ اُسکے پیٹ میں توڑ دو۔ اور وہ صبر کرے۔ تم لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ہمکو وراثت نہیں پہنچتی (ترجمہ آیہ) کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہو کون ہے خدا سے بہتر حکم کرنیوالا صاحبان یقین کے لئے۔ کیا حقیقت میری نہیں جانتے۔ ضرور جانتے ہو۔ میں رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ اے مسلمانو! کیا میں محروم کر دی جاؤنگی وراثت سے اے ابوقحافہ کے بیٹے کیا خدا کی کتاب میں یہی ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ (ترجمہ آیہ) عجب افترا باندھا ہے تو نے خدا پر۔ کیا قصداً تو نے کتاب خدا پر عمل کرنا ترک کیا۔ کیونکہ خدا تو فرماتا ہے۔ ورث سلیمان داؤد (وارث ہوئے سلیمان داؤد کے) اور قصہ حضرت یحییٰ بن زکریا میں کہتا ہے۔ یرثنی ویرث من آل یعقوب (میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو) واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ (قرابت مند لوگ اولی ہیں بعض اُنکے بعض سے کتاب خدا میں) اور فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (خدا تمکو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کے لئے مثل حصہ دو عورتوں کے ہے) اور دوسری آیہ میں فرماتا ہے۔ کہ اگر مال چھوڑے وہ سنت

اور والدین اور قرابت مندوں کے لئے ہے۔ تم گمان کرتے ہو کہ میرا کوئی حصہ نہیں باپ کی وارث نہیں کیا خدا نے تمکو کسی آیہ میراث سے خاص کیا ہے اور ہمکو اور ہماری باپ کو اُس سے نکالدیا ہے۔ کیا میں اپنے باپ کے مذہب کے نہیں۔ یا تمکو عام وخاص قرآن کا علم میرے باپ اور میرے ابن عم (علی) سے زیادہ ہے۔ اے ابوبکر آجکی دن میرا حق بغیر کسی جھگڑے کے بفیکری سے لیلے تو بروز حشر خدا اُس کا تجھ سے حساب لے۔ اور محمد بازپرس کریں۔ قیامت میں تو زیانکار ہوگا اور ندامت نفع نہ دیگی (آیہ) "ہر بات کے واسطے ایک قرارگاہ ہے اور عنقریب جانلوگے کہ کس پر عذاب ہوگا۔ عذاب رسوا کرنے والا اور نازل ہوگا عذاب دردناک"۔ اسکے بعد انصار کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے بہادرو کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا کہ ہر شخص کی رعایت اُسکی اولاد میں کرو۔ کتنا جلد تم بدعت اور احداث پر راضی ہوگئے ہم پر ظلم وستم ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو۔ اے بنی قبیلہ کیا میراث میری ہضم ہو جائیگی۔ تمہارے پاس ہتھیار موجود ہیں کیوں مشرک ہو بعد ایمان کے۔ (آیہ) "کیوں نہیں لڑتے ہو اُس قوم سے جس نے عہد توڑ دیا۔ قصد کیا کہ رسول کو نکالدیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ابتدائے قتال کی تم سے۔ کیا ڈرتے ہو ان سے۔ خدا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو اگر ہو ایمان والے"۔

جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ اب تم میں راحت پسندی آگئی مستحق خلافت کو نکالکر چین سے بیٹھے ہو علم دین جو گلے تک پہنچا تھا اُسکو تم نے تھوک دیا۔ (آیہ) "پس اگر کافر ہو جاؤ تم یا جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب (تو کچھ پروا نہیں) خدا غنی وحمید ہے"۔ میں جانتی ہوں تم میری مدد نہ کروگے۔ دلمیں درد والم کے بخارات جمع تھے اسوجہ سے مینے ظاہر کیا اسقدر کہکر حجت کو تمپر تمام کیا کہ قیامت کے دن کوئی عذر نکرو۔ لیلو۔ لیجاؤ میرے حق کو جس سے دائمی ننگ وعار اور غضب خدائے قہار کے مستحق ہو۔ خدا تمہاری کرتوتوں کو دیکھتا ہے (آیہ) اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ کس جگہ اُلٹے پلٹے جائیں گے"۔ جو تمہارا جی چاہے کرو۔ ہم بھی جو حق سمجھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اور انتظار کرو عذاب کا جیسا ہم انتظار کرتے ہیں ثواب کا"۔ (یہ خلاصہ مطلب ہے خطبہ لمہ کا جو کشف الغمہ سے ترجمہ کیا گیا ہے)۔

الغرض بعد اختتام خطبہ جناب ابوبکر نے جواب میں فرمایا کہ تم سیدۃ النساء اور دختر خاتم الانبیاء ہو۔ تیکبخت ہر وہ جس نے تمہیں دوست رکھا اور بدبخت ہے وہ جو تم سے دشمنی کرے وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر وہی حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث مانع استرداد فدک بتاکر کہا کہ مینے اسکی آمدنی کو بصلاح واتفاق مسلمین تجہیز لشکر اور سامان حرب وجہاد کے لئے رکھا ہے۔ تم کو ہرگز نہیں دیسکتا۔ ہاں میرا مال موجود ہے اُسپر اختیار ہے جس طرح چاہو تصرف کرو۔ تمہارے باپ کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا فدک نہیں دیسکتا۔ جناب فاطمہ نے فرمایا "یہ سب تمہارا مکر وفریب ہے کہ سب جمع ہوگئے ہو اور رسول اللہ پر تہمت لگاتے ہو مگر تمہارے نفسوں نے تمہیں کو فریب دیا ہے پس صبر کرنا ہی بہتر ہے اور اس امر پر جو تم بیان کرتے ہو خدا ہی مستعین ہے"۔ (اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ فدک نہ دینے پر فاطمہ غضبناک ہوئیں ابوبکر پر اور مرتے

لہ علمائے شیعہ لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ میں جناب سیدہ کی یہ تمام کدوکاوش اس غرض سے تھی کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ کمال ستم رسیدہ ہیں ورنہ وہ مال وجائداد کی اپنے یا اپنی اولاد کے واسطے کچھ پروا نہ رکھتی تھیں وہ تو تحقیر وعاجزی بسر کرنیکی عادی تھیں۔ اسیطرح حضرت علی کو جسقدر تعلق خلافت نہ ملنے پر ہوا وہ سب دین سے تھا اور اپنی اطاعت اور محبوبیت ظاہر کرنیکے لئے محبت اور طلب استعانت کرتے تھے۔ وہ حضرت کمال شوق ورغبت ہدایت خلق کی رکھتے اور ہدایت کی قابلیت اپنی ذات میں منحصر پاکر یہ نہیں چاہتے تھے اور جنگ وجدل سے اسلئے کنارہ اسلئے تھا کہ یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ چنانچہ بروایت استیعاب علی مرتضی خود فرماتے ہیں کہ بعد وفات رسول مجھے خیال کیا کہ ہم حضرت کے اہل بیت اور انکے ولی ہیں کوئی حضرت کی سلطنت میں ہم سے منازعت نکریگا مگر ہماری قوم نے غیر کو خلیفہ بنایا قسم خدا کی اگر تفرقہ پڑجانے کا خیال نہ ہوتا اور یہ کہ کفر عود کر آئیگا اور دین غیروں کا ہو جائیگا (تو ہم بتادیتے) پس ہمنے اس سختی پر صبر کیا (استعاب جلد ۱ ص)

دم تک اُن سے بات نہ کی) بعد ازاں رسول خدا کے روضہ پر تشریف لائیں اور قبر انور پر جاکر اپنی تین گرا دیا اور بروایت مسعودی اشعار درد آگین باول حزیں پڑھتی تھیں کہ ایک شعر اُنمیں کا یہ ہے ؎ انا فقدناک فقد الارض وابلہا۔ واختل قومک فاشہد فقد نکبوا ؛ (اے پدر بزرگوار آپ کا مفقود ہونا ہمارے لئے ایسا ہی جیسا کہ زمین سے باران رحمت کا دور ہونا۔ تمہاری قوم و قبیلہ میں خلل و خرابی نے راہ پائی۔ آؤ اور اُنکو دیکھو کہ وہ حق سے پھر گئے) بعدہ اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی +

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ مشکل ترین قضایا قضیۂ فاطمہ زہرا ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جاہل تھیں اس حدیث (نحن معاشر الانبیاء) سے جو ابوبکر نے بیان کی تو بعید ہے فاطمہ سے۔ اور اگر ہم یہ التزام کریں کہ شاید فاطمہ کو آنحضرت سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہیں ہوا تو اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ ابوبکر سے سنکر اور صحابہ کی شہادت اُسپر ہونے پر کس لئے قبول نہ کی۔ اور غضبناک ہوئیں۔ اور اگر اُنکا غضبناک ہونا اس حدیث کے سننے سے پہلے تھا تو سننے کے بعد غصہ کیوں نہ جاتا رہا۔ یہانتک طول کھینچا غصہ لئے کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے مہاجرت کی + مؤلف کہتا ہے کہ ایک اور مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے لایحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلاث لیال (مسلمان کو حلال نہیں کہ تین شب سے زیادہ برادر مسلم سے مہاجرت کرے) اور جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے قطع مہاجرت کی۔ دونوں میں سے کسکو کیا کہیں۔ بڑا مشکل معاملہ ہے +

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ میں نے علی بن فارقی شافعی مدرس سے جو بغداد سے سوال کیا کہ فاطمہ راست گو تھیں یا نہیں کہا البتہ صادقہ تھیں۔ میں نے کہا ابوبکر نے پھر فدک کیوں نہیں دیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹی نہیں ہیں۔ یہ سُنکر وہ فاضل مسکرایا اور ایک کلام لطیف و مستحسن اُسکے جواب میں کہا حالانکہ صاحب ناموس و متدین شخص تھا اور مزاح و تمسخر اُسکے مزاج میں کمتر تھا وہ کلام لطیف یہ ہے کہ "اگر ابوبکر آج اُنکے دعوی کی تصدیق کرکے فدک اُنکے حوالہ کر دیتے تو کل فاطمہ آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوی کرتیں۔ اور اُن کو خلافت سے معزول کرتیں تو وہ پھر کیا عذر پیش کرتے کس دلیل سے اُنکے دعوی کو رد کرتے کیسلئے کہ جب فدک کے بارے میں اُنکا دعوی بغیر گواہوں کے قبول کر لیتے تو اُن کو تمام دعوی بلا گواہ قبول کر لینے پڑتے اور سب جگہ اُنکی صداقت کا قائل ہونا پڑتا" انتہیٰ +

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ کلام حق اور صحیح ہے۔ ہر چند کہ مقام مزاح و خوش طبعی میں کہا گیا ہے +

لہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک جناب فاطمہ کو نہ دیا۔ جب عمر خلیفہ ہوئے اور ملک فتح ہوئی اور مسلمانوں کو غنائم حاصل ہو گئی تو حضرت عمر نے اپنے اجتہاد سے فدک وارثان رسول اللہ کو ہبہ کر دیا پس علی اور عباس میں اُسکی بابت جھگڑا ہوتا تھا علی تو کہتے تھے کہ رسول اللہ نے فاطمہ کو ہبہ کیا ہے اور عباس اس سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ رسول اللہ کی ملکیت ہے اور میں اُسکا وارث ہوں یہ دونو حضرت عمر کے سامنے اپنا مقدمہ لاتے تھے حضرت عمر اُنکا فیصلہ چکانے سے انکار کرتے اور فرماتے تھے تم دونو ہی اپنا حال خوب جانتے ہو مینے تو وہ تم دونو کے حوالہ کر دیا پس تم دونو میں سے ایک قلت معرفت سے جو کچھ بھی دیکر وہ دوسرا لیلے (حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو بروایت ابوالفداء فدک مروان کو جاگیر میں دیدیا پس فدک آل مروان کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ) جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اپنے مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کے حوالہ کر دیا جائے پس عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فدک اولاد فاطمہ (امام محمد باقر وغیرہ) کے قبضہ میں رہا۔ یزید بن عبدالملک نے ضبط کر لیا اسوقت سے بنی اُمیہ ہی کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوا اور اُس نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے حوالہ کر دیا جو اُنکی آمدنی اولاد علی میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ منصور خلیفہ ہوا اور بنی حسن نے اُسپر خروج کیا تو اُس نے ضبط کر لیا۔ مہدی بن منصور نے پھر بحال کر دیا موسیٰ ہادی خلیفہ ہوا تو ضبط کر لیا یہانتک کہ مامون خلیفہ ہوا اور اولاد علی نے اپنا قاصد طلب فدک میں اُسکے پاس بھیجا۔ پس بروایت معجم البلدان جلد ششم صفحہ ۳۴۵ اور فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۰ سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے حکم دیا کہ فدک بنی فاطمہ کو پھیر دیا جائے

فصل ششم[۱]

(۱) کاتبان آنحضرت صلعم صاحب حبیب السیر نے روضۃ الاحباب سے لکھا ہے کہ حضرت کے ۴۲ کاتب تھے +

(۱) علی ابن ابیطالب - کاتب وحی - صلح ناموں کا لکھنا خاص حضرت علی سے مخصوص تھا کسی اور سے نہ لکھواتے تھے -

(۲) عثمان بن عفان - کاتب وحی -

(۳) ابی بن کعب } حضرت علی اور حضرت عثمان کی عدم موجودگی میں ان دونوں سے کسی سے وحی لکھواتے تھے -

(۴) زید بن ثابت } اور اگر ان چاروں میں سے کوئی موجود نہ ہوتا تھا تو کاتب اصحاب میں سے جو کوئی حاضر ہوتا اُس سے لکھواتے تھے

علاوہ اسکے زبیر بن العوام و جہیم بن الصلت کتابت اموال و صدقات کیلئے مقرر تھے ہمیشہ لکھتے تھے کہ زکوۃ کہاں سے حاصل اور کس طرح صرف ہوئی - حذیفہ بن الیمان کاتب خراج نخیلات تھے - اور مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر معاملات لکھنے کیلئے مقرر تھے - اور زید بن ارقم بادشاہوں کے نام مکتوب لکھا کرتے تھے +

(۲) عمال سعایہ کا بنات پر صدقات (۱) عبدالرحمن بن عوف نہ برقات بنی کلب پر (۲) عدی بن حاتم صدقات بنی طے پر -

(۳) عیینہ بن الحصین صدقات فزارہ پر (۴) ایاس بن قیس اسدی بنی اسد پر (۵) زبیر بن عقبہ بنی مصطلق پر -

(۶) حارث بن عوف مزنی بنی مرہ پر (۷) مسعود بن رخیل اشجعی اشجع پر (۸) عبداللہ بن غطفان بنی عبس پر -

(۹) عجم بن سفیان عذرہ پر (۱۰) سلامان ذہلی و جہینہ و عباس بن مرداس بنی سلیم پر (۱۱) لبید بن الحاجب قبیلہ دارم پر (۱۲) عامر بن مالک بن جعفر بنی عامر بن صعصعہ پر (۱۳) سعد بن مالک و عوف بن مالک النضری و ضحاک بن سفیان کلابی بنی کلاب پر +

(۳) خدام ۷ مرد ۱۱ عورتیں - انمیں سے مشہور یہ ہیں (۱) انس بن مالک دس سال حضرت کی ملازمت میں رہے (۲) ربیعہ بن کعب - آب وضو کی ترتیب ان سے متعلق تھی (۳) عبداللہ بن مسعود - صاحب نعلین و مسواک و متکا و عصا (۴) عقبہ بن عامر سفر و حضر کے آستر کو کھینچتا تھا (۵) بلال حبشی مؤذن (۶) سعد آزاد کردہ ابوبکر (۷) ذو مخمر جنکو ذو مخبر بھی کہتے ہیں خواہرزادہ نجاشی (۸) بکیر بن شداخ لیثی (۹) ابوذر غفاری (۱۰) اسود بن مالک اسبی (۱۱) ایمن بن ام ایمن صاحب مطہرہ (۱۲) ثعلبہ بن عبدالرحمن انصاری (۱۳) حر بن مالک +

خادمہ - برکہ یعنی ام ایمن - امۃ اللہ بنت زینب - خولہ جدۂ حفص - زینب - ام علیہ - سلمیٰ - ام رافع - میمونہ - ماریہ -

(۴) موالی مرد ۵۹ جن میں سے مشہور یہ ہیں -

(۱) زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی کہ سریہ موتہ میں امیر تھا اور وہاں شہید ہوا - (۲) اسامہ بن زید بن حارثہ -

(۳) ابوکبشہ کہ موسوم بہ سلیم یا اوس تھا (۴) صالح ملقب بہ شقران (۵) ابورافع مسمیٰ بہ اسلم (۶) سلمان فارسی +

(۵) موالیات ۹ نفر - مشہور سلمیٰ - ام رافع - امیمہ - ماریہ - شیرین خواہر ماریہ +

(بقیہ صفحہ ۱۹۴) دیدیا جائے اور اپنے مدینہ کے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اُسکے وارثوں کے حوالہ کردو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فدک اپنی بیٹی جناب فاطمہ کو عطا کر دیا تھا اور یہ امر ظاہر و مشہور تھا آنحضرت صلعم کی آل میں کسیکو اسمیں اختلاف نہیں ہے پھر یہ بھی ہے کہ فاطمہ اسپر ہمیشہ دعوی کرتی رہیں میری رائے میں فدک فاطمہ کے وارثوں کو واپس دیدینا چاہیے بنی امیہ کے حکم کے موافق فدک محمد بن یحیی بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب اور محمد بن عبداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کے سپرد کر دیا گیا جو اپنی قلمیت میں اُسکی آمدنی اُنکے حقداروں میں تقسیم کر دیتے تھے لیکن جعفر متوکل (ناصبی) خلیفہ ہوا تو اُس نے پھر ضبط کر لیا از حبیب السیر و روضۃ الاحباب +

فہرست مضامین تاریخ اسلام جلد دوم

مضمون	صفحہ
ملک عرب کا جغرافیہ	۱
حدود - موجودہ - آبادی	″
آب و ہوا و سرزمین	۲
پیداوار حیوانات - تجارت	۴
ملکی تقسیم - مشہور شہر	۵
قدیم عرب کے قبیلے	۱۰
جدید عرب	۱۲
عرب کا مذہب زمانہ جاہلیت میں	۱۶
عرب کی حکومت زمانہ جاہلیت میں	۱۹
عرب کی حالت اسلام سے پہلے	۲۲
عربی خط کی تاریخ	۲۵
قبیلۂ قریش	۲۷
واقعہ اصحاب الفیل	۲۹
قریش کا شجرۂ نسب	۳۰
ولادت رسول اللہ صلعم	۳۱
ایام طفولیت و نوجوانی	۳۲
تزویج بہ خدیجۃ الکبریٰ	۳۵
قریش کی تعمیر کعبہ	۳۶
کعبہ کی مختصر تاریخ	″
بعثت	۳۹
سابقین اسلام	۴۲
اعلان رسالت	۴۵
قریش کی دشمنی	۴۷
ہجرت حبشہ	۴۹
حضرت حمزہ کا اسلام لانا	۵۲
اسلام حضرت عمر بن خطاب	۵۳
حضرت ابوبکر سے بے ادبی	۵۴
پیغمبر شعب میں	۵۵
بعض مہاجرین حبشہ کی واپسی	۵۷
وفات ابوطالب و خدیجہ	۵۸
معراج	۶۰
بیعت عقبہ	″
ہجرت	۶۶
پیغمبر مدینہ میں	۷۰
مسجد نبوی	۷۱
نماز - زکوٰۃ - اذان - اقامت	۷۳
اسلام سلمان فارسی	۷۴
عقد مواخات	″
انصار - مہاجر - منافقین	۷۵
نکاح فاطمہ	۷۶
حکم جہاد و فرض طریق جہاد	۷۸
جزیہ کیا ہے؟	۸۱
غزوہ ابواء	۸۳
غزوہ ذوالعشیرہ	۸۴
سریہ بطن نخلہ	۸۵
غزوہ بدر	″
غزوہ بنی قینقاع	۹۲
غزوہ سویق	″
تحویل قبلہ	۹۳
غزوہ احد	۹۴
غزوہ حمراء الاسد	۱۰۰
قصہ بیر معونہ	۱۰۲
غزوہ بنی نضیر	″
حرمت خمر	۱۰۳
صلوٰۃ خوف و صلوٰۃ قصر	″
رجم زانی و زانیہ	۱۰۵
غزوہ بنی مصطلق	″
افک عائشہ	۱۰۶
نزول آیہ تیمم	۱۰۷
غزوہ خندق	″
غزوہ بنی قریظہ	۱۱۲
سریہ سیف البحر	۱۱۳
غزوہ حدیبیہ	۱۱۵
خطوط بنام شاہان اطراف	۱۱۸
جنگ خیبر	۱۲۱
مہاجرین حبشہ کی مراجعت	۱۲۵
اسلام ابوہریرہ	۱۲۶
اسلام خالد بن عمرو عاص	″
منبر کی ابتداء	۱۲۷
سریہ موتہ	″
سریہ ذات السلاسل	۱۲۹
فتح مکہ	″
خالد اور بنی جذیمہ	۱۳۵
جنگ حنین	۱۳۶
جنگ اوطاس	۱۳۸
غزوہ طائف	۱۳۹
تقسیم غنیمت حنین	۱۴۰
جنگ تبوک	۱۴۴
واقعہ عقبہ	۱۴۷
ہدم مسجد ضرار	۱۴۸
عبداللہ بن ابی کی وفات	″
حضرت کی ازواج سے علیحدگی	۱۴۹
تبلیغ سورۂ برات	۱۵۲
سریہ ولید ابن الولید	″
سریہ علی بطرف یمن	۱۵۵
ابوعامر	۱۵۶
روانگی علی بطرف یمن	″
حجۃ الوداع	۱۵۷
واقعہ غدیر خم	۱۵۸
الحاق یمن	۱۵۹
کثرت وفود	۱۶۰
مباہلہ با نصاریٰ نجران	۱۶۱
اسود عنسی	۱۶۲
دیگر مدعیان نبوت	۱۶۳
نزول سورہ ہل اتی	″
تجہیز جیش اسامہ	۱۶۴
ایام مرض و امامت نماز	۱۶۵
وفات رسول	۱۷۱
تجہیز و تکفین	۱۷۴
حلیہ شریف	″
اخلاق و اوصاف	۱۷۵
محققین فرنگ اور آنحضرت	″
ایک فرانسیسی مورخ کی رائے	
آنحضرت قرآن اور اسلام	
کی بابت -	۱۷۸
ازواج آنحضرت	۱۸۰
اولاد آنحضرت	۱۸۵
تقیہ - فدک	۱۹۰
کاتبان آنحضرت	۱۹۵
عمال بر صدقات	″
خدام	″
موالی	″
موالیات	″

الحمد للہ کہ جلد دوم تمام ہوئی اور جلد سوم انشاء اللہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء کے آخر تک شائقین کو پہنچ جائے گی

۱۷ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

علم تاریخ کی تعریف اور فائدے

علم تاریخ وہ علم ہے جس سے طوائف بنی آدم اُن کے شہروں اُنکی رسموں۔ عادتوں۔ صنایع۔ انساب اور اُنکے وفیات وغیرہ کے حالات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ موضوع اسکا اشخاص ماضیہ انبیاء و اولیاء۔ علماء۔ حکماء۔ شعراء اور ملوک و سلاطین وغیرہ کے حالات ہیں اور غرض اس سے احوال ماضیہ کی معرفت ہے۔ اور فائدہ اُسکا اس احوال سے انقلاب زمانہ کو دیکھکر عبرت اور نصیحت اور ملکہ حصول تجارب ہے۔ کہ نقصان دینے والے امور سے پرہیز کرکے اور نفع پہنچانیوالی باتوں سے فائدہ اُٹھائے اور یہ علم جیسا کہ داناؤں نے کہا ہے پڑھنے والے کے لئے ایک دوسری عمر ہے اور اگر ہر شخص ان باتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہے جو لوگوں نے عمریں گذار کر اور سفر و سیاحی کی مشقت عظیم اُٹھاکر حاصل کی ہیں +

پس علم تاریخ عبرت ہے عبرت پانے والے کیلئے اور نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے کیونکہ وہ باری تعالیٰ کی صنعت کا ماضیہ سے خبر دیتا ہے کہ وہ اپنی قدرت اور ارادہ سے زمانہ گذشتہ میں کیا کیا کر چکا اور اپنی مخلوقات میں مختلف زمانوں میں اپنے عدل و احسان کو کس طرح جاری فرما چکا ہے۔ پس جو کوئی اخبار گذشتگان کو امعان نظر سے ملاحظہ کرے گا وہ عجیب عجیب باتیں دیکھیگا اور جو بادشاہوں کے حالات اور انقلاب زمانہ پر غور و تامل کی نظر ڈالیگا اگر ذی ہوش ہوگا تو ضرور عبرت حاصل کریگا۔ بعض مفسرین نے آیہ سیروا فی الارض کی تفسیر میں کتب سیر و تواریخ ماضیہ کا مطالعہ ہی شامل کیا ہے۔ علم تاریخ میں دینی اور دنیوی دونوں فائدے ہیں۔ دنیوی فائدے۔ اول تو یہ کہ حالات گذشتگان کو پڑھکر گویا وہ اُنکے زمانہ میں موجود ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ اور حکام جب اہل جور و عدوان کے حالات پڑھینگے اور دیکھینگے کہ لوگ اُن حالات کو نقل کرتے چلے آتے ہیں اور یہ کہ اُنکے ظلم اور جور کی وجہ سے اُن کے نام پر بدنامی کا دھبہ رہ گیا اور ملک ویران بندگان خدا تباہ و ہلاک اور مال صنایع و برباد اور عمال بدحال ہوگئے تو وہ ظلم و جور کو بُرا سمجھینگے۔ اور اُس سے اعراض کرینگے اور جب منصف و عادل حکمرانوں کے حالات پڑھینگے اور دیکھینگے کہ اُن کا نیکنام باقی رہگیا۔ اُنکی مملکت آباد و معمور ہوئی اور اُنکے اموال میں زیادتی ہوئی تو عدل و احسان کو اچھا سمجھینگے اور اُسکی طرف رغبت کرینگے اور اُسکے خلاف کو ترک کردینگے۔ علاوہ اسکے اُنکو بہت سی نیک رائیں اور ترکیبیں ایسی معلوم ہوجائینگی جن سے وہ دشمنوں کے مکر و کید کی مدافعت کرتے تھے مہلکوں سے خلاصی پاتے اور بڑی بڑے شہروں اور ملکوں کو بچاتے تھے اور یہ ایسا فخر ہے کہ اگر اُسکے سوا کوئی اور فائدہ ہی نہ ہوتا تو یہی بہت کافی تھا اس سے آدمی کو تجربہ اور معرفت حوادث کا علم حاصل ہوتا ہے اور اپنے کار سے واقفیت ہوتی ہے کیونکہ کوئی امر ایسا نہیں ہے کہ وہی یا اُس جیسا پہلے واقع نہ ہوا ہو پس اس سے عقل بڑھتی ہے کیونکہ عقل دو طرح کی ہوتی ہے عقل مطبوع اور عقل مسموع۔ عقل مطبوع تو عقل غریزی ہوتی ہے جو خدا نے انسان کے واسطے پیدا کی ہے۔ اور عقل مسموع وہ تجربہ ہے جس سے عقل غریزی کو زیادتی حاصل ہوتی ہے اور وہ گویا عقل ثانی کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن جب عقل مطبوع نہ ہو تو عقل مسموع سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا جس طرح اندھے کو سورج سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ امام سخاوی لکھتے ہیں کہ "جس نے تاریخ کو یاد کیا اُسکی عقل زیادہ ہوئی۔ اور جس نے زمانہ کے واقعات پر نظر کی اُسے مصیبت آسان معلوم ہونے لگی"۔ تاریخ کا اور فائدہ یہ ہے کہ مجلسوں اور محفلوں میں جب کوئی تاریخ داں کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو لوگ اُسی کیطرف متوجہ اور دل اُسکی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ صفدی کہتا ہے کہ "تاریخ زمانہ کا آئینہ ہے۔ پس وہ واقفیت ہے حالات امم سابقہ اور انقلاب زمانہ سے۔ اس سے ملکہ تجربہ کا اور زمانہ کے مکر سے بچنے کا حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے خود اپنے رسول کو قصص دینے کی غرض سے انبیائے سلف کا حال بیان کیا ہے اور ہماری عبرت کے واسطے امم سابقہ کے حالات سے خبر دی ہے یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی شخص زمانہ قدیم کا کوئی واقعہ بیان کرے اور تمکو اُس واقعہ سے بذریعہ تاریخ بھی طرح واقفیت ہے تو تمہیں اُسکے سچ اور جھوٹ کا حال معلوم ہوجائیگا۔ لیکن فوائد اُخرویہ عاقل لبیب جب تاریخ میں فکر کریگا اور اہل دنیا کے انقلاب کو دیکھے گا اور یہ کہ چھوٹے بڑے کس طرح فنا ہوگئے اُنکی جان و مال سب ضایع ہوگئے۔ امیر و غریب بادشاہ فقیر کوئی بھی اُسکے تک سے اچھوتا نہ رہا تو وہ زہد اختیار کریگا اور زاد آخرت بہم پہنچانے پر آمادہ ہوگا۔ اور اُس گھر کی طرف رغبت کرے گا جو ان مخمصوں سے منزہ ہے۔ علاوہ زہد

بغیر استاد کی مدد کے انگریزی سکھانیوالی بینظیر کتابیں

(۱) اتالیق انگریزی - جلد اول یعنی مخزن الفوائد ۱۲۸ صفحہ قیمت ۵ راسمیں (۱) اُردو نام و عبارت کو انگریزی میں لکھنے (۲) اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے (۳) انگریزی چٹھی لکھنے (۴) ہجے کرنے (۵) تلفظ کے قاعدے (۶) انگریزی اور اُردو بول چال کے کئی سو فقرے (۷) ایکہزار کے قریب اُردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور ۳۰ حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنیکے لئے درج ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے ایسا مبتدی بھی جو انگریزی کی الف - بے سے بھی واقف نہیں ہو بغیر اُستاد کی مدد کے قلیل عرصہ میں بہت خاصی استعداد حاصل کرسکتا ہے (۲) اتالیق انگریزی جلد دوم یعنی مخزن المحاورات والالفاظ ۲۱۲ صفحہ قیمت فیجلد ۵ راسمیں (۱) ایکہزار دوسو انگریزی محاورے اور ۶۰۰ مثلیں معہ ترجمہ اُردو جو انگریزی میں باتیں کرنے اور ترجمہ کرنیکے لئے ازحد مفید ہیں (۲) ۱۷۰ اُردو مصدر معہ ترجمہ انگریزی بترتیب حروف تہجی اور (۳) ۴ ہزار کے قریب ایسے ناموں اور چیزوں کی انگریزی جنسے کام پڑتا رہتا ہے اور سینکڑوں ایسی ہی باتیں بڑی خوش اسلوبی سے درج ہیں (۳) ہادی الترکیب - اتالیق جلد سوم (یعنے کمپلیٹ گائڈ ٹو پارسنگ اینڈ کمپوزیشن) ۱۲۵ صفحے قیمت ۵ راسمیں (۱) کمپوزیشن لکھنے (۲) انگریزی بے پڑھے نقطوں کے صحیح ہجے کرنے (۳) صحیح تلفظ (۴) پارسنگ کے تمام قاعدے ابتدا سے انتہا تک مثالیں اور نمونہ دیکر سمجھائے ہیں پارسنگ اس خوبی سے بتایا ہے کہ جو طالبعلم پارسنگ کا نام بھی نہ جانتا ہو قلیل عرصہ میں بغیر اُستاد کی مدد کے علی پارسنگ کرسکتا ہے (۴) انگریزی بولنا یعنی اتالیق چہارم قیمت ۵ راسمیں ۳ ہزار ایسے فقرے جو روزمرہ کی بول چال میں رائج ہیں درج ہیں مقابل میں اُنکا انگریزی ترجمہ لکھا ہے اسمیں مخزن الفوائد کے تمام اُردو جملوں کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہوا ہے اس انگریزی بولنے میں جُدا ملکہ ہوگا (۵) اُردو سے انگریزی ڈکشنری یعنی اتالیق جلد پنجم ۵۰ صفحہ قیمت ۶ ر (۱) اسمیں ۷ ہزار سوا سو ایسے اُردو لغت جو اکثر تحریر و تقریر میں آتے ہیں بترتیب حروف تہجی اُردو خط میں ہیں اور انکے آگے اُنکی انگریزی انگریزی خط میں ہے (۲) ۴ سو انگریزی لغت جو اُردو میں مستعمل ہیں جنکی اصل سے واقفیت ضرور ہے (۳) کئی سو ایسے مخففات انگریزی جو عموماً تحریر میں آتے ہیں اور کسی ڈکشنری میں نہیں ملتے درج ہیں (۶) کامل القواعد یعنی اتالیق جلد ششم طبع جدید نوترمیم ۲۳۰ صفحے قیمت ۸ راسمیں صرف و نحو کے تمام و کمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے متعلق ہیں نہایت خوبی اور وضاحت سے درج ہیں یہ ۶۷ اعلیٰ درجہ کی مستند انگریزی گرامروں کا لب لباب نہایت کامل گرامر ہے (۷) خلاصۃ القواعد یعنی اتالیق جلد ہفتم ۹۳ صفحے نوترمیم قیمت ۴ر - اسمیں مبتدی کو پارسنگ کرنا اور اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا بخوبی سمجھایا ہے (۸) نیو مینوئل گرامر کا اُردو ترجمہ سنہ ۱۹۱۳ء کی نوترمیم کا یعنی اتالیق جلد ہشتم (پہلا جزو) قیمت ۴ راسمیں تمام ارتھوگرافی اور ایٹی مولوجی وغیرہ کا ترجمہ ہے - نیو مینوئل گرامر کا اُردو ترجمہ (دوسرا جزو) قیمت ۶ راسمیں تمام سنٹینکس کے قاعدوں نوٹوں مثالوں اور پارس اور کریکٹ کے فقروں کا ترجمہ ہے اور تمام کریکٹ کے فقرونکو کریکٹ یعنے صحیح کرکے بھی لکھا ہے (۹) انگریزی اُردو خط کتابت (یعنی اتالیق انگریزی جلد نہم) ہر قسم کی چٹھیاں - عرضیاں - درخواستیں - نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے کامل قاعدے اور نمونے معہ ترجمہ اُردو قیمت ۳ر (۱۰) ضمیمہ مخزن الفوائد یعنی اتالیق جلد دہم ۱۲۵ صفحے قیمت ۵ راسمیں اتالیق جلد اول یعنی مخزن الفوائد سے علاوہ ترجمہ کے ۱۴۰ - اعلیٰ قاعدے سمجھا کر ترجمہ کے واسطے ایکہزار فقرے اور بہت سی عبارت دی ہے طبع جدید میں علاوہ ترمیم کے انشا پردازی اور جواب مضمون وغیرہ کے متعلق بہت سے قواعد اور نمونے زیادہ کئے گئے ہیں اور کئی سو سنونمز یعنے مرادف دہم معنی الفاظ کا فرق سمجھایا گیا ہے (۱۱) مخزن الحکایات اتالیق جلد یازدہم یعنی ۷۲ کہانیاں اور اُن کا ترجمہ قیمت ۴ر (۱۲) ضمیمہ مخزن المحاورات (یعنی اتالیق جلد دوازدہم قیمت ۵ راسمیں اتالیق جلد دوم سے علاوہ ڈھائی ہزار محاورے اور ۸ سو مخصوص پریپوزیشنوں کے استعمال کے فقرے معہ ترجمہ اُردو درج ہیں (۱۳) انگریزی خوشنویسی یعنی اتالیق جلد سیزدہم جس میں انگریزی لکھنے اور خوشنویسی کے تمام قاعدے معہ نمونوں اور تصویروں کے درج ہیں قیمت ۱ر (۱۴) پاکٹ بک آف ہسٹری اینڈ سینی ٹیسن تاریخ ہند اور حفظ صحت دونوں کا کامل خلاصہ بطور سوال و جواب قیمت ۲ر (۱۵) آئینہ تاریخ ہند - تاریخ ہند کا پورا خلاصہ ایک بہت بڑے کاغذ پر چھپا ہوا ہے کہ دیوار پر بطور نقشہ کے لگا سکے قیمت ۱ر

(ایس - ذاکر حسین جعفر رمزی - مالک دفتر اتالیق انگریزی - کلاں محل دہلی)